جلد دوم

آیاتِ بیّنات

تردید شیعہ میں وہ مشہور اور عظیم کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ
دے سکے جس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور انکے علماء کے اقوال سے صحابہ کے فضائل
اور خلافت راشدہ کو ثابت کیا ہے اور مسئلہ نکاح ام کلثوم اور باغِ فدک پر سیر حاصل بحث کیگئی ہے

تالیف محسن الملک

سیّد محمّد مہدی علی خان

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ۔ کراچی ۱

آیاتِ بیّنات

حصّہ سوم وچہارم

شیعہ عقائد کے بطلان میں وہ عظیم اور مشہور کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزارہا انسانوں کے شکوک و شبہات کو ختم کر دیا جس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور ان کے علما کے حوالوں سے سنی مذہب کا احقاق اور شیعہ مذہب کا باطل ہونا ثابت کیا ہے۔ اور جس میں باغ فدک کی حقیقت اور اس کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اور اس اہم مسئلہ پر اور دوسرے سیکڑوں ضمنی مسائل پر نہایت متین اور سنجیدہ انداز میں کلام کیا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصًا شیعہ حضرات تعصب سے ہٹ کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں

تالیف

نواب محسن الملک سیّد محمد مہدی علی خانصاحبؒ

ناشر

دارُالاشاعت

مُقابِل مولوی مُسافرخانہ کراچی ۱

marfat.com

جملہ حقوق طباعت واشاعت ترجمہ وحواشی محفوظ

اصلاح واضافہ شدہ جدید عکسی ایڈیشن

باہتمام محمد رضی عثمانی اشاعت مارچ ۱۹۷۶ء

تعداد ایک ہزار۔ مطبوعہ۔ مشہور پریس کراچی

اشاعت۔ جولائی ۱۹۸۲ء

ملنے کے پتے

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافرخانہ کراچی ۱

ادارۃ المعارف ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

مکتبہ دارالعلوم ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

marfat.com

فہرست مضامین آیات بیّنات حصہ سوم وچہارم

حصہ سوم

عرض ناشر ۴

تمہید بحث فدک ۵

پہلا مقدمہ ״

دوسرا مقدمہ ۷

فضیلت صحابہ بہ شہادت سر ولیم میور مؤرخ نصرانی ۱۳

فضیلت صحابہ بہ شہادت گاڈفری ہیگنس مؤرخ نصرانی ۱۴

مورخ گبن کا بیان ״

بیان تحریری سر ولیم میور ۱۶

تیسرا مقدمہ ۲۶

چوتھا مقدمہ ۹۱

پانچواں مقدمہ ۱۳۸

خاتمہ حصہ سوم ۱۷۰

حصہ چہارم

بحث فدک ۱۷۱

فدک کی حقیقت اور اسکے حدود اور اس کی آمدنی ״

فدک کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا؟ ۱۷۴

فئے کے معنی اور اس کا مصرف ۱۷۹

بحث متعلق ہبۂ فدک ۱۹۲

آیا فدک پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کیا تھا یا نہیں؟ ۱۹۹

شیعوں کی ان احادیث واخبار میں تناقض جو اس باب میں بیان کی گئی ہیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا ۲۲۷

آیۂ وآت ذاالقربیٰ حقہ کے موقع نزول اور طرز بیان پر غور کرنے سے ہبہ فدک کا ثابت نہ ہونا ۲۴۷

کیا یہ بات قیاس میں آسکتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک جس کی آمدنی چوبیس ہزار دینار کہی جاتی ہے حضرت فاطمہؓ کو ہبہ دے دیا ہو ۲۶۲

کیا فدک حضرت فاطمہؓ کے قبضہ میں تھا ۲۷۸

آیا فدک کے ہبہ کا دعویٰ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کیا یا نہیں ۲۸۱

اب ہم ان روایتوں اور اقوال سے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں بحث کرتے ہیں ۳۰۵

تناقض اور اختلاف جو شیعوں کی ان روایتوں میں ہے جس میں ہبہ فدک کے دعویٰ کا ذکر کیا گیا ہے ۳۲۲

خاتمہ حصہ سوم وچہارم ۳۶۵

marfat.com

عرض ناشر

زیر نظر کتاب آیات بینات، جناب محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خاں کی وہ عظیم اور مشہور کتاب ہے جس نے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ کتاب اہل تشیع کے بطلان عقائد میں ایسی متین اور سنجیدہ کتاب ہے جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزارہا انسانوں کے شکوک وشبہات ختم کر دیئے۔

اہل علم خوب جانتے ہیں کہ یہ کتاب اس موضوع پر کس درجہ کی ہو گی اور فاضل مصنف نے اس میں کس قدر صحیح اور سچی باتیں لکھی ہوں گی کیونکہ فاضل مصنف پہلے خود شیعہ مذہب کے بڑے عالم رہ چکے ہیں۔ اس کتاب کی پہلی جلد کے دونوں حصے ہم پہلے شائع کر چکے ہیں۔ یہ دوسری جلد آپ کے پیش نظر ہے۔ جس کے دونوں حصے بحث باغ فدک اور اس موضوع سے متعلق سینکڑوں اہم مسائل پر مشتمل ہیں۔ جس میں فدک کی تاریخ اس کی حقیقت واہمیت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات تعصب سے ہٹ کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ جلد عرصہ پچاس سال سے نایاب تھی۔ ہم نے بڑی تلاش کے بعد یہ جلد حاصل کی اور اب یہ اہم کتاب ہدیۂ ناظرین ہے۔

اس اشاعت کی خصوصیت

اصل کتاب میں جابجا عربی اور فارسی عبارتیں بطور حوالہ وسند کے درج تھیں لیکن اس کا اردو ترجمہ نہ تھا جس کی وجہ سے اُردو خواں حضرات کو مطالعہ میں دشواری ہوتی تھی۔ ہم نے ایسی تمام عبارتوں پر نمبر ڈال کر حاشیہ میں اردو ترجمہ درج کر دیا ہے اب انشاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب ہر خاص وعام کے لئے مفید ہو گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اہل علم حضرات ان بیش بہا خزینہ ہائے علم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

محمد رضی عثمانی

۲۶ رجنوری سنہ ۱۹۶۳ء

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید بحث فدک

اگرچہ بعد بیان کرنے فضائل صحابہ کرام کے اور خدا کی شہادت اور رسول کی گواہی اور ائمہ کے اقوال سے اسے پایۂ ثبوت پر پہونچا دینے کے مطاعن کا ذکر کرنا اور اس کی تردید پر متوجہ ہونا غیر ضروری ہے۔ مگر اس خیال سے کہ حضرات شیعہ نے اس کے متعلق ہماری روایتوں اور اقوال کو سنداً پیش کیا ہے۔ اور عوام کو اپنی کتابوں کا نام سن کر اور اپنے یہاں کی روایتیں دیکھ کر خلجان پیدا ہوتا ہے اور شک و شبہ کرنے لگتے ہیں۔ اس لئے ہمارے علماء کرام نے اسے ضروری خیال کیا ہے کہ ان مطاعن کی تردید کی جائے۔ اور مغالطہ اور دھوکے کا وہ لباس جو اس قسم کے اقوال اور روایتوں کو پہنایا گیا ہے دور کر دیا جائے۔ اور اصلی حقیقت انکی بتادی جائے۔ ہم بھی تقلیداً للعلماء الکرام مطاعن صحابہ سے بحث کرتے ہیں۔ اور چونکہ ان مطاعن میں فدک اور قرطاس کی بہت شہرت ہے۔ اس لئے سب سے اول انہیں دو ضروری بحثوں کو ہم لکھتے ہیں مگر قبل اس کے کہ اصل بحث کی طرف متوجہ ہوں چند مقدمات کا لکھنا ضروری اور مفید سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہیں وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡٓ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

پہلا مقدمہ

کوئی نبی اور کوئی امام اور کوئی بزرگ کسی مذہب میں بلکہ کوئی نامور آدمی کسی قوم میں ایسا نہیں ہوا جس پر معاندین نے اعتراض نہ کئے ہوں اور اس کی نیک باتوں اور عمدہ کاموں کو عداوت کی نظر سے دیکھ کر برا نہ جانا ہو۔ اور ان کے دوستوں کے دلوں میں شبہ پیدا کرنے کے لئے ان کی بعض غلطیوں اور لغزشوں کو نہایت آب و تاب سے بیان کر کے اسے ان کی بدنیتی سے منسوب کیا ہو یہودیوں کو دیکھو کہ وہ حضرت عیسٰے علٰی نبینا وعلیہ التحیۃ والسلام پر کیسے طعنے کرتے ہیں۔ ان کی ولادت کی نسبت اپنی ناپاک زبانوں سے کیا کچھ کہتے ہیں۔ ان کے معجزات کو کس طرح سحر و افسون

marfat.com

اُنسے منسوب کرتے ہیں۔ اور اُن کے حواریوں کو کیسا بیکار جاہل، دغا باز جانتے ہیں۔ عیسائیوں کو دیکھو کہ وہ سرورِ کائنات علیہ الصلوات والتحیات پر عیاری اور طمعِ دنیاوی کی کیسی تہمتیں لگاتے ہیں۔ اور آپ سے متمم مکارم اخلاق کی نسبت کیسی زبان درازی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ عیاذاً باللہ ایسے ہادی اور دنیا کے رہنما کو گمراہ کنندۂ عالم سمجھتے ہیں۔ خوارج و نواصب پر خیال کرو کہ وہ اہل بیت کرام علیہم السلام کو کیسا برا جانتے ہیں جناب امیر المومنین اور حضرت سیدۃ النساء اور حضرت حسنین علیہم السلام کو جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ اور خدا اور اس کے محبوب کے پیارے۔ انہیں کو معاذ اللہ کافر کہتے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ط إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۝ اور ان سے عداوت رکھنے اور ان پر تبرا کرنے کو ذریعہ نجات خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان اشقیا میں سے بعض نے ابن ملجم ملعون کی شان میں جو اشقی الاولین والآخرین تھا قصیدے لکھے۔ اور جناب امیر کے شہید کرنے کو افضل ترین عبادت جانا۔ جیسا کہ عمران بن حطان جو خوارج کا سردار اور ان کا بڑا شاعر تھا ابن ملجم کی نسبت کہتا ہے ؎

یا ضربۃ تقی ما اراد بہا الا　　لیبلغ من ذی العرش رضوانا
انی لاذکرہ حینا فاحسبہ　　اوفی البریۃ عند اللہ میزانا

یعنی "کیا اچھی ضرب ہے ایک مردِ متقی (ابن ملجم) کی جس سے کوئی غرض اس کی سوائے اس کی نہ تھی کہ صاحب عرش بریں کی خوشنودی حاصل کرے۔ میں جب اسے یاد کرتا ہوں تو ساری خلق سے اس کے ثواب کا پلہ خدا کے نزدیک بھاری پاتا ہوں" غرضکہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ دشمن ہنر کو عیب سمجھتا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

یہی حال حضرات شیعہ کا ہے۔ تعصب اور تقلیدی خیالات سے انصاف اور غور کا مادہ گویا ان سے سلب ہو گیا ہے۔ اور زبانی محبت اہل بیت کے غلو سے ان کے قدم جادۂ اعتدال سے نکل گئے ہیں۔ وہ کوئی خوبی اور کوئی صفت صحابہ کی نہیں دیکھتے۔ ان کی اچھی بات بھی ان کو بری معلوم ہوتی ہے۔ اور ان کے ہنر بھی انہیں عیب نظر آتے ہیں۔

۱؎ کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے ان کے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ۱۲ موضح پارہ ۱۵ سورۂ کہف رکوع اول

اگر کوئی تعجب کرے کہ باوجود آیات و احادیث و اقوال ائمہ کے کیونکر ایک فرقہ مسلمانوں کا اصحابہ کے فضائل کا منکر ہوا۔ اسے چاہئے کہ یہود و نصاریٰ نواصب و خوارج کے حال پر نظر کرے۔ کیا وجہ ہے کہ یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف توریت میں دیکھتے تھے۔ اور آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ اور آپ کو ایسا پہچانتے تھے کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۤءَهُمْ[1] مگر جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو دشمن بن گئے۔ اور آپ کی صفات کے چھپانے۔ اور آپ کی نسبت غلط الزام لگانے میں کوئی دقیقہ عداوت کا باقی نہ رکھا۔ اور کیا سبب ہے کہ عیسائی باآنکہ انجیل میں جناب سرور کائنات علیہ التحیات والصلوٰت کی بشارت بہ تفصیل نام دیکھتے۔ اور یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ[2] حضرت عیسے علیہ السلام کی زبان سے سن چکے تھے۔ اور دن رات اپنی کتاب میں اُسے پڑھتے تھے۔ مگر جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ تو ان بشارتوں کو چھپانے اور انجیل کی ان آیات کی جن میں آپ کا نام اور خبر تھی۔ غلط تاویلیں کرنے لگے اور اپنے نبی کے قول سے بھی پھر گئے۔ اور کیا باعث ہے اس کا کہ خوارج باوجود جاننے اس بات کے کہ اہل بیت کرام پیغمبر کی جان و جگر ہیں۔ قرآن اور حدیثیں ان کی فضیلتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ ان کے دشمن ہو گئے۔ اور ان کو جو بہترین خلق خدا تھے۔ نعوذ باللہ سب سے برا جاننے لگے۔ یہاں تک کہ ان پر کفر و فسق کے الزام لگانے سے بھی باز نہ رہے۔ پس جو سبب ان گمراہ فرقوں کی گمراہی کا ہے، وہی سبب حضرات امامیہ کا صحابہ کرام سے عداوت رکھنے اور ان پر عیوب لگانے کا ہے

اذا لم یکن للمرء عین صحیحة ۔۔۔ فلا غرو ان یرتاب والصبح مسفر

دوسرا مقدمہ

وہ باتیں جو حقوق اہل بیت کے غصب کے متعلق امامیہ بیان کرتے ہیں۔ اگر صحیح سمجھی جائیں تو اسی سے تمام مہاجرین و انصار اور کل اصحاب نبوی کا اسلام اور ایمان اور اخلاق بلکہ انسانی صفات سے بے بہرہ ہونا لازم آتا ہے کیونکر اگر وہ شیخین کو غصب حقوق سے باز رکھنے اور اہل بیت اطہار پر ظلم کرنے میں ان کے شریک و معین نہ ہوتے۔ یا دیدہ و دانستہ اعانت آل رسول ؐ سے چشم پوشی نہ

---

[1] جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو ۱۲ موضح پارہ ۲۔ سورۂ بقر رکوع ۱۷

[2] جو آوے گا مجھ سے پیچھے اس کا نام احمد ۱۲ موضح۔ پارہ ۲۸ سورۂ صف رکوع اول

marfat.com

کرتے۔ تو دو شخص اور چند ان کے ساتھی کیونکر ایسی جرأت کر سکتے تھے۔ اور انہیں اپنے ظلم وستم میں کس طرح کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔ رہا تمام مہاجرین وانصار اور صحابہ کرام کو اسلام سے اور ایمان و اخلاق سے بے بہرہ سمجھنا۔ گو یہ منتہائے مقصود حضرات امامیہ کا ہے۔ مگر ان خوفناک نتیجوں پر غور نہیں کرتے جو اس بات کے ماننے سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ اسے صرف صحابہ کی ذات تک محدود سمجھ کر اس کے دعوی کرنے میں کچھ پس وپیش نہیں فرماتے۔ مگر وہ شخص جس کو خدا نے تھوڑی سی بھی سمجھ دی ہے۔ اور جس کے قوائے عقلی تعصب وتقلید کے بوجھ میں دب نہیں گئے۔ ضرور ان خوفناک نتیجوں کے خیال سے ڈرے گا اور اسلام پر اس کا نہایت ہی برا اثر دیکھ کر الامان الامان پکارے گا۔ اس لئے کہ قرآن کے کلام الٰہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤید من اللہ ہونے کا بڑا ثبوت جو کچھ دیا جاتا ہے۔ اور جسے ندا معجزہ کہتے ہیں۔ وہ صرف یہ ہے کہ قرآن نے لوگوں کے دلوں پر بہت بڑا روحانی اثر کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے عرب کی حالت میں ایک عظیم تبدیلی پیدا ہوگئی۔ قرآن مجید میں لوگوں کے دلوں کی تسخیر اور روحانی اور اخلاقی تعلیم کی وہ قوت تھی جس نے حیرت انگیز ربانی کرشمے دکھائے اور دائم الاثر حقانی نتیجے پیدا کئے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جس کلام کے ایسے عظیم الشان اور قوی اور قائم نتیجے ہوں۔ وہ بلا شبہ خدا کا کلام ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی نسبت یہی دعوی کیا جاتا ہے کہ آپ ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جبکہ دنیا ایک عجیب روحانی سکتے کے عالم میں تھی۔ اور آپ ایسے ملک میں مبعوث ہوئے جہاں اخلاقی تعلیم کا کچھ سامان نہ تھا۔ اور ایسی قوم کی اصلاح آپ کے ذمے کی گئی۔ جو سوائے اوہام اور فاسد عقیدوں اور باطل خیالات اور غلط رایوں اور وحشیانہ اعمال اور بد اخلاقی اور نفاق اور جنگ جوئی کے کسی قسم کی اخلاقی خوبی نہ رکھتے تھے۔ مگر آپ کے الہامی بیان اور خدائی قوت نے ان پر ایسی عجیب وغریب تاثیر کی کہ اس سے ان کی تمام ظاہری وباطنی حالتیں بدل گئیں۔ برسوں کے بھکے ہوئے خدا کی راہ پر چل نکلے۔ اور مدتوں کے سوئے ہوئے غفلت کی نیند سے چونک پڑے۔ جو مشرک تھے وہ موحد ہو گئے۔ جو کافر تھے وہ ایمان لے آئے۔ جو بت پرست تھے وہ بت شکن بن گئے۔ جو گمراہ تھے وہ خدا کی راہ دکھانے لگے۔ جاہلانہ حمیت اور وحشیانہ عصبیت کا ان میں نام نہ رہا۔ خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتیں جاتی رہیں۔ دماغ غرور ونخوت سے خالی ہو گئے۔ اور ان کے دل صبر وتوکل، حلم وبردباری، زہد وپرہیزگاری اور جمیع اخلاقی صفات سے بھر گئے۔ آپ کی تعلیم

ك جس کی آنکھ میں بینائی نہیں اس کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی ۱۲

marfat.com

اور ہدایت نے ایک ایسا گروہ خدا پرست، پاک طبیعت، راستباز، نیک دل لوگوں کا قائم کر دیا۔ جن کی کوششوں سے شرک و بت پرستی کی آواز جو تمام جزیرہ نمائے عرب میں گونج رہی تھی بند ہو گئی۔ اور اس کے بدلے ایک بے چون و بے چگون، بے شبہ و بے نمون خدا کی منادی پھر گئی۔ بتوں نے عدم کا راستہ لیا۔ بتخانوں کا نشان مٹ گیا۔ آتشکدے ٹھنڈے پڑ گئے تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اوہام پرستی کا باطل خیال باطل ہو گیا جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[1] اور اس سے اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ آپ حقیقت میں سچے رسول اور خدا ہی کی طرف سے مؤید تھے۔ ورنہ انسان کا کام نہ تھا کہ وہ ایسا انقلاب عظیم عرب کی روحانی اور اخلاقی حالت میں پیدا کر دیتا اور ایسے جنگ جو اور ستم پیشہ لوگوں کو جو بات بات پر لڑتے اور جھگڑتے تھے۔ اخوت کے ایک رشتے میں باندھ دیتا۔ اور ان کی پشتینی عداوتوں اور کینوں سے ان کے دلوں کو ایسا صاف کر دیتا کہ اس کا کچھ اثر باقی نہ رہتا۔ بلکہ دنیا میں ان کو اخلاق اور انسانیت کا نمونہ بنا دیتا۔

قرآن مجید کے اس حیرت انگیز نتیجے اور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کی ہدایت کی ایسی عجیب و غریب تاثیر کو دیکھ کر منکرین بھی اس بات کے معترف ہیں کہ درحقیقت یہ بات بشری قدرت سے خارج تھی۔ چنانچہ کوئی ان میں سے کہتا ہے کہ وہ پیام جو آپ لائے وہ ایک سچا اور حقیقی پیام تھا جس کا مرجع وہی ہستی تھی جس کی نگاہ کبھی کسی نے نہیں پائی۔ کوئی لکھتا ہے کہ "قرآن ہی کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ عرب کے رہنے والے ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو"۔ متعصب سے متعصب عیسائیوں میں سے سخت سا سخت متعصب یہ اقرار کرتا ہے کہ "دین مسیحی کی ابتدا سے آنحضرت کے وقت تک کبھی حیات روحانی ایسی برانگیختہ نہ ہوئی تھی جیسی کہ اسلام کی تعلیم سے ہوئی"۔ مگر یہ دائم الاثر تاثر قرآن کی اور یہ غیر زوال پذیر اثر آنحضرت صلعم کی صحبت و ہدایت کا اسی وقت تک مانا جا سکتا ہے جبکہ ہمارے عقائد کے موافق صحابہ کرام خصوصاً مہاجرین و انصار سب سے اول ایمان لانے والے اسلام میں پکے، اخلاق میں انسانیت کا نمونہ، پاک دلی اور نیک نیتی اور راستبازی میں کامل مانے جائیں مگر شیعوں کے اصول کے مطابق یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ عجیب و غریب انقلاب جو آپ کی صحبت اور ہدایت سے صحابہ کی حالت میں ہوا تھا عارضی تھا اور وہ اثر جو قرآن کی تعلیم نے ان پر کیا تھا ناپائیدار تھا۔ وہ دل جو وحی والہام کی برکت سے پاک ہو گئے تھے جلد ارتداد کے لوث سے ملوث ہو گئے۔ اور وہ لوگ جو شمع

---

[1] آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بیشک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا ۱۲ موضح پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹۔

marfat.com

مبعوث کے پروانہ تھے۔ اسلام اور ایمان کو جلد خیرباد کہہ بیٹھے۔ وہ خدائی روشنی جس نے سینکڑوں دل روشن کر دیئے تھے جلد بجھ گئی۔ وہ حجاب نفاق و کفر کا جو ان کے دل سے اُٹھ گیا تھا۔ پھر ان کے دلوں پر پڑ گیا اور مشکوٰۃ نبوت کی وہ شعاعیں جو مہاجرین و انصار کے دماغ پر پڑی تھیں جلد زائل ہو گئیں۔ اور وہ خدائی آواز جو یارانِ نبویؐ نے دل کے کانوں سے سنی تھی جلد بند ہو گئی۔ ایسی حالت میں ہم نہیں سمجھتا کہ وہ عظیم اور حیرت انگیز نتیجے جو خدا کے کلام کے بیان کئے جاتے ہیں۔ اور وہ عجیب تاثیر آپ کی وعظ و ہدایت کی جس کی دنیا میں دھوم ہے کیونکر صحیح سمجھی جائے گی۔ اور اسلام کی وہ خوبی جس کا غلغلہ زمین سے آسمان تک پہنچا کہاں باقی رہے گی۔ [1] هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ [2] أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۰

شیعوں کے اس خیال کے مطابق اگر خدا کے کلام کو دیکھیں تو معاذ اللہ وہ جھوٹا نظر آتا ہے اور جن کے محامد و صفات اس میں بیان کئے گئے ہیں وہ بدترین خلائق پائے جاتے ہیں۔ جب ہم خدا کے کلام پر نظر کرتے ہیں تو اسے اس خیال کے مطابق پاتے ہیں جو صحابہ کرام کی نسبت ہمارا ہے۔ اور انہیں خوبیوں سے انکو متصف پاتے ہیں جن کا ہم انکی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں خدا ان کے ایمان اور عبادت کی نسبت فرماتا ہے [3] مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۰ کہیں ان کی شان میں کہتا ہے [4] سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڔ کہیں ان کی نسبت اپنی رضامندی ان لفظوں سے ظاہر کرتا ہے [5] وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ

۱؎ کہاں ہو سکتا ہے کہاں ہو سکتا ہے ۱۲ موضح، پارہ ۱۸، سورۂ مومنوں، رکوع ۳

۲؎ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ۱۲ موضح، پارہ ۱۰، سورۂ توبہ، رکوع ۵۔

۳؎ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر زور آور ہیں اور آپس میں نرم دل ہیں تم ان کو دیکھتے ہو رکوع اور سجدے میں کرچاہتے ہیں اللہ سے اسکا فضل اور رضامندی ۱۲ منہ، پارہ ۲۶ سورہ فتحنا، رکوع ۴

۴؎ نشانی انکی انکے منہ پر ہے سجدے کا اثر یہی مثل ہے ان کی توریت و انجیل میں ۱۲ منہ، پارہ ۲۶، سورہ فتحنا رکوع ۴

۵؎ جو لوگ کہ پہلے مہاجرین و انصار ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے ان کا اتباع اچھی طرح کیا۔ ان سب سے اللہ راضی ہے اور وہ سب اللہ سے راضی ہیں اور خدا نے مہیا کی ہیں ان کیلئے جنتیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۱۲ منہ، پارہ ۱۱، سورہ توبہ، رکوع ۱۲

marfat.com

اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھر خالدین فیھا ابدا ط کہیں ان کے مصائب و تکلیف پر جنت کی بشارت اس طرح سنائی ہے فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاتھم ولادخلنھم جنت تجری من تحتھا الانھر[1] ج کہیں ان کے ایمان کی تصدیق فرما کر ان کو مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ ان لفظوں سے فرماتا ہے والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم[2] ہ کہیں ان کی فضیلت تمام انبیا کی امتوں پر ان لفظوں سے ظاہر فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ[3] ط کہیں ان کے مصائب اور تکلیف پر انہیں خلافت کا وعدہ دے کر یوں تسلی فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض[4] کہیں ان کی قلت سے کثرت پر پہونچنے کی ان دل خوش کن لفظوں سے تمثیل دیتا ہے۔ کزرع اخرج شطئہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار[5] ط کہیں ان کی کثرت پر

---

[1] جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور میری راہ میں وہ تکلیف دیئے گئے اور انہوں نے جہاد کیا اور مارے گئے ہیں اُن سے ان کی برائیاں دور کر دونگا اور ان کو جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی ۱۲ منہ پارہ ۴، سورہ آل عمران، رکوع ۲۰

[2] جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے کہ ان کو جگہ دی اور نصرت کی یہی لوگ ہیں سچے ایمان والے، انہیں کے لئے ہے مغفرت اور رزق کریم ۱۲ منہ، پارہ ۱۰ سورہ انفال، رکوع ۱۱

[3] تم ہو بہترین امت کہ جن لئے گئے ہو آدمیوں میں سے تم بھلی بات کا حکم کرتے ہو اور بُری بات سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ ۱۲ منہ، پارہ ۴، سورہ آل عمران، رکوع ۱۲

[4] اللہ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے عمل کئے کہ ان کو خلیفہ بنائیگا زمین میں ۱۲ منہ پارہ ۱۸، سورہ نور رکوع ۷

[5] جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اس کی کمر مضبوط ہوئی پھر موٹا ہوا اور اپنی نال پر کھڑی ہو گئی خوش معلوم ہوتا ہے کھیتی والوں کو تاکہ جلا دے ان سے کافروں کو ۱۲ منہ، پارہ ۲۶، سورہ فتح، رکوع ۴

یدخلون فی دین اللہ افواجا[۱] اور ان کے غلبہ و نصرت پر وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَھَا وَکَانَ اللہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا[۲] فرما کر دنیا میں اسلام کی خوبی اور استحکام کا اشتہار دیتا ہے۔ لیکن اگر شیعوں کے عقیدے سچ ہیں اور انکے خیالات صحابہ کرام کی نسبت صحیح ہیں تو ان آیتوں کی تکذیب لازم آتی ہے اور اگر یہ صرف اہل بیت کی شان میں سمجھی جائیں۔ یا ان کی نسبت جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے انتقال کر گئے تھے۔ یا ان کی شان میں جو حسب زعم شیعہ پچیس برس تک مرتد رہ کر پھر امیر المومنین کے شریک ہو گئے تھے۔ تو اس سے خدا کے کلام میں گویا تحریف معنوی کا اقرار کرنا پڑتا ہے وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل ھذا ویبدل کلام اللہ من تلقاء نفسہ ویحرفہ عن موضعہ فیا حسرۃ علیھم لم لا یتفکرون فی ھذہ الآیات الیس فیھم رجل رشید اور اگر ہم آیات قرآنی اور مذہبی خیالات سے درگذر کریں اور صرف انسانی عقل کو کام میں لائیں تو شیعوں کے عقیدے کے مواقف مذہب اسلام سب مذہبوں سے زیادہ کمزور۔ اور اس کے بانی کے وعظ و ہدایت کا اثر دیگر مذاہب کے پیشواؤں کی بہ نسبت زیادہ ضعیف معلوم ہو۔ کیونکہ جب ہم اس بات کو مانیں کہ وہ لوگ جنہوں نے بلا واسطہ قرآن سنا اور جبرئیل کا آنا دیکھا۔ اور آپکی صحبت کا فیض حاصل کیا۔ اور سب سے اول ایمان لائے۔ اور آپ کے بعد بھی ساری عمر اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ میں صرف کرتے رہے وہ سب کے سب الا قلیلا منھم اپنے پیشوا کے انتقال فرماتے ہی بدترین افعال کی طرف جھک پڑے۔ اور دیانت و صداقت کے وہ اخلاقی جوہر جس سے ان کے دل مزین اور مزین ہو گئے تھے۔ انکے سینوں سے یک لخت جاتے رہے۔ تو سوا اس کے کیا نتیجہ اس سے ہم نکال سکتے ہیں کہ مذہب اسلام جو بہترین مذہب کہا جاتا ہے۔ سب مذہبوں میں ذلیل۔ اور امت محمدی جو سب امتوں میں افضل سمجھی جاتی ہے۔ دیگر امتوں سے بدتر ہے۔ اس لئے کہ جب ہم دوسرے مذہبوں پر نظر کرتے ہیں یہاں تک کہ بدھ اور ہنود اور جین اور پارسی فرقہ کے ابتدائی معتقدین کے حالات سنتے ہیں تو ہم کسی مذہب میں یہ نہیں دیکھتے کہ ان مذاہب کے ابتدائی معتقدین نے اپنے پیشواؤں کی ہدایت اور نصیحت کو اس قدر جلد بھلا دیا ہو۔ اور ان کے احکام سے ایسی سرتابی کی ہو جیسے کہ اسلام کے ابتدائی ماننے والوں کی نسبت حضرات شیعہ بیان کرتے ہیں جب ہم مشرکین اور کفار کے مذہب میں یہ مثال نہیں پاتے۔ اور انکے طبقہ اولیٰ کو اپنے رہنما کے بتائے ہوئے رستہ

---

[۱] داخل ہوتے ہیں اللہ کے دین میں فوج فوج ۱۲ منہ پارہ ۳۰، سورہ نصر

[۲] اور ہیر نچائے گا انکو فتح قریب اور بہت سی غنیمت کہ وہ لیں گے اسکو اور اللہ عزیز حکیم ہے ۱۲ منہ پارہ ۲۶ سورہ فتح، رکوع ۲

سے ایسا بھٹکتا اور گمراہی کے قعر میں ایسا گرتا ہوا نہیں دیکھتے۔ اور شیعوں کے قول کے موافق اس قسم کی ضلالت اور بداخلاقی اور بداعمالی کو اسلام ہی کے پہلے طبقے میں پاتے ہیں۔ تو سوا اس کے کیا چارہ ہے کہ ان کے اصول کے موافق مذہب اسلام کو قدرت کے اس عام قاعدے سے بھی مستثنیٰ سمجھیں۔ اور اسکے بانی کے وعظ وہدایت کو ایسا کمزور وضعیف مانیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں میں سے سوائے تین چار کے کسی پر وہ اپنا اثر قائم نہ رکھ سکا اور نہ بجز چند عزیزوں اور دو چار اغیار کے کسی کو ارتداد اور رجعت الی الکفر سے روک سکا۔ اور یہ وہ باتیں ہیں کہ مسلمان تو ایک طرف مخالفین اسلام بھی غلط سمجھتے ہیں۔ ان کو بھی صحابہ کے حالات نے اس کہنے پر مجبور کیا ہے کہ وہ ان کو نہ صرف پکا مومن سمجھیں بلکہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب وحواریین پر بھی فضیلت دیں۔

فضیلت صحابہ بہ شہادت سر ولیم میور مؤرخ نصرانی

اگر کوئی شخص ان تحریروں کو دیکھے جو منکرین نبوت نے باوجود انکار نبوت کے اسلام کی نسبت اور صحابہ کرام کے متعلق کی ہیں تو بے اختیار اس کے دل سے یہی آواز نکلے گی کہ ان مسلمانوں سے جو صحابہ کو مرتد کافر و منافق سمجھتے ہیں وہی زیادہ منصف اور سمجھدار ہیں جو صحابہ کی نسبت غیر متعصبانہ رائے ظاہر کرتے ہیں۔ دیکھو مسٹر ولیم میور ایسے متعصب عیسائی کیا لکھتے ہیں۔ اور واقعات نے ان کو کس چیز کی تحریر پر مجبور کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب لیف آف محمدؐ کی جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ "ہجرت سے تیرہ برس پہلے مکہ ایک ذلیل حالت میں بے جان پڑا تھا۔ مگر ان تیرہ برسوں میں کیا ہی اثر عظیم پیدا ہوا کہ سینکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی۔ اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اسی قادر مطلق سے بکثرت و بشدت دعا مانگتے اسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے۔ اور حسنات و خیرات اور پاک دامنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب انہیں شب و روز اسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال تھا۔ اور یہ کہ وہی رزاق ہماری ادنیٰ حوائج کا بھی خبرگیراں ہے۔ ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ میں ہر ایک امر متعلقہ زندگانی میں۔ اور اپنی خلوت وجلوت کے ہر ایک حادثے اور تغیر میں۔ اسی کے ید قدرت کو دیکھتے تھے۔ اور اس سے بڑھ کر اس نئی روحانی حالت کو جس میں خوشحال اور حمد کناں رہتے تھے۔ خدا کے فضل خاص و رحمت بااختصاص کی علامت سمجھتے تھے۔ اور اپنے کور باطن اہل شہر کے کفر کو خدا کے تقدیر کئے ہوئے خذلان کی نشانی جانتے تھے۔ محمدؐ کو جو ان کی ساری امیدوں کے ماخذ تھے۔ اپنا حیات تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے۔ اور ان کی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے۔ جو ان کے رتبہ عالی کے لائق تھا ایسے تھوڑے

ہی زمانہ میں مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بلالحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالف و ہلاکت تھے مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل و شکیبائی سے برداشت کیا۔ اور گو یا ایسا کرنا انکی مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کے بردباری سے وہ تعریف کے مستحق ہیں۔ ایک سو مرد اور عورتوں نے اپنا گھر بار چھوڑا لیکن ایمان عزیز سے اپنا مونہہ نہ موڑا۔ اور جب تک کہ یہ طوفان مصیبت فرو ہوئے حبش کو ہجرت کر گئے۔ پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی کہ ان میں نبی بھی شامل تھے اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو جو ان کی نظر میں تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر آئے۔ اور یہاں بھی اسی جادو بھری تاثیر نے دو یا تین برس کے عرصہ میں ایک برادری واسطے ان لوگوں کے جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے تیار کر دی۔

فضیلت صحابہ بہ شہادت گاڈفری ہیگنس مورّخ نصرانی

ایک دوسرا عیسائی فاضل گاڈفری ہیگنس اپنی کتاب موسوم بہ "اپالوجی فرام محمدؐ" میں لکھتا ہے کہ "باوجودیکہ محمدؐ اور عیسیٰ کی ابتدائی سوانح عمری میں ایسے حالات ہیں۔ جن میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے۔ لیکن بہت سے ایسے ہیں جن میں بالکل اختلاف ہے۔ مثلاً عیسیٰ کے اول بارہ مریدوں کو نا تربیت یافتہ و کم رتبہ مانا گیا ہے۔ بخلاف محمدؐ کے اول مریدوں کے کہ بجز اس کے غلام کے سب لوگ بڑے ذی وجاہت تھے۔ اور جب وہ خلیفہ اور افسر فوج اسلام ہوئے تو اس زمانے میں جو کچھ انہوں نے کام کئے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں اول درجہ کی لیاقتیں تھیں۔ اور غالباً ایسے نہ تھے کہ بآسانی دھوکہ کھا جاتے۔ عیسیٰ کے اول مریدوں کی کم رتبگی کو مولوی صاحب دین عیسائی کی خوبی سمجھتے ہیں۔ مگر سچ پوچھو تو میں مجبوری مقر ہوں کہ اگر لاک اور نیوٹن جیسے اشخاص مذہب عیسوی کے اول معتقدین میں سے ہوتے تو مجھ کو بھی اطمینان کامل ویسا ہی ہوتا پس اس سے ثابت ہے کہ ایک ہی شے مختلف شخصوں کو کیسی مختلف معلوم ہوتی ہے۔

مورخ گبن کا بیان

بڑے مشہور مورخ گبن نے بیان کیا ہے کہ "پہلے چاروں خلیفوں کے اطوار یکساں صاف اور ضرب المثل تھے۔ ان کی سرگرمی دلدہی اخلاص کے ساتھ تھی۔ اور ثروت و اختیار پا کر بھی انہوں نے اپنی عمریں ادائے

marfat.com

فرائض اخلاقی و مذہبی میں صرف کیں۔ پس یہی لوگ محمدؐ کے ابتدائی جلسہ کے شریک تھے جو پیشتر اس سے کہ اس نے اقتدار حاصل کیا یعنی تلوار پکڑی اس کے جانب دار ہو گئے۔ یعنی ایسے وقت میں کہ وہ ہدف آزاد ہوا۔ اور جان بچا کر اپنے ملک سے چلا گیا۔ ان کے اول ہی اول تبدیلی مذہب کرنے سے ان کی سچائی ثابت ہوتی ہے اور دنیا کی سلطنتوں کے فتح کرنے سے انکی لیاقت کی قوت معلوم ہوتی ہے۔

" اس صورت میں کوئی یقین کر سکتا ہے؟ کہ ایسے شخصوں نے ایذائیں سہیں اور اپنے ملک سے جلاوطنی گوارہ کی اور سرگرمی سے اس کے پابند ہوئے۔ اور یہ سب امور ایک ایسے شخص کی خاطر ہوئے ہوں جس میں ہر طرح کی برائیاں ہوں۔ اور اس سلسلۂ فریب اور سخت عیاری کے لئے ہوں جو انکی تربیت کے بھی خلاف ہو اور ان کی ابتدائی زندگی کے تعصّبات کے بھی مخالف ہو۔ اس پر یقین نہیں ہو سکتا یہ خارج از حیطۂ امکان ہے۔"

" عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد کے مسائل نے اس درجۂ نشۂ دینی اس کے پیرووں میں پیدا کیا کہ جس کو عیسیٰ کے ابتدائی پیرؤوں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور اس کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سے عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔ جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو اس کے پیرو بھاگ گئے۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجے میں چھوڑ کر چل دیئے۔ اگر بالفرض اس کی حفاظت کرنے کی ان کو ممانعت تھی تو اسکی تشفی کیلئے تو موجود رہتے۔ اور صبر سے اس کے اور اپنے ایذا رسانوں کو دھمکاتے۔ برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد و پیش رہے۔ اور اس کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر کل دشمنوں پر اس کو غالب کر دیا۔"

انتہی قولہ۔

کیسی حالت بدل جائے اور کس قدر اصلاح مذہبی حالات میں حضرات لامیہ کے ہو جائے اگر وہ اس بات کو یاد رکھیں جس کے یاد رکھنے کی نصیحت یہ عیسائی مورخ اپنے بھائی عیسائیوں کو کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے اصحاب حضرت عیسیٰ کے حواریوں سے زیادہ دل کے قوی۔ اور ایمان میں زیادہ پکے۔ اور اخلاص میں زیادہ ثابت۔ اور اپنے نبی کی حفاظت میں جان کے قربان کرنے والے تھے۔ مگر افسوس کہ وہ ان تاریخی واقعات کو جسے منکرین اسلام تک مانتے ہیں نہیں مانتے۔ اور اسلام کے ان نتائج سے جس سے اس کی عظمت اور صداقت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے انکار کرتے ہیں۔

سرولیم مورخ پھر اپنی کتاب لیف آف محمدؐ میں جہاں انہوں نے حضرت عیسیٰ کے حواریین اور مہاجرین و

marfat.com

انصار کے حالات کا مقابلہ کیا ہے لکھتے ہیں کہ "جس زمانے تک مقابلہ کرنا ممکن ہے اس میں تکلیفات کی برداشت کرنے اور دنیاوی لالچوں کے قبول نہ کرنے میں دونو (حضرت مسیح اور آنحضرت) برابر ہیں۔ لیکن محمدؐ کے تیرہ برس کے موعظہ نے بمقابلہ کل زمانہ زندگی کے ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جو ظاہر میں لوگوں کی نظر میں بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔ یسوع کے تمام پیرو خوف کی آہٹ معلوم ہوتے ہی بھاگ گئے۔ اور ہمارے خداوند کی تعلیم نے ان پانچ سو آدمیوں کے دل پر جنھوں نے ان کو دیکھا تھا خواہ کیسا ہی گہرا اثر پیدا کیا ہو۔ مگر ظاہر میں اسکا کچھ نتیجہ دکھائی نہیں دیا۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنی خوشی سے اپنا گھر نہیں چھوڑا۔ اور نہ سیکڑوں نے مسلمانوں کی طرح بالاتفاق مہاجرت اختیار کی۔ اور نہ ویسا پر جوش ارادہ ہی کسی سے ظاہر ہوا جیساکہ ایک غریب شہر (یثرب) کے نومسلموں نے اپنے خون کے عوض اپنے پیغمبر کے بچانے میں کیا۔"

بیان تحریری سر ولیم میور

یہ چند روایتیں جو کہ اوپر ہم نے نقل کیں وہ عام مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کی نسبت تھیں اب ہم بالتفصیل اس بات کو بیان کرتے ہیں جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت سر ولیم میور نے ظاہر کی ہے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت وہ اپنی کتاب موسوم بہ انلی خلافت میں یہ لکھتے ہیں۔

"آخری دم تک ابوبکرؓ کے دل و دماغ کی صفائی اور طاقت کا مطلع مکدر نہ ہونے پایا جیساکہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری دن باریابی دی۔ اور معاملات کی نازک صورت کو جانچ کر عمرؓ کو حکم فرمایا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ایک دستہ فوج تیار کر کے جانب عراق روانہ کریں۔ بیماری کی حالت میں زندگی کی بے ثباتی اور ناپائیدار زینت کے متعلق ان اشعار کا مضمون ان کی زبان پر جاری رہا (یہ ترجمہ سر ولیم میور کی کتاب سے انگریزی اشعار کا نظم میں کیا گیا ہے) ۔ ع

کون ایسا ہے یہاں جو حشمت و مال و متاع — اپنے وارث کو نہیں جاتا ہے چھوڑ انجام کار
ایک دن اس شخص کا بھی مال لوٹا جائے گا — جس نے ہو کر بے دھڑک کی ہے بہت سی لوٹ مار
لوٹ کر آجائے گا ایک دن سفر سے بالضرور — گر مسافر نے سفر کوئی کیا ہے اختیار
موت کے رستہ سے لیکن لوٹنا ممکن نہیں — سخت جاں فرسا ہے اور ہیبت بھرا یہ راہگذار

ایک شخص نے جو آپ کے بستر مرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا زمانہ جاہلیت کے ایک شاعر کے کچھ اشعار مناسب

marfat.com

حال پڑھے۔ آپ ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ ایسا مت کہو بلکہ یوں کہو وَجَاءَتْ سَکْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ذٰلِکَ مَا کُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ۔ آخری کلام جو انہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ عمرؓ کو اپنے پاس بلایا اور انہیں ایک طول طویل نصیحت کی۔ اور فرمایا کہ یہ میری آخری وصیت ہے کہ درشتی اور سختی کو نرمی اور لینت کے ساتھ ملائے رکھنا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان پر غشی کا عالم طاری ہونے لگا اور نزع کے وقت کو قریب پہنچتا دیکھ کر ان الفاظ کو زبان پر لا کر جان بحق تسلیم ہوئے۔ یا اللہ ایسا کر کہ میں سچا مومن مروں۔ یا اللہ مجھے ان لوگوں کے گروہ میں اٹھا جن کو تو نے برکت بخشی ہے۔ ابوبکرؓ نے دو برس اور تین مہینے عہد حکومت کے بعد ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو رحلت فرمائی۔ آپ کی خواہش کے بموجب غسل میت انہیں ان کی بی بی اسما اور آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے دیا۔ تکفین آپ کی انہیں کپڑوں میں ہوئی جو وفات کے وقت وہ پہنے ہوئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا کہ نئے کپڑے زندوں کے لئے موزوں ہیں۔ اور پرانے کپڑے جسم بے جان کیلئے جسے کرموں کا طعمہ ہونا ہے۔ جن اصحاب نے رسول اکرمؐ کے جنازے کو کندھا دیا تھا۔ وہی ابوبکرؓ کے جنازہ بردار ہوئے۔ انہیں اس مزار میں دفن کیا جس میں رسول اللہؐ آرام فرما تھے۔ خلیفہ مغفور کا سر اپنے آقا کے بازو کے برابر تکیہ زن تھا عمرؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ جنازے کو بہت دور جانا نہیں تھا صرف مسجد نبوی کا صحن طے کرنا تھا کیونکہ ابوبکرؓ نے اسی مکان میں انتقال فرمایا جو رسول اللہؐ نے ان کے رہنے کیلئے اپنے مکان کے سامنے تجویز فرمایا تھا۔ اور جہاں سے مسجد نبوی کے کشادہ صحن پر نگاہ پڑتی تھی۔ ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے کا اکثر حصہ اسی مکان میں بسر کیا۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد چھ مہینے تو البتہ پہلے کی طرح زیادہ تر سنح میں انکا قیام رہا جو مدینے کے نواح میں واقع ہے۔ یہاں پر ان کا مسکن ایک سادہ سا مکان تھا جو کھجور کے تختوں سے پٹا تھا۔ اس مکان میں وہ اپنی بی بی حبیبہ کے اعزہ و اقارب کے ساتھ رہتے تھے۔ حبیبہ سے ان کی شادی اس وقت ہوئی جبکہ وہ مدینے میں تشریف لائے تھے۔ ان کی وفات پر ان کی یہ بی بی حمل سے تھیں اور کچھ تھوڑے عرصہ بعد ان کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

ہر صبح ابوبکرؓ سوار ہو کر پیادہ پا مسجد نبوی کی طرف جہاں رسول اللہؐ اپنی حین حیات میں فرمانروا رہے تشریف لے جاتے تھے تاکہ امور مملکت کو انجام دیں۔ اور ان کی غیر حاضری میں عمرؓ ان کے قائم مقام ہوتے تھے ہاں جمعہ کے دن جبکہ کوئی خطبہ یا وعظ کہنا ہوتا تھا تو وہ دوپہر تک گھر میں رہتے تھے۔ اس دن وہ اپنے سر اور

۱؎ اور آئی بیہوشی موت کی تحقیق یہ وہ ہے جس سے تو ٹل رہا کرتا ۱۲ موضع پارہ ۲۶ ، سورہ ق رکوع ۲۔

marfat.com

داڑھی کو خضاب لگاتے تھے۔ اور لباس کے پہننے میں ذرا زیادہ احتیاط اور صفائی کو مدنظر رکھتے تھے اِس مبد ھے سادے مکان میں اپنے اوائل عمر کی سادگی اور روکھی پھیکی طرز زندگی کو مرعی رکھا۔ گھر کی بکریوں کیلئے چارہ آپ خود لاتے تھے اور ان کا دودھ آپ خود دوہتے تھے۔ اوّل اوّل تو آپ نے اپنی خانگی اخراجات کے کفالت کے لئے تجارت کا سلسلہ جاری رکھا مگر جب آپکو معلوم ہوا کہ ایسا کرنے سے انتظام سلطنت میں فرق آتا ہے۔ آپ نے اور سب کاموں کو چھوڑ دینا اور اپنے گھر کے خرچ کے لئے چھ ہزار درہم سالانہ کی رقم قبول کرنا منظور فرمالیا

چونکہ سنح مسجد نبوی سے بہت فاصلے پر واقع تھا اور مسجد نبوی میں رسول اللہ کے زمانے سے سلطنت کے امور طے ہوتے چلے آتے تھے اس لئے آپ نے یہاں نقل مکان کر لیا۔ اور ساتھ ہی بیت المال کو بھی یہیں لے آئے۔ اسلام کا بیت المال ان دنوں میں نہایت سادہ سا ہوتا تھا۔ نہ تو اس کے لئے پہرہ اور نہ چوکیدار کی ضرورت ہوتی تھی۔ نہ حساب کے دفتر کی احتیاج۔ خراج کی آمدنی غربا میں تقسیم کر دی جاتی تھی یا سامان جنگ اور اسلحہ پر صرف ہوتی تھی مالِ غنیمت اور سونا چاندی خواہ وہ کانوں سے آتا خواہ اور کہیں سے آتے ہی یا آنے کے بعد دوسری صبح کو تقسیم کر دیا جاتا۔ اس تقسیم میں سب کا حصہ برابر ہوتا تھا۔ نو مسلم اور دیرینہ مسلم ذکور و اناث غلام و احرار سب مساوی حصہ کے مستحق تھے بیت المال اسلام پر ہر مومن عرب کا ایک سا دعویٰ ہوتا تھا جب کوئی یہ کہتا کہ اسلام پہلے قبول کرنے کے باعث مجھے ترجیح حاصل ہے اور اس لئے مجھے زیادہ حصہ ملنا چاہئے۔ تو ابوبکرؓ فرماتے کہ یہ اللہ کا کام ہے۔ اللہ ہی ان لوگوں کو جنھوں نے ترجیح حاصل کی ہے دوسری دنیا میں نیک اجر عطا فرمائے گا یہ انعام و اکرام محض موجودہ زندگی سے علاقہ رکھتے ہیں۔ آپ کی وفات پر عمرؓ نے بیت المال کو کھلوایا تو معلوم ہوا کہ صرف ایک دینار باقی ہے جو شاید باتفاق تھیلیوں میں سے گر پڑا تھا یہ دیکھ کر سب کے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ اور انہوں نے آپ کیلئے دعاءِ مغفرت مانگی اور برکت بھیجی آپ نے بیت المال میں سے جو کچھ بطور وظیفہ لیا تھا۔ اسے بھی آپ کی کانشینس نے روا نہ رکھا۔ لہٰذا وفات کے وقت آپ نے حکم صادر فرمایا کہ بعض حصص اراضی جو میری ملکیت سے ہیں فروخت کی جائیں اور جو قیمت وصول ہو اس میں سے بقدر اس روپے کے جو میں نے بیت المال میں سے لیا ہے۔ بیت المال میں واپس داخل کر دیا جائے۔

ابوبکرؓ کی طبیعت نہایت ہی حلیم اور نرم واقع ہوئی تھی۔ عمرؓ کا قول تھا کہ ایسا اور کوئی شخص نہیں جس پر لوگ اپنی جان اس شوق سے نثار کر دیں گے جیسی ابوبکرؓ پر۔ آپ یہاں تک نرم دل تھے کہ لوگوں نے آپ

marfat.com

کو "ٹھنڈی سانس بھرنے والا" کا خطاب دے رکھا تھا۔ باستثنا ایک دفعہ کے جب کہ آپ نے ایک مفسد قزاق کو آگ میں جلوا دیا اور جس کا آپ کو ہمیشہ افسوس رہا۔ اور کوئی بے رحمی آپ سے کبھی ظہور میں نہیں آئی ابوبکرؓ کی زندگی دربار میں بھی اسی سادگی اور قناعت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی جیسے حضرت محمدؐ کی آپ کے دربار پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے ع

نگیر و دار حاجب و دربان درین درگاہ نیست

تزک و احتشام اور عظمت و شان جو درباروں کے ساتھ لازمی طور پر وابستہ ہوا کرتے ہیں انکے دربار میں نام کو نہ تھے۔ امور مملکت کے طے کرنے میں وہ نہایت مستعد اور سرگرم تھے۔ وہ اکثر راتوں کو اکیلے نکل جایا کرتے تاکہ محتاجوں اور ستم رسیدوں کو حاجت براری اور شنوائی کریں۔ اور عمرؓ نے ایک دفعہ انہیں ایک اندھی غریب بیوہ کا پرسان حال پایا۔ جس کی حاجت برآری کے لئے خود تشریف لائے تھے۔ محکمہ عدالت عمرؓ کے سپرد کیا گیا۔ مگر روایت ہے کہ سال بھر کے عرصے میں مشکل سے دو مدعی بھی مقدمے کے لئے نہیں آئے ریاست کی مہر پر الفاظ نعم القادر اللہ کندہ تھے۔ خط و کتابت کا کام علیؓ کے سپرد تھا۔ اور ابوبکر زید (رسول اللہ کے میر منشی اور جامع قرآن) اور عثمان سے یا کسی اور اہل قلم سے جو وقت پر پاس ہو تا مدد لیا کرتے تھے۔ اعلیٰ عہدوں اور اعلیٰ فوجی خدمتوں کے لئے اپنے نائبوں کے انتخاب میں آپ نے کبھی طرفداری یا رعایت کو مدنظر نہیں رکھا۔ اور چال چلن کے اندازہ لگانے میں ان کی رائے ہمیشہ سلیم اور صائب ہوتی تھی۔

ابوبکرؓ میں عزیمت اور استقلال کی کچھ کمی نہیں ہوتی تھی۔ اسامہ کے زیر کمان فوج روانہ کرنا اور مشرک قوموں کے برخلاف مدینہ کو محفوظ رکھنا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ آپ تن تنہا تھے اور چاروں طرف گویا ایک کالی گھٹا چھا رہی تھی اس عزم اور جرأت کا شاہد ہے جو فتنہ و فساد کی آگ بجھانے اور بغاوت کے فرو کرنے میں بہ نسبت کسی بات کے زیادہ کارآمد ثابت ہوا۔ ابوبکرؓ کی قوت کا راز وہ ایمان راسخ تھا جو آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لائے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے خلیفہ خدا مت کہو۔ میں رسول خدا کا خلیفہ ہوں۔ آپ کو ہمیشہ یہی سوال مدنظر رہتا تھا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم تھا؟ یا اس وقت وہ ہوتے تو کیا کرتے؟ اس سوال کے جواب پر عمل کرتے وقت وہ سرمو تجاوز نہ فرماتے تھے۔ اور اس طرح پر آپ نے شرک اور بت پرستی کو پائمال کر دیا اور اسلام کی بنیاد

marfat.com

استوار قائم فرمائی۔ آپ کا عہد مختصر تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ ممنون اور مرہون احسان ہونا چاہیئے۔ چونکہ ابوبکرؓ کے دل میں رسول اکرمؐ کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا۔ اور یہی عقیدہ خود رسول اکرمؐ کے خلوص اور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے۔ لہٰذا میں نے آپ کی حیات وصفات کے تذکرے کے لئے کچھ زیادہ جگہ وقف کی ہے۔ اگر حضرت محمدؐ کو ابتدا سے اپنے کذاب ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی ایسے شخص کو دوست اور عقیدت مند نہ بنا سکتے۔ جو نہ صرف دانا اور ہوشمند تھا بلکہ سادہ مزاج اور صفائی پسند بھی تھا ابوبکرؓ کو نفسانی عظمت وشوکت کا کبھی خیال نہیں آیا۔ انہیں شاہانہ اقتدار حاصل تھا اور وہ بالکل خود مختار تھے۔ مگر وہ اس طاقت واقتدار کو صرف اسلام کی بہتری اور کافۂ انام کے فائدہ پہونچانے میں عمل میں لایا کئے۔ ان کی ہوشمندی اس امر کی مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھائیں اور وہ خود ایسے متدین تھے کہ کسی کو دھوکا نہ دے سکتے تھے،، انتہی قولہ

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسبت سر ولیم میور یہ لکھتے ہیں۔

"۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ ہجری کو عمرؓ نے ساڑھے دس سال کی عہد حکومت کے بعد انتقال فرمایا رسول اللہؐ کے بعد سلطنت اسلام میں سب سے بڑے شخص عمرؓ تھے، کیونکہ یہ انہیں کی دانائی واستقلال کا ثمرہ تھا کہ ان دس سال کے عرصے میں شام، مصر اور فارس کے علاقے جن پر اس وقت سے اسلام کا قبضہ رہا ہے تسخیر ہو گئے۔ ابوبکرؓ نے مشرک اقوام کو مغلوب تو کر دیا تھا لیکن ان کے عہد میں افواج اسلام صرف شام کی سرحد تک ہی پہونچی تھیں۔ عمرؓ جب مسند خلافت پر بیٹھے تو اس وقت ان کے قبضے میں صرف عرب تھا مگر جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ ایک بڑی سلطنت کے خلیفہ تھے، جو فارس، مصر، شام بائنطائن اپنے سلطنت کے بعض نہایت ہی زرخیز اور دلکش صوبوں پر مشتمل تھی مگر باوجود ایسے عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا ہونے کے آپ کو کبھی اپنی فراست اور قوت فیصلہ کی۔ متانت کے میزان میں پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپ نے سردار عرب کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب سے اپنے آپ کو ملقب نہیں کیا۔ دور دراز صوبوں سے لوگ آتے اور مسجد نبوی کے صحن کے چاروں طرف نظر دوڑا کر استفسار کرتے کہ خلیفہ کہاں ہیں؟ حالانکہ شاہنشاہ یعنی خلیفہ سادہ لباس میں ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

marfat.com

عمرؓ کی سوانح عمری کا نقشہ کھینچنے کے لئے صرف چند خطوط کی ضرورت ہے سادگی اور پابندی فرائض ان کے اصول کے اعلیٰ ارکان تھے۔ اپنی اہم خدمت کے بجا لانے میں کسی کی رعایت نہ رکھنا اور سرگرمی سے کام لینا آپ کا خاصہ ہو گیا تھا۔ اور اس بڑی جواب دہی کا بار آپ کو ایسا گراں معلوم ہوتا تھا کہ بسا اوقات آپ فرماتے کہ ع

کاشکے مادر نزادے مرمرا

اے کاش بجائے اس کے میں گھاس کا تنکا ہوتا۔ آپکا مزاج ناصبور اور جلد مشتعل ہو جانے والا تھا۔ اور ایام جوانی میں بلکہ رسول اللہؐ کی زندگی کے آخری حصہ میں بھی آپ انتقام کے سخت مؤید اور حامی خیال کئے جاتے تھے تلوار کو نیام سے نکالنے کے لئے آپ ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اور آپ ہی نے جنگ بدر کے خاتمے پر یہ صلاح دی تھی کہ تمام قیدیوں کو تہ تیغ کیا جائے۔ لیکن عمرؓ اور رتبے نے ان کے مزاج کی تندی اور درشتی کو مبدل بہ حلم کر دیا تھا۔ عدل اور انصاف ان میں بحدّ کمال تھا اور سوائے اس سلوک کے جو آپ نے غیر فیاضانہ اشتعالک کے ساتھ خالد سے کیا۔ اور وہ بھی اس لئے کہ آپ کو خالد کی وہ نامعقول حرکت جو اس سے ایک مغلوب دشمن سے بدسلوکی کرنے میں سرزد ہوئی نہایت قابل نفرین معلوم ہوئی اور کسی ایسے فعل کا آپ سے ظہور میں آنے کا پتا نہیں چلتا جس سے بے انصافی یا ظلم مترشح ہو۔

فوج کے سرداروں اور گورنروں کا انتخاب آپ نے بلا رو رعایت کیا۔ اور مغیرہ اور عمار کو چھوڑ کر باقی سب کا تقرر نہایت مناسب اور موزوں ہوا سلطنت کی متفرق قومیں اور جماعتیں جو مختلف الاغراض اور مختلف المقاصد تھیں۔ آپ کی قوت اور دیانت پر کامل بھروسہ رکھتی تھیں۔ اور آپ کے تنومند بازو نے قانون کے قواعد کو جاری اور سلطنت کو نہایت عمدگی سے سنبھالے رکھا۔

بصرہ اور کوفہ کی مخاصمت آئین مقامات کے گورنروں کے تغیر و تبدل میں البتہ آپ کی کچھ کمزوری ظاہر ہوتی ہے لیکن پھر بھی بدوؤں اور قریش کی متضاد دعاوی پر آپ نے ایک دباؤ ڈالے رکھا۔ اور انہوں نے اسلام میں آپ کی حین حیات میں کبھی فتنہ برپا کرنے کی جرأت نہ کی۔ صحابہ میں سے جو زیادہ ممتاز تھے۔ انہیں آپ اپنے پاس مدینے میں رکھتے تھے۔ جس کی وجہ کچھ تو بلاشبہ یہ تھی کہ صلاح و مشورہ سے آپ کو تقویت دیں اور کچھ اس لئے (جیسا کہ آپ کا قول تھا) کہ میں نہیں چاہتا کہ ان کو اپنے سے کم رتبہ دیگران کی شان و عزت میں فرق لاؤں۔

marfat.com

ہاتھ میں تازیانہ لے کر آپ مدینے کی گلیوں اور بازاروں میں پھرا کرتے۔ اور جو قصور وار ہوتا اُسے وہیں سزا دیتے یہ بات ضرب المثل ہو گئی تھی کہ عمرؓ کا تازیانہ دوسرے کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر بااین ہمہ آپ نہایت نرم دل تھے۔ اور بے تعداد واقعات آپ کے حلم اور مہربانی کے مذکور ہیں۔ مثلاً بیواؤں اور یتیموں کی حاجت براری کرنا۔ ایک مثال ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قحط کے سال میں عرب میں سفر کر رہے تھے۔ آپکا گذر ایک غریب نادار عورت پر ہوا۔ جو بچوں کو لئے ہوئے چولہے کے پاس بیٹھی تھی اور بچے بھوک کے مارے بلبلا رہے تھے۔ چولہے پر ایک خالی ہنڈیا بچوں کی تسلی کے لئے بیچاری عورت نے چڑھا رکھی تھی عمرؓ نے جب یہ دیکھا تو آپ بھاگتے ہوئے دوسرے گاؤں میں گئے۔ گوشت اور روٹی لائے۔ گوشت خود ہنڈیا میں چڑھایا اور خوب سا کھانا پکا کر بچوں کو کھلایا اور انہیں ہنستا کھیلتا چھوڑ کر تب آگے روانہ ہوئے،، انتہی قولہ

مجھے امید ہے کہ ناظرین حق پسند ان تحریروں کو دیکھ کر تسلیم کریں گے کہ واقعات نے عیسائیوں تک کو اسلام کی تعریف اور صحابہ کرام کے مکارم اخلاق اور محامد اوصاف کے ظاہر کرنے پر مجبور کیا ہے مگر تعجب ہے کہ خود اسلام کے مدعی ان واقعات سے انکار کریں اور عموماً صحابہ کرام کو اسلام اور اخلاق سے بے بہرہ بتائیں افسوس انسان کیسا ہی دانشمند اور عالم ہو مگر مذہبی تعصب اور آبائی تقلید اس کو سچ بات کے قبول کرنے اور کم سے کم اس کے اقرار کرنے سے ہمیشہ مانع ہوتی ہے۔ آفتاب کو دیکھتے ہیں کہ روشن ہے مگر اس کا اقرار نہیں کرتے۔ آنکھوں پر کچھ ایسا پردہ پڑ جاتا ہے کہ اسے دیکھتے ہی نہیں۔ بعینہٖ یہی حال حضرات امامیہ کا ہے کہ صحابہ کا اسلام اور ان کا اخلاص آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے قرآن باواز اس کا اشتہار دے رہا ہے اسلام کے دشمن تک اس کی تصدیق کر رہے ہیں مگر وہ ہیں کہ اپنے تعصب اور ضد پر قائم ہیں۔ اور ایک لاکھ چودہ ہزار اصحاب نبوی کے مرتد اور منافق کہنے میں سرگرم بلکہ اس پر نازاں ہیں۔

کیا اسلام کی بنیاد صرف اس بات سے مضبوط اور مستحکم مانی جا سکتی ہے کہ تیئیس برس کی مدت میں جو کوشش رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان اور اخلاق کی تعلیم پر فرمائی۔ اور جس خدائی قوت اور آسمانی مدد سے آپ نے لوگوں کو ہدایت کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد قریب سوا لاکھ آدمیوں کے اسلام کے نام لینے والے چھوڑے مگر ان میں چند عزیزوں کے سوائے چار آدمیوں سے زیادہ کوئی سچا مسلمان اور پکا مومن اور دل سے خدا اور رسول کا ماننے والا اور ان کے حکموں پر چلنے والا نہ تھا۔ باقی نہ صرف منافق اور ایمان سے

marfat.com

بے بہرہ تھے بلکہ ایسے ظالم سفاک سنگدل بے رحم تھے کہ آپ کے وفات فرماتے ہی سب نے اسی سردار کے گھر کو لوٹنا شروع کیا جس کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی تھی اور اسی کی اولاد پر ظلم وستم کرنے لگے جن سے محبت رکھنا اور جن کی اطاعت کرنے کا انہوں نے بارہا اقرار اور دعویٰ کیا تھا اور ظلم بھی ایسے کئے کہ کبھی چشمِ فلک نے نہ دیکھے تھے۔ اس قسم کے خیالات سے جو خود مسلمانوں کا ایک فرقہ رکھتا ہے منکرین نبوت کو اس بات کے کہنے کا موقع ملے گا کہ رسالت کا مقصد صرف دنیاوی سلطنت کا قائم کرنا تھا اور لوٹ مار کی طمع اور امارت اور ریاست کی حرص نے ایک گروہ خود غرض، بدنفس، طماع اور حریصوں کا اس کے بانی کے اردگرد جمع کر دیا تھا۔

ان ہزاروں آدمیوں کے دلوں پر جو رات دن پیغمبر خدا صلعم کی صحبت میں رہتے تھے نہ قرآن کی تعلیم کا کچھ اثر ہوا تھا نہ خدا کے رسول کے وعظ ونصیحت نے ان پر کچھ تاثیر کی تھی۔ نہ بانی اسلام اور اسلام کے ماننے والوں میں کوئی رشتہ اخلاص اور اطاعت اور ایمان اور محبت کا جیسا کہ کسی سچے پیغمبر اور اس کے ایمان لانے والوں میں ہوتا ہے قائم تھا بلکہ دونوں اپنے اغراض کے حاصل کرنے میں سرگرم اور مستعد تھے اور دو مختلف اور متناقص قوتیں اپنے اپنے مقاصد کے پورا کرنے میں کام کرتی تھیں۔ سردار تو یہ چاہتا تھا کہ جو سلطنت اور ریاست اس کی قوت بازو سے قائم ہو وہ اسی کے گھر میں رہے کسی دوسرے کا تسلط نہ ہونے پاوے۔ اور اس کے ساتھی اس فکر میں تھے کہ ان کی محنت اور کوشش کا صلہ خود ان کو حاصل ہو اور ریاست کی مسند پر اپنے سردار کے بعد خود قابض ہوں۔

میرا یہ کہنا حقیقت میں نہ مبالغہ ہے نہ شیعوں کے عقائد پر بیجا الزام لگانا بلکہ ان واقعات اور حالات سے جن کو حضرات امامیہ سچ سمجھتے اور جن پر ان کے مذہب کی بنیاد قائم ہے یہی نتیجہ نکلتا ہے ان کے خیال کے موافق سوا اس کے اور کیا بات معلوم ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو بعثت کے روز سے وفات کے وقت تک یہ تھی کہ جناب امیران کے بعد خلیفہ ہوں اور الی یوم القیام نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن دینی اور دنیاوی سلطنت پر انہیں کے خاندان کا قبضہ رہے۔ چنانچہ شیعوں کے اعتقاد کے موافق اس آرزو کو آپ نے طرح طرح سے ظاہر کیا اور اس کے لئے کوئی دقیقہ سعی اور کوشش کا اٹھا نہ رکھا کوئی موقع خلوت میں اور جلوت میں، سفر میں اور حضر میں، صلح اور جنگ میں، صحت میں اور بیماری میں ایسا نہیں چھوڑا جس میں اپنی یہ خواہش اشارۃً یا صراحۃً ظاہر نہ فرمائی ہو۔ اور خدا کے احکام اور اس کے پیام اس کے متعلق نہ سنائے ہوں۔ اور اس حکم کے ماننے والوں کے فضائل اور ان کے لئے انواع واقسام کے ثواب۔ اور اس سے عدول کرنیوالوں کے معائب اور انکے واسطے طرح طرح کے عذاب بیان نہ کئے ہوں۔ یہانتک کہ آخری کوشش آپ کی وہ تھی جو

marfat.com

خم غدیر میں ظاہر فرمائی کہ ایک لاکھ آدمیوں کے مجمع میں اس کا اعلان صاف صاف لفظوں میں فرما دیا۔ اور جناب امیر کی امامت اور خلافت کا اشتہار دیکر سب سے اقرار لے لیا۔ اور اپنے سامنے اپنی جانشینی کو ہر طرح سے قوی اور مستحکم کر دیا۔ چنانچہ اس پر مبارک سلامت کی آوازیں بھی چاروں طرف سے بلند ہو گئیں اور خوشی کے شادیانے بھی بج گئے مگر اللہ رے بغض و نفاق اور اتفاق صحابہ کا کہ تین چار آدمیوں کے سوا ایک نے بھی اس کا خیال نہ رکھا۔ اور کسی نے بھی امیر المومنین کی خلافت اور امامت کا جو اس زور شور سے قائم کی گئی تھی اقرار نہ کیا۔ بلکہ آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی سب کے سب اس عہد سے پھر گئے۔ اور اس پر غضب یہ ہے کہ اصل واقعہ کے واقع ہونے سے بھی ناواقفیت جتلانے لگے۔ سب نے کچھ ایسا اتفاق کر لیا کہ گویا وہ مہتم بالشان واقعہ واقع ہی نہ ہوا تھا۔ اور خم غدیر میں علی رؤس الاشہاد برسر منبر آپ نے اپنی جانشینی کا اعلان فرمایا ہی نہ تھا۔ اس تمام واقعہ کی یادگار میں اگر کسی کی زبان پر کچھ باقی رہا تو صرف آپ کا یہ ارشاد کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی[1] اور اس تمام تقریر میں اگر کسی نے اقرار کیا تو صرف آپ کے اس قول کا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ[2] اس کا مقصود اور ماحصل بیان کیا تو صرف یہ کہ ان سے محبت رکھنا اور انکی خاطر داری کرنا چاہئے۔ مگر اس پر بھی عمل نہ کیا۔ اور بجائے محبت کے کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگے۔ اور پرانے کینے اور پشتینی رنج کے بدلے لینے لگے اور رسول خدا کی وصیت کو بھلا دیا۔ اور قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔ اور جو عہد کئے تھے انہیں توڑ دیا۔ اور اس طرح سے وہ دین سے خارج اور اسلام سے باہر ہو گئے

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حالت میں رسالت اور شریعت پر کیا اطمینان رہے گا۔ اسلئے کہ یہی لوگ جن کے اخلاق اور خصائل ایسے بُرے تھے وہی اسلام کے ارکان تھے۔ انہیں کے سلسلہ سے ہم کو قرآن پہونچا انہیں کے ذریعہ سے رسول خدا صلعم کے حالات ہم کو معلوم ہوئے۔ اور انہیں کے وسیلہ سے وحی کا آنا اور جبرئیل ع کا نازل ہونا اور پیغمبر خدا صلعم کا ملکوتی صفات سے متصف ہونا ثابت ہوا۔ تو کیا تعجب ہے کہ ایسے بد دین اور بد اخلاق ستم پیشہ۔ سفّاک۔ ناخدا ترس۔ بد عہد۔ بد باطن۔ بد طینت۔ طماع اور حریص لوگوں نے باہم سازش کر کے دنیا کمانے اور خلق خدا لوٹنے کیلئے کسی کو سردار بنا لیا ہو۔ اور لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے اس کے جھوٹے حالات مشہور کر دیئے ہوں۔ اور اس کے نام سے جھوٹے احکام جاری کئے اور جھوٹے قواعد اور ضوابط بنائے ہوں

---

[1] میں چھوڑنے والا ہوں تم میں دو بھاری چیزیں ایک کتاب اللہ دوسری عترت اپنی ۱۲

[2] میں جس کا مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں ۱۲

marfat.com

اور لوگوں کو دام میں پھنسانے کے لئے اس کی رسالت و نبوت کو شہرت دیدی ہو۔ اور قرآن کو چند لائق فصیح و بلیغ لوگوں سے لکھوا کر اس کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ کیونکہ جس گروہ کا یہ حال ہو کہ بد اخلاقی کے علاوہ سازش میں بھی ایسے پکے ہوں کہ جو بات عمر بھر ان کا سردار بیان کرتا رہا۔ اور جس کے لئے ہمیشہ قرآن کا نازل ہونا بیان فرماتا رہا۔ اور جس کی تاکید سراً و جہراً ہمیشہ ان کا پیشوا کرتا رہا ہو۔ اور اپنی وفات سے چند روز پہلے اس کا اعلان ستر ہزار یا ایک لاکھ چودہ ہزار آدمیوں کے سامنے اس طور پر کر دیا ہو کہ زمین۔ ملک و فلک۔ شجر و حجر جن و انسان سب نے سنا ہو۔ اور نہایت فصیح و بلیغ اور پُر زور اور پر جوش خطبے میں آخری حجت پوری کرنے کے لئے جانشینی کا مسئلہ پورے طور پر کر دیا ہو۔ اور سب کے سامنے خم غدیر میں اپنے جانشین کے خلافت کی بیعت بھی لے لی ہو۔ اور خدا نے آیہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ[1] کی مہر بھی خلافت کی سند پر کر دی ہو۔ باوجود اس کے ایسے متواتر اور غیر پوشیدہ رہنے والی بات کو انہوں نے چھپا ڈالا۔ اور اس پر عمل کرنا بیک طرف اس کے ہونے اور اس واقعہ کے وقوع میں آنے سے ہی انکار کر دیا۔ اور ایسی امامت کی نسبت جو نہایت شد و مد کے ساتھ قائم کی گئی تھی نص جلی بلکہ نص خفی سے بھی منکر ہو گئے تو ایسے لوگوں سے جن کی سازش خلاف انسانی فطرت کے ہو اور جو ایسی متواتر اور مشہور بات کو جو ستر ہزار آدمیوں کے سامنے ہوئی ہو پوشیدہ رکھ سکتے ہوں۔ کیا بعید ہے کہ انہوں نے رسالت کے نام سے ایک جھوٹا کارخانہ کھڑا کیا ہو۔ اور بے بنیاد باتوں کو مشہور کر کے کسی کو رسول اور نبی بنا لیا ہو۔ اور اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خود ان سے بیزار تھے اور ان کے احکام و شریعت کے جاری کرنے والے انکے اہل بیت اور چند خاص لوگ تھے تو ایسے لوگ اتنے کم تھے کہ ان کی تعداد عشرات کے درجہ سے بھی زیادہ نہیں تھی اور ان کے ذریعہ سے جو کچھ لوگوں کو معلوم ہوا وہ نہایت قلیل گروہ پر محدود رہا۔ تمام دنیا میں جو اسلام پھیلا۔ اور جو حقیقت اسلام کی اور بانیٔ اسلام کی لوگوں کو معلوم ہوئی وہ انہیں لوگوں کے ذریعہ سے جو مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کہلاتے تھے۔ اور جب کہ ان کی یہ کیفیت تھی کہ جو چاہتے وہ ظاہر کرتے۔ اور جو چاہتے وہ جاری کرتے اور ان میں سے چند لوگوں کا رعب داب ایسا تھا کہ باقی تمام لوگ ان کی اطاعت کرتے یا ان کے دھوکے میں آجاتے تھے تو جس طرح ان سے یہ ہو سکا کہ انہوں نے بسبب حسد یا عداوت کے امیر المومنین کے امامت کی نص جلی کو چھپا ڈالا اور حقوق اہلبیت کے غصب کرنے کیلئے جھوٹی حدیثیں بنا کر لوگوں کو اپنا ساتھی کر لیا یہ بھی ان سے ہو سکتا تھا۔

---

[1] آج میں پورا کر چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا ۱۲ موضح۔ پارہ ۶۔ سورہ مائدہ۔ رکوع اول

کو شریعت کو بدل دیا ہو۔ اور جو کچھ پیغمبر نے فرمایا ہو اس کے خلاف شہرت دی ہو۔ قرآن میں کمی و زیادتی کر دی ہو نمازیں بڑھا یا گھٹا دی ہوں۔ حج و زکوٰۃ کے اصلی احکام چھپا کر اپنی مرضی کے موافق اور بنا دئیے ہوں۔ اور اگر یہ باتیں جائز سمجھی جائیں۔ اور کیونکر نہ جائز سمجھی جائیں اس لئے کہ جن باتوں کو ہم بالفرض والتسلیم بیان کرتے ہیں۔ شیعوں کے عقائد میں داخل ہیں۔ تو انجام اس کا سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ شرع پر سے بالکل بھروسہ اُٹھ جائے گا۔ اور اسلام کی کوئی بات بھی قابل وثوق اور یقین کے باقی نہ رہے گی۔

اگر حضرات شیعہ صحابہ کو بد اخلاق اور مرتد سمجھ کر اس نتیجہ پر راضی ہیں تو خیر وہ جانیں اور ان کا خدا۔ مگر اسلام پر اعتقاد رکھنے والے کے بدن پر تو صرف اس خیال سے لرزہ آتا اور الحذر الحذر پکارتا۔ اور اسلام کے ساتھ ان خیالات کا جمع ہونا ناممکن سمجھتا ہے۔

تیسرا مقدمہ

اگر فدک کے غصب کرنے اور جناب سیدۃ النسا پر ظلم و ستم کرنے کی وہ روایتیں صحیح مانی جائیں جو اس باب میں حضرات امامیہ بیان فرماتے ہیں تو اس سے حضرت امیر المومنینؑ پر اور تمام بنی ہاشم پر جو شجاعت اور عصبیت اور غیرت و حمیت میں ضرب المثل تھے سخت الزام آتا ہے۔ اور ان کے مقابلہ بلکہ مقاتلہ نہ کرنے اور نہایت عاجزی اور بیکسی سے تمام باتوں کی برداشت کرنے پر حیرت ہوتی ہے اس لئے کہ جو ظلم و ستم حضرت سیدہ پر کئے گئے وہ کچھ معمولی نہ تھے۔ نہ اس پر صبر و تحمل کرنا۔ شرعاً و عقلاً و اخلاقاً و عرفاً قابل ستائش تھا تا بہ امکان اس کا روکنا اور مقابلہ کرنا واجبات میں سے تھا۔ اگر صرف فدک غصب کر لیا جاتا یا مال کو وہ چھین لیتے تو اس پر صبر ہو سکتا تھا۔ مگر جبکہ حضرت سیدہ کو جسمانی ایذائیں پہونچائیں۔ انہیں طمانچے لگائے۔ اور لاتیں ماریں۔ اور محسن کو شہید کیا۔ اور بعد سیدہ کی وفات کے ام کلثوم کو غصب کیا۔ تو یہ وہ باتیں ہیں جن پر سکوت کرنا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب حضرات امامیہ چند طرح سے دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آپ نے عمل کیا اس پر آپ مجبور تھے اس لئے کہ خدا کا حکم یہی تھا۔ اور آپ کو خدا کی طرف سے اسی بات کی وصیت تھی[1] اور وصیت بھی ایسی شدید اور سخت کہ آپ اس سے انحراف نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ اصول کافی کلینی میں صریح روایت

---

[1] اصل عبارت یہ ہے۔ حدثنی موسیٰ بن جعفرؑ قال قلت لابی عبداللہؑ الیس کان امیر المومنین کاتب الوصیۃ و رسول اللہ صلعم املی علیہ و جبرئیل والملائکۃ المقربون علیہم السلام شہود قال فاطرق طویلاً ثم قال یا اباالحسن قد کان ما قلت ولکن حین باقی صفحہ ۲۷ پر

موجود ہے کہ جبرئیلؑ خدا کی طرف سے ایک لکھا ہوا نامہ جس پر مہریں تھیں اور جس کے ساتھ ملائکہ مقربین تھے آنحضرت صلعم کے پاس لائے اور کہا کہ اے محمدؐ سب آدمیوں کو باہر کر دو اور سوائے تمہارے اور تمہارے وصی علی بن ابی طالب کے کوئی نہ رہے تا کہ وہ فرمان الٰہی ہم سے لیں اور آپ کا وصی ہمیں گواہ کرے کہ آپ نے وہ نامہ انکو دیدیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶ - نزل برسول اللہ صلعم الامر نزلت الوصیۃ من عند اللہ کتابا مسجلا نزل بہ جبرئیلؑ مع امناء اللہ تبارک و تعالیٰ من الملائکۃ فقال جبرئیلؑ یا محمد مُر باخراج من عندک الا وصیک لیقبضہا منا و تشہدنا بدفعک ایاہا الیہ ضامنا لہا یعنی علیا فامر النبی صلعم باخراج من کان فی البیت ما خلا علیا و فاطمۃ فیما بین الستر و الباب فقال جبرئیلؑ یا محمدؐ ربک یقرئک السلام و یقول ہذا کتاب ما کنت عہدت الیک و شرطت علیک و شہدت بہ علیک و اشہدت بہ علیک ملائکتی و کفی بی یا محمد شہیدا قال فارتعدت مفاصل النبی صلعم و قال یا جبرئیل ربی ہو السلام و منہ السلام و الیہ یعود السلام صدق عز و جل و برّ ہات الکتاب فدفعہ الیہ و امرہ بدفعہ الی امیر المومنینؑ فقال لہ اقرأہ فقرأہ حرفا حرفا فقال یا علی ہذا عہد ربی تبارک و تعالیٰ الی و شرطہ علی و امانتہ و قد بلغت و نصحت و ادیت فقال علی و انا اشہد لک بابی انت و امی بالبلاغ و النصیحۃ و التصدیق علی ما قلت و یشہد لک بہ سمعی و بصری و لحمی و دمی فقال جبرئیلؑ و انا لکما علی ذلک من الشاہدین فقال رسول اللہ صلعم یا علی اخذت وصیتی و عرفتہا و ضمنت اللہ ولی الوفاء بما فیہا فقال علی نعم بابی انت و امی علی ضمانہا و علی اللہ عونی و توفیقی علی ادائہا فقال رسول اللہ صلعم یا علی انی ارید ان اشہد علیک بموافاتی بہا یوم القیامۃ فقال علی نعم اشہد فقال النبی صلعم ان جبرئیل و میکائیل فیما بینی و بینک الآن و ہما حاضران معہما الملائکۃ المقربون لاشہدہم علیک فقال نعم لیشہدوا و انا بابی وامی اشہدہم فاشہدہم رسول اللہ صلعم و کان فیما اشترط علیہ النبی بامر جبرئیلؑ فیما امر اللہ عز و جل ان قال لہ یا علی تفی بما فیہا من موالاۃ من والی اللہ و رسولہ و البراءۃ و العداوۃ لمن عادی اللہ و رسولہ و البراءۃ منہم علی الصبر منک علی کظم الغیظ و علی ذہاب حقک و غصب خمسک و انتہاک حرمتک فقال نعم یا رسول اللہ فقال امیر المومنینؑ و الذی فلق الحبۃ و برأ النسمۃ لقد سمعت جبرئیل یقول النبی صلعم یا محمد عرفہ انہ ینتہک الحرمۃ و ہی حرمۃ اللہ و حرمۃ رسولہ صلعم و علی ان تخضب لحیتہ من رأسہ بدم عبیط قال امیر المومنینؑ فصعقت حین فہمت الکلمۃ من الامین جبرئیل حتی سقطت علی وجہی و قلت نعم قبلت و رضیت و ان انتہکت الحرمۃ و عطلت السنن و مزق الکتاب و ہدم الکعبۃ و خضبت لحیتی من راسی بدم عبیط صابرا محتسبا ابدا حتی اقدم علیک ثم دعی رسول اللہ صلعم فاطمۃ و الحسن و الحسین و اعلمہم مثل ما اعلم امیر المومنین فقالوا مثل قولہ فختمت الوصیۃ بخواتیم من ذہب لم تمسہ النار و دفعت الی امیر المومنینؑ فقلت لابی الحسن بابی انت و امی الا تذکر ما کان فی الوصیۃ فقال سنن اللہ و سنن رسولہ فقلت اکان فی الوصیۃ توثبہم و خلافہم علی امیر المومنینؑ فقال نعم و اللہ شیئا شیئا و حرفا حرفا اما سمعت قول اللہ عز و جل انا نحن نحیی الموتی و نکتب ما قدموا و آثارہم و کل شیء احصیناہ فی امام مبین و اللہ لقد قال رسول اللہ صلعم لامیر المومنین و فاطمۃ الیس قد فہمتما ما تقدمت بہ الیکما و قبلتماہ فقالا بلی و قبلناہ و صبرنا علی ما ساءنا و غاظنا ۱۲

marfat.com

اور وہ ضامن ہوں کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر عمل کریں گے چنانچہ آنحضرت صلعم نے سب لوگوں کو باہر کر دیا سوائے علی ابن ابی طالب کے۔ اور حضرت فاطمہ پردے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب گھر اغیار سے خالی ہوگیا اس وقت جبرئیل نے کہا کہ اے محمدؐ آپ کا پروردگار آپ کو سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ وہ نامہ ہے کہ جس کا شب معراج وغیرہ میں میں نے عہد کیا تھا اور آپ سے شرط کی تھی۔ اور اپنے ملائکہ کو اس بات پر گواہ کیا تھا گو کہ میں گواہی کے لئے کافی تھا۔ یہ الفاظ حضرت جبرئیلؑ سے سنکر حضرت خوف الٰہی سے کانپنے لگے اور آپکے بدن کے اعضا پر لرزہ پڑ گیا اور کہا کہ اے جبرئیلؑ میرا خدا تمام نقصوں سے سالم ہے۔ اور اس نے اپنے عہد کو وفا کیا ہے۔ اب آپ وہ نامہ دیجئے۔ جبرئیلؑ نے وہ نامہ آپ کو دیا اور کہا کہ امیر المومنینؑ کو حوالہ کر دو۔ پیغمبر خدا صلعم نے اس کے موافق جناب امیر کو دیا اور فرمایا کہ پڑھو۔ حضرت امیر المومنین نے اسے حرف بحرف پڑھا تب رسول خدا نے فرمایا کہ یہ خدا کا عہد ہے اور اس کی شرط ہے جو مجھ سے لی ہے اور اس کی امانت ہے جو مجھے دی ہے اور میں نے اسے پہونچا دیا۔ اور جو کچھ امت کی خیر خواہی تھی اسے عمل میں لایا۔ اور خدا کی رسالت ادا کی۔ حضرت امیر نے بھی اس کی تصدیق کی۔ اور کہا کہ میرے کان اور آنکھ اور گوشت و خون اس پر گواہ ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ میں بھی ان باتوں کا گواہ ہوں جو تم دونوں نے کیں۔ پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یا علی تم نے یہ وصیت مجھ سے لی اور اسے سمجھ لیا اور اس کی ضمانت کرتے ہو خدا کے واسطے کہ ایسا ہی کرو گے۔ اور اس عہد پر پورے پورے طور پر عمل آور ہو گے۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اس کا ضامن ہوں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس پر عمل کروں گا اور خدا مجھے اس پر عمل کرنے کی یاری و توفیق دے۔ پھر رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی میں چاہتا ہوں کہ اس پر تم سے گواہی لوں کہ جب قیامت کے دن تم میرے پاس آؤ تو وہ گواہ گواہی دیں کہ میں نے تم پر حجت تمام کر دی۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور یہ ملائکہ مقربین جو اس کے ساتھ آئے ہیں اس پر گواہ ہیں پیغمبر خدا نے ان کو گواہ کیا۔

اور منجملہ ان باتوں کے جن پر جبرئیلؑ نے خدا کی طرف سے آنحضرت سے شرط لی تھی کہ اے علی اس بات کو قبول کرتے ہو اور اس پر عمل کرو گے کہ جو خدا اور رسول کا دوست ہے اس سے دوستی کرنا اور جو ان کا دشمن ہے۔ اس سے دشمنی کرنا اور جو حق تمہارے چھینے جائیں اور تمہارا خمس غصب کیا جائے اور تمہاری حرمت ضائع کی جائے ان سب پر صبر کرو گے اور غصہ نہ کرو گے۔ جناب امیر نے کہا ہاں یا رسول اللہ پھر حضرت امیر نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے خلائق کو پیدا کیا میں نے جبرئیلؑ سے یہ سن لیا جو انہوں نے آپ سے کہا کہ ان کو آپ آگاہ کر دیں کہ ان کی

marfat.com

حرمت کو برباد کریں گے۔ حالانکہ ان کی حرمت حرمت خدا اور رسول ہے۔ اور ان کی ریش مبارک ان کے سر کے خون سے رنگین کریں گے۔ اور یہ کہ حضرت امیر نے فرمایا کہ جب میں نے یہ کلمے جبرئیل سے سُنے تو میں بیہوش ہوگیا۔ اور منہ کے بل گر پڑا اور کہنے لگا کہ ہاں یارسول اللہ میں نے اسے قبول کیا اور میں راضی ہوا گو وہ میری حرمت کی ہتک کریں اور آپ کی سنت کو معطل۔ اور خدا کی کتاب کو پارہ پارہ۔ اور کعبہ کو خراب اور میری داڑھی سر کے خون سے رنگین کریں۔ ہر حال میں صبر کروں گا۔ اور اس کے جزا کی امید سوائے پروردگار کے کسی سے نہ رکھوں گا جب تک کہ مظلوم اس کے پاس آؤں۔ پھر حضرت رسول خدا نے فاطمہؑ اور حسنین کو بلایا اور ان کو بھی آگاہ کیا جس طرح پر کہ حضرت امیر کو کیا تھا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اس کے بعد اس وصیت نامے پر بہشت کی مہروں سے مہر کی جن کو آگ نے نہ چھوا تھا۔ اور پھر وہ مہر شدہ نامہ حضرت امیر کو سپرد کر دیا حضرت امام موسیٰ بن جعفر جب یہاں تک فرما چکے تو راوی نے پوچھا کہ آیا اس وصیت میں یہ بھی لکھا تھا کہ منافقین خلافت کو غصب کریں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں قسم خدا کی جو کچھ انہوں نے کیا سب اس میں لکھا تھا کیا تم نے نہیں سنا خدا کا یہ کلام[۵] اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ پھر رسول خدا نے کہا کہ اے علیؑ و فاطمہؑ تم سمجھے جو میں نے تم سے کہا اور اُسے قبول کیا اور اس پر عمل کرو گے۔ ان دونوں نے کہا بلٰی وَصبرنا علی ما ساءنا وغاظنا کہ ہاں ہم نے قبول کیا اور صبر کریں گے جو کچھ کہ ہم کو ایذا پہونچے گی اور جو رنج دیا جائے گا۔

ہم اس جواب کو تسلیم کر لیتے اگر ہم کو اس کے خلاف کوئی عمل حضرت امیر المؤمنین اور جناب سیّدہ کا معلوم نہ ہوتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو حضرات امامیہ نے جناب امیر کے صبر و سکوت اور تحمّل و برداشت کے درجے کو اعلیٰ درجے پر پہونچانے کے لئے وصیت نامہ تحریری اور مہری خدا کا پیش کیا۔ اور اس سے گویا ان تمام جاہلانہ اعتراضات کے جواب دیدئے جو سُنّی ناصبی اپنی بیوقوفی اور جہالت سے کر سکتے تھے کہ حضرت امیر نے باوجود شجاعت اور عصبیت کے ایسے مظالم کو کیوں جائز رکھا۔ اور بضعہ رسول پر ایسی تکلیفیں دیکھ کر کیوں سکوت اختیار کیا۔ اور دوسری طرف بعض مواقع پر وہ روایتیں بیان کی ہیں جن سے گو شیر خدا کی حیدری صولت اور غضنفری سطوت اچھی طرح ثابت ہوتی ہے مگر خدا کی مہری و دستخطی وصیت نامہ باطل ہوا جاتا ہے۔ اور مثل دیگر

۵؎ ہم ہیں جو جلاتے ہیں مردے اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج اور ان کے پیچھے نشان رہے اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے ایک کھلی اصل میں ۱۲ موضح۔ پارہ ۲۲۔ سورہ یٰسین۔ رکوع اوّل۔

marfat.com

روایات کے اس قسم کی روایتوں کا تناقص دیکھنے والے کو خلجان میں ڈالتا ہے۔

چنانچہ منجملہ ان روایات کے ایک یہ ہے کہ جب فدکؔ سے ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت فاطمہؓ کے کارندے کو موقوف کر دیا اور اس کی جگہ اشجع کو مقرر کیا۔ اس شخص نے رعایا کو ستایا اور وہ حضرت امیر کے پاس فریادی آئے حضرت امیر کو ایسا غصہ آیا کہ چند عزیزوں اور ہمراہیوں کے وہاں گئے اور اس کو بلا کر قتل کرا دیا اور خالد بن ولید سے اسی موقع پر ایسی گفتگو کی کہ ان کے بدن پر لرزہ آگیا اور انہوں نے منت سماجت کر کے پیچھا چھڑایا۔ اس موقع پر آپ نے نہ خلیفہ وقت کا خیال کیا نہ خالد سے جنگ ہونے کا اندیشہ فرمایا بلکہ اپنا ہاشمی دبدبہ اور قریشی جوش اور حیدری سطوت اور اسد اللٰہی ہیبت ایسی دکھائی کہ نہ صرف خالد بلکہ ابوبکرؓ وعمرؓ بھی دم بخود ہو گئے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ جب علیؓ فجر کی نماز میں مشغول ہوں تم ان کو قتل کر دینا مگر عین نماز میں سلام پھیرنے سے قبل ابوبکرؓ نے کچھ سوچ سمجھ کر خالد کو منع کر دیا اور دوسرے موقع پر اس کام کو محول رکھا اور جب علی سلام سے فارغ ہوئے تو علی نے خالد سے کہا کہ کیا تم اس کام کو پورا کرنے جو تم سے کہا گیا ہے انہوں نے کہا بلا شک اس پر حضرت علی نے اپنی دونوں انگلیوں سے ایسا دبایا کہ قریب تھا ان کی آنکھیں نکل پڑیں مگر شفاعت سے لوگوں کی آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ لیکن خالد ایک دوسرا موقع ڈھونڈتے اور چاہتے تھے کہ اگر علی اتفاقاً کہیں مل جائیں تو انہیں قتل کر دیں۔ اور آخر ان کو ایسا موقع ملا۔ مگر شیر خدا نے خالد کی جس طور پر خبر لی اور جس طرح ان کو اپنے ارادے کی سزا دی وہ بحار الانوار اور ارشاد القلوب میں منقول ہے۔ چونکہ بغیر کل قصے کے نقل کرنے کے ناظرین اس کا لطف نہیں اٹھا سکتے اس لئے ہم اسے بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ ملا باقر مجلسی کتاب الفتن میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے ایک لشکر خالد کے ہمراہ کہیں کو روانہ کیا جب سب لوگ مدینے سے نکل کر باہر آگئے۔ خالد مسلح تھے اور ان کے آس پاس شجاع لوگ تھے جن کو حکم دیا تھا کہ جو خالد کہیں وہ کریں اتنے میں خالد نے حضرت علی کو دیکھا کہ اپنی زمین مزروعہ پر سے نہایت بے ہتھیار آرہے ہیں جب قریب پہونچے اس وقت خالد کے ہاتھ میں ایک لوہے کا گرز تھا۔ انہوں نے گرز اٹھا کر حضرت علی کے سر پر مارنا چاہا لیکن حضرت علی نے ان کے ہاتھ سے چھین کر گردن میں خالد بن ولید کی لپیٹ دیا اور ہار کی طرح پہنا دیا۔ تب خالد ابوبکر کے پاس لوٹ کر آئے لوگوں نے ہر چند اس کے توڑنے کے ذریعہ پیدا کئے۔ لیکن نہ

ف یہ روایت بحث دعویٰ فدک میں نقل کی گئی ہے وہاں دیکھنا چاہئے ۱۲ منہ

marfat.com

ٹوٹ سکا۔ اس کے بعد بہت سے لوہاروں کو بلایا ان سب نے کہا کہ بغیر آگ میں گلانے کے اس کا نکلنا ممکن نہیں ہے اور اس سے ان کے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ جب لوگوں نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو کہا کہ حضرت علی ہی اس سے نجات دے سکتے ہیں جیسے انہوں نے ان کی گردن میں اس کو ڈال دیا ہے۔ اور خدا نے تو ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا ہے جیسے حضرت داؤدؑ کے لئے نرم کر دیا تھا۔ تب ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ سے سفارش کی اور حضرت علی نے ہاتھ سے پکڑ کر گرز کا ایک ایک ٹکڑا الگ کر دیا۔ (بحار الانوار صفحہ ۹۶)

ارشاد القلوب میں جابر بن عبداللہ انصاری اور عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہم ابو بکر کے پاس ان کے زمانہ حکومت میں بیٹھے ہوئے تھے اور دن خوب چڑھ گیا تھا دفعتہً خالد بن ولید مخزومی ایک ایسے لشکر کے ساتھ آئے جس کا غبار بلند تھا اور بکثرت اس لشکر کے گھوڑے ہنہنا رہے تھے کہ ایک چکی کا پاٹ خالد کی گردن میں پٹا ہوا ہے خالد سامنے آتے ہی اپنے گھوڑے سے اتر کر مسجد کے اندر آگئے اور ابو بکر کے سامنے آ کھڑے ہوئے لوگوں نے اپنی آنکھیں انکی طرف بلند کیں کہ اس کے دیکھنے سے خوب معلوم ہوا۔ پھر خالد نے کہا اے ابو قحافہ کے بیٹے انصاف کر اسلئے کہ خدا نے تجھ کو ایسی جگہ بٹھایا ہے جس کے تو لائق نہیں ہے اس جگہ پر تو اسی طرح بلند ہوا ہے جیسے پانی پر مچھلی ابھر آتی ہے وہ جبھی ابھرتی ہے کہ جب اس میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رہتی اس کے بعد خالد نے طائف سے اپنے لوٹنے کی کیفیت اور حضرت علی کے ملنے کی کیفیت کے بعد یہ بیان کیا کہ حضرت علی نے اپنا ہاتھ میرے حلقوم پر مارا۔ اور مجھ کو گھوڑے سے نیچے اتار لیا۔ اور مجھ کو گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔ اور حارث بن کلاہ ثقفی کی چکی منگائی اور اس کا موٹا سا پاٹ اٹھایا اور میری گردن کھینچ کر دونوں ہاتھوں سے اس پاٹ کو گردن میں لپیٹ دیا اور وہ ایسا لپٹتا جاتا تھا جیسے گرم کی ہوئی لاکھ۔ اور سب میرے ہمراہی کھڑے ہوئے تھے اُن سے کچھ نہ ہو سکا خدا ان کو سزا دے۔ یہ حضرت علی کو ایسا دیکھتے تھے جیسے اپنے ملک الموت کو۔ اس کی قسم جس نے آسمانوں کو بغیر تھونیوں کے بلند کیا کہ قریب سو آدمیوں کے بلکہ زیادہ نہایت مضبوط مضبوط عرب لوگ اس پاٹ کے علیحدہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے لیکن ان سے وہ جدا نہ ہو سکا تب لوگوں کے عاجز ہونے سے معلوم ہوا کہ اس نے جادو کیا ہے یا اس میں فرشتے کی قوت ہے۔ اس کے بعد ابو بکر نے عمر کو بلایا اور پھر قیس بن عبادہ انصاری کو اس چکی کے پاٹ جدا کرنے کے لئے بلایا مگر قیس سے بھی جدا نہ ہو سکا۔ اور خالد اسی حالت سے کہ پاٹ انکی گردن

marfat.com

میں پڑا ہوا تھا۔ مدتوں تک مدینے میں پھرتے رہے۔ چند روز کے بعد پھر ابو بکر کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت علیؓ ابھی سفر سے آئے ہیں۔ ان کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہے۔ اور چہرہ سُرخ ہے۔ یہ سن کر ابو بکرؓ نے اقرع بن سراقہ باہلی کو اور اشوش بن اشجع ثقفی کو بھیجا کہ حضرت علیؓ کو ہمارے پاس مسجد میں بلا لاؤ۔ وہ دونوں حضرت علی کے پاس گئے۔ اور پیام دیا کہ ابو بکرؓ تم کو ایک خاص امر کے لئے بلاتے ہیں۔ جس کے سبب سے ان کو رنج ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ مسجد نبوی میں ان کے پاس چلیں۔ حضرت علیؓ اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔ جس کے لئے ہم آئے ہیں۔ حضرت علی نے کہا کہ تمہارا بُرا طریقہ ہے۔ مسافر پہلے اپنے مکان کو جاتا ہے۔ پھر کسی سے ملتا ملاتا ہے۔ بہر حال وہ دونوں حضرت علیؓ کے پاس سے لوٹ آئے اور پھر ابو بکرؓ ایک جماعت کے ساتھ حضرت علیؓ کے مکان پر گئے۔ ان میں خالد بن ولید بھی تھے۔ ان کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے کہا کہ اے ابو سلیمان تمہاری گردن میں کیا عمدہ ہار ہے۔ اور پھر ان دونوں میں دیر تک گفتگو کدورت آمیز ہوتی رہی تب ابو بکرؓ نے کہا کہ ہم اس لئے نہیں آئے ہیں۔ ہم تم سے کہتے ہیں کہ خالد کی گردن میں سے اس لوہے کو کھول دو اس کے بوجھ سے ان کو تکلیف ہے۔ اور ان کے حلق پر اس کا اثر ہو گیا ہے۔ اور تم نے تو اپنے سینے کی سوزش بجھالی ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر میں سینے کی سوزش بجھانا چاہتا تو تلوار میں بیماری کا پورا علاج تھا۔ اور یہ لوہا جو اس کی گردن میں ہے اس کو جدا نہیں کر سکتا۔ اس کو خالد خود جدا کریں یا تم لوگ اس کو جدا کر لو۔ بہر حال بریدہ اسلمی اور عامر بن اشجع اور عمار وغیرہ نے التجائیں کیں۔ لیکن کسی کا کہنا حضرت علی نے نہ مانا اور آخر میں ابو بکر نے کہا کہ خدا کے واسطے اور اپنے بھائی مصطفےٰ رسول اللہ صلے اللہ وسلم کے واسطے خالد پر رحم کر کے یہ لوہا علیحدہ کر دو۔ جب اس طرح پر ابو بکرؓ نے درخواست کی تو حضرت علی شرمندہ ہو گئے۔ کیونکہ ان میں حیا بہت تھی۔ تب خالد کو اپنی طرف کھینچا اور اس طوق کا ٹکڑا توڑ کر اپنے ہاتھ پر لپیٹتے جاتے تھے۔ وہ موم کی طرح لپٹتا جاتا تھا۔ پہلے ٹکڑے کو انہوں نے خالد کے سر پہ مارا۔ اور پھر دوسرے کو جب ان کے سر پہ مارا تو خالد نے کہا یا امیر المومنین۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ تو نے ناخوشی سے اس لفظ کو کہا ہے۔ اگر تو اس کو نہ کہتا تو میں تیسرے ٹکڑے کو تیرے نیچے سے نکالتا اور وہ ایسے ہی برابر لوہے کو توڑتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کو کھول دیا۔ سب حاضرین

marfat.com

تکبیر اور تہلیل کرنے لگے اور ان کی قوت سے سب کو تعجب ہوا۔

ایک اور موقع پر غالب علیٰ کل غالب مطلوب کل طالب امیر البررۃ قاتل الکفرۃ شیرِ خدا علی المرتضٰے نے وصیت کے خلاف اپنے چچا عباس کی حمایت میں اپنی ہاشمی قوت اور قریشی دبدبہ دکھایا اور تلوار لے کر قتل و جہاد پر مستعد ہو گئے۔ اور یہ وہ موقع ہے ....

جبؔ حضرت عباس کے مکان کا پر نالہ حضرت عمر نے نکلوا دیا۔ اس لئے کہ جب جمعہ کی نماز کو وہ جایا کرتے تو اس

ؔ یہ روایت عماد اسلام میں اس طور پر لکھی ہے فلما کان بعد ایام دخل علیہ العباس فقال یا رسول اللہ قد علمت ما بینی و بینک من القرابۃ والرحم الماسۃ وانا ممن یدین اللہ بطاعتک فاسال اللہ تعالیٰ ان یجعل لی بابا الی المسجد لتخف بعلی من سوای فقال صلعم یا عم لیس لی الی ذالک سبیل قال فمیزابا یکون من داری الی المسجد الشریف بعلی القریب والبعید فسکت النبی صلعم وکان کثیر الحیاء لا یدری مایعید من الجواب خوفا من اللہ تعالیٰ وحیاء من عمہ العباس فہبط جبرئیلؑ فی الحال علی النبی صلعم وقد علم اللہ من نبیہ مافی نفسہ من ذالک فقال یا محمد ان اللہ یامرک ان تجیب سوال عمک وامرک ان تنصب لہ میزابا الی المسجد کما اراد فقد علمت مافی نفسک وقد اجبت الی ذالک کرامۃ لک ونعمۃ منی علیک وعلی عمک العباس فکبر النبی صلعم وقال ابی اللہ الا اکرامکم یا بنی ہاشم وتفضلکم علی الخلق اجمعین ثم قام ومعہ جماعۃ من الصحابۃ والعباس بین یدیہ حتی صار علی سطح بیت العباس فنصب لہ میزابا الی المسجد وقال معاشر المسلمین ان اللہ قد شرف عمی العباس بہذا المیزاب فلا تؤذونی فی عمی فانہ بقیۃ الآباء والاجداد فلعن اللہ من آذانی فی عمی او بخسہ حقہ او اعان علیہ ولم یزل المیزاب علی مدۃ ایام النبی صلعم وخلافۃ ابی بکر وثلاث سنین من خلافۃ عمر ابن الخطاب فلما کان فی بعض الایام وعک العباس ومرض مرضا شدیدا وصعدت الجاریۃ تغسل قمیصہ فجری الماء من المیزاب الی صحن المسجد فانال بعض الماء ثوب مرتفعۃ الرجل فغضب غضبا شدیدا وقال لغلامہ اصعد واقلع المیزاب فصعد الغلام فقلعہ ورمی بہ الی سطح العباس وقال واللہ لئن ردہ احد الی مکانہ لاضربن عنقہ فشق ذلک علی العباس ودعا بولدیہ عبد اللہ وعبید اللہ ونہض یمشی متوکیا علیہما وہو یرتعد من شدۃ المرض وسار حتی دخل علی امیر المومنین فلما نظر الیہ امیر المومنین انزعج لذلک وقال یا عم ماجاء بک وانت علی ہذہ الحالۃ فقص علیہ القصۃ وما فعل معہ عمر من قلع المیزاب وتہددہ لمن یعیدہ الی مکانہ وقال لہ یا ابن اخی انہ قد کان لی عینان انظر بہما فمضت احدیہما وہی رسول اللہ صلعم وبقیت الاخری وہی انت یا علی وما انی اظن ان اظلم ویزول ماشرفنی بہ رسول اللہ صلعم وانت لی فانظر فی امری فقال لہ یا عم ارجع الی بیتک فتری مایسرک ان شاء اللہ تعالیٰ ثم نادی یا قنبر علی بذی الفقار فتقلدہ ثم خرج (باقی بر صہ ۳۴ پر)

marfat.com

تکبیر اور تہلیل کرنے لگے اور ان کی قوت سے سب کو تعجب ہوا۔

ایک اور موقع پر غالب علیٰ کل غالب مطلوب کل طالب امیر البررۃ قاتل الکفرۃ شیرِ خدا علی المرتضٰے نے وصیت کے خلاف اپنے چچا عباس کی حمایت میں اپنی ہاشمی قوت اور قریشی دبدبہ دکھایا اور تلوار لے کر قتل و جہاد پر مستعد ہو گئے۔ اور یہ وہ موقع ہے .... جب[1] حضرت عباس کے مکان کا پرنالہ حضرت عمر نے نکلوا دیا۔ اس لئے کہ جب جمعہ کی نماز کو وہ جایا کرتے تو اس

---

[1] یہ روایت عماد اسلام میں اس طور پر لکھی ہے فلما کان بعد ایام دخل علیہ العباس فقال یا رسول اللہ قد علمت ما بینی و بینک من القرابۃ والرحم الماسۃ وانا ممن یدین اللہ بطاعتک فاسال اللہ تعالیٰ ان یجعل لی بابا الی المسجد الخوف بعلی من سوای فقال صلعم یا عم لیس لی الی ذالک سبیل قال فمیزابا یکون من داری الی المسجد الشرف بعلی القریب والبعید فسکت النبی صلعم وکان کثیر الحیاء لا یبدی ما یعید من الجواب خوفا من اللہ تعالیٰ وحیاء من عمہ العباس فہبط جبریلؑ فی الحال علی النبی صلعم وقد علم اللہ من بنبیہ مافی نفسہ من ذالک فقال یا محمد ان اللہ یامرک ان تجیب سوال عمک وامرک ان تنصب لہ میزابا الی المسجد کما اراد فقد علمت مافی نفسک وقد اجبت الی ذالک کرامۃ لک ونعمۃ منی علیک وعلی عمک العباس فکبر النبی صلعم وقال ابی اللہ الا اکرامکم یا بنی ہاشم وتفضلکم علی الخلق اجمعین ثم قام ومعہ جماعۃ من الصحابۃ والعباس بین یدیہ حتی صار علی سطح بیت العباس فنصب لہ میزابا الی المسجد وقال معاشر المسلمین ان اللہ قد شرف عمی العباس بہذا المیزاب فلا تؤذونی فی عمی فانہ بقیۃ الآباء والاجداد فلعن اللہ من آذانی فی عمی او بخسہ حقا او اعان علیہ ولم یزل المیزاب علی مدۃ ایام النبی صلعم وخلافۃ ابی بکر وثلاث سنین من خلافۃ عمر ابن الخطاب فلما کان فی بعض الایام وعک العباس ومرض مرضا شدیدا وصعدت الجاریۃ تغسل قمیصہ فجری الماء من المیزاب الی صحن المسجد فانال بعض الماء ثوب مرتفعۃ الرجل فغضب غضبا شدیدا وقال لغلامہ اصعد واقلع المیزاب فصعد الغلام فقلعہ ورمی بہ الی سطح العباس وقال واللہ لئن ردہ احد الی مکانہ لاضربن عنقہ فشق ذالک علی العباس ودعا بولدیہ عبد اللہ وعبید اللہ ونہض یمشی متوکیا علیہما وہو یرتعد من شدۃ المرض وسار حتی دخل علی امیر المومنین فلما نظر الیہ امیر المومنین انزعج لذالک وقال یا عم ماجاء بک انت علی ہذہ الحالۃ فقص علیہ القصۃ وما فعل معہ عمر من قلع المیزاب وتہددہ لمن یعیدہ الی مکانہ وقال لہ یا ابن اخی انہ قد کان لی عینان انظر بہما فمضت احدیہما وہی رسول اللہ صلعم وبقیت الاخری وہی انت یا علی وما انی اظن ان اظلم ویزول ما شرفنی بہ رسول اللہ صلعم وانت لی فانظر فی امری فقال لہ یا عم ارجع الی بیتک فتری ما یسرک ان شاء اللہ تعالیٰ ثم نادی یا قنبر علی بذی الفقار فتقلدہ ثم خرج (باقی بر صـ۳۴ پر)

marfat.com

پرنالے کے پانی سے ان کے کپڑے خراب ہو جاتے۔ حالانکہ یہ پرنالہ بحکم خدا خاص آنحضرتؐ نے لگا دیا تھا۔ حضرت عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمر نے اس پرنالہ کو اکھڑ وا دیا ہے اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر کوئی پھر اسے لگائے گا تو میں اس کی گردن مار دوں گا۔ وہ اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ پر تکیہ کئے ہوئے بیماری کی حالت میں لرزتے کانپتے حضرت امیر کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے کہ میں دو آنکھیں رکھتا تھا۔ ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا صلعم اور دوسری باقی ہے۔ یعنی تم۔ اور میں نہیں گمان کرتا کہ تمہاری زندگی میں میں مصیبت میں پڑوں۔ جناب امیر نے فرمایا کہ آپ آرام سے گھر میں تشریف رکھئے اور دیکھتے رہئے کہ کیا ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے قنبر کو حکم دیا یا قنبر علی بذی الفقار کہ اے قنبر ذوالفقار حاضر کرو۔ اور آپ ذوالفقار حمائل فرما کر اور چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور قنبر کو حکم دیا کہ یا قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ کہ اے قنبر چڑھ جاؤ اور میزاب کو اپنی جگہ پر لگا دو قنبر نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر حضرت علی نے فرمایا وحق صاحب ھذا القبر والمنبر لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الامر لہ بذلک ولاصلبتہ فی الشمس حتی یتقدد کہ قسم کھاتا ہوں صاحب قبر و منبر یعنی رسول خدا

(بقیہ ص۳۳) الی المسجد وان من حولہ وقال یا قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ فصعد قنبر فردہ الی موضعہ فقال علی وحق صاحب ہذا القبر والمنبر لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الامر لہ بذلک ولاصلبتہ فی الشمس حتی یتقدد افبلغ ذلک عمر بن الخطاب فنہض ودخل المسجد ونظر الی المیزاب وہو فی موضعہ فقال لا یغضب احد ابا الحسن فیما فعلہ وتکفر عنہ عن الیمین فلما کان من الغداۃ مضے علی ابن ابی طالب الی عمہ العباس فقال لہ کیف اصبحت یا عم قال بافضل النعمۃ مادمت لی یا ابن اخی فقال لہ یا عم طب نفسک وقر عینا فواللہ لو خاصمنی اہل الارض فی المیزاب لخصمتہم ثم لقتلتہم بحول اللہ وقوتہ ولا ینالک ضیم وغم فقام العباس فقبل بین عینیہ و قال یا ابن اخی ما خاب من انت ناصرہ فکان ہذا فعل عمر بالعباس عم رسول اللہ صلعم وقد قال فی غیر موطن وصیۃ منہ فی عمی ان عمی العباس بقیۃ الاباء والاجداد فاحفظونی فیہ کل فی کنفی وانا فی کنف عمی العباس فمن اذاہ فقد اذانی ومن عاداہ فقد عادانی فسلمہ سلمی وحربہ حربی وقد اذاہ عمر فی ثلاث مواطن ظاہرۃ غیر خفیۃ منہا قصۃ المیزاب ولولا خوفہ من علی علیہ السلام لم یترکہ علی حالہ انتہے بلفظ ازالۃ الغین۔

marfat.com

کی کہ اگر کسی نے اس پرنالے کو پھر اپنی جگہ سے نکالا تو میں اس کی اور نیز حکم دینے والے کی گردن مار دونگا۔ اور جلتی ہوئی دھوپ میں صلیب پر چڑھادوں گا۔ یہ خبر عمر کو پہونچی وہ مسجد میں آئے اور دیکھا کہ میزاب پھر اپنی جگہ پر لگا ہوا ہے۔ مگر دیکھ کر کچھ نہ کر سکے اور ڈر کے مارے صرف یہ کہنے لگے کہ خدا نہ کرے کہ کوئی ابوالحسن کو غصے میں لائے۔ صبح کے وقت امیر المومنین نے حضرت عباس سے پوچھا کیف اصبحت یا عم کہ آج کیسی گذری۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک تم زندہ ہو میں چین و آرام سے ہوں۔ اس پر جناب امیر نے فرمایا یا عم طب نفسك وقر عينا فوالله لو خاصمني اهل الارض في الميزاب لخصمتهم ثم لقتلتهم بحول الله وقوته کہ اے چچا قسم ہے خدا کی اگر تمام اہل زمین اس میزاب کے معاملے میں مجھ سے جھگڑا کریں۔ تو میں سب کا مقابلہ کروں اور سب کو مار دوں آپ بے فکر رہئے حضرت عباس نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ جس کے تم پروردگار ہو۔ اُسے کیا غم ہے۔

ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس میں حضرت علی کے مقابلے و مقاتلے کیلئے آمادہ ہونا بیان کیا گیا ہے کہ جب[1] حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت علی نے رات ہی میں آپ کو دفن کر دیا۔ اس کی صبح کو ابوبکر و عمر اور کچھ مہاجرین۔ انصار حضرت علی کے مکان پر آئے تاکہ جنازے کی نماز پڑھیں مقداد بن اسود نے کہا کہ فاطمہ کو کل رات ہی میں دفن کر دیا۔ عمر نے ابوبکر کی طرف منہ کر کے

---

[1] یہ مضمون ناسخ التواریخ جلد ۳ احوالات حضرت فاطمہؓ مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۱۳۱ میں اس طرح پر لکھا ہے کہ بامدادان ابوبکر و عمر و گروہے از مہاجر و انصار بر در سرای علی حاضر شدند تا بر فاطمہ نماز گذارند مقداد بن اسود گفت فاطمہ را دوش بخاک سپردند عمر روے با ابوبکر آورد فقال الم اقل لک انہم سیفعلون گفت نگفتم چنین خواہند کرد عباس گفت فاطمہ وصیت کرد کہ شما بروے نماز نہ گذارید فقال عمر لا تترکون یا بنی ہاشم حسدکم القدیم لنا ابدا ان ہذہ الضغائن التی فی صدورکم لن تذہب واللہ لقد ہممت ان انبشہا فاصلی علیہا فقال علی واللہ لو رمت ذاک یا ابن صہاک لارجعت الیک یمینک لئن سللت سیفی لا غمدتہ دون ازہاق نفسک عمر گفت ای بنی ہاشم این حقد حسد دیرینہ کہ از ما در خاطر دارید ہرگز ترک نخواہید کرد و این کینہ کہ در سینہ نہفتہ دارید ہیچ گاہ بیرون نخواہید گذاشت سوگند با خدائے اگر بخواہم او را از قبر برآرم و بروے نماز گذارم علی غضبناک برخاست

marfat.com

کہا الم اقل لك انهم سیفعلون ذلك کریں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ یہ ایسا ہی کریں گے
عباس نے کہا کہ حضرت فاطمہ کی وصیت یہی تھی کہ تم اُن پر نماز نہ پڑھو۔ عمر نے کہا کہ اے بنی ہاشم اپنے
پرانے کینے تم نہیں چھوڑتے قسم خدا کی اگر ہم چاہیں تو قبر سے نکال کر فاطمہ پر نماز پڑھیں۔ یہ سن کر اسد اللہ
غضب میں آئے۔ اور فرمانے لگے واللہ لو رمت ذلك یا ابن صحاك لا رجعت الیك یمینك
لئن سللت سیفی لا غمدته دون ازهاق نفسك کہ اے پسر صحاک قسم ہے خدا
کی اگر تم ایسا ارادہ کرو تو پھر تم اپنے آپ کو نہ پاؤ اس لئے کہ اگر میں تلوار نکالوں تو جب تک تمہارا خون نہ بہالوں
پھر اسے میان میں نہ کروں۔ عمر یہ سمجھ کر کہ ضرور علی اپنی قسم پوری کریں گے چپ رہ گئے اور کچھ نہ بولے
اور اسی خبر کو دوسرے طور پر یوں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ کو دفن کر دیا تو مہاجرین وانصار بقیع میں گئے وہاں چالیس

(بقیہ ص ۳۴) ای پسر صہاک سوگند بخدا کہ اگر این قصد کنے دست راست تو بتو باز نگردد چہ اگر شمشیر برانگیزم تا خون تو نریزم جائے در غلاف ندہم عمر دانست کہ علی سوگند خویش را راست کند دم فرو بست۔ و در خبر ست کہ مہاجر و انصار در بقیع غرقد انجمن شدند و چہل قبر یافتند کہ ہمگان بمانند بودند و قبر فاطمہ شناختہ نمی شد از مردمان نالہ و نحیب برآمد و یک دیگر را سرزنش و ملامت ساختند و بسرزنش و شناعت گرفتند و گفتند پیغمبر شما جز دخترے مخلف نگذاشت و او بمرد و مدفون گشت و شما حاضر نشدید و نماز بر وے نگذاشتید و قبر او را نشناختید چہ بے حمیت مردم کہ شمائید بعضے از بزرگان قوم گفتند زنان مسلمین حاضر اند این قبور را نبش می کنند چند کہ فاطمہ را در یابند آنگاہ بر وے نماز می کنیم و دیگر بار وہ بخاک می سپاریم و قبر او شناختہ می گردد این خبر با امیر المومنین بردند آنحضرت چون شیر خشمناک از خانہ بیرون شد چشمہائے مبارکش گونہ طیر خون داشت و رگہائے و در جش واگندہ از خون بود و جامہ اصفر کہ خاص روز مقاتلہ دیوم کریہہ بود در بر داشت با حمائل ذو الفقار طی طریق می فرمود تا در بقیع در آمد مردمان یک دیگر را ہمی آگاہی نمودند کہ اینک علی ابن ابی طالب ست کہ باین صفت کہ مے نگرید در میرسد و سوگند یاد مے کند کہ اگر کسے ازین قبور سنگی را جنبش دہد این جماعت را تا باخر با تیغ در میگذرانم این وقت عمر با گروہے آنحضرت را دیدار کرد و قال لہ مالک یا ابا الحسن واللہ لننبش قبرہا و نصلین علیہا فضرب علی بیدہ الی جوامع ثوبہ فہزہ ثم ضرب بہ الارض وقال لہ یا ابن السوداء اما حقی فقد ترکتہ مخافۃ ان یرتد الناس عن دینہم واما قبر فاطمہ فوالذی نفس علی بیدہ لئن رمت واصحابک بشیٔ من ذلک لاسقین الارض من دماءکم فان شئت فاعرض یا عمر فتلقاہ ابو بکر فقال یا ابا الحسن بحق رسول اللہ وبحق من فوق العرش الا خلیت عنہ فانا غیر فاعلین شیئا تکرہہ ۱۲۔

marfat.com

قبریں ایک قسم کی پائیں اور ان میں حضرت فاطمہ کی قبر پہچانی نہ جاتی تھی۔ اس میں بعضے کہنے لگے کہ ہم ان سب قبروں کو کھود کر فاطمہ کی نعش باہر نکالیں گے اور نماز پڑھیں گے۔ جب یہ خبر حضرت علی کو پہونچی تو آپ مثل شیر خشمناک گھر میں سے آئے۔ آپ کی آنکھیں غصے سے سرخ تھیں۔ اور گردن کی رگوں پر خون۔ اور وہ زرد جامہ کہ خاص لڑائی کے دن آپ پہنا کرتے تھے پہنے ہوئے۔ اور ذوالفقار حمائل کئے ہوئے بقیع میں تشریف لائے۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھ کر ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھتے ہو کس جوش اور کس حالت سے علی آرہے ہیں۔ اور قسم کھائی ہے کہ اگر کسی نے ایک پتھر کو بھی قبر سے اُٹھایا تو تمام جماعت کو از اول تا آخر قتل کر دوں گا۔ پھر جب عمر مع اور لوگوں کے آپ کے سامنے آئے تو عمر نے کہا کہ یا ابو الحسن آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ ہم تو فاطمہ کو قبر سے نکال کر جنازے کی نماز ضرور پڑھیں گے۔ آپ نے یہ سُن کر عمر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ان کے کپڑے پکڑ کر ان کو ایسی جنبش دی کہ وہ زمین پر گر پڑے اور زمین پر گرا کر آپ نے کہا کہ اے سیاہ لونڈی کے بچے خلافت جو میرا حق تھا تم نے لے لیا اور میں کچھ نہ بولا اس خیال سے کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ لیکن قسم ہے اُس کی جس کے قبضے میں علی کی جان ہے کہ اگر تم نے فاطمہ کی قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو زمین کو تم لوگوں کے خون سے سیراب کر دوں گا۔ اب اگر چاہتے ہو تو اچھا آگے بڑھو اور قبر کو ہاتھ لگاؤ۔ اس پر ابوبکر نے آگے بڑھ کر آپ کو قسم دلائی کہ اے ابو الحسن آپ کو رسول خدا اور عرش کے پیدا کرنے والے کی قسم ہے۔ عمر کو چھوڑ دیجئے۔ ہم کوئی کام ایسا نہ کریں گے جو آپ کو ناگوار خاطر ہو۔ اس پر جناب امیر نے ان کو چھوڑ دیا۔ اور لوگ چلے گئے اور علی اپنے گھر کو تشریف لے آئے۔

یہ روایتیں اگرچہ جناب امیر المومنین کی شجاعت اور ہمت اور غیرت اور حمیت اور اسد اللہی کی شان کے مطابق ہیں اور اس سے آپ کا سطوت و جلال بلا شبہ ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اُسی کے ساتھ وصیت نامہ خدا کا بھیجا ہوا بھی دا نشور ہوا جاتا ہے اور وہ اقرار اور عہد جو جناب امیر نے رسول خدا سے کیا تھا اور جس پر جبریل و میکائیل اور ملائکہ مقربین کی گواہی ہوئی تھی کہ میں صبر کروں گا اگرچہ میری حرمت کو ہتک کریں اور میرا ننگ و ناموس برباد ہو اور خانہ کعبہ خراب کیا جائے باطل ہوتا ہے اس لیے کہ گو ان مواقع پر جہاں شرعاً و عقلاً غیظ و غضب ظاہر کرنے کی ضرورت تھی۔ آپ نے ایسا تحمل فرمایا جو انسانی طاقت سے باہر ہے مگر دوسرے موقعوں پر جو مقابل اس کے بہت ہی خفیف تھے آپ نے ایسی اسد اللہی دکھائی کہ زمین و آسمان میں لرزہ پڑ گیا۔ اور تمام مہاجرین

marfat.com

والنصار کانپ اُٹھے اور فقط غیظ و غضب اظہار ہی نہیں کیا بلکہ بعض موقع پر ذوالفقار علی کے جوہر دکھانے اور خون بہانے سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔ یہ مختلف حالتیں جناب امیر کی جو مختلف روایتوں سے شیعوں کی پائی جاتی ہیں ہماری انسانی سمجھ سے باہر ہیں۔ درحقیقت یہ اُن اسرار امامت سے ہیں جن کو نہ فرشتے سمجھ سکے نہ انبیاء اولو العزم، پھر دوسرے لوگ کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ ہم تو اگر کچھ سمجھ سکتے ہیں تو صرف یہ کہ یہ روایتیں محض بے بنیاد ہیں اور ہر موقع اور ہر محل کے مناسب بنائی گئی ہیں اور الف لیلیٰ کی کہانیوں اور امیر حمزہ کی داستانوں سے کچھ کم نہیں ہیں۔ اور اگر عقل کو ذرا بھی دخل دیا جائے تو خدا اور اس کے رسول اور ائمہ کی شان سے یہ تمام باتیں نہایت بعید معلوم ہوتی ہیں۔ اور ہرگز قیاس نہیں آتا کہ جس خدا نے پیغمبر خدا صلعم کو تبلیغ رسالت کے لئے مامور فرمایا ہو۔ اور جس نے صیانت اسلام اور حفاظت مسلمین کے لئے سیف و سناں سے کام لینے کا حکم دیا ہو وہ خلیفہ بلا فصل اور وصی رسول اور ابوالائمہ اور اسد اللہ کو تاکید پر تاکید کرے کہ خلفا کی مخالفت نہ کرنا اور وہ کیسے ہی ظلم و ستم کریں۔ یہاں تک کہ اہل بیت نبوی کی ناموس برباد کریں خانہ کعبہ کو ڈھادیں قرآن کو پارہ پارہ کریں مگر چوں نہ کرنا اول تو اسلام کے اصول اور خدا کی عام ہدایتوں اور رسول خدا کے طرز عمل و امامت کے مقصود اس وصیت کو کچھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ وصیت سراسر اس کے مخالف پائی جاتی ہے۔ اور بالفرض اگر یہ وصیت صحیح ہو اور جس شان سے اور جس اہتمام سے وصیت نامہ بھیجا گیا جو کہ تنزیل قرآن سے بھی بڑھ کر ہے۔ یعنی قرآن کی کوئی سورت یا ایک آیت نہ لکھی ہوئی نازل ہوئی نہ مہر شدہ۔ اور یہ وصیت نامہ اس اہتمام سے بھیجا گیا کہ جبریلؑ پر بھی خدا نے اطمینان نہ کیا شاید یہ خیال کیا ہو کہ وہ کچھ بدل نہ دیں لکھا لکھایا عرش سے نازل کیا۔ اور اس لئے کہ کوئی کھول نہ لے اور قرآن کی طرح اُس میں تحریف نہ کر دے اُس پر مہریں بھی جنت کی لگائی گئیں اور ملائکہ مقربین حفاظت کے لئے اُس کے ساتھ کئے گئے اور پیش کرنے کے وقت سوائے وصی رسول کے تمام لوگ خواہ وہ اہل بیت ہی میں سے ہوں ہٹا دیئے گئے۔ اور بجز علی کے کوئی حاضر نہ رکھا گیا۔ اور پھر اس کی تمہید ایسے لفظوں سے جبریل امین نے شروع کی کہ رسول خدا کانپ اُٹھے اور ایک ایک جوڑ آپ کے بدن کا ہلنے لگا۔ اور پھر جب علی مرتضیٰ وصی رسول اور شیر خدا نے اُسے سُنا تو مارے دہشت اور خوف کے زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ اور خداوند تعالیٰ کو اس وصیت نامے کی شدت اور سختی اور غیر ممکن التعمیل ہونے پر خود اس قدر خیال تھا کہ فقط رسول خدا کا کہہ دینا اور جناب امیر کا اقرار کر لینا کافی نہ سمجھا بلکہ جبریل و

marfat.com

میکائیل وملائکہ مقربین کی اُس پر شہادت لی اور بغیر شہادت لئے اُس اقرار کے وفا کرنے کے عہد کو کافی نہ خیال کیا جبکہ ایسے اہتمام سے اس وصیت نامے پر عہد لیا گیا۔ اس کی تعمیل غصب فدک اور غصب خلافت پر محدود رہی۔ اور دیگر مواقع پر اُس کا کچھ بھی خیال نہ رکھا گیا۔ نہ وہ عہد پورا کیا گیا۔ عہد تو ایسا سخت تھا کہ غصہ کرنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ اور بڑے سے بڑے واقعات پر چون وچرا کرنے کی ممانعت تھی۔ مگر کس آسانی سے خلاف اُس کے کرنا اور اُس عہد کا توڑنا بیان کیا جاتا ہے خفیف سے خفیف معاملات پر نہ صرف اظہار غیظ وغضب پر جناب امیر نے کفایت فرمائی بلکہ ذوالفقار علی سے بھی کام لیا اور کام لینے کا ڈر دکھایا اور اُن عہود ومواثیق کا جن پر ملائکہ عرش بریں کی شہادت تھی کچھ خیال نہ کیا۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی روایتیں بیان کرنے اور ہر موقع کے لئے ایک روایت گڑھ لینے سے بجز مذہب کی ہنسی کرانے اور خدا ورسول پر تہمت لگانے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور تناقض اور اختلاف ان روایتوں کا اس طرح پر ان کا کذب ظاہر کر دیتا ہے کہ دوسرے کو اس کی تردید اور تکذیب کی وجہ پیش کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر یہ بات بھی خیال میں نہیں آتی کہ اُس وصیت نامے کا مضمون کلاً یا جزءً کیونکر ظاہر ہوا۔ اور کس طرح راویوں کو معلوم ہوا کہ اُس مہری اور دستخطی وصیت نامے کا یہ مضمون تھا جو اوپر بیان کیا گیا۔ اُس کے مضمون کا افشا کرنا بد عہدی تھا اور اس لئے یہ نہیں مانا جا سکتا کہ ائمہ نے کسی سے اس کا ذکر کیا ہو۔ اس لئے کہ جیسا کہ روایت مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا۔ یہ وصیت خود ایک راز سربستہ تھی اور اُس کے پوشیدہ رکھنے اور کسی پر ظاہر نہ ہونے کے لئے خاص اہتمام خدا کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اوّل یہ کہ وہ لکھا ہوا تھا۔ اور سوائے خدا کے کوئی دوسرا اُس کا لکھنے والا نہ تھا۔ دوسرے سربمہر تھا۔ اور گو جبریل امین اور ملائکہ مقربین اُسے لائے اور کوئی اندیشہ اُس کے مضمون کے ظاہر ہونے کا نہ تھا جس کے لئے مہر کی ضرورت ہوتی مگر مزید احتیاط سے اُس پر جنت کی مہر لگائی گئی تھی اور پھر جب جبریلؑ امین رسول خدا کے پاس پہونچے تو سب کو ہٹا دیا اور خدا کی طرف سے اوّل ہی یہ حکم سُنایا کہ سوائے علی کے کوئی نہ رہنے پاوے۔ البتہ حضرت فاطمہؓ پس پردہ بیٹھی تھیں اور اُن سے بھی آخر یہ عہد لیا گیا تھا جبکہ ایسی پوشیدہ کاروائی اس وصیت نامے کے متعلق کی گئی تو اس وصیت نامے کا مضمون کس نے فاش کیا اور حضرات ائمہ تک کیونکر پہونچا۔ جناب امیر یا حضرت فاطمہؓ یا حسین کی نسبت تو کوئی خیال بھی نہیں۔

marfat.com

کر سکتا کہ وہ ایسے سر مکتوم اور وصیت مختوم کو کسی پر ظاہر کریں۔ اور بعد اُن کے یہ وصیت نامہ صرف ائمۂ کرام کے ہاتھ میں رہا وہ بھی اس کے اخفا پر ویسے ہی مامور تھے جیسے کہ جناب امیر پھر امام موسیٰ کاظم یا امام جعفر صادق نے کسی شخص سے گو وہ ان کے شیعیان خاص ہی ہیں سے کیوں نہ ہو کس طرح ظاہر کیا اور کیونکر ایسی عہد شکنی گوارا کی بغرضیکہ یہ روایت ایسی لطیفا اور دلکش اور دل خوش کن ہے کہ جس پہلو کو اس کے دیکھئے عجیب تماشا نظر آتا ہے۔ اور جس بات پر نظر کیجئے تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے۔

جناب امیر نے جس طرح پر اس وصیت نامے پر عمل کیا اس کا حال تو ناظرین کو معلوم ہو گیا اب سُنئے کہ جناب سیدہ نے کہ وہ بھی اس کے عمل کرنے پر مامور تھیں کس طرح پر تعمیل کی۔ اس کا حال یہ ہے کہ کافی میں عبد اللہ بن محمد جعفی نے امام باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ان دونوں اماموں نے فرمایا کہ جب ہوا جو کچھ ہونے والا تھا تو حضرت فاطمہ نے عمر کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ اے ابن خطاب واللہ اگر مجھ کو یہ پسند نہ ہوتا کہ بے گناہ بھی مصیبت میں پڑ جائیں گے تو میں خوب جانتی ہوں کہ اگر خدا کی قسم کھا بیٹھونگی تو وہ میری دعا فوراً قبول کرے گا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس خیال کے کہ بے گناہ بھی عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں حضرت فاطمہؓ نے بد دعا نہیں کی۔ مگر صبر کے درجہ پر بھی قدم ثابت نہیں رکھا اس لئے کہ غیر محرم کا گریبان پکڑ کر کھینچنا شان سے حضرت سیدہ کی نہایت بعید ہے اور اسی وجہ سے ہم اس روایت کو غلط کر سکتے ہیں۔

ایک روایت میں اس سے بڑھ کر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ حسنین کا ہاتھ پکڑ کر فریاد کیلئے مرقد مبارک پر پہونچیں۔ حضرت امیر نے سلمان سے کہا کہ جاؤ دختر محمدؐ کی خبر لو میں دیکھتا ہوں کہ مدینے کی دیواریں ہلنے لگی ہیں۔ اور اگر وہ بالوں کو کھول اور گریبان کو پھاڑ کر رسول کی قبر پر فریاد کریں گی۔ تو فوراً مدینہ معہ اُس کے رہنے والوں کے زمین میں دھنس جائے گا۔ اور ان لوگوں کو بالکل مہلت نہ ملے گی۔ پس سلمان فوراً اُن کے پاس پہونچے اور کہنے لگے کہ حضرت امیر نے فرمایا ہے کہ آپ واپس جائیں اور صبر کریں۔ اور

---

۱ عن عبد اللہ بن محمد الجعفی عن ابی جعفر و ابی عبد اللہ قالا ان فاطمۃ لما کان من امرہم ما کان اخذت بتلابیب عمر فجذبتہ الیہا ثم قالت اما واللہ یا ابن الخطاب لولا انی اکرہ ان یصیب البلاء من لا ذنب لہ لعلمت سأقسم علی اللہ ثم اجدہ سریع الاجابۃ ۱۲۔

۲ یہ روایت حق الیقین میں ہے جو چاہے اصل سے مقابلہ کرے ضرورت نقل اصل عبارت کی معلوم نہ ہوئی۔ ۱۲ منہ

marfat.com

اس امت پر عذاب کا باعث نہ بنیں۔ فاطمہ نے کہا کہ اگر انہوں نے کہا ہے تو اچھا میں لوٹی جاتی ہوں اور صبر کروں گی۔ اور ایک دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادق سے یہ منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے اپنے سر کے بال کھولنے کا ارادہ کیا تو سلمان کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس موجود تھا اور بخدا میں نے دیکھا کہ مسجد کی دیواریں جڑ سے اکھڑ گئیں اور اتنی اونچی ہو گئیں کہ اُن کے نیچے سے آدمی گذر سکتا تھا پس میں ان کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ سیدہ من وخاتون من خدا نے تمہارے والد بزرگوار کو جملہ عالم کیلئے رحمت بنایا تھا تم سبب نزول عذاب مت بنو۔ اس پر حضرت فاطمہ مسجد سے باہر چلی گئیں اور دیواریں اپنی جگہ پر آگئیں دیواروں کے بلند ہو جانے اور اپنی جگہ چھوڑ دینے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آنے سے جو خاک اُڑی اس کی گرد ہماری ناکوں میں پہونچی فقط۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ نے اپنی طرف سے نہ صبر فرمایا اور نہ وصیت کا کچھ ذکر کیا اور نہ اس کی رعایت کی بلکہ یا تر اللناس یا حضرت علی کے کہنے یا سلمان کے عرض کرنے سے اپنے ارادے سے باز رہیں اور لوگوں کو ہلاک کرنے اور عذاب نازل کرنے کی دعا نہ کی۔ اگر وصیت کی روایت صحیح ہوتی تو جناب سیدہ خود ہی صبر فرماتیں اور اس قسم کا ارادہ ہی نہ کرتیں۔ یا وصیت کی یاد کر کے اس ارادے سے باز رہتیں۔ نہ کہ دیگر وجوہ سے۔

علاوہ بریں بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ تو صحابہ کا ظلم دیکھ کر صبر کر چکے تھے اور محزون اور مظلوم بیٹھے رہتے تھے، مگر حضرت فاطمہ اُن کے اس سکوت اور خانہ نشینی کو اپنے حق طلب نہ فرمانے کو پسند نہ کرتی تھیں اور اس پر غصہ کیا کرتیں۔ یہاں تک کہ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت فاطمہ امیر المومنین سے اس بات پر رنج کا اظہار کر رہی تھیں کہ یکایک موذن نے اذان دی اور اشہد ان محمد ارسول اللہ کی آواز سنائی دی تو حضرت علی نے فاطمہ سے کہا ایسرك زوال هذا النداء من الارض قالت لا قال فانه لا اقول لك کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتی ہیں کہ

لہ چون آنحضرت را دستیاری دپای مردے نبود دل برصبر نہاد و محزون و مظلوم بہ نشست یک روز جہاں افتاد کہ فاطمہ از تقاعد امیر المومنین در طلب حق خویش اظہار زجرتے مبفر مود گاہ بانگ اذان بالا گرفت و موذن گفت اشہد ان محمد رسول اللہ فقال لہا ایسرک زوال ہذا النداء من الارض قالت لا قال فانہ لا اقول لک چون بانگ اذان فراز سید و نام رسول خدا گوش زد فاطمہ گشت علی فرمود دست داری کہ این نام از زبانہا مہجور افتد عرض کرد دوست ندارم فرمود من بیم دارم کہ چون دست بشمشیر کنم یکبارہ مردمان مشرک شوند۔ از ناسخ التواریخ صفحہ ۵۲ جلد ۲

marfat.com

یہ نام زبان پر نہ آوے اور یہ ندا سنائی نہ پڑے۔ حضرت فاطمہ نے کہا نہیں تب آپ نے فرمایا کہ اسی کا تو مجھے خوف ہے کہ اگر میں اپنے حق کے لئے مقابلہ اور مقاتلہ کروں تو خوف ہے کہ یکبارگی سب آدمی مشرک ہو جائیں۔

اور سب سے بڑھ کر وصیت کی روایت کو جو چیز باطل کرتی ہے۔ وہ جناب امیر المومنین کا خطبہ شقشقیہ ہے۔ اور یہ وہ خطبہ ہے جس کو امامیہ قرآن مجید کی برابر سمجھتے ہیں۔ اور اس کی صحت میں شبہ کرنا گویا قرآن مجید میں شبہ کرنا خیال کرتے ہیں۔ اس میں حضرت امیر فرماتے ہیں کہ اما واللہ لقد تقمصہا فلان وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی الطیر فسدلت دونہا ثوبا وطویت عنہا کشحا وطفقت ان ارتئی بین ان اصول بید جذاء او اصبر علی طخیۃ عمیاء یہرم فیہا الکبیر ویشیب فیہا الصغیر ویکدح فیہا مومن حتیٰ یلقی ربہ فرایت ان الصبر علی ہاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی جس کا ماحصل یہ ہے کہ جب ابوبکر نے خلافت لے لی باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے کہ نظام خلافت کا مدار مجھ پر ہے اور تمام علوم اور حکمتیں اور تدبیرات اور تصرفات مجھ سے خلق پر ایسے نازل ہوتے ہیں جس طرح کسی بلند پہاڑ سے پانی گرتا ہو میرے کمالات کو کوئی نہیں پہونچ سکتا اور جب میرے اس درجے کو جان کر خلعت خلافت خود پہن لیا تو میں نے صبر کا جامہ پہنا اور اس کی طلب سے ہاتھ کھینچا اور اس کی طرف التفات نہ کیا کیونکہ میں نے اس معاملے میں خوب فکر کی اور اچھی طرح اس پر غور کیا کہ دو کاموں میں سے مجھے ایک کام کرنا چاہئے یا تو کٹے ہوئے ہاتھ سے حملہ کرنا یعنی بے معاون و ناصر کے اُن سے مقابلہ کرنا یا صبر و شکیبائی اختیار کر کے چپ رہ جانا۔ اور صبر بھی اُس تاریکی کی حالت پر جس میں امور خلافت مشتبہ ہو رہے ہوں۔ اور لوگ قعر ضلالت میں مثل اندھوں کے گر رہے ہوں۔ اور نیز ایسے زمانے تک کہ جس میں جوان بوڑھا اور بچہ جوان ہو جائے اور مومن رنج و مصیبت اٹھاتا رہے۔ یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملے۔ ان دو راہوں پر جب میں نے غور کیا تو مجھے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس شدت ظلمت میں صبر کرنا قرین عقل ہے۔ اس لئے میں نے صبر کیا اور منازعت اور محاربے کو چھوڑا حالانکہ میری آنکھوں میں خار کھٹکتا تھا اور یہ حالت دیکھ

marfat.com

کر میرا عیش منغص تھا۔

ملا فتح اللہ شرح فارسی نہج البلاغت میں فسدلت دونہا ثوبا اور اس کے بعد کے فقروں کے ترجمہ اور شرح میں لکھتے ہیں کہ پس فرو گذاشتم نزد آں خلافت جامہ صبر را و دست از طلب آن باز داشتم و در نور دیدم ازاں تہی گاہ را و بیک جانب شدم یعنی اعراض نمودم ازان و اصلا التفات بجانب او نکردم و در ایستادم بفکر کردن در امر خود و جولان دادن فکر میاں آنکہ حملہ آرم بدست بریدہ۔ این کنایت ست از عدم معاون و ناصر چہ در ملازمت او بیش از دوازدہ کس نبودند۔ یا صبر نمایم و شکیبائی پیشہ کنم بر ظلمتی کہ متصف بصفت کوری ست۔ و این کنایت ست از شدت التباس در امور خلافت۔ یعنی با شکیبائی ورزم بر تاریکی التباس امور خلافت کہ خلق بآن مہتدی نمی شوند بحق و بواسطہ آن در وادی ضلالت می افتند مثل کوری کہ بآں راہ نبرند و در چاہ ہلاکت افتند۔ و آن چنان ظلمتی کہ بہ نہایت پیری میرسد و رآں بزرگ سال، بحال پیری میرسد و رآن خورد سال بسبب عدم انتظام امور معاش۔ و تعب و رنج می کشد دران مومن بجہت سعی و اجتہاد در حصول حق و دفع فساد و نمی رسد بآن تا برسد بہ پروردگار خود و چون حال برین منوال بود پس دیدم کہ صبر کردن درین شدت ظلمت اقرب ست بعقل و اولی و الیق ست بآن بسبب انتظام اسلام بواسطۂ عدم معاون و کثرت معاند پس صبر کردم و ترک منازعت و محاربہ نمودم درحالتیکہ در چشم من خاشاک بود و غبار ازان ایذا می یافتم و متاذی می شدم و در گلو استخوان گرفتہ بود کہ ازان منغص بود عیش من۔ این ہر دو فقرہ کنایت اند از شدت غصہ و غم و مرارت صبر و الم انتہی بلفظہ۔

لہ خلافت اول میں میں نے جامہ صبر پہن لیا۔ اور مطالبہ سے ہاتھ کھینچ لیا اور ادہر التفات نہ کرکے ایک جانب ہو بیٹھا۔ اعراض کرکے اس جانب بالکل توجہ نہ دی۔ اور غور و خوض کیا کہ کٹے ہوئے ہاتھ سے حملہ کیا جائے جبکہ میرا کوئی ہمدرد و مددگار نہیں ہے اور اس وقت آپ کے پاس بارہ آدمیوں سے زیادہ نہ تھے یا پھر یہ کروں کہ صبر و شکیبائی اختیار کروں اس ظلمت پر جس میں تاریکی ہے اور یہ کنایہ ہے اس کیفیت کا کہ اس تاریک حالت میں جنگ کرنے کی بہ نسبت صبر کروں جس میں امور خلافت مشتبہ ہو رہے ہیں اور ان سے مخلوق کو ہدایت حق حاصل نہ ہوگی اور لوگ وادی گمراہی میں رہ کر ہلاکت کے گڑھے میں گر رہے ہوں۔ اور یہ تاریکی کا زمانہ اتنا طویل نظر آرہا ہے کہ اقتصادی بدحالی اور خراب انتظام کے سبب جوان بوڑھے اور بچے جوان ہو جائیں گے۔ رفع فساد و حصول حق کیلئے مومن کوشش کرتے ہوئے اللہ کو پیارے (باقی ص۴۴ پر)

marfat.com

اور ابن میثم بحرانی و طفقت بین ان اصول کی شرح میں فرماتے ہیں یعنی یدی انی جعلت اجیل الفکر الخ یعنی جناب امیرؑ کا مقصود یہ ہے کہ امر خلافت کی تدبیر میں میں نے اپنی رائے کو دو نقیضوں کے درمیان پایا یا تو یہ کر جو لوگ میرے سوا امامت کے غاصب ہیں اُن سے لڑوں یا امامت کو چھوڑ دوں اور ان دونوں باتوں میں بڑا خطرہ دیکھا اس لئے کہ کٹے ہوئے ہاتھ سے یعنی بے معاون و معین کے مقابلہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں علاوہ اپنے نفس کو ایذا دینے کے نظام مسلمین کو بے فائدہ تشویش میں ڈالنا ہے اور اسکو چھوڑ دینے میں حق و باطل کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ اور معاملات کا التباس اور اختلاط میں پڑ جانا، اور اس کا دیکھنا نہایت تکلیف دہ ہے پھر آپ نے اپنی ترجیح رائے کا اظہار دوسرے امر کے اختیار کرنے یعنی امامت سے صبر کرنے اور اس کے چھوڑ دینے پر آپ نے اس قول سے فرمایا کہ امامت پر صبر کرنے کو میں نے زیادہ اچھا خیال کیا اور انتظام اسلام کے لئے زیادہ مناسب جانا تاکہ دین قائم رہے اور اس کے قواعد قانون مستقیم پر جاری رہیں اور امور خلق کا انتظام جو شارع علیہ السلام کا مقصود ہے بنا رہے۔ اور بے یار و مددگار کے آپ کا لڑنا امامت کے قائم رہنے کیلئے مفید نہ تھا کیونکہ اگر لڑائی ہوتی تو اس سے مسلمانوں کے امور پراگندہ ہو جاتے اور ان کی ایک بات بنی نہ رہتی اور ان میں فتنہ و فساد بڑھتا اس لئے کہ اسلام کی محبت اکثر لوگوں کے دلوں میں راسخ نہ ہوئی تھی اور ابھی وہ حلاوت اسلام سے واقف نہ ہوئے تھے۔ اور منافق اور اعدا و مشرکین اپنی نہایت قوت کے ساتھ اقطار عالم اور مسلمانوں میں موجود تھے تو باوجود ان حالات کے ملاحظہ کرنیکے امامت کے لئے لڑائی اور منازعت پر جسارت کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا اور صبر کرنا اور امامت کیلئے نہ لڑنا اگرچہ اس میں بھی آپ کی رائے کے موافق دین کا خلل اور اپنے مقصود کے برخلاف تھا اس لئے کہ اگر آپ امامت پر قائم رہتے تو انتظام و قوام دین پوری طرح پر ہوتا مگر یہ خلل بہ نسبت اُس خلل کے جو امامت کیلئے

(بقیہ ص۴۳) ہو جائیں گے۔ ان حالات میں یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس سخت تاریک دور میں صبر کرنا ہی قرین عقل ہے و مناسب ہے اس طرح اسلام کو ٹھیک رکھ سکتا ہوں اور حالت یہ ہے کہ میرے دوست مددگار نادر اور دشمنوں کی کثرت ہے۔ اسلئے میں نے صبر کیا جنگ و جدال نہیں کیا۔ حالانکہ یہ سب امور میری آنکھ میں اس طرح کھٹک رہے تھے جن سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی تھی گویا میرے گلے میں ایک ہڈی پھنس گئی تھی۔ یہ وہ حالات تھے جن میں میری زندگی منغص اور برباد تھی۔ یہ دونوں شدت غم و غصہ اور صبر و رنج کی کیفیات کو بطور کنایہ ظاہر کرتے ہیں۔

marfat.com

لڑائی کرنے اور آپ کی طلب امامت میں ہوتا کم ہے کیونکہ بعض بُرائی دوسری بُرائی سے آسان ہوتی ہے۔ فقط ان الفاظ سے جو جناب امیر نے اس خطبہ میں فرمائے وصیت کی روایت کی پوری پوری تردید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ آپ نے مقابلہ اور مقاتلہ سے اس لئے ہاتھ نہیں اٹھایا کہ اُس کے نہ کرنے کی وصیت تھی اور نہ اس معاملے میں خلافت کے آپ کے لئے خدا کی طرف سے کوئی ہدایت تھی کیونکہ اس خطبہ میں آپ صاف صاف فرماتے ہیں۔ کہ میں نے دونوں پہلو پر نظر کی اور دونوں میں خرابیاں پائیں مگر ترک منازعت کو زیادہ آسان پایا اور مقابلے میں اسلام کی خرابی دیکھی اور اس لئے آسان تر خرابی یعنی ترک منازعت کو اختیار کیا۔ پس یہ فیصلہ آپ نے صرف اپنی رائے سے کیا۔ اور جس طرح ایک دانشمند اور دور اندیش نیک طینت خیر خواہ خلق اور بے نفس و بے غرض آدمی معاملات کے ہر ایک جانب اور ہر ایک پہلو کو دیکھ کر اہون اور اسہل چیز کو اختیار کرتا ہے۔ آپ نے بھی ترک مخالفت کو اختیار کیا اگر خدا کا حکم ہوتا اور آپ کیلئے کوئی خاص وصیت خدا کی طرف سے ہوتی تو پھر رائے اور قیاس کو دخل دینے کی نہ ضرورت تھی اور نہ دخل دینا جائز تھا کیونکہ خدا کے حکم اور وصیت میں رائے اور قیاس کا کیا کام ہے پس اس خطبے سے جس کو حضرات امامیہ معتبرین کلام جناب امیر کا سمجھتے ہیں اور جس کے کسی ایک لفظ اور ایک حرف میں شک نہیں رکھتے وصیت نامے کی روایت غلط ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آپ کی خلافت ہونے سے انتظام دین زیادہ مستحکم ہوتا مگر دوسروں کے خلیفہ ہو جانے سے بھی انتظام اسلام کا قائم رہا اور لوگ مسلمانی پر ثابت قدم رہے اور منافقین اور اعداء اور مشرکین کی قوت کا اثر اسلام پر نہ پڑنے پایا۔

دوسری وجہ جناب امیر کے مقابلہ اور مقاتلہ نہ کرنے اور ہر طرح کے ظلم و ستم سہنے کی یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ آپ کے اعوان و انصار نہ تھے۔ اور گو کوئی شخص کیسا ہی شجاع اور دلیر اور باہمت اور باغیرت ہو مگر اس کا ساتھ دینے والے اور اس کی اعانت و مدد کرنے والے لوگ نہ ہوں تو اس سے کچھ نہیں ہو سکتا اگر جناب امیر کا ساتھ دینے والے اہل بدر کی تعداد کے برابر بھی ہوتے تو آپ بلاشبہ مقابلہ اور مقاتلہ کرتے۔ اور وجہ معاون و انصار کے نہ ہونے کی یہ ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اور سارے اصحاب پیغمبر خدا صلعم کے وفات پاتے ہی مرتد ہو گئے تھے۔ بحار الانوار میں رجال الکشی سے یہ روایت سدیر امام باقرؑ سے یہ روایت لکھی ہے کہ تمام آدمی بعد نبی کے مرتد ہو گئے الا تین شخص اور وہ مقداد بن اسود اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی تھے۔ ان تین میں عمار بن یاسر کا نام نہیں ہے۔ مگر ایک

marfat.com

اور روایت میں اخیر کوان کا نام بھی مرتدین سے خارج کیا گیا ہے۔ ابوبکر جعفری نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بجز تین شخصوں سلمان و ابوذر و مقداد کے سب مرتد ہو گئے تھے۔ میں نے کہا کہ عمار کا کیا حال ہوا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ پہلے انہوں نے حق سے عدول کیا تھا۔ لیکن پھر حق کی طرف رجوع کر گئے۔ بعد اس کے امام نے فرمایا کہ اگر تو ایسا شخص چاہتا ہے کہ جس نے بالکل شک نہ کیا ہو اور اس کے دل میں کوئی وسوسہ نہ آیا ہو تو صرف مقداد ہیں اور سلمان کے دل میں عارضی طور پر یہ بات آئی تھی کہ حضرت علی کے پاس اسم اعظم ہے اگر وہ اس کو اپنی زبان سے نکالیں تو سب مخالف زمین میں دھنس جائیں اور یہ بات بھی ٹھیک تھی۔ پھر اسی روایت میں آگے چل کر یہ لکھا ہے کہ اس کے بعد ابوساسان انصاری اور ابوعمرہ اور شبیرہ تین آدمیوں نے حضرت علی کی طرف رجوع کیا غرضکہ جن لوگوں نے حضرت امیرالمومنین کا حق پہچانا وہ سات آدمی تھے (بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۴۴، ۲۴) عبدالملک بن اعین سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے صحابہ کے ارتداد کے متعلق سوال کرنا شروع کیا اور برابر سوال کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے آپ سے کہا کہ اس صورت میں تو سبھی ہلاک ہو گئے۔ امام نے فرمایا ہاں بخدا اے ابن اعین سب ہلاک ہو گئے۔ میں نے کہا کہ کیا جو مشرق کے رہنے والے تھے وہ بھی اور جو غرب کے رہنے والے تھے وہ بھی ہلاک ہوئے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں خدا کی قسم سوائے تین کے سب ہلاک ہو گئے۔ لیکن بعد کو ابوساسان اور عمار اور شبیرہ اور ابوعمرہ آملے تھے اور سب مل کر سات شخص ہو گئے تھے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعد بیعت ابوبکر کے مہاجرین انصار نے جناب امیر سے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر ثابت قدم نہ رہے جیسا کہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ بعد اس کے مہاجرین وانصار حضرت علی کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہی امیرالمومنین ہیں اور خلافت کے مستحق آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ حضرت علی نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کل سر کے بال منڈوا کر میرے پاس آؤ مگر سوائے سلمان اور مقداد اور ابوذر کے کسی نے بال نہ منڈائے اور پھر دوسری مرتبہ آئے اور بیعت کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی پھر حضرت نے وہی فرمایا اور پھر بھی انہوں نے اس کی تعمیل نہ کی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ کیا عمار اُن لوگوں میں داخل نہ تھے جنہوں نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی تھی فرمایا نہیں پھر میں نے کہا کہ عمار بھی مرتدین میں داخل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بعد اس کے حضرت علی کی طرف سے لڑے اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ گو وہ اس وقت مرتد ہو گئے تھے مگر پیچھے حضرت علی کے ساتھ دینے

marfat.com

ان کی طرف سے لڑنے کے سبب اُن کا ایمان قائم رہا۔

اور کافی میں ابوالہیثم بن تیہان سے روایت ہے کہ امیرالمومنین علی نے مدینے میں لوگوں کے سامنے ایک خطبہ پڑھا جس میں بعد حمد کے آنحضرت صلعم کے فضائل بیان کئے اور یہ فرمایا کہ آپ نے اپنی پیغمبری کا کام پورا کیا اور رہنمائی کے راستے مقرر کئے۔ اے لوگو جن کو فریب دیا گیا۔ اور وہ فریب میں آ گئے اور فریب دینے والے کے مکر کو پہچان گئے۔ اور جان بوجھ کر اُسی پر اڑے رہے اور ہوائے نفس کا اتباع کرتے رہے حق ان کے لئے ظاہر ہوا لیکن وہ اُس سے باز رہے اور کھلا ہوا راستہ اُن کے سامنے تھا اور وہ اس سے پھر گئے۔ اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو اگایا۔ اور بچے کو پیدا کیا اگر تم علم کو معدن علم سے حاصل کرتے اور شیریں پانی پیتے اور نیکی کی توقع سے نیکی کا ذخیرہ کرتے اور صاف صاف راستے اختیار کرتے اور کھلے ہوئے حق کے راستے پر چلتے تو صاف صاف راستے تم پر کھل جاتے اور تمہارے نشانیاں ظاہر ہو جاتیں۔ اور اسلام تمہاری نظر میں روشن ہو جاتا خوشی اور مزے سے تم کھاتے اور کوئی شخص تم میں سے تنگ حال نہ ہوتا۔ اور کوئی مسلمان اور وہ شخص جس سے عہد کیا گیا ہوتا ستم رسیدہ نہ ہوتا۔ لیکن تم لوگ ظلم کے راستے پر چلے اس واسطے باوجود فراخی کے دنیا تم پر تاریک ہو گئی اور علم کے دروازے تمہارے سامنے سے بند ہو گئے تم نے اپنی خواہشوں سے گفتگوئیں کیں اور اپنے دین میں مختلف ہو گئے۔ اور بغیر علم کے دین الٰہی میں فتویٰ دیئے اور کج طبع لوگوں کا تم نے اتباع کیا انہوں نے تم کو گمراہ کر دیا اور تم نے اماموں کا ساتھ چھوڑا۔ انہوں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا تم عنقریب اپنی بوئی ہوئی چیزوں کو قطع کرو گے اور اُس کی ناگواری معلوم کرو گے۔ جو تم نے گناہ کئے اُن کا ناگوار مزہ چکھو گے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانے کو اُگایا اور بچے کو پیدا کیا۔ کہ بے شک تم جانتے ہو کہ میں تمہارا صاحب اور حاکم اور عالم ہوں۔ میں وہ شخص ہوں کہ تمہاری نجات میرے علم پر موقوف ہے۔ تمہارے پیغمبر سرور عالم صلعم کا وصی ہوں۔ تمہارے پروردگار نے مجھ کو منتخب کیا ہے۔ عنقریب آہستہ آہستہ وہ مصیبتیں تم پر نازل ہوں گی جن کا وعدہ کیا گیا ہے اور پہلی امتوں پر وہ نازل ہو چکی ہیں۔ واللہ اگر میرے پاس طالوت کے ساتھیوں کی برابر یا اہل بدر کی تعداد کی برابر لوگ ہوتے تو میں تم کو تلوار سے ایسا مارتا کہ تم حق کی طرف سب رجوع کرتے اور صدق کی طرف متوجہ ہوتے اُس وقت میں بند و بست کرتا اور لطف اور نرمی سے کام لیتا۔ اے بارخدایا تو ہم میں حق بات کا فیصلہ کر دے۔ تو سب حاکموں میں بہتر ہے۔ اس خطبے کے پڑھنے کے بعد حضرت علی مسجد سے باہر آئے۔ اور ان کا گذر ایک

marfat.com

بکریوں کے گلے پر ہوا جس میں تیس بکریاں تھیں۔ تب حضرت علی نے کہا کہ اگر میرے پاس ان بکریوں کی تعداد کی برابر خدا اور رسول کے خالص دوست ہوتے تو میں اکلۃ الذبان کے بیٹے (ابوبکر) کو حکومت سے نکال دیتا۔ پھر شام کے وقت تین سو ساٹھ آدمیوں نے مرجانے پر اُن سے بیعت کی حضرت علی نے کہا تم صبح کے وقت مقام احجار الزیت میں (نام مقام قریب مدینہ) سر منڈوا کر آو حضرت علی نے سر منڈالیا لیکن اُن لوگوں میں سے سوائے ابوذر اور مقداد اور حذیفہ اور عمار کے کسی اور کو سر منڈا ہوا نہ پایا۔ اخیر میں سب کے سلمان آئے۔ پھر حضرت علی نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر کہا بار خدایا اُن لوگوں نے ہم کو کمزور پالیا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارون کو ضعیف پالیا تھا۔ بار خدایا تو اُن چیزوں کو بھی جانتا ہے جن کو ہم چھپاتے ہیں اور ان کو بھی جن کو ظاہر کرتے ہیں۔ کوئی چیز زمین و آسمان کی تجھ پر مخفی نہیں ہے۔ تو مجھ کو اسلام پر موت دے اور نیک لوگوں سے مجھ کو ملا دے۔ قسم ہے بیت اللہ کی اور حج کے لئے بیابان میں نکلنے والے کی اور مزدلفہ کی کہ اگر مجھ کو اس عہد کا خیال نہ ہوتا جو آنحضرت نے مجھ سے لیا تھا تو میں مخالفوں کو موت کی خلیج تک پہونچا دیتا۔ اور میں اُن پر موت کی بدلی موسلا دھار پانی برساتی ہوئی اور گرجتی ہوئی بھیجتا۔ اور بیشک بہت جلد ان کو معلوم ہو جائے گا۔

عمرو بن ثابت سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سُنا کہ آنحضرت کا انتقال ہو گیا تو سب لوگ مرتد ہو گئے صرف تین مسلمان رہے سلمان، مقداد اور ابوذر۔ اور نیز روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد چالیس آدمی حضرت علی کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا واللہ ہم تمہارے بعد کسی کی کبھی اطاعت نہ کریں گے۔ حضرت علی نے کہا کیا وجہ۔ انہوں نے کہا کہ روز غدیر ہم نے تمہارے حق میں سنا ہے۔ حضرت علی نے کہا ہے ہم ایسا کرو گے۔ انہوں کہا ہاں۔ حضرت علی نے کہا تو کل تم میرے پاس سر منڈا کر آجاؤ۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ بجز ان تینوں کے اور کوئی نہیں آیا۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر بعد ظہر کے آئے تو ان کے سینے پر حضرت علی نے ہاتھ مارا اور فرمایا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم غفلت کی نیند سے جاگو۔ جاؤ مجھ کو تمہاری کوئی حاجت نہیں ہے۔ تم نے سر منڈانے میں تو میرا کہنا مانا نہیں۔ لوہے کے پہاڑوں سے جنگ کرنے میں تم میرا کیا کہنا مانو گے تم چلے جاؤ مجھے تمہاری کچھ حاجت نہیں۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے تین کے سب لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ مگر کافی میں ایک اور روایت ہے جو اس کے مخالف ہے۔ اور جس

marfat.com

سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مرتد نہ ہو جانے کے خیال سے حضرت علی نے اپنے حقوق کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور تر مالللناس تمام مصائب اپنے اوپر گوارا کئے۔ زرارہ نے امام باقر سے بیان کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ جب لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی اور کیا جو کچھ کیا تو حضرت علی نے لوگوں کو رحمدلی کی وجہ سے اپنی طرف نہیں بلایا ان کو اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ اسلام سے پھر جائیں اور بت پرستی کرنے لگیں اور کلمۂ شہادت ترک کر دیں۔ بلکہ آپ کو یہی پسند ہوا کہ لوگ اسلام سے مرتد نہ ہوں۔ اور اپنی حالت پر قائم رہیں۔ اس لئے جن لوگوں نے قصداً بیعت آپ کی نہیں کی تھی۔ اور لوگوں کی دیکھا دیکھی بغیر علم اور بغیر عداوت امیرالمومنین کے ابوبکر کی بیعت کر لی تھی وہ لوگ اس بیعت کی وجہ سے کافر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ دائرہ اسلام سے نکل سکتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت علی اپنی حالت کو چھپایا کئے۔ اور بالکراہ خود بھی بیعت کر لی۔ چونکہ یہ حدیث بالکل منافی اور مناقض احادیث سابقہ کے ہے کیونکہ اُن سے تمام مسلمانوں کا مرتد ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس حدیث سے حضرت علی کا دعویٰ نہ کرنا اور مقابلہ نہ فرمانا صرف اس خیال سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو اندیشہ تھا کہ ایسا کرنے سے لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ اس لئے جناب ملا باقر مجلسی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ کہ اسلام سے مرتد نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ظاہر اسلام کی پابندی کریں۔ اور کلمہ پڑھتے رہیں۔ اس لئے کہ امت کی بھلائی اسی میں تھی کہ وہ اسلام پر باقی رہیں۔ تاکہ مدتوں کے بعد اُن کو یا اُن کی اولاد کو حق کے قبول کرنے اور ایمان میں داخل ہونے کا موقع مل سکے۔ اس صورت میں یہ قول اُس قول کے منافی نہیں ہے کہ صرف تین ہی آدمی ارتداد سے بچ گئے تھے۔ اس لئے کہ مرتد ہونے کے وہاں یہ معنی ہیں کہ انہوں نے عموماً دین کو فی الحقیقت چھوڑ دیا تھا۔ اور یہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ اُن میں اسلام کی صورت باقی تھی اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی کے لحاظ سے کافروں کے حکم میں داخل تھے۔ اور یہ بھی اُن لوگوں کے لئے ہے۔ جنہوں نے حضرت علی کی امامت کے نص کو نہ سُنا ہو اور اُسے حضرت علی سے بغض و عداوت نہ ہو۔ مگر جس شخص نے اِن باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی کی وہ گویا پیغمبر کے قول کا منکر ہو گیا۔ اور ظاہر میں بھی کافر اور کوئی حکم احکام اسلام اس کے لئے باقی نہ رہا اور وہ واجب القتل ہے۔

جناب عمدۃ المتکلمین و زبدۃ المتاخرین مولوی سید حامد حسین صاحب استقصا کی جلد دوم میں بھی

marfat.com

اسی کی تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حدیث ارتدت الصحابۃ کلھم الا ثلاثۃ واشتالہ ہرگز اہل حق محمول بر ردت شرعی وکفر ظاہری نمی سازند چنانچہ در عبارت بحار کہ آنفا منقول شد صریح مذکور ست کہ مراد از ارتداد دریں احادیث ارتداد در دین واقعست یعنی نہ ارتداد از دین وظاہر بالجملہ مراد از ارتداد ور امثال این احادیث ارتداد بمعنی عام ست کہ منافی اسلام ظاہری نیست وور معنی عام ارتداد ہمہ باداخل می توانند شد ہم مرتدین شرعی وہم کسانیکہ بر اسلام ظاہری باقی ماندو از ایمان بدرر فتند۔ پھر آگے اس کے مولوی صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ وتوضیح مقام این ست کہ ارتداد را دو معنی ست یکی عام ویکی خاص۔ اما ارتداد عام پس بمعنی لغوی ست یعنی برگشتن از چیزی واین معنی شامل ست جمیع انواع ارتداد را۔ خواہ ارتداد از اسلام باشد خواہ ارتداد از ایمان۔ خواہ ارتداد از اخلاق حسنہ وعادات جمیلہ وامثال ذلک۔ واما ارتداد خاص پس ارتداد شرعی ست یعنی برگشتن از اسلام واختیار کردن کفر کہ موجب جریان احکام کفار در دار دنیا بر صاحب آن توانند شد۔ اور اس کے بعد جناب ممدوح نے خلفاء ثلثہ کی نسبت دونوں قسم کے ارتداد کا دعویٰ کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ فان کفرھم وارتدادھم واضح لاسترۃ فیہ

ؔ اہل حق شرعی مرتد اور ظاہری کافر نہ تھے۔ جیسا کہ بحار الانوار میں صاف لکھا ہے کہ احادیث ارتداد سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے دین میں کمی وبیشی کی اور ہرگز ہرگز یہ لوگ ظاہری طور پر خود مرتد نہ تھے۔ غرضکہ اسکا قسم کی احادیث میں ارتداد سے وہ عمومیت مراد ہے جو ظاہری مسلمان ہونے کے منافی نہیں ہے اور اس عام ارتداد میں یہ سب داخل ہو سکتے ہیں۔ عام ازیں کہ شرعی مرتد ہوں یا ظاہری مسلمان ہوں اور ایسے لوگ ایمان سے خارج ہیں

ؔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ارتداد کے دو معنی ہیں۔ ایک عام دوسرا خاص۔ ارتداد عام کے معنی ہیں کسی چیز سے پھر جانا اور یہ معنی عام اقسام کے ارتداد پر حاوی وشامل ہیں۔ عام اس سے کہ اسلام سے ارتداد ہو یا ایمان سے کہ اخلاق حسنہ کا ترک ہو یا عمدہ عادات وخصائل سے کنارہ کشی وغیرہ وغیرہ۔ ارتداد خاص کے معنی ہیں ارتداد شرعی یعنی اسلام سے پھر جانا اور کفر اختیار کر لینا اور ایسے شخص پر دنیا میں کافروں جیسے احکام جاری ہو سکتے ہیں اور ان کا کافر ومرتد ہونا ایسا واضح ہے جس پر کوئی پردہ نہیں ہے۔

marfat.com

غرضکہ حضرات امامیہ نے ارتداد کی دو قسمیں کی ہیں ارتداد حقیقی یعنی ظاہراً و باطناً مرتد ہو جانا اس میں خلفاء ثلثہ کو نعوذ باللہ من ذالک اور سامعین نص کو شریک کیا ہے۔ اور دوسری ارتداد باطنی یعنی بظاہر اسلام پر قائم رہنا اور اس میں اُن لوگوں کو داخل کیا ہے۔ جنہوں نے بغیر علم اور بغیر عداوت جناب امیر کے دھوکے میں آکر یا اور لوگوں کی دیکھا دیکھی خلفاء ثلثہ کی بیعت کی اور پھر اس قسم کے لوگوں کو جبکہ وہ شریک جناب امیر کے ہو گئے مسلمانوں اور مومنین میں داخل کر لیا ہے۔ اول تو یہ تقسیم ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے کہ ارتداد اصلی یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول اور ماجاء بہ النبی سے انکار کیا جائے۔ اور ایسا انکار صحابہ کی نسبت ثابت نہیں خصوصاً خلفاء ثلثہؓ۔ اور ان کے اعوان و انصار کی نسبت۔ اس لئے کہ اُن کے اسلام ظاہری پر قائم رہنے کی تصدیق خود حضرات امامیہ کے اکثر اقوال سے ہوتی ہے جیساکہ علم الہدی صاحب مغنی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ کہنا قاضی کا کہ جس طرح امام حسین نے یزید سے مخالفت کی اور اس کی برائیاں ظاہر کیں جناب امیر کو بھی چاہیے تھا کہ اپنے مخالفین سے مخالفت کرتے اور نکیر یعنی اعتراض اور انکار ظاہر کرتے اور لوگوں کو اس کے خلاف میں برانگیختہ فرماتے "بعید از صواب ہے۔ اس لئے کہ جو خوف یزید سے تھا مثل اُس خوف کے نہیں تھا جو خلفاء سے کیا جاتا اس لئے کہ یزید فسق و فجور کا اعلان کرتا اور دینداری سے بے پرواہ تھا اور سب جانتے تھے کہ اُس میں امامت اور خلافت کی قابلیت نہیں ہے۔ اور کوئی شرط شرائط امامت میں سے اُس میں پائی نہیں جاتی۔ بخلاف خوف کرنے کے ایسے شخص سے جو بزرگ اور مقدم قوم ہو اور حسن ظاہر میں متصف اور جم غفیر اسے امامت کے لائق جانتے ہوں بلکہ اس کے رتبے کو خلافت سے بڑھ کر سمجھتے ہوں پس قیاس ایک کا دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔ اس میں جناب علم الہدی نے حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت ان باتوں کو تسلیم کیا ہے کہ وہ مقدم اور معظم قوم تھے۔ اور بحسن ظاہر متصف اور امامت کو لوگ ان کے رتبے سے کم سمجھتے تھے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں وکیف یکون الخوف من مظهر الفسق والخلاعة ولا شبهة فی ان امامته ملك وغلبة و انه لا شرط من شرائط الامامة فیه کالخوف من مقدم معظم جمیل الظاهر یری اکثر الامامة ان الامامة دونه وانها ادنی منازله وما الجمع بین الامرین الا کالجامع بین الضدین۔ اور محقق جیلانی فتح السبل میں لکھتے ہیں کہ:۔

marfat.com

سبب دیگر در تقویت حسن ظن مردم بعاقدین بیعت آن شد کہ آنہا نفوس خود را از اموال باز داشتند و شیوۂ زہد در دنیا پیش گرفتند و رغبت بدنیا و زینت آن را ترک کردند و قناعت بقلیل و اکل خشن و لباس کرباس ملک خود ساختند درحالیکہ اموال برائے ایشان حاصل و دینار وکردہ بود و آن را درمیان قوم قسمت می کردند و خود را بآن اصلا آلودہ نمی کردند پس دلہای مردم بایشان مائل شد و ایشان را دوست داشتند و ظنون مردم بایشان نیک شد و ہر کس را کہ دربارۂ ایشان شبہہ در خاطر بود یا توقفی داشت باخود گفت کہ اگر ایشان بہوائے نفس مخالفت نص پیغمبر کردہ بودند بایست اہل دنیا باشند و ترک اموال و لذات نکنند تا خسران دنیا و آخرت ہر دو برای ایشان نباشد و اینہا اہل عقل و رای صحیح اند چگونہ خسران دنیا و عقبی ہر دو را پسندیدہ باشند پس فعل ایشان صحیح است و کسی را شکی در صلاح ایشان باقی نماند و اعتقاد بولایت ایشان کردند و افعال ایشان پسندیدند انتہی بلفظہ پس یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ خلفاء اور ان کے اعوان و انصار نے اسلام کو بایں معنی ترک کر دیا

ل دوسرا سبب یہ ہے کہ خلفاء کی بابت لوگوں کو پختہ حسن ظن تھا جس کی وجہ سے انہوں نے بیعت کی کہ انہوں نے اپنی ذات کو دولت دنیاوی سے باز رکھا دنیا میں زاہدوں کا شیوہ اختیار کیا۔ دنیا اور دنیا داری سے رغبت نہ کی اور تھوڑے پر ہی قناعت کی سوکھی غذا اور موٹا لباس اختیار کیا۔ اس دور خلافت میں جبکہ دولت و زر ان کے قبضے میں تھا۔ اور یہ لوگ آمدہ مال کو قوم میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور اس میں سے کوئی حبہ خود نہ لیتے تھے۔ اور سرکاری مال سے خود کو انہوں نے بالکل بھی آلودہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ سے لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو گئے اور ان کو دوست رکھنے اور ان سے نیک گمان کرنے لگے اور جن لوگوں کو ان خلفاء کی بابت شک و شبہ تھا یا بیعت کرنے میں انہوں نے توقف کیا تھا۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا اگر ان خلفاء نے رسول اللہ کے احکام کی مخالفت کی ہوتی تو یہ لازماً دنیا دار ہوتے اور لذات دنیاوی و دولت ترک نہ کرتے اور دنیاوی و اخروی ذلت ان کے لئے نہیں ہے اور یہ بات واضح ہے کہ یہ خلفاء چونکہ عقلمند اور صائب الرائے ہیں اس لئے دنیاوی و اخروی نقصان دونوں کو پسند نہیں کرتے۔ اس لئے بھی ان کے افعال صحیح و درست ہیں اور کسی شخص کو ان کی صلاحیت کے بارے میں شک و شبہ باقی نہ رہا اور لوگ ان کی ولایت و خلافت کے معتقد ہو گئے۔ اور ان کے اعمال و افعال کو بنظر پسندیدگی دیکھا۔

marfat.com

کہ وہ خدا اور رسول کے منکر ہو گئے ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ امامت جو حق علی مرتضیٰ کا تھا وہ ان کو ندی اور نہ صرف منکر امامت بلکہ غاصب امامت ہو گئے۔ اس لحاظ سے اُن کو شیعہ اپنی اصطلاحی ارتداد کے مطابق مرتد کہیں تو کہیں۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ دوسرے صحابی جن کی تعداد ہزاروں سے کچھ کم نہ تھی۔ اور جو جناب امیر کے زمانے میں ان کے شریک ہوئے کیوں شروع میں علی مرتضیٰ سے پھر گئے۔ اور ان کی اعانت اور مدد نہ کی۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ دھوکہ میں آ گئے۔ تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے کہ حضرت علی کی امامت کا معاملہ پیغمبر خدا صلعم نے اس اعلان کے ساتھ طے کیا تھا۔ اور اس کا اس خوبی سے اشتہار دیا تھا کہ کسی کو کوئی موقع عذر کا یا دھوکے میں آنے کا باقی نہ رہا تھا۔ خم غدیر میں صاف صاف لفظوں میں ستر ہزار آدمیوں کے سامنے آپ نے علی کو امام بنایا اور ان کو اپنا ولی عہد کیا۔ اور سب سے بیعت لی۔ اور سب نے مبارک باد دی۔ اور پھر پیغمبر خدا صلعم نے اس عہد پر قائم رہنے والوں کے درجے ثواب کے اور اس سے پھر جانے والوں کے عذاب جو خدا نے مقرر کئے ہیں وہ بھی صاف صاف بتا دیئے۔ اور مثل خدا پر ایمان لانے اور اُسے معبود مطلق سمجھنے کے امامت کے مسئلے کو بھی اسلام اور ایمان کے لئے لازمی قرار دیا۔ ایسی صورت میں سوائے دیوانوں اور بے سمجھ بچوں کے کوئی جاہل اور بدوی بھی دھوکے میں نہیں آ سکتا تھا۔ نہ ایسی نص جلی اور خبر متواتر بلکہ مشاہدے سے انکار کر سکتا تھا۔ بجز اُن لوگوں کے جن کو ایمان اور اسلام سے بہرہ نہ ہو۔ اور جن کو حرص دنیا نے غصب خلافت پر آمادہ کیا ہو یا اُن غاصبوں کے ساتھ دینے کو اپنے لئے مفید سمجھتے ہوں۔ اور ان تمام صورتوں میں جس طرح پر خلفا اور اُن کے معاون وانصار مطابق اصول شیعوں کے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اسی طرح پر تمام صحابہ اور سارے مسلمان جنہوں نے خلفا کا ساتھ دیا اور ان کی خلافت پر بیعت کی۔ اور کسی کا کوئی عذر مقبول نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اگر انہوں نے نص بھی نہ سنی ہوتی تاہم جناب امیر نے علی رؤس الاشہاد اپنی خلافت کا دعویٰ کیا اور خلفا کو غاصب اور ظالم ٹھہرایا اور سب سے اعانت و مدد مانگی اور حسنین اور فاطمہ کو لئے لئے گھر گھر پھرا کئے۔ کوئی دقیقہ اپنے حق کے مطالبے کا بقول شیعوں کے باقی نہیں رکھا۔ ایسی صورت میں کسی کو دھوکے میں آنے کا موقع

marfat.com

باقی نہ تھا۔ اور نہ اُن کا یہ عذر سماعت ہو سکتا ہے ۔اور بالفرض اگر خلافت اولیٰ میں دھوکے سے بیعت کر لینے کا عذر قبول بھی کیا جائے ۔تو دوسری اور تیسری خلافت میں غاصبین خلافت سے بیعت کرنی اور اُن کی خلافت ماننے کے لئے کیا عذر ہو سکتا ہے ۔بجز اس کے کہ تمام مہاجرین اور کل مومنین و مسلمین اُس زمانے کے سوائے تین کے مرتد قرار دیئے جائیں ۔مطابق اصول شیعوں کے کسی طرح ان کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے اگر حضرات امامیہ اس دعوے پر ثابت قدم رہتے اور سب صحابہ کو سوائے تین چار کے خواص ہوں یا عوام مکّی ہوں یا مدنی، حضری ہوں یا بدوی مرتد مانتے اور کسی کو کسی عذر سے خارج نہ کرتے تو بھی مقابلہ اور مقاتلہ نہ کرتے ۔ اور ظلم وستم سہنے کی وجہ کچھ خیال میں آتی ۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس بات پر بھی تو حضرات امامیہ ثابت قدم نہیں رہتے ۔بلکہ اپنی شوکت اور اپنے مذہب کے حامیوں کی کثرت اور عظمت دکھلانے کے لئے وہ روایتیں بیان کرتے ہیں ۔جس سے یہ تمام اقوال باطل ہو جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کی جو اسلام اور ایمان پر ثابت قدم رہے بہت بڑی تعداد معلوم ہوتی ہے ۔اور نیز بہت سے قبیلے حامی اور مددگار حضرت علی کے پائے جاتے ہیں ۔

چنانچہ ریاض السالکین شرح صحیفہ سجادیہ میں صدرالدین حسنی حسینی روضۂ چہارم میں جہاں ذکر حضرت امام زین العابدین کی اُس دعا کا ہے جو آپ نے اصحاب رسول پر کی ہے لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی موجود تھے ۔اور بحوالہ کتاب الخصال رئیس المحدثین کے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کرتے ہیں کہ بارہ ہزار اصحاب پیغمبر کے جن میں سے آٹھ ہزار مدنی اور دو ہزار غیر مدنی اور دو ہزار طلقاء میں سے ایسے تھے جن میں نہ کوئی قدری تھا نہ خارجی نہ معتزلی نہ صاحب الرائے ۔رات دن رویا کرتے تھے ۔اور کہا کرتے تھے کہ قبل اس کے کہ ہم خمیری روٹی کھاویں خدایا ہماری روح قبض کرلے ۔اور اَوس اور خزرج اور بنو حنیفہ اور ہمدان اور مذحج اور ربیعہ اور مضر اور ازد اور وائل اور خزاعہ اور طَے یہ سب قبیلے شیعیان علی میں سے تھے ۔اور ایسے صادق العقیدہ کہ جن کی خلوص عقیدت اور مددگاری و نصرت کا خود جناب امیر نے اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے اور انکی تعریف کی ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی مجالس المومنین کی مجلس دوم میں جس کا عنوان ہے مجلس دوم دربیان حال طائفہ چند کہ بہ تشیع مشہور و در سلک ایمان مذکور اند" فرماتے ہیں کہ اَوس اور خزرج دو بڑے

marfat.com

قبیلے انصار کے ہیں کہ ان کا حال غایت اشتہار کی وجہ سے محتاج اظہار نہیں ہے۔ اور اخلاص خصوصاً سعد بن عبادہ خزرجی اور ان کی اولاد امجاد کا نسبت علی مرتضیٰ کے سب پر ظاہر ہے۔ چنانچہ شارح دیوان مرتضوی قاضی میر حسین شافعی کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ متوجہ حرب معاویہ ہوئے تو نوے ہزار آدمی ہمراہ تھے۔ ان میں سے آٹھ سو انصار اور نو سو اہل بیعت رضوان سے اور جن کی نسبت حضرت علی نے فرمایا ؂

الاوس والخزرج القوم الذین ھم اووا فاعطوا فوق ما وھبوا

یعنی اوس و خزرج اس قوم کے لوگ ہیں کہ جن لوگوں کو اپنے یہاں پناہ دیں تو ان کے ساتھ اپنی استطاعت سے زیادہ سلوک کرتے ہیں۔ اور قبیلہ ہمدان کی نسبت حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے ؂

ونادی ابن ھند ذا الکلاع ویحصبا وکندۃ فی لخم وحی جذام

یممت الھمدان الذین ھم ھم اذا ناب امر جنتی وسہامی

جزی اللہ الھمدان الجنان فانھم سہام العدی فی کل یوم خصام

فلوکنت بوابا علی باب جنۃ لقلت لھمدان ادخلی بسلام

کہ جب ابن ہندہ یعنی معاویہ نے ذوالکلاع اور یحصب اور کندہ کے قبیلوں کو بلایا میں نے ہمدان کے قبیلوں کو پکارا کیونکہ وہی لوگ ہیں کہ سخت وقت پر میری ڈھال اور تلوار ہیں۔ خدا قبیلہ ہمدان کو اس کے صلہ میں جنت دے کہ وہی ہر لڑائی کے دن دشمنوں کے تیر رہے ہیں۔ اگر میں جنت کا دربان ہوں گا۔ تو ہمدان سے کہہ دوں گا کہ بے دھڑک چلے آؤ۔ اور قبیلہ ازد کی نسبت حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے ؂

الازد سیفی علی الاعداء کلھم وسیف احمد من دانت لہ العرب

قوم اذا فاجاء وا فوا وان غلبوا لایجبنون ولا یدرون ما الھرب

ان اشعار کا ترجمہ ملا صاحب نے فارسی میں یہ کیا ہے ؂

یاران من اند اہل شمشیر ہمہ مائل بخدا از جہان سیر ہمہ

معنی گریختن ندانند کہ چیست باشند بروز حرب چوں شیر ہمہ

اور نیز حضرت امیر المومنین کا اصل شعر قبیلہ ازد کی نسبت نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

marfat.com

کہ حضرت امیر المومنین علی می فرماید۔ ؎ اے جماعت انصار بدرستی کہ من از ہمہ شما خوشنودم وشما مرہائی کار خلافت من آید ہرگز نا امید نشوید از راحت و آمرزیدن۔ وخدا نگاہ دارد ایشان را از ہر جاکہ روند۔ پاکید شما در حالیکہ تو آید چناں کہ پاک ست اوّل شما وخار چیدہ نشو داز سر شاخ انگور۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تعریفیں جو قبائل انصار کی مجالس المومنین میں بیان کی گئی ہیں یہ چونکہ انساب سمعانی وغیرہ کتب عامہ سے لی گئی ہیں۔ شیعوں کے مقابلے میں پیش نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے کہ ملا باقر مجلسی نے ان تمام قبائل کو مخلصین اور شیعیان علی میں داخل سمجھ کر ان اقوال کو اُس کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ اور ایسی حالت میں یہ اقوال حضرات امامیہ پر اُسی طرح حجت ہو سکتے ہیں جس طرح خود ان کے مورخین کے اقوال۔ اور اس سے غرض بھی ملا باقر کی یہی ہے کہ وہ ثابت کریں کہ شیعیان علی کچھ کم نہ تھے۔ اور بہت سے قبائل حامی اور مددگار جناب امیر کے تھے۔ لیکن اگر حضرات امامیہ جناب ملا باقر مجلسی کی تحریر کو رد کر دیں اور اُسے نہ مانیں اور جن قبائل کا شیعیان علی میں سے ہونا انہوں نے بیان کیا ہے اُسے غلط سمجھیں اور اُن کو بھی اعداء اہل بیت میں شمار کریں۔ تاہم وہ اِسے تو رد نہیں کر سکتے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی بعد پیغمبر خدا صلعم کے موجود تھے۔ اور اس کی بھی تکذیب نہیں کر سکتے کہ بارہ ہزار صحابی حسن اعتقاد کی صفت سے موصوف تھے۔ اور رات دن خدا کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اگر یہ سب کے سب سوائے تین چار کے مرتد ہو گئے تھے تو بس اسلام پر فاتحہ پڑھنا چاہیئے اور کسی کیسامنے اسلام کی خوبی کا نام نہ لینا چاہیئے۔ مگر اس بات کا کہ حضرت علی کی حمایت میں نہ صرف عام صحابہ تھے۔ بلکہ اُن کے ساتھ بڑا لشکر جرار مہاجرین وانصار و تابعین باحسان کا تھا۔ حضرات امامیہ انکار ہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس کا ثبوت اُن کتابوں سے ہے۔ جن کو مثل خدا کی کتاب کے حضرات

؎ حضرت علی کا ارشاد ہے اے گروہ قبیلہ انصار! میں تم سب سے راضی وخوش ہوں۔ تم میری خلافت کے قیام کے کوشاں ہو نا امید نہ ہو بروقت خلافت تمہیں راحت وآرام وانعام سے نوازا جائے۔ تم جہاں جاؤ اللہ تمہاری حفاظت کرے۔ موجودہ حالت میں بھی اسی طرح پاک رہو جیسے کہ پہلے پاک تھے واضح رہے کہ انگور کی شاخ پہ کانٹے نہیں ہوتے جو الگ کئے جائیں۔

marfat.com

امامیہ صحیح سمجھتے ہیں۔ دیکھو نہج البلاغت جناب امیرالمومنین معاویہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ تم نے اپنے خط میں یہ لکھا ہے کہ ہمارے بیچ میں شمشیر آبدار کے سوا اب دوسری چیز فیصلہ کرنیوالی نہیں ہے۔ اس نے مجھے بہت ہنسایا اور نہایت متعجب کیا۔ کہ کبھی بنی عبدالمطلب دشمنوں سے خائف ہوئے ہیں۔ اور تلوار سے ڈرے ہیں بلکہ وہ اس جنگل کے شیر ہیں اور میدان جنگ کے مرد اب تم درست سمجھو اسے کہ جسے تم طلب کرتے ہو وہ تمہیں طلب کرے اور جسے تم دور سمجھتے۔ ہو وہ تمہارے پاس پہونچے۔ یعنی میں تمہاری طرف آرہا ہوں ایک ایسے لشکر جرار اور فوج بے شمار کے ساتھ اور اُس لشکر بے شمار میں کون ہیں۔ وہ مہاجرین وانصار اور تابعین باحسان ہیں کہ جن کا گروہ قوی ہے اور جن کا غبار بلند ہے اور جو موت کے پیراہن پہنے ہوئے ہیں۔ اور جو خدا کی موت کو سب سے زیادہ چاہتے اور اُس کی آرزو رکھتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ ہیں۔ ذریہ بدریہ اور سیوف ہاشمیہ یعنی اہل بدر کی اولاد اور شمشیر ہائے ہاشمی چنانچہ اس خط کے الفاظ کا ترجمہ فارسی میں جو ملا فتح اللہ نے کیا ہے یہ ہے [ل] "یاد کردہ در نامہ خود آنکہ نیست مرا و نہ مرا صحاب مرا نزد تو مگر شمشیر آبدار پس ہر آئنہ بخندہ آوردی مرا و یاراں مرا پس از اشک فرود آوردن بایں گفتار۔ یعنی ہر کہ شنید این گفتار ترا از مومنین خندید از روی تعجب بعد از گریستن ایشان بر دین بجہت تصرف بے وجہ تو دارو۔ کجا یافتہ شدند پسران عبدالمطلب کہ از دشمنان واپس رفتگان بودہ باشند و از جہت جبانت و بشمشیر ترسانیدہ شدہ باشند و ہراسان چہ ایشان شیران بیشہ رجولیت اند دا ز روباہ صفتان چہ اندیشہ دارند۔ پس درنگ کن اندکی تا ملحق شود بعض جنگ جمل بن بدر۔ واین مثلی ست برائے وعید اعدا الحرب۔ وقائل آں جمل بن بدر ست داد مردی بود از قشیر کہ شتران اورا بغارت بردہ بودند او درمیان ہیجا رفت بدلاوری و شتران خود را باز ستد از اعدا۔ پس زود باشد کہ طلب کند ترا کسیکہ طلب می کنی او را و نزدیک شد تو آنچہ دوری میجوئی از و۔ و من شتابندہ ام بجانب تو در لشکر عظیم بے شمار از مہاجرین وانصار و تابعان بہ نیکوئی کہ سخت سن

ل تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان شمشیر آبدار فیصلہ کرے گی"۔ تمہاری اس تحریر سے مجھے اور میرے دوستوں کو ہنسی آئی اور تعجب ہوا۔ یعنی اسلام پر تمہارے تصرف بیجا کرنے کے سبب تعجب کے رونے کے بعد ہنسی آئی (باقی ص ۵۸ پر)

marfat.com

انبوہے ایشان مرتفع ست غبار ایشان. گویند کہ نود ہزار کس بودند در برکنندگان پیراہن ہائے مرگ را این کنایت ست از زرہ ہا و جوشنہا کہ در برداشتند ہمچو پوشش اکفان. دوست ترین ملاقات بسوئے ایشان ملاقات کردن ایشان ست برحمت پروردگار خود بہ تحقیق کہ ہمراہ ست ایشان را ذریہ بدریہ یعنی فرزندان بدری خونخوار و سیوف ہاشمیہ یعنی شمشیر ہائے ہاشمی آتشبار انتہی ؎

جبکہ خود جناب امیر مہاجرین و انصار اور اصحاب و تابعین کے ایک لشکر جرار کا اپنے ساتھ ہونا بیان فرماتے ہیں اور ان کے ثبات قدم اور شجاعت و مردانگی اور جہاد فی سبیل اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ اور شارحین نہج البلاغت نوے ہزار آدمیوں کا اُس وقت آپ کے ساتھ ہونا بیان کرتے ہیں۔ تو کیوں کر سمجھ میں آوے کہ یہ لوگ مسلمان نہ تھے۔ اور ان کے دل ایمان کے نور سے اور اہل بیت کی محبت سے خالی تھے۔ یا کسی زمانے میں کسی سبب سے وہ مرتد یا دشمن اہل بیت ہو سکتے تھے۔ یا کسی کے دھوکے میں آکر وصی رسول کا ساتھ چھوڑ سکتے تھے۔ کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر حضرت علی نے خلفاء سابقین کی خلافت کو نہ قبول کیا ہوتا۔ اور اُن کو غاصب اور مرتد جانا ہوتا تو وہ مقابلے اور مقاتلے کا ارادہ نہ فرماتے۔ اور اگر ارادہ فرماتے تو کیا ایسے جانباز اور جان نثار جن کی تعریف اس خط میں جناب امیر نے کی ہے وہ جناب امیر کا ساتھ نہ دیتے اور ان کے دشمنوں سے مقابلہ نہ کرتے۔ اور حضرت علی

(بقیہ ص۵۶) کیا اولاد عبدالمطلب دشمنوں کے مقابلے سے واپس ہوئی ہے کیا کبھی بزدلی دکھائی اور کیا کبھی خائف و ترساں ہوئے؟ یاد رہے کہ ہمارے بزرگ مرد میدان اور شیر ہیں اور لومڑی صفتوں سے کوئی خوف نہیں رکھتے۔ تھوڑی دیر ٹھہرو تاکہ حمل بن بدر جنگ کی صفوں میں نمودار ہو۔ اور یہ مثال ہے دشمنوں کو جنگ میں ہیبتناک کرنے کی۔ یہ حمل بن بدر کا قول ہے جو قشیری تھا۔ اور جس کے اونٹ لوگ بھگا لے گئے تھے۔ وہ فوراً ہی دشمنوں پر پہونچا اور جوانمردی سے دشمنوں سے چھڑا لایا۔ اب قریب سمجھو یہ کہ تم جسے طلب کر رہے ہو وہ تمہیں طلب کرے اور جسے تم دور سمجھ رہے ہو وہ تمہارے پاس پہونچے۔ اور اس عظیم الشان فوج کے ساتھ جس میں مہاجر و انصار و تابعین ہیں جلد تر تمہاری طرف آرہا ہوں۔ یہ فوج بے انتہا نیک کردار ہے۔ ان کی سواریوں وغیرہ کا غبار بلند ہے۔ یہ نوے ہزار جوانمرد کفن پوش زرہ و جوشن وغیرہ جیسے اسلحہ وغیرہ سے لیس ہیں اور پروردگار کی رحمت حاصل کرنے کے لئے اللہ کو پیارا ہو جانا ان کی سب سے بڑی خواہش ہے۔ یاد رہے کہ میرے ساتھ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بدر کی اولاد آتش بار ہاشمی تلواریں ہیں۔

marfat.com

کی حمایت پر آمادہ نہ ہوتے۔ مگر بات یہ ہے کہ درحقیقت جناب امیر نے نہ اُن خلفاء کو غاصب تصور کیا نہ ان کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلے کا ارادہ فرمایا بلکہ جو کچھ ہوا اُسے تسلیم کیا اور مثل دوسروں کے خود بھی خلفاء سابقین کی مدد دینے میں معین اور شریک رہے اور مہاجرین و انصار کے اتفاق کو ہمیشہ رضا الٰہی کے مطابق سمجھا۔ اور یہ خیال ہمارا کچھ قیاسی نہیں ہے۔ بلکہ خود جناب امیر کے اُن بیانات پر مبنی ہے جو آپ نے کئے اور جس پر اپنی خلافت کی حقیقت پر استدلال کیا۔ کیا حضرات امامیہ اُس خط پر غور نہیں فرماتے جو جناب امیر نے معاویہ کو لکھا تھا کہ میری بیعت کرنے والے وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے ابوبکر اور عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے اتفاق کر لینے پر نہ کسی اس شخص کو جو اس وقت موجود تھا عدول کرنا جائز ہے۔ اور نہ کسی غائب اور غیر حاضر کو اختیار رہے کہ اُسے رد کرے بلکہ شوریٰ حق مہاجرین و انصار کا ہے۔ جب وہ کسی آدمی پر اجتماع اور اتفاق کر لیں۔ اور اُسے امام بنالیں تو سمجھنا چاہیئے کہ وہی مرضی خدا کی تھی اگر اُن کے اجماع کے بعد کوئی کسی طعن یا بدعت کی وجہ سے باہر ہو جائے تو اُسے مردود سمجھو اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے مقاتلہ کرو کیونکہ اُس نے وہ رائے اختیار کی جو مومنین کی نہیں ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ جو نہج البلاغت میں منقول ہیں وہ یہ ہیں ومن کتاب له علیه السلام الی معاویة انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذلک لله رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المومنین وولاه الله ما تولی اور یہ کہنا شارحین نہج البلاغت کا کہ یہ خطاب آپ نے معاویہ سے مطابق اُن لوگوں کے خیال کے کیا تھا۔ جو خلافت کو شوریٰ پر مبنی سمجھتے تھے یا یہ کہ مدارت و تقیہ کے طور پر آپ نے یہ لکھا تھا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اوّل تو کوئی لفظ اس خیال کے ثبوت اور تصدیق کے متعلق پایا نہیں جاتا۔ اور اگر آپ کی خلافت پر نص ہوتی تو اُس کے اظہار کا یہ موقع تھا۔ اور آپ کے دعوے کے لئے وہ ایک عمدہ اور قوی دلیل تھی۔ اور آپ اپنے حق پر ہونے کے ثبوت میں یہ فرما سکتے تھے کہ میری خلافت منصوص ہے اور علی رؤس الاشہاد پیغمبر خدا صلعم غدیر خم میں مجھے اپنا خلیفہ کر گئے تھے۔ اس

marfat.com

صحیح اور قوی دلیل کو تو آپ نے چھوڑ دیا۔ اور اس بات سے استدلال کیا جس کو آپ غلط اور جھوٹ جانتے تھے۔ اور جس سے خلفائے سابقین کی خلافت غصبی کی حقیقت کا ثبوت ہوتا تھا۔ ان ھذا الشیٔ عجاب۔

رہا یہ خیال کہ معاویہ اور اُن کے ساتھی اس استدلال کو نہ مانتے اس لئے جھوٹی اور غلط بات سے اُن کے عقیدے کے موافق آپ نے استدلال فرمایا قابل تسلیم نہیں ہے۔ اس لئے کہ آخر وہ لوگ پیغمبر خدا کی تصدیق فرماتے تھے اور اُن میں نص کے سننے والے بھی موجود تھے بالفرض اگر وہ نہ مانتے تو آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین وانصار اور نوّے ہزار آدمی تھے۔ وہ تو آپ کی تصدیق فرماتے اور جبکہ یہ لوگ آپ کے ساتھ جان دینے اور خون بہانے پر آمادہ تھے۔ اور اپنے قول کو اپنے عمل سے ثابت کر رہے تھے تو کیا وہ آپ کے حق میں نص خلافت کی تصدیق نہ کرتے اور اس دلیل کو اپنے مخالفین کے سامنے پیش کرنے سے باز رہتے۔ بلکہ اگر ایسی نص صریح ہوتی تو حامیان جناب امیر بالضرور اسی کو آپ کے ساتھ دینے کیلئے اپنے حق پر ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے اور کہتے کہ ہم نے جو ان کا ساتھ دیا ہے وہ صرف پیغمبر خدا صلعم کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ اور ان کے ہمراہ ہو کر اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ وہ اسی لئے ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے جن پر ہم ایمان لائے اور جنہوں نے ہم کو ہدایت کی ان کے حکم کو پورا کریں۔ اور ان کے مقرر کئے ہوئے امام کے ساتھ دینے پر اپنا اسلام اور ایمان دکھاویں اس سے حضرت علی کے استدلال کو اور قوت ہوتی۔ اور ایک بڑے گروہ کثیر کی بات کے انکار پر ہمراہیان معاویہ کو جرأت نہ ہوتی۔ پس ایسے استدلال کو چھوڑنا اور جھوٹی اور غلط بات کو سند میں پیش کرنا۔ درحقیقت جناب امیر کی عصمت بلکہ صداقت میں شک پیدا کرنا ہے۔ رہا تقیہ تو اس کا موقع اور محل ہی کیا تھا اس لئے کہ اگر وہ روایتیں حضرات امامیہ کی صحیح ہیں جن میں صحابہ کی برائیاں برسر منبر اور علی رؤس الاشہاد جناب امیر نے بیان کیں تو پھر خوف کس کا تھا کہ جھوٹی اور غلط تعریفیں صحابہ کی کرتے اور مہاجرین وانصار کی شان میں ایسے فقرات تعریف کے لکھتے۔ غرضکہ اگر عقل سلیم کو دخل دیا جائے۔ تو اس میں کچھ شبہ نہیں رہتا کہ جناب امیر بھی خلافت کو غیر منصوص سمجھتے تھے۔ اور مہاجرین وانصار کبھی اُن کے مخالف نہ تھے۔ اور خلافت مہاجرین وانصار اور اہل حل وعقد کے اتفاق پر مبنی تھی۔ جبکہ آپ کا وقت آیا مہاجرین وانصار نے آپ سے بیعت کی اور آپ کو خلیفہ قرار دیا۔

marfat.com

اور آپ کی مدد و اعانت میں کوئی دقیقہ سعی و کوشش کا اُٹھا نا رکھا۔ اور اسی سے ہر غیر متعصب منصف اس بات کو تسلیم کرے گا۔ کہ اگر لوگوں نے آپ کا حق چھینا اور فدک کو غصب اور حضرت فاطمہ پر ظلم و ستم کیا ہوتا تو بلاشبہ حضرت امیر مقابلے اور مقاتلے پر آمادہ ہوتے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے آپ کی خلافت میں آپ کا ساتھ دیا ضرور آپ کے ساتھ ہوتے۔ اور جس طرح امیر شام کے مقابلے میں اپنی جانیں علی مرتضیٰ پر قربان کیں۔ اُس سے بڑھ کر حضرت فاطمہ کا ساتھ دیتے اور اُن پر ظلم و ستم کرنے والوں سے مقابلہ کرتے۔ اور اپنی محبت اہل بیت کے ساتھ دکھاتے۔ اور اس سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ روایتیں جس میں ظلم و ستم کے واقعات نہایت مبالغے سے بیان کئے گئے ہیں۔ بے اصل اور غلط ہیں۔

علاوہ اُن امور کے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا یہ بات بھی بہت غور کرنے کے لائق ہے کہ صحابہ کے دو بڑے گروہ تھے۔ ایک مہاجرین دوسرے انصار۔ مہاجرین کی نسبت حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ انہیں جناب امیر کے ساتھ اس لئے عداوت تھی کہ ان کے عزیز و قریب اکثر جہادوں میں حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اور اسی بات کا رنج اُن لوگوں کے دلوں میں چلا آتا تھا۔ اسی لئے مہاجرین نے آپکا ساتھ نہ دیا۔ اور آپ کے حقوق غصب کرنے والوں کے ساتھ ہو گئے۔ یہ بات بچوں کے ہنسنے کے لائق ہے۔ اس لئے کہ اوّل تو تنہا حضرت علی مرتضیٰ ہی جہاد کرنے والوں میں نہ تھے۔ اور نہ صرف ایک انہوں نے ہی سب لوگوں کو قتل کیا تھا۔ بلکہ خود مہاجرین نے اپنے عزیزوں اور قریبوں کو چھوڑ دیا تھا اور پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ جہادوں میں شریک ہو کر اپنے خویش و اقارب کے قتل کرنے میں دریغ نہ کیا تھا۔ علاوہ بریں جو کچھ حضرت علی نے کیا اور جن کو جہادوں میں مارا وہ سب پیغمبر خدا صلعم کے حکم سے کیا۔ اس لئے چاہیئے تھا کہ مہاجرین سب سے زیادہ جناب سرور کائنات سے عداوت رکھتے۔ اور انہیں کی رسالت کے منکر ہوتے۔ نہ یہ کہ پیغمبر خدا پر تو اپنی جانیں نثار کرتے اور شمع نبوت پر پروانہ وار قربان ہوتے رہتے۔ اور حضرت علی سے جنہوں نے صرف پیغمبر خدا صلعم کے حکم سے اور ان کی مدد کے لئے مہاجرین کے خویش و اقارب کو قتل کیا عداوت رکھتے۔ اس کے سو[illegible]رت علی نے قتل بھی کیا تو مہاجرین کے خویش و اقارب کو کیا تھا۔ انصار کے گروہ میں سے تو کوئی ایسا [illegible] تھا جس کے عزیز و رشتہ داروں کو حضرت علی نے قتل کیا ہو۔ پھر اُن کو آپ کے ساتھ عداوت رکھنے کا کیا

marfat.com

سبب ہے۔ کیونکہ جو علت عداوت کی بیان کی جاتی ہے وہ انصار میں موجود ہی نہ تھی۔ بلکہ انصار کا وہ معزز فرقہ ہے کہ جس کو اپنی وفات کے آخیر وقت تک جناب پیغمبر خدا صلعم چاہتے رہے اور ان کی نصرت و مدد کا شکریہ ادا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے انصار کی شان میں فرمایا کہ یہ میری عیال و فرزند ہیں۔ اور ان کے ساتھ نیکی کرنے اور اچھی طرح سے پیش آنے کی آخری دم تک وصیت فرمائی۔ ایسے لوگوں کو جناب امیر کے ساتھ خاص محبت اور ایک خصوصیت ہونی چاہیئے تھی نہ کہ دشمنی اور عداوت۔

کیا حضرات امامیہ اپنے یہاں کی ان روایتوں کو ملاحظہ نہیں فرماتے جن میں انصار کے فضائل اور انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت پیغمبر خدا نے فرمائی ہے۔ ذرا تفسیر منہج الصادقین اور مجمع البیان طبرسی ہی اٹھا کر دیکھئے کہ اس میں خود مفسرین امامیہ نے کیا لکھا ہے۔ یہ موقع نہیں ہے کہ میں تمام روایتیں اس کے متعلق یہاں نقل کروں۔ صرف ایک روایت منہج الصادقین کی بیان کرتا ہوں۔ مفسر منہج الصادقین آیہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ[1] کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حنین و اوطاس کی غنیمت سے پیغمبر خدا صلعم نے مؤلفۃ القلوب کو حصہ دیا اور مہاجرین کو زیادہ اور انصار کو کم۔ اس تقسیم سے انصار غمگین اور رنجیدہ ہوئے۔ اور بعضے کہنے لگے کہ پیغمبر نے تمام غنیمت کا مال اپنی قوم کو دیا۔ اور ہم کو محروم کیا۔ آنحضرت صلعم کو اس کے سننے سے نہایت رنج ہوا اور انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ تم دوزخ کے کنارے پر تھے خداوند تعالیٰ نے میرے واسطے سے تم کو اس سے نجات دی کیا یہ سچ نہیں ہے۔ سب نے کہا یا رسول اللہ یہ سچ ہے۔ اسی طرح آپ نے چند اور باتیں فرما کر یہ کہا کہ تم بھی اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ میں تنہا آیا تھا اور تم نے میری مدد کی۔ اور میں خائف تھا تم نے امان دی۔ اور یہ لوگ میری تکذیب کرتے تھے تم نے تصدیق کی۔ انصار یہ بات سن کر رونے لگے اور ہائے ہائے کرنے لگے۔ اور پیغمبر خدا صلعم کے پاؤں پر گر کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ تن و جان و مال ہمارا آپ پر قربان ہے ہمارا مال بھی آپ کے اختیار میں ہے۔ اگر آپ چاہیں اپنی قوم کو عطا فرمائیں۔ اور جو کچھ آپ کی نسبت

---

[1] مدد کر چکا ہے اللہ تم کو بہت میدانوں میں اور دن حنین کے ۱۲ موضع، پارہ ۱۰، سورہ توبہ، رکوع ۴۔

marfat.com

ہم لوگوں میں سے بعض نے کہا ہے۔ وہ بے ادب اور ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں۔ اور اب وہ توبہ کرتے ہیں۔ آپ ان کے لئے استغفار فرمائیے۔ تب آپ نے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھایا اور فرمایا اللھم اغفر للانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار یا معشر الانصار اما ترضون ان ینصرف الناس بالشاۃ والغنم وفی سھمکم رسول اللہ قالوا بلی یا رسول اللہ یعنی شما راضی نیستند کہ مردمان باز گردند و نصیب ایشان گوسفند و چار پایۂ باشد و در نصیب شمار رسول خدا باشد گفتند بلی رَضِیْنَا بِاللّٰہِ وَعَنْہُ وَبِرَسُوْلِہٖ پس فرمود کہ الانصار کرشی[1] وعیبتی لو سلک الناس وادیا وسلک الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار من اند و خواص من اند اگر مردمان بوادی سلوک کنند و انصار شعبی من بطریق انصار سلوک کنم (صفحہ ۱ جلد دوم مطبوعہ ایران) ماحصل اس کا یہ ہے کہ پیغمبر خدا نے انصار سے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ اور لوگوں کے حصے میں مویشی اور بکریاں ہوں۔ اور تمہارے حصے میں خدا کا رسول۔ انصار کہنے لگے کہ ہاں ہم راضی ہیں خدا سے اور اس کے رسول سے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ انصار میری عیال و فرزند اور صاحب اسرار ہیں اگر لوگ کسی راستے پر چلیں اور انصار دوسرے راستے پر تو میں اُسی راہ پر چلوں گا جس پر انصار چلے ہوں۔ اور مجمع البیان طبرسی میں اسی روایت میں یہ الفاظ اور بیان کئے گئے ہیں کہ بعد اس کے آپ نے فرمایا ولولا الھجرۃ لکنت امرأ من الانصار اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار فبکی القوم حتی اخضبت لحاھم کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی ایک آدمی منجملہ انصار کے ہوتا اور پھر آپ نے یہ دعا کی کہ خدایا رحم کر انصار پر اور ان کے بیٹوں اور پوتوں پر۔ یہ سُنکر انصار رونے لگے یہاں تک کہ اُن کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔

اور احتجاج طبرسی میں ابو المفضل محمد بن عبد اللہ شیبانی سے یہ روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے قریب مرض کی حالت میں فضل بن عباس اور ان کے غلام ثوبان پر سہارا لگائے ہوئے نماز کے لئے آئے اور بعد نماز کے مکان کو واپس تشریف لے گئے۔ اور

---

[1] کرش عیال و فرزندان خورد یقال ہم کرش منشورۃ ای صبیان صغار والعیبۃ یقال عیبۃ فلان اذا کان موضع سرہ ۱۲ منتہی الارب۔

marfat.com

ثوبان سے کہا کہ تم دروازے پر بیٹھے رہو۔ اگر کوئی انصار میں سے آوے تو انہیں اندر آنے سے منع نہ کرنا۔ اور پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ اتنے میں انصار آئے اور کہا کہ ہم پیغمبر خدا کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ حاجب نے جواب دیا کہ آپ پر اس وقت غشی طاری ہے۔ اور ازواج مطہرات آپ کے پاس ہیں یہ سن کر انصار رونے لگے۔ جب رسول خدا نے اُن کے رونے کی آواز سُنی پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جواب میں عرض کیا گیا کہ انصار ہیں آپ یہ سُن کر علی و عباس پر سہارا لگا کر باہر تشریف لائے اور یہ خطبہ فرمایا یا معاشر الناس انہ لو یمت بنی قط الاخلفت ترکۃ وقد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ واھل بیتی فمن ضیعھم ضیعہ اللہ الا وان الانصار کرشی وعیبتی التی اوی الیھا وانی اوصیکم بتقوی اللہ والاحسان الیھم فاقبلوا من محسنھم وتجاوزوا عن مسیئھم یعنی اے لوگو کسی نبی نے دنیا سے انتقال نہیں کیا جس نے کچھ ترکہ نہ چھوڑا ہو میں تمہارے واسطے ترکے میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کو جو انہیں چھوڑ دے گا۔ اللہ اُسے خراب کردے گا۔ اور خبردار یہ انصار میرے عزیز اور میرے چھوٹے بچوں کی موافق ہیں اور میرے بھروسے کے لوگ اور میرے محرم اسرار ہیں۔ میں تم کو اللہ کے خوف اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ان میں نیک ہیں۔ ان کی نیکی قبول کرو اور جن سے خطا ہو ان سے درگذر کرو۔ یہ آپ کے آخری الفاظ ہیں جو شان میں انصار کے فرمائے۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر کہ جو پیغمبر خدا کو خدا کا رسول سمجھیں اور اُس پر ایمان لانے کا دعویٰ کریں۔ اور ان کلمات کو آپ کی زبان مبارک سے خود ہی نقل فرمادیں اور انصار کی شان میں ایسی وصیّت پیغمبر خدا کی طرف سے بیان کریں۔ اور پھر ان کو مرتد اور دشمن اہل بیت اور خارج از دائرۂ ایمان قرار دیں۔ کیا کوئی آدمی ایک لحظہ کے لئے مان سکتا ہے کہ یہ گروہ انصار کا جس کو رسول خدا نے اپنے عیال اور فرزندان خورد کہا ہو وہ جناب امیر سے عداوت رکھیں گے۔ اور بلاسبب اُن کا ساتھ چھوڑ کر دوسروں کے شریک ہوں گے۔ اور نص جلی سُن کر اپنے گروہ میں سے سعد بن عبادہ کو امام بنانے کا ارادہ کریں گے اور جناب امیر کی شان میں جو نص جلی تھی۔ اُسے ایسا بھلادیں گے کہ کسی وقت اُس کا ذکر بھی زبان پر نہ لادیں۔ اور اسے ایسا نسیاً منسیا کردیں کہ کسی موقع پر اُس کا خیال نہ رکھیں حاشا ثم حاشا۔

marfat.com

اس کے جواب میں قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق میں یہ فرمایا ہے کہ انصارؓ نے حضرت علی کی شان میں جو نص ہے۔ اُسے سُنا تھا۔ اور آپس میں اس کا ذکر کیا تھا۔ لیکن انہوں نے بنی سقیفہ بنی ساعدہ میں اُسے ابوبکر پر بطور حجت کے بوجہ اُس شبہ کے پیش نہیں کیا۔ جو ابوبکر کے دوستوں وغیرہ نے لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ علی نے خلافت کا خیال چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ گھر میں بیٹھ رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے جو علی سے منحرف تھے اُس وقت جبکہ آپ رسول خدا کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ اوروں کے دلوں میں یہ بات جما دی۔ کہ آپ پر آنحضرت کی وفات کی مصیبت کا ایسا اثر ہوا ہے کہ آپ نے خلافت کا ارادہ ترک کر دیا ہے اور آپ نے خانہ نشینی اختیار کی ہے۔ چنانچہ خزیمہ بن ثابت انصاری آیا اور اس نے جو علی کا حال سُنا تھا۔ وہ اپنی قوم سے کہا اور یہ بھی ذکر کیا کہ خلافت کے لئے کوئی ہونا چاہیئے۔ اور علی کے سوا کوئی قریشی ایسا نہیں جو اس کے لائق ہو۔ اُس وقت انصار کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ

سلہ اصل عبارت یہ ہے: واما ما ساقہ ان قولہ فلو کان للانصار سمعوا ہ غیر مسموع لانہم سمعوا ذلک النص وتذاکروہ فیما بینہم لکنہم لم یجعلوا ذلک الیوم حجۃ علی ابی بکر لشبہۃ اوقعہا اولیاء ابی بکر وغیرہ فی قلوب الناس من ان علیا قد تقاعد عن تصدی الخلافۃ والتزم البیت وامسک عن احیاء ہذا المیت فان المذکور فی المعتبر من کتب السیر والتواریخ انہ لما توفی رسول اللہ واشتغل علی مع اصحابہ من بنی ہاشم وغیرہم بتجہیز النبی وتعزیتہ معتقدا ان احدا لا یطمع فی ہذا الامر مع وجودہ اوقع بعض المنحرفین عن علی فی قلوب الناس انہ قد تقاعد من تصدی الخلافۃ لشدۃ ما اصابہ من مصیبۃ النبی وسکن قربہ مشتغلا بالحزن والتعزیۃ فجاء خزیمہ بن ثابت الانصاری وقال لقومہ من الانصار ما سمعہ من حال علی وذکر انہ لا ید من علی ہذا الامر ولیس سواہ قرشی یلیق بذلک فخاف الانصار ان یشتد علیہم البلیۃ ویلی ہذا الامر قرشی فظ غلیظ ینتقم منہم للثارات الجاہلیۃ وطلا ضغان البدریۃ فتوجہوا الی سعد بن عبادۃ سید الانصار وحضروا سقیفۃ لتسامنہ قبول الخلافۃ فابی سعد من ذلک لمکان علی وانہ المنصوص بالخلافۃ من اللہ تعالیٰ ورسولہ فلما سمع قریش بذلک وکانوا منتہزین للفرصۃ والسوانی الامر وعجلوا فی البیعۃ لابی بکر فبادروا الی السقیفۃ لتسکین نائرۃ الانصار والتمسوا بیعۃ ابی بکر منہم بالطوع والاجبار فقال لہم الانصار انکم تم فعل اللہ ورسولہ فلیس احد منا ومنکم بعد علی بن ابی طالب اولی من غیرہ فمنا امیر ومنکم امیر فقال ابو بکر واصحابہ عند ذلک محتجین فی ذلک بان الائمۃ من قریش وابی سعد عن قبول امارتہم متمسکا بان النصوص لذلک غیرہم فاضطرب الحال الی ان مال قلب بشیر بن سعد بن ثعلبۃ الانصاری زعلا ابن عمہ سعد بن عبادۃ الی ترجیح جانب قریش ووافقہم فقوی امر قریش وبادر عمر الی صفق یدہ علی ید ابی بکر وبایعہ سود جماعۃ من امرائہ فتنۃ کما اخبر عنہ ہو بعد ذلک بقولہ کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرہا عن المسلمین ۱۲ احقاق الحق صفحہ ٦٥۔

marfat.com

ان پر بلوہ زیادہ ہو جائے اور خلافت کا متولی کوئی ایسا درشت خو قریشی ہو کہ اُن سے جاہلیت کے خونوں اور بدر کے کینوں کا بدلہ لے۔ اس خیال سے وہ سعد بن عبادہ سردار انصار کے پاس آئے۔ اور سقیفہ میں آکر اُن سے خلافت کے قبول کرنے کے لئے کہا۔ سعد نے بوجہ علی کے موجود ہونے کے انکار کیا اور یہ کہا کہ وہی اللہ اور رسول کی طرف سے منصوص بالخلافت ہیں۔ قریش نے یہ بات سُنی اور ابوبکر کی طرف رجوع کی اور انصار سے طوعاً وکرہاً ابوبکر کی بیعت کے لئے التماس کیا۔ تب انصار نے کہا کہ جب تم اللہ و رسول کی نص کو ترک کرتے ہو تو ہم میں اور تم میں علی بن ابی طالب کے بعد کوئی اور اولی نہیں۔ اس لئے ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے۔ ابوبکر اور اُن کے یاروں نے اس سے انکار کیا اور یہ حجت بیان کی کہ امام قریش ہی میں سے ہوگا۔ الی آخر القصہ۔ اور علامہ ابوالسعادات حلی نے شرح دعا صنمی قریش میں یہ روایت کی ہے کہ سقیفہ کے دن ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ ہر ایک اپنے لئے امارت چاہتا۔ اور بظاہر دوسرے کا نام لیتا تھا۔ اس پر انصار نے انکار کیا۔ اور باصرار تمام اس سے مخالفت کی

مله زندی الشیخ الفاضل ابوالسعادات الحلی نے شرح دعاء صنمی قریش اذا جتمع ابوبکر و عمر و ابو عبیدة واخوانہم فی سقیفة بنی ساعدة یطلبون الحکم والبیعة من غیر اکثرات باہل البیت وبنی ہاشم وکل واحد من ہولاء الثلاثة یرجو الامر والحکم لنفسہ ویعطف علی صاحبہ فانکر علیہم الانصار واصروا علی الدفاع والامتناع واحتجوا علیہم بما قال رسول اللہ فی علی من التوکید فی امامتہ فی مواطن شتی وامرایاہم بالتسلیم علیہ بامارة المومنین فقال ابوبکر قد کان ذلک لکن نسخہ النبی بقولہ نا اہل بیت کرمنا اللہ واصطفانا بالنبوة ولم یرض لنا بالدنیا وان اللہ لا یجمع لنا النبوة والخلافة فصدقاہ عمر وابو عبیدة فی ذلک وعلا تعود علی فی بیتہ والاشتغال بتجہیز النبی ودون تصدی امر الخلافة بعلمہ بتحویل الامر عنہ فقالت الانصار اذا لانرضی واللہ بامارة غیرنا علینا منا امیر ومنکم امیر فذکروا عن رسول اللہ الائمة من قریش وشہوا الامر علی الانصار وسائر الامة وقطعوا بذلک حجتہم واخذوا بیعتہم ولما فرغ علی واصحابہ عن تجہیز النبی ودفنہ وتکلموا فی ذلک اعتذروا تارة بان الناس بایعوا ولم یکن لہم علم بانک تنازعہم فی الامر بنکث البیعة الواقعة یورث مفاسد بین المسلمین وخللا فی ارکان الدین وتارة بانہم ظنوا انک لشدة مصیبة النبی طرحت الخلافة والامارة فاتفق اصحاب رسول اللہ علی تفویض الامر الی ابی بکر الی غیر ذلک من الاعذار الذی سیجئی مع جوابہا فی الموضع اللائق بہا ۱۲، احقاق الحق صفحہ ۵ -۶-

marfat.com

اور رسول اللہ نے علی کے باب میں اور اُن کی امامت کے لئے جو کئی مواقع پر تاکیدیں فرمائی تھیں۔ اُس سے احتجاج کیا اور یہ کہ رسول اللہ نے اُن کو حکم دیا ہے کہ امارت مومنین کو علی کے سپرد کر دیں۔ ابوبکر نے کہا کہ ہاں ایسا ہی تھا۔ لیکن رسول اللہ نے اپنے اس قول سے اُسے منسوخ فرمادیا ہے کہ ہم وہ اہل بیت ہیں کہ خدا نے ہم کو نبوت سے سرفراز کیا۔ اور دنیا کو ہمارے لئے ناپسند فرمایا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نبوت اور خلافت کو جمع نہ کرے گا۔ عمر و ابو عبیدہ نے اُن کی تصدیق کی اور علی کے گھر میں بیٹھ رہنے اور تجہیز و تکفین میں مشغول رہنے کی یہی وجہ بیان کی کہ علی جانتے ہیں کہ خلافت اُن سے محول ہو چکی ہے۔ اس پر انصار نے کہا کہ منا امیر و منکم امیر انتہی۔

ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار جناب امیر کے مخالفین میں سے نہ تھے نہ خود خلافت کے خواہاں۔ اور جو ارادہ سعد بن عبادہ نے کیا تو وہ صرف دھوکا تھا۔ اور علی کی نسبت جو نص انہوں نے سُنی تھی اُسے انہوں نے چھپایا نہیں تھا۔ بلکہ اُسے سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش کیا تھا۔ اور اُس سے جناب امیر کی خلافت کا استحقاق بتایا تھا۔ مگر جب اُن کو یہ دھوکا دیا گیا۔ کہ علی نے فرطِ غم سے خلافت کا ارادہ چھوڑ دیا ہے تب انہوں نے کہا کہ ایسی حالت میں ہم کسی دوسرے قریشی کی امامت منظور نہ کریں گے۔ اور اسی لئے مجالس المومنین میں اُوس و خزرج دونو قبیلہ انصار کو خاص شیعیان علی میں سے شمار کیا ہے۔ اور سعد بن عبادہ مدعی امامت کو جناب امیر اور اُن کی اولاد امجاد کے مخلصین خاص میں داخل فرمایا ہے جیسا کہ ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ الاوس والخزرج دو قبیلہ بزرگ اند از انصار کہ حال ایشان از غایت اشتہار حاجت باظہار ندارد و اخلاص این دو طائفہ خصوصا سعد بن عبادہ خزرجی و اولاد امجاد او نسبت بحضرت علویہ مرتضویہ غایت ظہور دارد۔ پس اگر حضرت علی درحقیقت مقابلے و مقاتلے کا ارادہ کرتے اور اپنے حقوق کے لئے غاصبین کی مدافعت چاہتے تو کیا انصار اُن کی اعانت نہ کرتے

لہ اوس و خزرج یہ انصار کے وہ دو بڑے قبیلے ہیں جن کی جوانمردی وغیرہ کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ ان دو کی جماعت اور سعد بن عبادہ خزرجی کی اولاد کو حضرت علی مرتضیٰ سے بے انتہا خاص خلوص ہے۔

marfat.com

اور اُن کا ساتھ نہ دیتے۔

انصار کی کیفیت اور اُن کے ایمان اور اسلام کی حقیقت اور اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کی حالت تو یہ ہے جس کو ہم حضرات امامیہ کی روایتوں سے دکھا چکے۔ رہا دوسرا گروہ قریش کا جن میں مہاجرین داخل ہیں۔ اور جن کو حضرات امامیہ اسلام اور ایمان دونوں سے خارج سمجھتے ہیں۔ خصوصاً حضرات شیخین اور اُن کے خاص معاونین کو۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان خلیفہ ہوئے۔ اور ان کے زمانہ خلافت میں اسلام نے بہت ترقی کی اور انہیں کے عہد میں بہت کثرت سے جہاد ہوئے۔ اور انہیں کے ہاتھوں کسریٰ اور قیصر کے ملک مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ یہ وہ واقعات ہیں کہ ان کا کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا فرق یہ ہے کہ حضرات امامیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان سے بے بہرہ تھے اور منافق اور مرتد۔ اور جو کچھ ان کے زمانے میں ہوا اُس سے اُن کا ایمان اور اسلام ثابت نہیں ہوتا۔ بہت سے دنیا دار اور ظالم بادشاہ ہوئے ہیں کہ باوجود اُن کے فاسق و فاجر ہونے کے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور کفار کے ملک میں اسلام پھیلا۔ اس لئے اُن کی لڑائیاں مثل اور دنیا طلب بادشاہوں کے دنیاوی لڑائیوں میں داخل ہیں نہ کہ جہاد فی سبیل اللہ میں۔ اور ہم اہل سنت وجماعت اُن کے جہاد اور فتوحات کو اُن کی خلافت کی حقیقت کی دلیل سمجھتے ہیں۔ اور بموجب خدا کے اس وعدے کے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ان فتوحات کو خدا کی بشارت اور وعدے کے موافق خیال کرتے ہیں۔ اب یہ امر دیکھنا باقی ہے کہ آیا حضرات امامیہ کی مستند اور معتبر کتابوں اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہمارا اعتقاد صحیح ثابت ہوتا ہے یا حضرات امامیہ کا۔ اس کے لئے ہم ایک حدیث کافی کی پیش کرتے ہیں۔ جس سے تمام معتقدات حضرات امامیہ کے جو نسبت خلفاء راشدین کے ہیں ہباءً منثوراً ہو جاتے ہیں۔ اور خلفاء راشدین کا ایمان اور اعمال حسنہ سے متصف ہونے کا ثبوت ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی معقول جواب ہی نہیں دے سکتے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ فروع کافی میں باب من یجب علیہ الجہاد ومن لا یجب میں اَبُو عمیر زبیری نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ خدا کی طرف بلانا اور

---

[1] اصل حدیث یہ ہے عن علی بن ابراہیم عن ابیہ عن بکیر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمیر الزبیری عن ابی عبد اللہ (باقی صفحہ پر)

marfat.com

اس کی راہ میں جہاد کرنا کسی خاص قوم سے مخصوص ہے یا ہر موحد اور مومن اس کا مجاز ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں وہ ایک خاص لوگوں سے مخصوص ہے۔ اور کوئی دوسرا نہیں کر سکتا میں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ لوگ جن میں وہ شرائط موجود ہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ) قال قلت اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجہاد فی سبیلہ ہو لقوم لا یحل الا لہم ولا یقوم الا من کان منہم ام ہو مباح لکل من وحد اللہ عزوجل وآمن برسول اللہ صلعم ومن کان کذا فلہ ان یدعو الی اللہ عزوجل والی طاعتہ وان یجاہد فی سبیلہ فقال ذلک لقوم لا یحل الا لہم ولا یقوم بذلک الا من کان منہم قلت من اولئک قال من قام بشرائط اللہ عزوجل فی القتال والجہاد علی المجاہدین فہو الماذون لہ فی الدعاء الی اللہ عزوجل ومن لم یکن قائما بشرائط اللہ عزوجل فی الجہاد علی المجاہدین فلیس بماذون لہ فی الجہاد ولا الدعاء الی اللہ حتی یحکم اللہ فی نفسہ ما اخذ اللہ علیہ من شرائط الجہاد قلت فبین لی یرحمک اللہ قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ اخبر فی کتابہ الدعاء الیہ ووصف الدعاۃ الیہ فجعل ذلک لہم درجات یعرف بعضہا بعضا ویستدل بعضہا علی بعض فاخبر انہ تبارک وتعالیٰ اول من دعا الی نفسہ ودعا الی طاعتہ واتباع امرہ فبدأ بنفسہ فقال واللہ یدعوا الی دار السلام ویہدی من یشاء الی صراط مستقیم ثم ثنی برسولہ فقال ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن یعنی بالقرآن ولم یکن داعیا الی اللہ عزوجل من خالف امر اللہ ویدعو الیہ بغیر ما امر فی کتابہ والذی امر الا یدعی الا بہ وقال فی نبیہ صلعم وانک لتہدی الی صراط مستقیم یقول یدعو ثم ثلث بالدعاء الیہ بکتابہ ایضا فقال ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم ای یدعو ویبشر المومنین ثم ذکر من اذن فی الدعاء الیہ بعدہ وبعد رسولہ فی کتابہ فقال ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون ثم اخبر عن ہذہ الامۃ وممن ہی وانہا من ذریۃ ابراہیم ومن ذریۃ اسمٰعیل من سکان الحرم ممن لم یعبدوا غیر اللہ قط الذین وجبت لہم الدعوۃ دعوۃ ابراہیم واسمٰعیل من اہل المسجد الذین اخبر عنہم فی کتابہ انہ اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا الذین وصفناہم قبل ہذا فی صفۃ امۃ ابراہیم الذین عناہم اللہ تبارک وتعالیٰ فی قولہ ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنی اول من اتبعہ علی الایمان بہ والتصدیق لہ وبما جاء بہ من عند اللہ عزوجل من الامۃ التی بعث فیہا ومنہا والیہا قبل الخلق ممن لم یشرک باللہ قط ولم یلبس ایمانہ بظلم وہو الشرک ثم ذکر اتباع نبیہ صلعم واتباع ہذہ الامۃ التی وصفہا فی کتابہ بالامر بالمعروف والنہی عن المنکر وجعلہا داعیۃ الیہ واذن لہا فی الدعاء الیہ فقال یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین ثم وصف اتباع نبیہ من المومنین فقال عزوجل (باقی صفحہ)

marfat.com

جو خدا نے مجاہدین اور داعین الی اللہ کے مقرر فرمائے ہیں۔ وہ شرائط نہ پائے جائیں
نہ اُسے دعوت الی اللہ کی اجازت ہے۔ نہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے دون ہے۔ تب
میں نے کہا کہ ان شرائط کو بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے عزّوجل نے اُس کے رے مقرر کئے ہیں

(بقیہ حاشیہ ص۶۹) محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ذلک مثلہم فی التوراۃ ومثلہم فی الانجیل وقال یوم لایخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ نورہم یسعی بین ایدیہم وبایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیٔ قدیر یعنی اولئک المومنین فقال قد افلح المومنون ثم حلاہم ووصفہم کیلا یطمع فی اللحاق بہم الا من کان منہم فقال فیما حلاہم ووصفہم الذین ہم فی صلوتہم خاشعون والذین ہم عن اللغو معرضون الی قولہ تعالیٰ اولئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس ہم فیہا خالدون ثم حلاہم ووصفہم کیلا یطمع فی اللحاق بہم الا من کان منہم فقال فیما حلاہم بہ ووصفہم وقال فی وصفہم وحلیتہم ایضاً الذین لایدعون مع اللہ الہاً آخر الآیۃ ثم اخبر انہ اشتری من ہولاء المومنین ومن کان علی مثل صفتہم انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن ثم ذکر وفاءہم لہ بعہدہ ومبایعتہ فقال ومن اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ہو الفوز العظیم فلما نزل ہذہ الآیۃ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ قام رجل الی النبی صلعم فقال یا نبی اللہ ارایتک الرجل یاخذ سیفہ فیقاتل حتی یقتل الا انہ یقترف من ہذہ المحارم اشہید ہو فانزل اللہ عزوجل التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناہون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المومنین ففسر النبی صلعم المجاہدین من المومنین الذین ہذہ صفتہم وحلیتہم بالشہادۃ والجنۃ وقال التائبون من الذنوب العابدون الذین لایعبدون الا اللہ ولایشرکون بہ شیئاً الحامدون الذین یحمدون اللہ علی کل حال فی الشدۃ والرخاء السائحون وہم الصائمون الراکعون الساجدون الذین یواظبون علی الصلوات الخمس الحافظون لہا والمحافظون علیہا برکوعہا وسجودہا والخشوع فیہا وفی اوقاتہا الآمرون بالمعروف بعد ذلک والعاملون بہ والناہون عن المنکر والمنتہون عنہ قال فبشر من قتل وہو قائم بہذہ الشروط بالشہادۃ والجنۃ ثم اخبر تبارک وتعالیٰ انہ لم یامر بالقتال الا اصحاب ہذہ الشروط فقال عزوجل اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ وذلک ان جمیع ما بین السماء والارض للہ عزوجل ولرسولہ ولاتباعہ من المومنین من اہل ہذہ الصفۃ فما کان من الدنیا فی ایدی المشرکین (باقی ص۷۱)

marfat.com

اوّل خدائے تعالیٰ نے اپنی طرف اس دعوت کا بیان فرمایا ہے کَمَا قَالَ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى
دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ کہ اللہ جنت کی دعوت دیتا
ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے، سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ بعد اس کے پیغمبر خدا صلعم کو دعوت کے لئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) والکفار والظلمة والفجار من اہل الخلاف الرسول اللہ صلعم والمولی عن طاعتہما کان فی ایدیہم ظلموا فیہ
المومنین من اہل ہذہ الصفات وغلبوہم علیہ مما افاء اللہ علی رسولہ فہو حقہم افاء اللہ علیہم وردہ الیہم وانما معنی الفیٔ
کلما سار الی المشرکین ثم رجع مما قد کان علیہ او فیہ فما رجع الی مکانہ من قول او فعل فقد فاء مثل قول اللہ عزوجل
فان فاءوا فان اللہ غفور رحیم ای رجعوا ثم قال وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم وقال ان طائفتان من
المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدیہما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ ای یرجع فان فاءت
ای رجعت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین یعنی بقولہ تفیٔ ترجع فذلک الدلیل علی
ان الفیٔ کل راجع الی مکان قد کان علیہ او فیہ ویقال للشمس اذا زالت قد فاءت الشمس حین تفیٔ الفیٔ
عند رجوع الشمس الی زوالہا وکذلک ما افاء اللہ علی المومنین من الکفار فانما ہی حقوق المومنین رجعت الیہم
بعد ظلمہم ایاہم فذلک قولہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا ما کان المومنون احق بہ منہم وانما اذن المومنین
الذین قاموا بشرائط الایمان التی وصفناہا وذلک انہ لا یکون ماذونا لہ فی القتال حتی یکون مظلوما ولا
یکون مظلوما حتی یکون مومنا ولا یکون مومنا حتی یکون قائما بشرائط الایمان التی شرط اللہ عزوجل علی
المومنین والمجاہدین فاذا تکاملت فیہ شرائط اللہ عزوجل کان مومنا واذا کان مومنا کان مظلوما واذا کان
مظلوما کان ماذونا فی الجہاد بقولہ عزوجل اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الآیة
وان لم یکن مستکملا بشرائط الایمان فہو ظالم ممن یبغی ویجب جہادہ حتی یتوب ولیس مثلہ ماذونا فی الجہاد
والدعاء الی اللہ عزوجل لانہ لیس من المومنین المظلومین الذین اذن لہم فی القتال فلما نزلت ہذہ الآیة اذن
للذین یقاتلون بانہم ظلموا فی المہاجرین الذین اخرجہم اہل مکة من دیارہم واموالہم احل لہم جہادہم بظلمہم
ایاہم واذن لہم فی القتال فقلت فہذہ الآیة نزلت فی المہاجرین بظلم مشرکی اہل مکة لہم فما بالہم فی قتال
کسری وقیصر ومن دونہم من مشرکی قبائل العرب فقال لو کان انما اذن لہم فی قتال من ظلمہم من اہل مکة فقط لم یکن لہم
فی قتال جموع کسری وقیصر وغیر اہل مکة من قبائل العرب سبیل لان الذین ظلموہم غیرہم وانما اذن لہم فی قتال من
ظلمہم من اہل مکة لاخراجہم ایاہم من دیارہم واموالہم بغیر حق ولو کانت الآیة انما عنت المہاجرین الذین ظلمہم اہل مکة (باقی صفحہ پر)

ارشاد کیا کما قال اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ ۔ کہ بلاؤ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی وعظ سے اور مجادلہ کرو اُن سے اچھے طریقے سے۔ پھر ایسی قوم کو دعوت کی اجازت دی ہے جو نیک ہوں، اور امر بالمعروف اور نہی منکر کرتے ہوں کما قال وَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ اُمَّۃٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۞ یعنی تم میں سے ایسے لوگ ہونا چاہئیں کہ بھلی بات کی دعوت دیں اور اچھی بات کا حکم کریں، اور بری بات سے منع کریں۔ اور یہی لوگ فلاح کو پہونچنے والے ہیں۔ پھر اس امت سے اُن لوگوں کو ماذون بدعوت فرمایا ہے جو ذریت ابراہیم ؑ اور ذریت اسمٰعیل ؑ سے ہوں حرم کے رہنے والوں میں سے جنہوں نے سوائے خدا کے کبھی

(بقیہ حاشیہ ص۷۱) كانت الآية مرتفعة الغرض عمن بعدهم اذ لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وكان فرضا مرفوعا عن الناس بعدهم وليس كما ظننت ولا كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا من جهتين ظلمهم اهل مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلوهم باذن الله تعالى لهم في ذلك وظلمهم كسرى وقيصر ومن كان دونهم من قبائل العرب والعجم بما كان في ايديهم مما كان المومنون احق به منهم فقد قاتلوهم باذن الله عزوجل لهم في ذلك والحجة هذه الآية يقاتل مومنو كل زمان وانما اذن الله عزوجل للمومنين الذين قاموا بما وصف الله عزوجل من الشرائط التي شرطها الله على المومنين في الايمان والجهاد ومن كان قائما بتلك الشرائط فهو مومن وهو مظلوم وماذون له في الجهاد بذلك المعنى ومن كان على خلاف ذلك فهو ظالم وليس من المظلومين وليس بماذون له في القتال ولا بالنهي عن المنكر والامر بالمعروف لانه ليس من اهل ذلك ولا ماذون له في الدعاء الى الله عزوجل لانه ليس بذا كمثله وامر بدعائه ولا يكون مجاهدا من قد امر المومنون بجهاده وحظر الجهاد عليه ومنعه منه ولا يكون داعيا الى الله عزوجل من امر بدعاء مثله الى التوبة والحق والامر بالمعروف والنهي عن المنكر ولا يامر بالمعروف من قد امر ان يومر به ولا ينهى عن المنكر من قد امر ان ينهى عنه فمن كانت قد تمت فيه شرائط الله عزوجل التي وصف بها اهلها من اصحاب النبي صلعم وهو مظلوم فهو ماذون في الجهاد كما اذن لهم لان حكم الله عزوجل في الاولين والآخرين وفرائضه عليهم سواء الا من علة او حادث يكون والاولون والآخرون ايضا في منع الحوادث شركاء والفرائض عليهم واحدة يسأل الآخرون من اداء الفرائض عما يسأل عنه الاولون ويحاسبون عما به يحاسبون ومن لم يكن على صفة من اذن له في الجهاد من المومنين وليس من اهل الجهاد وليس بماذون له فيه حتى يفيء (باقی حاشیہ)

marfat.com

کسی کی عبادت نہ کی ہو۔ اور جن کی نسبت فرمایا ہے اَذْهَبَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيْرًا کہ اُن سے نجاست کو دور کیا۔ اور اُن کو خوب پاک کر دیا۔ بعد اس کے رسول خدا کے اتباع کرنے والوں کو دعوت کا اذن دیا گیا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت خدا نے فرمایا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان والے ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم ہیں۔ تو اُن کو رکوع اور سجدے میں دیکھتا ہے کہ وہ اُس سے اللہ کا فضل اور اُس کی رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر

(بقیہ حاشیہ ص۷۲) بما شرط اللہ عزوجل علیہ فاذا تکاملت فیہ شرائط اللہ عزوجل علی المؤمنین والمجاہدین فہو من الماذونین لہم فی الجہاد فلیتق اللہ عزوجل عبد ولا یغتر بالامانی التی نہی اللہ عزوجل عنہا من ہذہ الاحادیث الکاذبۃ علی اللہ التی یکذبہا القرآن ویتبرا منہا ومن حملہا وروایتہا ولا یقدم علی اللہ عزوجل بشبہۃ لا یعذر بہا فانہ لیس وراء المعترض للقتل فی سبیل اللہ منزلۃ یؤتی اللہ من قبلہا وہی غایۃ الاعمال فی عظم قدرہا فلیحکم امرء لنفسہ ولیرہا کتاب اللہ عزوجل ولیعرضہا علیہ فانہ لا احد اعرف بالمرء من نفسہ فان وجدہا قائمۃ بما شرط اللہ علیہ فی الجہاد فلیقدم علی الجہاد وان علم تقصیرا فلیصلحہا ولیقمہا علی ما فرض اللہ علیہا من الجہاد ثم لیقدم بہا وہی طاہرۃ مطہرۃ من کل دنس یحول بینہا وبین جہادہا ولسنا نقول لمن اراد الجہاد وہو علی خلاف ما وصفنا من شرائط اللہ عزوجل علی المؤمنین والمجاہدین لا تجاہدوا ولکن نقول قد علمناکم ما شرط اللہ عزوجل علی اہل الجہاد الذین بایعہم واشتری منہم انفسہم واموالہم بالجنان فیصلح امرء ما علم من نفسہ من تقصیر عن ذلک ولیعرضہا علی شرائط اللہ فان رای انہ وفی بہا وتکاملت فیہ فانہ ممن اذن اللہ عزوجل فی الجہاد وان ابی ان لا یکون مجاہدا علی ما فیہ من الاصرار علی المعاصی والمحارم والاقدام علی الجہاد بالتخبیط والعمی والقدوم علی اللہ عزوجل بالجہل والروایات الکاذبۃ فلقد لعمری جاء الاثر فیمن فعل ہذا الفعل ان اللہ عزوجل ینصر ہذا الدین باقوام لا خلاق لہم فلیتق اللہ عزوجل امرء ولیحذر ان یکون منہم فقد بین لکم ولا عذر لکم بعد البیان فی الجہل ولا قوۃ الا باللہ حسبنا اللہ علیہ توکلنا والیہ المصیر ۱۲۔

منقول از ازالۃ الغین جلد دوم صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۹

marfat.com

سے ان کی پیشانی پر نشان ہیں۔ یہ مثل ہے۔ اُن کی توریت اور انجیل میں۔ پھر اُن مومنین کی صفت بھی بیان کی تاکہ جو لوگ اُس صفت سے موصوف نہ ہوں اُن میں شامل ہونے کی توقع نہ کریں۔ اور وہ صفت یہ ہے اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ کہ وہ لوگ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ اور لغویات سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں شامل کرتے ہیں۔ پھر اُن لوگوں کو اس میں داخل کیا جو ان مومنین کی سی صفات رکھتے ہوں کما قال اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ یعنی اللہ نے مومنین سے اُن کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ پھر مارے اور مارے جاویں۔ یہ خدا پر وعدہ ہے سچا جو توریت وانجیل وقرآن میں مذکور ہے۔ اور کون ہے۔ اللہ سے زیادہ اپنے عہد کا پورا کرنے والا تو تم اپنے اس بیع سے جس کا تم نے اُس سے معاملہ کیا ہے بشارت حاصل کرو اور یہی ہے بڑی مراد کو پہونچنا۔ جب آیۃ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ نازل ہوئی تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پیغمبر خدا صلعم سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص تلوار لے کر جہاد میں لڑے یہاں تک کہ مارا جاوے۔ مگر وہ مرتکب محرمات ہو کیا وہ بھی شہیدوں میں داخل ہوگا۔ اس وقت خدا نے یہ آیت نازل کی اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ پھر آپ نے اُس کی تفسیر فرمائی کہ شہادت اور جنت کے لائق گناہوں سے توبہ کرنے والے اور سوائے خدا کے دوسرے کی عبادت کیلئے سر نہ جھکانے والے اور تنگی وفراخی میں خدا کے شاکر اور روزہ رکھنے والے اور برابر نماز پنجگانہ پڑھنے والے اور امر معروف اور نہی منکر بجالانے والے اور یہی لوگ مبشر بشہادت وجنت ہیں۔ پھر خدائے عزّ وجل نے خبر دی کہ جہاد کا حکم نہیں دیا گیا۔ مگر انہیں لوگوں کو جن میں یہ شرائط

marfat.com

پائے جاتے ہوں اور فرمایا اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ کہ اجازت دی گئی اُن کو جن سے لوگ لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ اُن پر ظلم کیا گیا اور یہ کہ اللہ اُن کی مدد دینے پر قادر ہے وہ لوگ ہیں کہ اپنے شہروں سے ناحق نکالے گئے۔ اس قصور میں کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے واسطے خدا اور رسول اور اتباع رسول کے ہے۔ اور جو کچھ کہ دنیا میں مشرکین وکفار اور ظالمین و فاجرین کے ہاتھ میں ہے۔ وہ سب مومنین کے لئے ہے۔ اور جہاد کی اجازت ان مومنین کو جو موصوف ان شرائط سے ہوں نہیں دی گئی مگر انہیں کو جو مظلوم ہوں اور مظلوم نہیں ہوتا مگر مومن۔ اور مومن نہیں ہو سکتا مگر وہ جو جامع ہو اُن شرائط کا جو مجاہدین کے لئے قرار دیئے گئے ہیں۔ اور جب کہ آیۃ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ نازل ہوئی تو اُن لوگوں کو جہاد کا حکم دیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ مہاجرین نے اہل مکہ سے لڑنے کی اجازت اس لئے پائی کہ وہ ظلم کئے گئے تھے۔ مگر وہ کسریٰ اور قیصر اور دیگر مشرکین کے جہاد پر کیوں متوجہ ہوئے۔ امام نے جواب دیا کہ اگر اتنی ہی اجازت ہوتی تو وہ کسریٰ اور قیصر پر جہاد کبھی نہ کرتے۔ اس لئے کہ اُنہوں نے کچھ مہاجرین پر ظلم نہ کیا تھا۔ بلکہ ظالم تو اہل مکہ تھے اور اگر فقط مراد مہاجرین سے ہوتی تو متاخرین اس حکم سے خارج رہتے۔ اس لئے کہ متاخرین کے وقت نہ ظالمین مکہ میں سے کوئی رہا نہ مظلومین میں سے۔ یہ بات وہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مہاجرین دو طرف سے مظلوم ہیں۔ ایک اہل مکہ سے دوسرے کسریٰ اور قیصر سے۔ کیونکہ سلطنت مہاجرین کا حق تھا۔ پس مہاجرین کا جہاد کسریٰ و قیصر پر بھی خدا کے حکم سے تھا۔ اور اسی دلیل سے ہر زمانے کو مومنین جہاد کر سکتے ہیں۔ لیکن اذن جہاد انہیں لوگوں کو ہے جو جامع شرائط ہوں تا کہ ایمان اور مظلوم اور ماذون ہونا پایا جاوے۔ اور جو ایسا نہیں ہے۔ وہ ظالم ہے نہ مظلوم نہ داعی نہ مجاہد۔ بلکہ مومنین مامور ہیں کہ اُس سے قتال کریں۔ انتہی ملخصاً اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسریٰ و قیصر پر بھی جہاد بحکم خدا ہوا تھا۔ اور مہاجرین جنہوں نے جہاد کیا وہ ماذون من اللہ تھے۔ اور اس حدیث میں یہ بیان بھی کر دیا گیا ہے کہ ماذون بجہاد نہیں ہوتے۔

مگروہ مومنین جو متصف بصفات اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الخ کے ہوں۔ اور جبکہ مہاجرین کسریٰ وقیصر کے جہاد پر ماذون من اللہ تھے۔ تو امام کے بیان سے اُن کا ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ ثبوت ایسا ہے کہ اس سے انکار ہی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مہاجرین کسریٰ وقیصر پر جہاد کرنے والے تھے۔ اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ امام نے اس جہاد کو ماذون من اللہ فرمایا اور اس کی وجہ اور دلیل بیان کی۔ اگر ان کا جہاد بلا اذن خدا ہوتا تو راوی کے سوال کے جواب میں امام یہ فرماتے کہ یہ جہاد نہ تھا۔ اور نہ وہ لوگ جہاد کے لئے ماذون تھے۔ برعکس اس کے امام نے اُن کا ماذون من اللہ ہونا اور ماذون من اللہ ہونے کی دلیل صاف صاف لفظوں میں بیان کی۔ اور چونکہ ماذون من اللہ جہاد کے لئے نہیں ہو سکتے الاّ وہ لوگ جو ایمان اور اعمال حسنہ کے جامع ہوں۔ اس لئے منطقی دلیل سے صاف یہ نتیجہ نکلا کہ امام نے اُن مہاجرین کو جنہوں نے کسریٰ وقیصر پر جہاد کیا تھا مومن اور جامع شرائط جہاد قرار دیا۔

اس حدیث کے جواب میں علمائے امامیہ کو نہایت دقت پیش آئی اور کچھ جواب اس کا بن نہیں آیا۔ مجتہد صاحب تشیید المبانی میں بجواب مولوی حیدر علی صاحب کے اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ "نہایت آنچہ ازیں حدیث ظاہر می شود این ست کہ مہاجرین ماذون بجہاد کسریٰ وقیصر بودند و حقیت خلافت خلفا ازان اصلا مستفاد نمی شود زیرا کہ در احادیث معتمدۂ اہل سنت وارد شدہ کہ جناب رسالت مآب مسلمین را خبر تسلط خلفاء جور داده امر باطاعت آنہا نموده بود انتہی"۔ یعنی اس حدیث سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مہاجرین کسریٰ وقیصر کے جہاد کے لئے ماذون تھے۔ مگر اس سے خلفاء کی خلافت کی حقیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ سنیوں کی حدیثوں میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا نے خلفاء جور کے تسلط کی خبر دے کر ان کی اطاعت کا حکم فرمایا تھا۔ اس جواب

لے اخرش اس حدیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کسریٰ وقیصر سے جنگ کرتے وقت مسلمان مجاہدوں کو اللہ نے جہاد کا حکم دیا تھا۔ اور اس سے خلفاء کا استحقاق خلافت بالکل بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ سنیوں کی معتبر احادیث میں ہے کہ رسول اکرمؐ نے ظالم خلفا کے تسلط کی اطلاع دیتے ہوئے حکم دیا ہے کہ ان کی بھی اطاعت کی جائے۔

marfat.com

سے اکنا تو ثابت ہوا کہ جناب مجتہد صاحب کو اس حدیث کی صحت میں کلام نہیں ہے۔ نہ اس کے مضمون میں کچھ عذر ہے۔ اور ہمارے مقصود کے لئے یہی کافی ہے۔ آیندہ ناظرین حدیث خود غور کر کے اس کا تصفیہ کر سکتے ہیں کہ مجتہد صاحب کے جواب سے ہمارا دعویٰ جو اس حدیث کی دلیل پر مبنی ہے ثابت ہوتا ہے یا باطل۔ اور چونکہ انہوں نے کوئی جواب اس کا نہ پایا۔ نہ مہاجرین کے کسریٰ و قیصر پر جہاد سے انکار کر سکے نہ اُن کے ماذون من اللہ ہونے پر اعتراض فرما سکے۔ اور نہ ماذون من اللہ ہونے کے لئے جو شرائط امام نے فرمائے اُس کے انکار کی جرأت کر سکے جب کوئی راستہ نہ ملا تو اہل سُنت کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے لگے مگر اس سے نفس حدیث کا مطلب کیونکر باطل ہو سکتا ہے۔ ما نحن فیہ میں یہ بحث نہیں ہے کہ سُنیوں کی روایتوں کے مطابق خلفاء راشدین خلفاء جور تھے یا خلفاء برحق۔ بلکہ بحث طلب امر یہ ہے کہ اس حدیث سے اُن مہاجرین کا جنہوں نے کسریٰ و قیصر پر جہاد کیا ماذون من اللہ ہونا اور ماذون من اللہ ہونے کی وجہ سے ان کا صاحب اعمال صالحہ ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ اور اس ثبوت کی تردید نہیں ہو سکتی جب تک دو بدیہی باتوں سے انکار نہ کیا جائے۔ ایک مہاجرین کے جہاد کرنے سے کسریٰ اور قیصر پر دوسری امام کے اس ارشاد سے کہ مہاجرین جہاد کے لئے ماذون من اللہ تھے۔ اگر حضرات امامیہ کو یہ جرأت ہو کہ وہ فرما سکیں کہ جہاد مہاجرین نے نہیں کیا۔ نہ کسریٰ اور قیصر کا ملک مہاجرین کے قبضے میں آیا بلکہ اُن پر جہاد کرنے والے ایران کے شیعہ یا لکھنؤ کے مومن تھے تو خیر ہم خود اپنے دعویٰ کی غلطی تسلیم کر لیں گے۔ یا یہ کہہ سکیں کہ امام نے مہاجرین کو ماذون من اللہ ہونا بیان نہیں کیا بلکہ ممنوع من الجہاد ہونا فرمایا تھا۔ تب بھی ہمارا دعویٰ اور ہماری دلیل دونوں باطل ہو سکتی ہیں واذلیس فلیس

چونکہ مجتہد صاحب بھی اسے خوب سمجھ گئے تھے کہ اُن کا جواب نہایت کمزور ہے۔ اس لئے جناب نے اس حدیث کا ایک اور جواب دیا ہے۔ اس سے بھی زیادہ عمدہ اور زیادہ مدلل اور ناقابل تردید ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ جہاد بمشورے و مرضی مبارک جناب امیر کے ہوا تھا پس گویا ماذون بجہاد جناب امیر تھے۔ اور انہیں کے اذن سے مہاجرین نے کسریٰ و قیصر پر جہاد کیا تھا۔ ہم بھی اس جواب کی داد دیتے ہیں۔ تاکہ دیکھنے والوں کو ہماری طرف

marfat.com

سے بدگمانی نہ ہو اور جناب مجتہد صاحب کی طرف ایسے پاکیزہ جواب دینے میں کوئی شبہ نہ کرے ہم اصل عبارت تشئید المبانی کی لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ "ودر بن مقام سری دیگر ست کہ تعرض باآن پر ضرور وآن این ست کہ خلیفہ ثانی بلکہ خلفاء ثلاثہ چون برای العین مشاہدہ بودند کہ جناب ولایت مآب افضل واعلم صحابہ است لہذا دراکثر امور عظام مثل جہاد واجرای حدود وغیرہ بطریق مشورہ مرضی مبارک جناب امیر دریافت می نمودند چنانچہ این امر بر متتبع خبیر ظاہر وروشن ست وکلام صدق نظام خلیفہ ثانی لولا علی لهلك عمر ومعضلة لاابا حسن لھا[1] کہ در کتب معتمدۂ اہل سنت وارد شدہ نیز دلالت صریح بران وارد ودر خصوص جہاد فارس فاضل دہلوی نیز مشورہ نمودن خلیفہ ثانی باآن حضرت مذکور ساختہ پس برین تقدیر ماذون بودن مہاجرین وانصار برائے جہاد فارس وشام وغیرہ مستغنی عن البیان ست وانچہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام درباب اذن آنہا فرمودہ بسبب اذن دادن جناب امیر بود نہ سبب حقیت خلافت ثلاثہ۔ انتہی

جناب قبلہ وکعبہ کے جواب سے بجائے اس کے کہ ہمارا دعوی ضعیف ہو اور قوی ہوتا ہے اس لئے بموجب منطق کی شکل اول کے اس حدیث کا صغریٰ اور کبریٰ یہ ہوتا ہے کہ مہاجرین ماذون بجہاد تھے۔ اور ماذون بجہاد نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو جامع شرائط ایمان اور مورد آیہ اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ الخ کے ہوں پس اس کا نتیجہ نکلا

---

[1] یہاں ایک دوسرے نکتہ کی بات ہے جس سے روگردانی نہیں کی جاسکتی اور وہ یہ کہ خلیفہ دوم بلکہ تینوں خلفاء نے بچشم خود مشاہدہ کیا تھا کہ جناب علیؑ تمام صحابہ میں افضل اور عالم ہیں اس لئے بڑے بڑے کاموں مثلاً جہاد اور سزادہی وغیرہ میں جناب علیؓ کی مرضی بطریقہ مشورہ معلوم کرتے تھے۔ اور یہ سب پر واضح ہے۔ اور خلیفۂ دوم کا کلام صدق نظامؓ "اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتے"، سنیوں کی معتبر کتاب میں موجود ہے۔ اور یہ صریح دلالت ان سے مرضی ومشورہ کی ہے۔ اور فاضل دہلوی نے حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ سے جنگ فارس پر مشورہ کرنا تحریر کیا ہے۔ اس لئے مہاجرین وانصار کا جہاد فارس وشام وغیرہ میں ماذون واجازت یافتہ ہونے کو مزید بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور امام جعفر صادق نے باب اجازت میں فرمایا ہے کہ جنگ کے لئے جناب امیر کی اجازت ہوئی تھی۔ اور استحقاق خلافت ثلاثہ کے لئے کوئی اجازت نہیں ہوئی

marfat.com

کہ مہاجرین مومن اور جامع شرائط اور داخل زمرہ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ الخ کے تھے۔ وھذا ھو المقصود اگر جناب قبلہ وکعبہ اس حدیث سے انکار فرماتے یا اس کے جواب میں یہ کہتے کہ مہاجرین ماذون من اللہ نہ تھے تب البتہ ہمارا دعویٰ باطل ہوتا۔ مگر مولانا ممدوح نے اس بات کو کہ مہاجرین من اللہ تھے۔ نہ صرف تصدیق کیا بلکہ اُسے اور قوی کر دیا۔ اس لئے کہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ جناب امیر کی طرف سے ماذون تھے اس لئے کہ خلفاء ایسے معاملات میں جناب امیر سے مشورہ لیتے اور آپ کی مرضی مبارک دریافت کرتے اس لحاظ سے خلفاء کا اذن در پردہ بلکہ درحقیقت اذن جناب امیر تھا۔ اور جناب امیر کے اذن کو خدا کا اذن سمجھنا چاہیے اس لیے کہ اگر مہاجرین جامع اُن شرائط کے نہ ہوتے جو مجاہدین کے لئے ضروری ہیں تو حضرت امیر اُن کو جہاد کا اذن نہ دیتے۔ اور صلاح اور مشورہ لینے والوں سے علیحدہ رہتے۔ اور ان کے جہاد کو فتنہ وفساد اور اُنہیں کو واجب القتال سمجھتے جیسا کہ اس حدیث کا منشا ہے۔

اور جناب قبلہ وکعبہ کا یہ ارشاد کہ اس سے خلافت ثلاثہ کی حقیقت ثابت نہیں ہوتی نہایت حیرت انگیز ہے اس لیے کہ جو لوگ اُن شرائط کے جامع ہوں۔ جو اس حدیث میں مذکور ہیں یعنی ایمان میں کامل اور اعمال حسنہ سے متصف اور اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ میں داخل تو بالضرور وہ خدا اور اس کے رسول کی مرضی پر چلنے والے ہوں گے۔ اور اہل بیت سے محبت رکھنا اور ان کو مدد دینا اور ان کے مخالفین اور اعداء سے بیزار رہنا اُن کا فرض ہوگا اور یہ فرض اُسی وقت پورا ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے اعتقاد کے موافق خلفاء ثلاثہ اگر مہاجرین سے افضل نہ مانے جاویں تاہم کم سے کم اُن کی برابر اور اُن کے زمرے میں تو ضرور محسوب ہوں۔ ورنہ کیا وہ لوگ جو ایمان اور حسن اعمال میں کامل ہوں ایسے شخصوں کی سرداری اور امامت کو تسلیم کریں گے۔ جو ایمان سے بے بہرہ اور حُسنِ عمل سے بے نصیب اور منافقین اور مرتدین میں داخل اور اہل بیت کے دشمن اور اُن کے حقوق کے غاصب اور بضعۂ رسول کے ایذا دینے والے ہوں۔ ایسے لوگوں کی اطاعت تو وہی لوگ کریں گے جو کہ ان کی طرح منافق یا مرتد اور ایمان سے بے بہرہ ہوں۔ اور چونکہ اس حدیث نے مہاجرین کا جہاد کے

marfat.com

لئے ماذون من امیر المومنین و من اللہ ہونا ثابت کر دیا۔ اور ماذون من اللہ ہونے سے ان کے ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ کا ثبوت ہوگیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ایسے گروہ کے سردار اور خلیفہ بھی ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ سے متصف اور اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ میں داخل تھے والحمد للہ علیٰ ذلک۔

مہاجرین کا اس حدیث سے جہاد کے لئے ماذون من اللہ ہونا تو خود جواب سے جناب قبلہ وکعبہ کے ثابت ہوگیا۔ اب ہم ایک اور روایت پیش کرتے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ جو جہاد خلفاد ثلاثہ کے زمانے میں ہوئے اور جو ملک انہوں نے فتح کئے ان کی بشارت پیغمبر خدا صلعم نے پہلے ہی دے دی تھی۔ اور ان کی فتوحات کو اپنی فتوحات سے تعبیر فرمایا تھا۔ ابن بابویہ روایت کرتے ہیں کہ جنگ احزاب میں جس کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں حضرت سلمان فارسی کی صلاح[1] سے خندق کھودی گئی خندق کھودتے وقت ایک ایسا سخت پتھر نکلا کہ کدال اس پر کچھ کام نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ وہ ٹوٹتا تھا۔ حضرت صلعم کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اور آپ نے دستِ مبارک میں کدال لے کر اس پتھر پر ایک ضرب لگائی۔ اس سے ایک روشنی نکلی اور آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ اکبر شام کی کنجیاں خدا نے مجھے دیں۔ اور قسم ہے خدا کی اس کے سرخ محل میں دیکھ رہا ہوں۔ بعدہٗ دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر اس سے ٹوٹا۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدا نے فارس کے ملک کی کنجیاں مجھے دیں اور قسم ہے خدا کی کہ مدائن کے سفید قصر کو میں دیکھ رہا ہوں۔ اور جب تیسری چوٹ لگائی اور وہ پتھر ٹوٹ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر یمن کی کنجیاں مجھے دیں اور قسم ہے خدا کی کہ صنعا کے دروازے کو میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ روایت صفحہ ۲۷۶ حیات القلوب کی دوسری جلد مطبوعہ نولکشور اور ناسخ التواریخ کی کتاب دوم جلد اوّل مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۱۶ میں نقل ہے۔ اور

[1] چون این خبر بحضرت رسول رسید اصحاب خود را طلبید و با ایشان مشورت کرد و ہفت صد نفر بودند پس سلمان گفت یا رسول اللہ جماعت قلیل در مطاولہ و مبارزہ در برابر جماعت کثیر نمی توانند ایستاد حضرت فرمود پس چہ کنیم سلمان گفت خندقی می کنیم بر دور خود کہ حجابی باشد میان تو وایشان کرد باقی ص[illegible]

اخیر روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ "بالجملہ در ایام حفر خندق قطعہ از سنگی سخت پدید شد کہ مردم از شکستن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰) ایشان از ہر جانب بر سر ما بیایند و جنگ از یک جانب باشد و ما در بلاد عجم وقتیکہ لشکر گرانے متوجہ
ما می شدند چنین مے کردیم کہ جنگ از موقع معینی واقع شود پس جبرئیلؑ بر حضرت رسول نازل شد و گفت
رای سلمان صواب است و ہمان عمل مے باید کرد حضرت فرمود کہ زمین را پیمودند از ناحیہ احد تا براجع
و ہر بست گام و یا سی گام را بجماعتے از مہاجران و انصار داد کہ حفر نمایند و امر کرد کہ بیلہا و
کلنکہا آوردند و حضرت خود ابتدا کرد و در حصہ مہاجران و کلنگے برداشت و خود می کند و حضرت
امیر المومنین خاک را نقل می کرد تا آنکہ عرق کردہ ماندہ شد و فرمود کہ عیشے نیست مگر عیش آخرت
خداوندا بیامرز انصار و مہاجران را چون مردم دیدند کہ حضرت خود متوجہ کندن گردید اہتمام بسیار
کردند در کندن و خاک را نقل می کردند چون روز دوم شد بامداد آمدند بر سر خندق و حضرت در
مسجد فتح نشست و صحابہ مشغول کندن شدند ناگاہ بسنگے رسید کہ کلنگ بران کار نمی کرد پس
جابر بن عبد اللہ انصاری را بخدمت حضرت فرستادند کہ حقیقت حال را عرض نماید جابر گفت کہ چون
بمسجد فتح رفتم دیدم کہ حضرت بر پشت خوابیدہ است و ردای مبارک را در زیر سر گذاشتہ
و از گرسنگے بر شکم خود سنگے بستہ است گفتم یا رسول اللہ سنگے در خندق پیدا شدہ کہ کلنگ دران اثر
نمی کند پس برخاست و بسرعت روانہ شد چون بآن موضع رسید آبے طلبید و از ان آب وضو ساخت و کف آبے
در دہان حکمت نشان کرد و مضمضہ نمود و برآن سنگ ریخت پس کلنگ را گرفت و ضربتے بران سنگ زد کہ از ان برقے
ساطع شد و ما برق قصرہائے شام را دیدیم پس بار دیگر کلنگ را زد و برقے ساطع شد کہ قصرہائے مدائن را دیدیم
پس بار دیگر کلنگ را زد و برقے لامع شد کہ قصرہائے یمن را دیدیم پس فرمودہ کہ این مواضع را کہ برق بر آنہا تابید بشما
فتح خواہید کرد و مسلمانان از استماع این بشارت شاد شدند و خدا را حمد کردند و منافقان گفتند کہ وعدہ ملک کسری
و قیصر میدہد و از ترس بہ دور خود خندق میکند پس حق تعالی آیۃ قل اللہم مالک الملک را برای تکذیب ذنابیب
منافقان فرستاد و ابن بابویہ روایت کردہ است کہ چون کلنگ اول را زد و سنگ شکست فرمود کہ اللہ اکبر
کلیدہائے شام را بمن دادند بخدا سوگند کہ قصرہائے سرخ آن را مے بینم پس کلنگ دیگر زد و ثلث دیگر را شکست و گفت
اللہ اکبر کلید ہای ملک فارس را بمن دادند بخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن را مے بینم و چون کلنگ سوم را زد و باقی سنگ جدا
شد گفت اللہ اکبر کلیدہائے یمن بمن دادند و بخدا سوگند کہ دروازہ ہای صنعا را مے بینم و کلینی بسند معتبر روایت کردہ است از

marfat.com

آن بیچارہ گشتند وسلمان این خبر برسول خدا برداشت جابر بن عبداللہ انصاری گوید درین ہنگام رسول خدا در مسجد فتح بر پشت خوابیدہ بود واز شدت جوع سنگ بر شکم مبارک بستہ داشت چہ سہ روز می رفت کہ ہیچ کس بہ طعامے دست نیافت بابی ہمہ چون این قصہ بشنید متلین برگرفت وبخندق در آمد براء بن عازب گوید چون با متلین بر سر سنگ آمد فرمود بسم اللہ وبضرب نخستین یک ثلث آن سنگ را بیفگند وگفت اللہ اکبر وبرقی از سنگ جستن کرد پیغمبر فرمود مفاتیح شام مرا دادند سوگند باخدای کہ شام را با قصور احمر مشاہدت می کنم ودر ضربت دوم ثلث دوم را فرود آورد وہم برقی بجست فرمود اللہ اکبر مفاتیح فارس مرا دادند سوگند باخدای کہ قصور ابیض مدائن را می نگرم ودر

(بقیہ حاشیہ صا ۸۱) حضرت صادق کہ کلنگ را از دست امیر المومنین یا سلمان گرفت ویک ضربت زد کہ سنگ پس پارہ شد فرمود کہ فتح شد بر من در این ضربت گنجہائے کسرے وقیصر پس ابوبکر وعمر بایکدیگر گفتند کہ نمی توانیم از ترس ابقضای حاجت بردیم داد وعدہ ملک بادشاہ عجم وبادشاہ روم بحوالہ وہ ۱۲ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۷۶۔

لہ خندق کھودنے کے زمانے میں خندق میں ایک ایسا پتھر نکلا کہ جس کے کاٹنے سے لوگ عاجز آ گئے۔ چنانچہ سلمان فارسیؓ نے اس کی اطلاع رسول اکرمؐ کو دی جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ بوقت اطلاع رسالت مآبؐ مسجد فتح میں چت سو رہے تھے۔ اور بھوک کی وجہ سے آپ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ کیونکہ تین دن سے آپ نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ آپ نے یہ ماجرا سنا تو کدال لے کر خندق میں آئے براء بن عازب کا بیان ہے کہ رسول خدا کدال لئے ہوئے جب پتھر کے پاس آئے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اس پر ضرب لگائی جس سے اس پتھر کا ایک تہائی حصہ کٹ کر گر پڑا آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور اس پتھر میں سے ایک شرارہ نکلا تو آپؐ نے فرمایا کہ مملکت شام کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔ اور قسم بخدا شام کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں پھر دوسری ضرب میں باقی ایک تہائی پتھر کٹ کر گرا اور اس میں سے بھی برقی روشنی نمودار ہوئی تو آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا فارس کی کنجیاں مجھے دی گئی ہیں۔ اور بخدا مدائن کے سفید محل میں دیکھ رہا ہوں۔

marfat.com

ضربت سیم سنگ را بجملہ پراگندہ ساخت و نیز برقی بجہید در رسول خدای فرمود اللہ اکبر مفاتیح یمن بہرہ من افتاد سوگند بخدای کہ کہ ابواب صنعاد نظارہ کنم و در ہر کرت مردم با پیغمبر موافقت می کردند و بانگ تکبیر برمی داشتند۔ انگاہ روی باسلمان کرد وصفت کوشک مدائن را تمامت بازگفت سلمان عرض کرد دیدان خدای کہ ترا براستی فرستادہ ایں ہمہ صفت کوشک مدائن ست و گواہی می دہم کہ تو رسول خدای پیغمبر فرمود بعد از من این ممالک بکشایند و خائن کسراد قیصر را لفقہ دہند۔ انتہی

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے شام اور فارس اور یمن کے فتوحات کی بشارت دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ میری امت کے لوگ اور مسلمان اسے فتح کریں گے۔ اور نیز ان فتوحات کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور ارشاد کیا کہ خدا نے ان ملکوں کی کنجیاں مجھے عنائیت کیں۔ اگر خلفا کی خلافت باطل ہوتی۔ اور وہ اُن کے ساتھ دینے والے اور اُن کے حکم پر لڑنے والے جن کے ہاتھ پر یہ ملک فتح ہوا منافق یا مرتد ہوتے اور دائرہ اسلام سے خارج تو کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے فعل کو اپنی طرف منسوب کرتے اور ان کی فتوحات کو اپنی فتوحات سمجھتے۔ اس کے جواب میں مجتہد صاحب

لہ پھر تیسری ضرب میں باقی ماندہ پتھر کو ریزہ ریزہ کر دیا اس مرتبہ بھی اس میں سے بجلی نکلی اور آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا کہ یمن کی کنجیاں ہمارے لئے رکھ دی گئی ہیں۔ اور قسم بخدا صنعاد کے دروازے میں دیکھ رہا ہوں۔ اور حالت یہ تھی کہ ہر ضرب پر جب آپ اللہ اکبر فرماتے تو دوسرے لوگ بھی آپ کی آواز کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے تھے۔ پھر رسول اکرم نے سلمان فارسیؓ کو مدائن کے محلات کی پوری صفات سنائیں تو سلمان فارسیؓ نے عرض کیا۔ اللہ کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنایا ہے۔ واقعی مدائن کی یہی صفات ہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ برحق رسول اللہ ہیں۔ اس پر ارشاد عالی ہوا۔ ہمارے بعد ہمارے امتی اُن تمام ممالک کو فتح کریں گے۔ اور قیصر و کسریٰ کے خزانے خرچ کریں گے۔

marfat.com

تشئید المبانی میں فرماتے ہیں کہ[1] نہایت آنچہ ازین روایت ثابت می شود این ست کہ ملک شام و یمن و غیرہ در قبضۂ اسلام خواہد آمد و ازاں ظاہر نمی شود کہ کسانیکہ در ایام حکومت آنہا این ممالک در قبضۂ خواہد آمد خلیفۂ بحق خواہند بود زیراکہ از جملہ احادیث معتمدۂ اہل سنت ست کہ ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر پس اگر قوت دین ورواج شرع متین در عہد حدی دلیل حقیت او باشد لازم آید حقیت خلافت ہر بادشاہ فاجر و جابر وھو خلاف مزعوم المجیب۔ انتہی

اس جواب میں مجتہد صاحب نے پہلی حدیث کے موافق جو ابھی اوپر بیان ہو چکی پھر اہل سنت کی حدیث کو پیش کیا۔ حالانکہ اُن کو اس روایت کے متعلق جواب دینا چاہئے تھا۔ جو کچھ جواب انہوں نے دیا۔ اُس سے بحمد اللہ تعالیٰ اس روایت کی تصدیق ہو گئی۔ اور سنّیوں کی پیش کردہ حدیث سے مجتہد صاحب کو کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے کہ جب اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے تین دفعہ یہ فرمایا کہ خدا نے فلاں ملک کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دیں۔ اور ہر مرتبہ خوش ہو کر تکبیر فرمائی۔ پس اگر خلفاء فاجر ہوتے تو کیوں کر پیغمبر خدا اپنے مبارک ہاتھ کو اُن کا ہاتھ کہتے۔ اور کس طرح خوش ہو کر بشارتاً اصحاب سے خطاب فرماتے کہ خدا نے یہ ملک مجھے دیا۔ اور میری اُمت کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔ کیا وہ پاک رسولؐ جس کے ہاتھ کو خدا نے اپنا ہاتھ کہا ہو۔ اور جس کی شان میں اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ج[2] فرمایا ہو اُن فاجرین کے افعال پر جنہوں نے دین کو

---

[1] انجام کار اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ممالک شام و یمن وغیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے لیکن اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ جن اشخاص کی حکومت میں ان ممالک پر اسلامی قبضہ ہوگا۔ وہ سچے اور مستحق خلیفہ ہوں گے۔ کیونکہ سنّیوں کی معتبر حدیث یہ ہے کہ "اللہ ایک فاجر کے ذریعہ اسلام کی تائید کرے گا" اور اس کے مدنظر اگر اسلامی قوت اور شریعت کا رواج کسی کے زمانے میں اس حاکم کے حق و حقیت کی دلیل تسلیم کی جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک فاجر وظالم بادشاہ بھی خلافت کا حقدار و مستحق حق ہے حالانکہ یہ بات شیعوں کے گمان کے بھی خلاف ہے

[2] جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر اُن کے ہاتھ کے ۱۲ موضح، پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع اوّل۔

marfat.com

بدل دیا۔ اور اہل بیت نبوی کے حقوق غصب کر لئے اور جو فسق و فجور کے درجے سے گزر کر مرتد اور کافر ہو گئے بلکہ ایسے لوگوں کی نسبت جن کو حضرات شیعہ کبھی مسلم اور مومن سمجھتے ہی نہیں اور ابتدا ہی سے اُن کو منافق سمجھتے ہیں اظہار بشارت فرمائے۔ اور اُن کے مساعی جمیلہ سے جو ملک فتح ہوں۔ اور اسلام ترقی پاوے۔ اس پر فخر و مباہات کریں۔ اور اس پر بھی تعجب ہے کہ جس حدیث سے اہل سنت کی جناب قبلہ وکعبہ نے استمساک فرمایا ہے۔ وہ بھی اُن کے مفید مطلب نہیں۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعد میرے خلفاء ہوں گے۔ یعنی خلفاء حق اور اس کے بعد اُمراء ہوں گے۔ اور اُس کے بعد ملوک جابر۔ پس سنیوں کی حدیث کیمطابق اس حدیث کا اطلاق خلفاء کرام پر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر اس طرح پر احادیث کی معنوی تحریف کی جائے۔ اور اُس کے مصداق کو غلط ٹھہرایا جاوے تو جو حدیثیں حضرت امام مہدیؑ کی شان میں ہیں کہ اُن سے دین کو تقویت ہوگی۔ اور وہ ساری دنیا میں اسلام پھیلا دیں گے۔ اُس کی نسبت بھی خوارج اس حدیث کو جو کہ شیعوں کے یہاں بھی منقول ہے یہی کہہ سکتے ہیں اور نعوذ باللہ حضرت امام مہدیؑ کے زمانے کی فتوحات پر بھی ان اللہ یؤید هذا الدین بالرجل الفاجر کہہ کر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر سکتے ہیں۔ پس جو جواب حضرات امامیہ اُن کو دیں اُسی کو ہماری طرف سے بھی سمجھیں۔

انصار اور مہاجرین دو گروہ کی نسبت ہم ثابت کر چکے کہ وہ مومنین خاص اور مخلصین باختصاص سے تھے۔ اور ان جوابات سے جو علماء امامیہ نے دیئے ہیں یہ بات ہم ظاہر کر چکے کہ اُن روایات کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ تاویل جو معنوی تحریف کے درجے تک پہونچ جاتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ البتہ مہاجرین و انصار کی شان میں جو احادیث ہیں اُس سے خلفاء راشدین کی خلافت کی صحت تسلیم نہیں کرتے۔ مگر خود خلفاء راشدین کی نسبت بھی ایسی احادیث شیعوں کی کتابوں میں موجود ہیں جس سے اُن کا ایمان اور اخلاص میں اور مومنین کی صفات سے متصف ہونا۔ بلکہ اسلام میں اُن کا بہت بڑا درجہ ہونا اور اُن کی وفات سے اسلام کو سخت نقصان پہونچنا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض روایتیں ہم حصۂ اول کے جزو اوّل میں اُس کتاب کے بیان کر چکے ہیں۔ اور بعض مختلف موقعوں پر دوسرے جزو میں بیان کی ہیں۔ اور کچھ اس وقت بیان کرتے

marfat.com

ہیں۔ نہج البلاغت میں جناب امیر کے وہ اقوال منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے خیالات حضرت عمر کی نسبت نہایت اعلیٰ درجے کے تھے وہ اُن کو عرب کا مرجع اور قطب سمجھتے اور انکی سلامتی کو غنیمت جانتے تھے۔ اور اُن کو دوستانہ صلاح اور مشفقانہ مشورے دیا کرتے تھے چنانچہ اُس وقت جبکہ حضرت عمر نے فارس کی لڑائی پر خود تشریف لے جانے کا ارادہ کیا۔ اور جناب امیر سے مشورہ لیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ اسلام کی نصرت و عدم نصرت فوج د

سلہ یہ خطبہ ایسا مشہور ہے کہ ہم کو اُس کے الفاظ کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ابن ہثیم بحرانی نے جو اس کی شرح میں لکھا ہے وہ ہم یہاں بیان کرتے ہیں چنانچہ صفحہ ۳۰۶ میں لکھا ہے وقولہ فکن قطبا شروع فی الرای الخاص بعمر فاشار علیہ ان یجعل نفسہ مرجعا للعرب تول الیہ وتدور علیہ واستعار لہ لفظ القطب ولہم لفظ الرحے ورشح بالاستعارۃ فکنے بذلک عن جعل العرب وریتہ دونہ وحیطتہ لہ ولذلک قال واصلہم دونک نار الحرب لانہم ان سلموا وغنموا فذلک الذی ینبغی وان انقہروا کان ہو مرجعاہم وسند القوی ظہورہم بخلاف شخوصہ بہم فانہم ان ظفروا فذلک وان انقہروا لم یکن لہم ظہر یلجاؤن الیہ کما سبق بیانہ وقولہ فانک ان شخصیت الی قولہ فیک بیان للمفسدۃ فی خروجہ بنفسہ من وجہین احدہما ان الاسلام کان فی ذلک الوقت غضاد وقلوب کثیر من العرب ممن اسلم غیر مستقرۃ بعد فاذا انضاف الی من لم یسلم منہم وعلموا خروجہ وترکہ للبلاد کفر طمعہم وہاجت فتنتہم علی الحرمین وبلاد الاسلام فیکون ماترکہ وراءہ اہم عندہ بما یستقبلہ ویطلبہ ویلتقی علیہ الفریقان من الاعداء الثانی ان الاعاجم اذا خرج الیہم بنفسہ طمعوا فیہ وقالوا المقالۃ فکان خروجہ محرضا لہم علی القتال وہم اشد علیہ کلبا واقوی فیہ طمعا قولہ فاما ذکرت من سیر القوم الخ فہوانہ قال لہ ان ہولاء الفرس قد قصدوا المسیر الی المسلمین وقصدہم ایاہم دلیل قوتہم وانا اکرہ ان یغزونا قبل ان نغزوہم فاجابہ بانک ان کرہت ذلک فان اللہ تعالیٰ اشد کراہیۃ واقدر علیک علی التغیر والازالۃ وہذا الجواب یبدو علی حرف وہو ان مسیرہم الی المسلمین وان کان مفسدۃ الا ان لقاءہ لہم بنفسہ فیہ مفسدۃ اکبر واذا کان کذلک فینبغی ان یدفع العظمی ویکل دفع المفسدۃ الاخریٰ الی اللہ تعالیٰ فانہ کان لہا دمع کراہیتہ لہا فہو اقدر علی ازالتہا۔ یعنی تم قطب ہو کر رہو۔ یہ اُس رائے خاص کا شروع ہے جو عمر کو آپ نے دی۔ اس کہنے سے آپ نے عمر کو یہ بتلایا کہ تم اپنے آپ کو عرب کے لئے مرجع بناؤ کہ تمہاری طرف عرب لوٹ کر آیا کریں یہاں آپ نے عمر کیلئے لفظ قطب کا استعارہ کیا۔ اور عرب کے لیے چکی کا۔ مقصود اس کنایہ سے آپکا یہ ہے (باقی صفحہ)

marfat.com

لشکر کی کمی و بیشی پر موقوف نہیں ہے۔ یہ خدا کا دین ہے جسے وہ خود ہی غالب کرتا ہے اور اسلام کا لشکر اُسی کا لشکر ہے جس کی خود ہی اعانت اور امداد فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام اس حد کو پہونچا اور دنیا میں پھیل گیا۔ اور ہم سے اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ اور خود ہی اس کا پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کی مدد دینے والا ہے۔ اور خلیفہ بمنزلہ اُس دھاگے کے ہے جس میں موتی پروئے گئے ہوں کہ ان کی لڑی اسی وقت ثابت رہ سکتی ہے جب تک کہ وہ دھاگا سلامت ہے۔ اگر وہ ٹوٹ جائے تو سب دانے موتیوں کے بکھر جائیں۔ اور پھر جمع نہیں ہو سکتے۔ آج کل عرب اگرچہ کم ہیں۔ لیکن بوجہ اسلام کے زیادہ اور بسبب اجتماع کے غالب ہیں۔ تم قطب ہو کر رہو اور عرب کو گھیرے رہو تمہارے بغیر عرب میں لڑائی کی آگ بھڑک اُٹھے گی کیونکہ اگر تم اس زمین سے چلے جاؤ گے تو عرب اطراف وجوانب سے تم پر

(بقیہ ص۸۶ کا) کہ عرب تمہارے لئے احاطہ ہے اس لئے کہ عرب اگر سلامت اور غنیمت لے کر پھرے تو یہ تو مقصود ہی ہے۔ اور اگر مغلوب ہوئے تو تمہیں اُن کے مرجع ہو گئے۔ بخلاف ان کے ساتھ تمہارے جانے کے کہ اگر انہوں نے فتح پائی تو بہتر اور اگر مغلوب ہوئے تو کوئی ملجا الیسا نہ رہے گا جس کی طرف وہ لوٹ کر آویں جیسا کہ پہلے اس کا بیان ہو چکا پھر آپ بیان کرتے ہیں کہ اگر تم قتال کو گئے تو اس میں دو طرح کی خرابیاں ہوں گی اوّل یہ کہ اسلام ابھی تک پھیلا نہیں اور عرب کے لوگ جو مسلمان ہوئے ہیں۔ اُن کے دل ابھی تک ٹھکانے نہیں لگے پس اگر تم اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے اور عرب کو معلوم ہو گا کہ تم یہاں نہیں ہو اور اپنے شہروں کو تم نے چھوڑ دیا ہے۔ تو ان کی طمع بڑھ جائے گی۔ اور بلاد مسلمین اور حرمین پر اُن کا فتنہ زیادہ ہو جائے گا۔ تو جو چیز کہ اپنے پیچھے چھوڑتے ہو وہ زیادہ اہم ہو جائے گی۔ بہ نسبت اُس کے جو ایندہ ہے اور اُس کی طلب میں جاتے ہو۔ اور تم پر دونوں فریق اعدا کے ملکر حملہ کریں گے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ عجمیوں کی طرف جب تم خود خروج کرو گے تو اُن کو طمع ہو گی۔ اور وہ بہت سی دبیہودہ بکواس کریں گے۔ اور یہ تمہارا خروج ہی اُن کو قتال پر آمادہ کرے گا۔ اور وہ تم سے قتال پر بدخوئی اور طمع میں زیادہ قوی ہیں۔ اما ماذکرت من مسیر القوم الخ کا مطلب یہ ہے کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ اہل فارس مسلمانوں پر حملہ کرنے کا قصد کر رہے ہیں۔ اور ان کا قصد کرنا ہی ان کی قوت کی دلیل ہے۔ اور مجھے یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہم پر چڑھ کر آویں پہلے اس سے کہ ہم اُن پر چڑھائی کریں۔ آپ نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر تم کو یہ بات بری معلوم ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کو تم سے زیادہ (باقی ص۸۸ پر)

marfat.com

ٹوٹ پڑیں گے۔ اور جن چیزوں کو تم پیچھے چھوڑ جاؤ گے۔ وہ زیادہ اہم اور نازک ہو جائیں گی۔ بہ نسبت اُس کے جس کے لئے جاتے ہو۔ کیونکہ عجمی جب تمہارا جانا دیکھیں گے۔ تو کہیں گے عرب اتنے ہی تھے۔ اور وہ زیادہ دیری اور طمع کریں گے۔ اور تم جو یہ کہتے ہو کہ اہل فارس مسلمانوں پر چڑھ کر آئے ہیں تو خدائے تعالیٰ کو تم سے بھی زیادہ اُن کا چڑھ کر آنا بڑا معلوم ہوتا ہے۔ اور جس بات کو وہ بُرا جانتا ہے۔ اُس کے دور کرنے پر وہ قادر رہے۔ اور تم نے جو اُن کی کثرت بیان کی تو ہم پہلے جہاد کچھ کثرت کے بھروسے پر نہیں کیا کرتے تھے بلکہ خداوند تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے بھروسے پر۔

نہج البلاغت میں ایک خط حضرت علی کی جانب سے بنام معاویہ کے منقول ہے جس کا آغاز یہ ہے فاراد قومنا قتل نبینا الخ اس کی نسبت ابن ہیثم بحرانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک جزو اُس خط کا ہے جو جناب امیر نے معاویہ کو اُن کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اور جس میں انہوں نے قاتلان عثمان کو طلب کیا تھا۔ اور یہ بھی اُس میں لکھا تھا کہ مسلمانوں میں سب سے برتر پہلے خلیفہ تھے پھر دوسرے پھر تیسرے۔ اور جناب امیر پر یہ طعنہ کیا تھا کہ تم نے سب پر حسد کیا۔ اور سب سے باغی رہے۔ اور ہمیشہ خلافت کی طمع میں سرد آہیں بھرتے رہے۔ اور بیعت کو تم ہمیشہ ٹالتے رہے۔ یہاں تک کہ جس طرح نکیل پکڑ کر زبردستی اونٹ کھینچا جاتا ہے۔ تم کھینچے گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ خط معاویہ نے ابو مسلم خولانی کے ہاتھ جناب امیر کے پاس بھیجا اُس کے جواب میں آپ نے ایک طولانی خط لکھا جس میں خلفا کے متعلق یہ جواب تھا وذکرت ان اللہ اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدھم بہ فکانوا فی منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانھما فی الاسلام

(بقیہ صفحہ کا) زیادہ بری معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ تم سے زیادہ زائل کرنے پر قادر ہے۔ یہ جواب صرف ایک بات پر تم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اگرچہ اہل فارس کا مسلمانوں پر چڑھائی کرنا مفسدے کی بات ہے۔ لیکن تمہارا خود اُن کی لڑائی کے لئے جانے میں، زیادہ فائدہ ہے جب یہ بات ہے تو تم کو لازم ہے کہ بڑے مفسدے کو دفع کرو اور دوسرے مفسدے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو کہ وہ اس کے ازالے پر خوب قادر ہے ۱۲

marfat.com

لعظیم وان المصائب بهما لجرح فی الاسلام شدید یرحمهما الله وجزاهما الله باحسن ما عملا کہ تم یہ کہتے ہو کہ خدا نے رسول خدا کیلئے مسلمانوں میں سے ایسے اعوان وانصار دیئے جنہوں نے آپ کی تائید کی اور وہ لوگ اپنے اپنے درجے کے موافق اسلام میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور اُن میں سے افضل جیسا کہ تم نے گمان کیا۔ اور سب سے بڑھ کر نصیحت کرنے والے خدا و رسول کے لیے خلیفہ صدیقؓ اور فاروقؓ تھے۔ میں بھی اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُن دونوں کا مرتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے۔ اور اُن کے صدمے (یعنی وفات) اسلام کے لیے بہت سخت مصیبت ہے۔ خدا اُن دونوں پر رحم کرے۔ اور اُن کے اعمال کا انہیں نیک بدلہ عنایت کرے۔

نہج البلاغت میں لکھا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ پر باغیوں نے ہجوم کیا تو جناب امیر حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ لوگوں نے مجھے سفیر بنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں۔ کوئی چیز میں ایسی نہیں جانتا جو تم نہ جانتے ہو۔ اور کوئی شے ایسی نہیں بتا سکتا جو تم نہ سمجھتے ہو تم وہی جانتے ہو جو ہم جانتے ہیں کسی چیز میں ہم نے تم سے سبقت نہیں کی جو ہم تمہیں بتا دیں۔ تم نے وہ سب دیکھا ہے جو ہم نے دیکھا۔ اور تم نے وہ سب سُنا ہے جو ہم نے سُنا۔ تم نے رسول اللہ کی ویسی ہی صحبت پائی ہے۔ جیسی کہ ہم نے نہ ابن ابو قحافہ تم سے بڑھ کر رکھتے۔ نہ ابن خطاب تم سے زیادہ مستحق۔ کیونکہ تم رسول اللہ کے زیادہ قریب ہو۔ اور ان کی دامادی کا شرف رکھتے ہو۔ جو اُن کو حاصل نہیں تھا۔ پھر اس کے بعد اور باتیں کیں۔ اور اُن کو سمجھایا۔ مگر ہمارا مطلب اس وقت اُن الفاظ کی نقل سے ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے کسی بات میں اپنے آپ کو حضرت عثمانؓ سے افضل نہیں فرمایا۔ بلکہ صاف صاف کہا کہ جو میں جانتا ہوں وہی آپ جانتے ہیں۔ جو میں نے دیکھا ہے۔ وہی آپ نے بھی دیکھا۔ جو میں نے سنا وہی آپ نے بھی سُنا۔ اور جو عزت صحبت نبوی کی مجھے حاصل ہے وہی آپ کو بھی۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں واللہ ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئا تجھلہ ولا ادلک علی امر لا تعرفہ انک لتعلم ما نعلم واللہ ما سبقناک الی شیٔ فنخبرک عنہ ولا خلونا بشیٔ فنبلغکہ وقد رایت کما راینا و سمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ صلعم کما صحبنا وما ابن ابی قحافۃ ولا ابن الخطاب

marfat.com

یا ولی یعمل الحق منك وانت اقرب رسول اللہ صلعم وشیجۃ رحمہ وقد نلت من صہرہ مالم ینالا ۔

یہ اقوال جناب امیر کے اور وہ روایتیں ائمہ کرام کی جو اوپر ہم نے معتبر کتابوں سے امامیہ کے نقل کی ہیں ۔ غالباً دیکھنے والوں کو اس باب میں کچھ شبہ باقی نہ رہے گا ۔ کہ مہاجرین وانصار خدا اور رسول کے ممدوح تھے ۔ اور خلفاء راشدین کے مناقب اور محامد زبان پر ائمہ کے جاری تھے ۔ اور اُن کے حسن اعمال کا صلہ خدا سے چاہتے تھے ۔ اور ان پر رحمت بھیجتے تھے ۔ کیا وہ لوگ جن کی نسبت حضرت امیر نے فرمایا ہو کہ ولعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید ایمان سے خارج اور اسلام سے بے نصیب تھے ۔ اور کیا وہ خلفاء جن کے حق میں علی مرتضیٰ نے یرحمھما اللہ وجزاھما اللہ باحسن ماعملا کہ کر دعا کی ہو غاصب اور ظالم خیال کیے جا سکتے ہیں ۔ اور بجائے رحمت بھیجنے کے اُن کی شان میں کسی قسم کے بے ادبانہ الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے نکل سکتے ہیں ۔ اور کیا وہ داماد رسولؐ کہ جن کی نسبت جناب امیر نے واللہ ما سبقناك الی شئ وقد رایت کما راینا وسمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ کما صحبنا وانت اقرب رسول اللہ فرمایا ہو وہ نعوذ باللہ کافر اور منافق تھے ۔ اور وہ انصار جن کی نسبت رسول اللہ نے الانصار کرشی وعیبتی فرمایا اور ولو سلك الناس وادیا وسلك الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار ارشاد کیا ہو اور جن کے حق میں اللھم اغفر الانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء الانصار دعا میں فرمایا ہو ۔ اور وہ مہاجرین جن کو امام نے جہاد کے لئے ماذون من اللہ فرمایا ہو اور جن کو التائبون العابدون الحامدون السائحون میں شمار کیا ہو ۔ شیعوں کے عقائد کے مطابق مرتد ہو گئے ہوں ۔ اور پیغمبر خدا کی وصیّت کو ایسے لوگوں نے بھلا دیا ہو اور اہل بیت سے پھر گئے ہوں ۔ اور کسی نے جناب امیر کا جو وصی برحق اور خلیفہ بلافصل تھے ۔ ساتھ نہ دیا ہو ۔ یہ ایسی باتیں ہیں ۔ کہ سوائے اس حالت کے جبکہ انسان مذہبی تعصّبات کے جوش میں آ کر عقل و فہم کو خیرباد کہہ دے ۔ اور بدیہیات کے انکار میں کچھ پس و پیش نہ کرے ۔ ہوش و حواس کی حالت میں کسی انسان کی زبان سے نہیں نکل سکتے ہیں نہ کسی سمجھدار آدمی کے خیال میں

آسکتی ہیں۔ اگر اس قسم کے خیالات اور اقوال کی قباحت کسی کے خیال میں نہ گذرے تو اُسے مرفوع القلم سمجھ کر اُس کے حق میں دعا کرنی چاہیئے کہ خدا سمجھ عطا کرے۔ اور سفسطہ اور بدیہیات کا پردہ اُس کے دل اور آنکھوں سے اُٹھا دے۔

چوتھا مقدمہ

علماء امامیہ نے مطاعن صحابہ کے ثابت کرنے میں اکثر وہ روایتیں ہمارے یہاں کی پیش کی ہیں۔ جو جھوٹی ہیں۔ یا ضعیف۔ اور اُن کتابوں سے استدلال کیا ہے جو غیر مستند اور نامعتبر ہیں اور جب ہمارے علماء نے اس قسم کی روایتوں کی تکذیب کی اور ایسی روایتوں کے پیش کرنے اور ایسی کتابوں سے سند لانے کو ناجائز اور دھوکا قرار دیا تو اُس پر عموماً علماء امامیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سنیوں کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی ایسی روایت اُن کی کتابوں سے پیش کی جائے جس سے اُن کے اصول میں خلل واقع ہو اور جس کا جواب اُن سے نہ بن پڑے۔ تو یا اُس روایت کی تکذیب کرتے ہیں یا اُسے ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ اور اُس کتاب کے مؤلف پر تشیع یا میلان تشیع کی تہمت لگا کر اپنے فرقے سے خارج بتاتے ہیں۔ اور اگر بوجہ شہرت ایسا نہ کر سکیں تو کبھی یہ کہکر مطعون بنا کر اُس کے روایت کے تسلیم میں سو حیلے نکالتے ہیں۔ چنانچہ اس اعتراض کو قاضی نور اللہ شوستری

ا؎ جیساکہ قاضی نور اللہ شوستری احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ بہت بُری عادتوں سے سنیوں کی۔ اور ان کی بے شرمیوں اور فضیحت کن باتوں سے یہ ہے کہ جب امامیہ کوئی آیت جو فضائل اہل بیت میں نازل ہوئی ہے پیش کرتے ہیں۔ اور ان روایتوں سے جو خود سنیوں نے بیان کی ہیں سند لاتے ہیں۔ تو اسے کبھی ضعیف کہہ کر کبھی مخالف کی بناوٹ بتا کر کبھی تخصیص و تعمیم کی قیدیں لگا کر اور کبھی بیہودہ تاویل کر کے رد کرتے ہیں۔ کانہم مفوضون فی الدین موکلون فی تشریع الشرع السید المرسلین ولم یسمعوا کلام رب العالمین حیث قال قتل الخراصون الذین ہم فی غمرۃ ساہون وما قل حیارہم واکثر اعتدادہم فای خیر فی ذلک وای جمیل تیرتب من ہذا الخلف لا یرحمہم اللہ ولا یزلیہم ولہم عذاب الیم۔ صاحب استقصا فرماتے ہیں۔ کہ بالجملہ مقاصد گونہ استعجاب ست از انصاف دشمنے این حضرات کہ خود بعبارات و مضمون چنین کسان کہ انتساب ایشان ہم باہل حق ثابت نیست احتجاج و استدلال می نمایند و بو جدے آیند و خود (باقی حاشیہ)

marfat.com

اور مجتہدین لکھنؤ اور جناب مولوی حامد حسین صاحب نے اپنی اپنی کتابوں میں بہت زور شور سے بیان کیا ہے۔

درحقیقت یہ اعتراض ان کا کہنا صحیح نہیں کیونکہ کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں ہے۔ جس میں تمام علماء اور کل مصنفین پاک عقیدہ۔ عالی دماغ اور محقق گذرے ہوں۔ نہ کسی مذہب کی تمام کتابیں ایسی ہیں جو معتبر اور مستند اور مذہبی مباحثوں میں قابل استدلال ہوں۔ بلکہ ہر مذہب میں مذہبی عقائد کے ساتھ رسوم اور احکام اور الہامی اقوال اور صحیح اخبار کے ساتھ قصص اور حکایات ملے جلے پائے جاتے ہیں۔ اور ہر مذہب میں دنیا طلب یا فاسد العقیدہ یا کم علم لوگوں کی وجہ سے صحیح روایتوں کے ساتھ جھوٹی باتیں بھی مشہور ہوگئی ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں صدہا فرقے ہو گئے۔ اور ہزارہا بلکہ لکھوکھا عالم گذرے۔ اور ہر فرقے نے اپنے مذہبی عقائد کی تائید اور اپنے اصول مذہب کی حمایت میں کتابیں تصنیف کیں۔ اور ان میں سے بہت سے ایسے ہوئے جنہوں نے اپنی دلیلوں کو تقویت دینے کیلئے روایتوں کا بنانا اور راوی مذہب اور بزرگان ملت کی طرف سے وضعی اقوال کا مشتہر کرنا شروع کیا۔ اور امتداد زمانہ اور ترقی اختلاف سے یہ عادت ایسی بڑھ گئی کہ ہر فرقے میں

(بقیہ صفحہ ۹۱ کا) از غایت جسارت وعدم استحیا احتجاج را بکلام ومرویات اکابر ائمہ دین خود قبول ندارند وبسمع اصحاب ماند بلکہ از مزید عناد یا بے بصیرتے آن علماء گاہی شیعے در افضہ قطعاً حتماً قرار دہند گاہے۔ مجہول وغیر معروف گویند گاہے غیر معتبر وناعتبر پندارند مجروح ومطروح بوذ ند شان ظاہر سازند۔ چنانچہ ثعلبی را با آن ہمہ جلال اوصاف وامامت مفسرین تضعیف وتوہین سازند ومرویات اور اعتبارے ندہند وبجوے نخرند و پردۂ ناموس او رالقدح وجرش بدرند وابن مغازلی را با وصف ظہور محدثیت مجہول دانند وابن الصباغ مالکی سنی را تو ہین وتضعیف کنند۔ وابن حبان راکہ از اصحاب صحاح وائمہ متبحرین۔ ایشان ست مطروح ومتروک گویند واحتجاج۔ بکلامش جائز ندارند ویحیی بن سعید با آن ہمہ جلالت وامامت گویند کہ ہیچ بردست وطبرے را ساقط الاعتبار سازند بلکہ تہمت رفض بر وگذارند واز قبول روایات حاکم سرباز زنند وشہرستانی راہم مائل برفض وتشیع قرار دہند۔ واخطب خوارزم را از پایہ اعتبار واعتماد ساقط سازند ۱۲ منہ۔

marfat.com

معتبر کتابوں کے ساتھ نامعتبر کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہوگیا۔ ہمارے یہاں بھی ہزار ہا عالم گذرے اور ہزارہا کتابیں تصنیف ہوئیں۔ مگر سب عالم نہ ایک درجے کے تھے اور نہ سب کتابیں ایک قسم کی ہیں۔ بعض عالم ایسے ہوئے ہیں جو تحقیق کے اعلیٰ درجے پر پہونچے اور بعض ایسے ہوئے جو دھوکے اور غلطی کے عمیق گڑھے میں گرے کسی نے نیک نیتی سے حق کی تحقیق میں بہت کوشش کی کسی نے نفسانی خواہشوں یا غلط رایوں یا دنیا طلبی کے خیال سے اظہار باطل میں تامل تک نہ کیا۔ اور جھوٹ کو سچ سے جدا کرنے میں تکلیف نہ اٹھائی۔ اور پھر بعض ایسے بھی ہوئے جو حقیقت میں فاسد عقیدے رکھتے تھے۔ اور تسنن کا لباس پہن کر ہمارے علماء میں داخل ہو گئے۔ اور لوگوں نے اُن کی ظاہری حالت اور ان کے علم اور کمال کو دیکھ کر اُن کے اقوال اور روایتوں کے لینے میں دھوکا کھایا۔ غرضیکہ جب ایسے مختلف الخیال اور مختلف المراتب مصنف ہوئے ہوں تو اُن سب کی نقل روایت کا ذمہ دار ہمارا مذہب نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہر شخص کی تصدیق صرف اس وجہ سے کہ وہ عالم اور مصنف تھے کی جاسکتی ہے۔ ہاں مذہب ضرور اس بات کا ذمہ دار ہے۔ جو اس کتاب میں لکھی ہو۔ جس کی شان ہے۔ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝[۱] یا اُس مبارک منہ سے نکلی ہو جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝[۲] پس جو کچھ ہمارے یہاں کی کتابوں سے ہمارے مقابلے میں پیش کیا جاتا ہے وہ ہم پر حجت نہیں ہوسکتا تاآنکہ وہ کوئی آیت آیات قرآنی سے یا آنکہ کوئی صحیح حدیث احادیث نبوی سے سالم عن المعارض ومحفوظ عن الشذوذ نہو۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے حضرات امامیہ کے پیش کردہ روایتوں کا ماخذ یا کتب تاریخ ہیں یا تفاسیر یا غیر مستند حدیث کی کتابیں اور ان تینوں قسم کی کتابوں کا یہ حال ہے۔

---

[۱] اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے نہ پیچھے سے اُتاری ہے حکمتوں والے سب خوبیوں سراہے کی ۱۲ موضح، پارۂ ۲۴، سورۂ حم سجدہ، رکوع ۵۔

[۲] اور نہیں بولتا اپنے چاؤ سے یہ تو حکم ہے۔ جو پہونچتا ہے۔ ۱۲ موضح، پارہ ۲۷، سورۂ نجم رکوع اول۔

marfat.com

تاریخ کی کتابوں کی نسبت جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے۔ بجز اس کے کچھ نہیں کہا جاتا کہ اگرچہ بڑے لائق مسلمان مورخوں نے کثرت سے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں۔ مگر وہ لغو اور باطل روایات اور وہمیات اور قصص وحکایات سے بھری ہوئی ہیں۔ اور سوائے چند ابتدائی تاریخوں کے باقی تواریخ کی کتابوں میں جو روایتیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں نہ اسناد درج ہیں نہ رواۃ کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہو کہ اُن کے بیان کرنے والے سچے ہیں یا جھوٹے۔ مذہب حق پر ہیں۔ یا اہل بدعت۔ اور اگر کہیں سلسلہ رواۃ کا مذکور بھی ہے تو تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر روایتوں کے بیان کرنے والے غیر معتبر اور مشتبہ اور مجہول تھے۔ متقدمین میں سے بڑے نامور مورخ مثل واقدی وغیرہ کے جو امام المورخین کہلاتے ہیں خود ان کی کتابیں بیہودہ اور غلط روایتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور متاخرین کا تو یہ حال ہے کہ وہ صرف انہیں کی بیان کی ہوئی۔ روایتوں اور کہانیوں کے نقل کرنے والے ہیں۔ انہوں نے جو پوچ لچر روایتیں اور واہی تباہی کہانیاں پچھلی کتابوں میں دیکھیں یا ادھر اُدھر سے سنیں انہیں ہم تک پہونچا دیا۔ نہ اُن کے ماخذ کو تحقیق کیا نہ اُن کے مطالب کو غور و تامل سے دیکھا۔ خصوصاً اُن مورخین نے جو پہلے سے کسی رائے یا کسی مذہب کے معتقد یا اُس طرف مائل تھے۔ انہوں نے بمقتضائے طبیعت کے اپنی رائے اور مذہب کے موافق جن خبروں کو سنا قبول کر لیا۔ اور اُن کا اعتقاد اور میلان اُن کی بصیرت کی آنکھ کا پردہ ہوگیا۔ اور وہ جھوٹی بات کے قبول کرنے اور اس کے نقل کرنے کی مصیبت میں پڑ گئے۔ اور راویوں پر جوش اعتقادی اور حسن ظن کی وجہ سے اعتماد کرنے اور اُن کے حالات کی تحقیق نہ کرنے نے اس مصیبت کو عام اور پورا کر دیا۔ انہوں نے نقل کرنے والوں اور راویوں پر ایسا بھروسہ کیا۔ کہ نہ تنقیح روایت کے اصول کا لحاظ رکھا۔ نہ درایت کے قواعد کو کام میں لائے۔ اگر راویوں نے خود دھوکا کھایا یا سمجھ کی غلطی سے وہ مطلب صحیح نہ ادا کر سکے اُس کو بھی بجنسہ نقل کر دیا۔ اور بے احتیاطی اور شہرت کی خواہش اور اہل ہوا اور بدعت کے اختلاط نے تواریخ کی کتابوں کو قصے اور کہانی بنا دیا۔ یہ قول ابن خلدون کا محتاج دلیل نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ کی کتابیں اور اُن کے قصص وحکایات اس پر شاہد ہیں۔ مگر باوجود اس کے حضرات امامیہ نے اس قسم کی تاریخوں سے اکثر روایتیں نقل کی ہیں۔ اور انہیں بیہودہ اور غلط

marfat.com

اخبار کو ہمارے مقابلے میں پیش فرمایا ہے۔ جیسا کہ دعوی ہبہ فدک میں تاریخ اعثم کوفی اور تاریخ آل عباس اور معارج النبوت اور حبیب السیر وغیرہ کتابوں سے غلط سلط روایتیں نقل کر کے ہبہ فدک کا دعویٰ ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر محققین کے نزدیک اس قسم کی روایتیں معمولی واقعات میں بھی کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ نہ کہ ایسے معاملات میں اُن سے استدلال کیا جائے۔ جو اُن اصول عقائد پر موثر ہوں جو قرآن مجید اور احادیث مشہورہ سے ثابت اور مسلم ہوں۔

تواریخ کی کتابوں کے علاوہ تفاسیر میں جو اقوال اور اخبار درج ہیں۔ اُن کو بھی حضرات امامیہ نے مطاعن صحابہ کے ثابت کرنے میں بطور سند کے پیش کیا ہے۔ مگر کسی روایت کا تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہونا اُس کی صحت کو ثابت نہیں کرتا کیونکہ تفسیر کی کتابیں بھی مختلف طبیعت کے آدمیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور اُن میں صحیح اور غلط۔ قوی اور ضعیف اخبار ہر قسم کے درج ہیں۔ کما قال ابن تیمیة کتب التفسیر التی ینقل فیہا الصحیح والضعیف مثل تفسیر الثعلبی والواحدی والبغوی وابن جریر وابن ابی حاتم لم یکن مجرد روایة واحد من ھؤلاء دلیلا علی صحته باتفاق اھل العلم فانه اذا عرف ان تلک المنقولات فیہا صحیح وضعیف فلا بد من بیان ان ھذا المنقول من قسم الصحیح دون الضعیف یعنی تفسیر کی کتب میں صحیح وضعیف روایتیں منقول ہیں۔ جیسے ثعلبی اور واحدی اور بغوی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی تفسیریں۔ علما کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صرف ان لوگوں کا کسی روایت کو روایت کر دینا دلیل صحت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جب یہ معلوم ہے کہ جو ان میں منقول ہے۔ وہ صحیح اور ضعیف دونوں ہیں تو اس کے ساتھ ضرور ہے کہ یہ بیان کر دیا جائے۔ کہ یہ روایت منقول از قسم صحیح ہے اور از قسم ضعیف نہیں ہے اور علامہ عبدالرؤف فتاوی فیض القدیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونة بالاحادیث الموضوعة کہ ابن کمال کا قول ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں احادیث موضوع بھری ہوئی ہیں۔ پس جب تک کوئی روایت یا خبر یا حدیث ایسی نہ پیش کی جائے۔ جو اصول روایت اور درایت کی رو سے صحیح ہو تب تک کوئی قول کسی مفسر کا اور کوئی روایت کسی تفسیر کی صرف اس بنا پر کہ وہ تفسیر میں درج ہے۔ قابل

marfat.com

استدلال نہیں ہو سکتا۔

تفسیر کے سوا اکثر حدیث کی کتابوں سے بھی حضرات امامیہ روایتیں پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حدیث کی کتابیں بھی اعتبار وصحت کے لحاظ سے ایک درجے کی نہیں ہیں۔ سوائے صحاح ستہ کے جتنی کتابیں حدیث کی کہلائی جاتی ہیں۔ اُن کی نسبت محققین کا یہ قول ہے کہ عموماً اُن کی حدیثیں نہ قابل عمل ہیں نہ لائق نقل۔ الا اُن لوگوں کے لیئے جو اسماء الرجال سے واقف اور علل احادیث سے آگاہ اور بڑے محقق ہیں۔ کہ وہ ان میں سے متابعات اور شواہد لے سکتے ہیں۔ اور یہ بھی اُن مسانید اور جوامع اور مصنفات کا حال ہے۔ جو بخاری ومسلم کے زمانے سے پہلے اور اُن کے بعد تصنیف کی گئیں اور جن میں۔ صحیح اور حسن۔ ضعیف اور معروف۔ غریب اور شاذ۔ منکر اور خطا۔ صواب اور ثابت اور مقلوب سب بھری ہوئی ہیں۔ مثل مسند ابو علی اور مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور کتب بیہقی اور طحاوی اور طبرانی کے کہ ان کے مصنفین کا یہ ارادہ تھا کہ جو کچھ پائیں جمع کردیں نہ اُس کی تنقید کریں اور نہ تہذیب وتلخیص۔ بلکہ یہ کام دوسروں کے لیے چھوڑ دیں۔ ان کے علاوہ حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفوں نے بعد زمانہ دراز کے تصنیف کا ارادہ کیا اور جو کچھ صحاح ستہ میں نہ پایا اُسے جمع کیا۔ اور جو مسانید اور جوامع چھپے پڑے تھے۔ ان میں سے روایتیں لے کر اکٹھا کردیں۔ اور یہ حدیثیں اُس قسم کی تھیں جو زبانوں پر لوگوں کے جاری تھیں۔ مگر محدثین نے اُن پر اعتنا نہیں کی۔ اور ان کو نہیں لیا۔ اور اُن میں سے اکثر حدیثیں غیر محتاط اور بکنے والے واعظ بیان کرتے تھے۔ یا اہل ہوا اور اہل بدعت اور ضعفا نقل کرتے رہتے تھے۔ یا صحابہ اور تابعین کے آثار اور بنی اسرائیل کے اخبار اور حکما اور واعظین کے کلام تھے۔ جن کو راویوں نے سہواً یا عمداً احادیث میں ملا دیا۔ یا وہ معانی جو کتاب اور سنت کے اشارات سے سمجھے گئے تھے۔ اُن کو عمداً احادیث قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس قسم کی حدیثیں کتاب الضعفا ابن حبان اور کامل بن عدی اور خطیب اور ابو نعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن بخار اور دیلمی اور مسند خوارزمی میں پائی جاتی ہیں۔ ان کتابوں کا یہ حال ہے کہ سب سے عمدہ اور صحیح حدیثیں ان کی وہ ہیں۔ جو

marfat.com

ضعیف ہیں۔ اور سب سے بدتر وہ ہیں جو موضوع یا مقلوب اور منکر ہیں۔ اور انہیں کتابوں کا مادہ کتاب موضوعات ابن جوزی میں ملتا ہے۔ اس قسم کی حدیثوں کے علاوہ اور وہ حدیثیں ہیں جو فقہا اور صوفیہ اور مورخین وغیرہم کی زبانوں پر تھیں۔ اور اُن کے سبب سے مشہور ہو گئیں جن کی کوئی اصل پہلے طبقوں میں نہیں پائی جاتی۔ اور انہیں احادیث اور روایتوں میں سے وہ حدیثیں ہیں جن کو ان لوگوں نے جو دین میں بے باک اور باتوں میں لسان تھے۔ اس طور پر حدیثوں میں ملا دیا اور ان کے ایسے قوی اسناد بیان کئے جن میں جرح ممکن نہیں اور ایسے بلیغ کلام میں نقل کیا جس کا صادر ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعید نہیں۔ ان لوگوں کے اس فریب سے اسلام میں بڑی مصیبت پیدا ہو گئی۔ اور جھوٹے اقوال حدیثوں میں مل گئے۔ اس قسم کی حدیثیں جن کتابوں میں درج ہیں۔ وہی کتابیں دستاویز شیعوں اور معتزلیوں کی ہیں کہ وہ اپنے عقیدوں کے اثبات اور اہل حق کے الزام دینے کے لئے انہیں کتابوں کی روایتیں پیش کرتے ہیں۔ اور جو محقق نہیں ہیں وہ دھوکا کھا جاتے ہیں۔ ان سب باتوں پر ایک خرابی اور مستزاد ہوئی کہ بعض شخصوں نے براہ مغالطہ حدیث کا علم حاصل کر کے احادیث صحاح اور حسان کی روایت کرنی شروع کی۔ مگر اُسی درمیان میں اپنے عقائد باطلہ کو اُسی اسناد سے جو انہوں نے یاد کر رکھے تھے۔ روایت کر دیا۔ اور اکثر محدثین نے دھوکا کھایا۔ جیسا کہ جابر جعفی اور ابوالقاسم سعد بن عبداللہ الشعری قمی ہوا ہے کہ یہ ایسے استاد پر کار تھے کہ حقیقت میں تو شیعہ تھے، مگر بہت سے محدثین کو دھوکا دیا۔ اور غلط حدیثوں کو صحیح حدیثوں کی صورت بنا کر اُن کو اُن کی صحت کا یقین دلا دیا۔ یہاں تک ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی نے جابر جعفی کی حدیثوں کو اپنی کتابوں میں نقل کر دیا۔ یا اصلع نامی ایک شیعہ کی جس نے بیخ دین سنیوں کی اکھاڑنے کی تدبیر کی تھی یحییٰ بن معین سے محقق نے توثیق کی۔ اور اس پر اعتماد کیا۔ یہاں تک کہ آخر بعد تحقیق کے یہ حال کھلا اور انکا فریب ظاہر ہوا۔ لیکن چونکہ وہ روایتیں اُن کی حدیث کی کتابوں میں لکھ گئیں۔ اس لیے اکثر آدمیوں کو دھوکا ہوتا ہے۔ اور حدیث کا نام سن کر ان کے اعتقاد میں خلل پڑتا ہے۔ اور واقع میں نہ وہ حدیث ہے۔ اور نہ قول پیغمبرؐ۔ بلکہ ایک مغالطہ دینے والے مفتری کا لطیفہ ہے۔

marfat.com

اس قسم کے لوگوں میں ابن ابی الحدید معتزلی بھی ہے کہ وہ اعتزال کے ساتھ تشیع کا بھی جامع تھا۔ اُس نے ابن علقمی وزیر معتصم باللہ کے خوش کرنے اور اُس کے کتب خانے کے واسطے شرح نہج البلاغت لکھی اور اُس میں گمنام کتابوں اور غیر محقق مصنفوں کی تصنیفات سے وہ جھوٹی اور نامعتبر روایتیں چن چن کر جمع کیں جس سے صحابہ کرام مطعون اور مورد ملام ٹھہریں، اور شیعوں کے اعتراضات اور عقائد کو تقویت ہو۔ ابن علقمی اس کا بڑا مربی اور دوست تھا، اُس نے اُس کتاب کے صلہ میں ایک لاکھ دینار اور بہت بڑا خلعت فاخرہ ابن ابی الحدید کو دیا۔ اور یہ ابن علقمی معمولی شیعہ نہ تھا۔ بلکہ ایسا غالی شیعہ اور دشمن سنیوں کا تھا کہ اُس نے صرف مذہبی تعصب کی وجہ سے عباسیہ کی خلافت کو غارت کیا۔ اور ہلاکو کو پوشیدہ دعوت دیکر بغداد پر حملہ

لہ (زبدۃ المجتہدین مرزا محمد باقر موسوی بن حاجی زین العابدین نے اپنی کتاب روضات الجنات فی احوال العلما والسادات، (مطبوعہ ایران ۱۳۰۶ھ) میں ابن ابی الحدید کے ترجمے میں یہ لکھا ہے۔ عبد الحمید بن ابی الحسین بہاالدین محمد بن محمد بن الحسین بن ابی الحدید المدائنی الحکیم الاصولی المعتزلی المعروف بابن ابی الحدید صاحب شرح نہج البلاغۃ المشہور ہو من اکابر الفضلاء المتتبعین واعاظم النبلاء المتجرین موالیا لاہل بیت العصمۃ والطہارۃ وان کان فی زی اہل السنۃ والجماعۃ منصفا غایۃ الانصاف فی المحاکمۃ بین الفریقین ومعترفا فی ذلک المصاف بان الحق یدور مع والد الحسنین وابن ابی الحدید مع تسننہ قد یتوہم من شرحہ تشیعہ وبالمبیثم بالعکس وکان مولدہ فی غرۃ ذی الحجۃ سنۃ ست وثمانین وخمس مائۃ ومن تصانیفہ شرح نہج البلاغۃ عشرین مجلدا وقد احتوی ہذا الشرح علی مالم یحتو علیہ کتاب مثلہ صنفہ لخزانۃ کتب الوزیر مؤید الدین بن العلقمی ولما فرغ من تصنیفہ انفذہ علی ید اخیہ موفق الدین ابی المعالی فبعث لہ بمائۃ الف دینار وخلعۃ سنیۃ وفرس فکتب الی الوزیر ہذہ الابیات ؎

یارب العباد رفعت ضبعی ؛ وطلت بمنکبی وبللت ریقی ؛ وزیغ الاشعری کشفت عنی ؛ فلم اسلک بنیات الطریق احب الاعتزال وناصریہ ؛ ذوی الالباب والنظر الدقیق ؛ واہل العدل والتوحید اہلی ؛ نعم وفریقہم ابدا فریقی وشرح النہج لم ادرکہ الا ؛ بعونک بعد مجتہدہ وضیق ؛ تمثل اذ بدات بہ لعینی ؛ ہناک کدرۃ الطور السحیق فتم بحسن عونک وہو نائی ؛ عن العیوق او بیض الانوق ؛ بآل العلقمی ورت زناری ؛ وقامت بین اہل الفضل سوقی فکم ثوب انیق نلت منہم ؛ ونلت بہم وکم طرف عتیق ؛ ادام اللہ دولتہم وانحی ؛ علی اعداہم بالمخفیق

marfat.com

کرنے کے لیئے بلایا۔ اور خلیفہ کو دھوکا دے کر اس کے پاس سے گیا اور اُسے معہ علما اور امرا کے شہید کرا دیا۔ ابن ابی الحدید کی کتاب اگرچہ نہایت جامع اور عالمانہ ہے۔ اور خود ابن ابی الحدید نہایت قابل اور بڑا ادیب تھا۔ مگر مذہب تشیع کا حامی تھا۔ کسی غالی اور متعصب شیعہ نے بھی اپنے مذہب کے لیئے غالباً اس قدر مواد بہم نہ پہونچایا ہوگا جیسا کہ ابن ابی الحدید نے ان کے لئے مادہ جمع کر دیا۔ اسی کی وہ کتاب ہے کہ اُس کے زمانے سے لے کر اب تک اُسی سے حضرات امامیہ روایتیں پیش کرتے ہیں۔ اور استناد واستدلال فرماتے ہیں اور ایسے اہل بدعت اور مخالف مذہب کو سنیوں کے اکابر علماء میں سے قرار دے کر اس کی روایتوں کو ہمارے مقابلے میں پیش کرتے ہیں۔ شروع زمانے سے اب تک جس کتاب کو شیعوں کی اٹھا کر دیکھئے اکثر مطاعن صحابہ میں ابن ابی الحدید ہی کی کتاب کا حوالہ ہوگا۔ اور اسی کی جھوٹی اور غلط روایتیں ہمارے مقابلے میں پائی جائیں گی۔ چنانچہ ہماری اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ مطاعن صحابہ کے متعلق جو روایتیں اہل سنت کے نام سے پیش کی گئی ہیں بڑا حصہ اُن کا اسی ابن ابی الحدید کی کتاب سے لیا گیا ہے۔

مگر روایت اور درایت کے اصول کو جاننے والے اور حدیثوں کے صحت اور غلطی کے پرکھنے والے دھوکا نہیں کھا سکتے۔ اور وہ وضعی حدیثوں اور جھوٹی روایتوں کو اُسی طرح رد کر سکتے ہیں۔ جس طرح صراف کھوٹے کو کھرے سے جدا کر دیتا ہے۔ اس لیئے کہ محدثین نے ہر حدیث کے متعلق سند بیان کرنے اور راویوں کے نام لکھ دینے سے قیامت تک ہر شخص کے لئے تنقیح اور تحقیق کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اور جھوٹ اور سچ میں تمیز کر دینے کا ذریعہ مہیا کر دیا ہے۔ اس لئے جو حدیث یا روایت ہمارے سامنے پیش کی جائے گی۔ تو ضرور ہے کہ ہم اوّل اس بات پر نظر کریں کہ وہ حدیث از روئے اصول روایت صحیح ہے یا نہیں۔ اگر ہم کو معلوم ہوا کہ اُس حدیث کے بیان کرنے والوں میں سے کوئی ایک راوی بھی جھوٹا یا غیر معتبر ہے یا اہل بدعت جس نے اپنے مذہب کی حمایت میں اُس حدیث کو روایت کیا ہو تو ہم اس کو نہ مانیں گے۔ اور نہ اُس سے مخالف کا استدلال کرنا جائز ہوگا۔ اس لیئے کہ حدیث اور روایت خبر ہے اور خبر میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ اور کذب کے احتمال دور کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے بیان کرنے

marfat.com

والے ثقہ۔ متدین اور صادق القول ہوں۔ پھر اگر وہ خبر اتنی سندوں اور اتنے طریقوں سے بیان کی گئی ہو کہ عادۃً اُن کا اجتماع کذب پر محال ہو۔ اور ابتدا سے انتہا تک اُس کے راوی اُن معائب سے پاک ہوں۔ جن سے روایت میں خلل اور شبہ پیدا ہوتا ہے تو وہ خبر صحت کے اعلیٰ درجے میں سمجھی جائے گی۔ اور اسی قسم کی خبر کو متواتر کہتے ہیں۔ اور صرف اسی قسم کی حدیثیں مفید علم ویقین ہوتی ہے۔ اور اُن پر اعتقاد کی بنیاد قائم ہوسکتی ہے وھو الذی یضطر الانسان الیہ مگر اس قسم کی حدیثیں بہت کم ہیں جیسا کہ ابن صلاح نے کہا ہے مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعزوجودہ الا ان یدعی ذلک فی حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار اور وہ خبر اتنی سندوں اور اتنے طریقوں سے بیان نہ کی گئی ہو مگر اس کے راوی نہایت ثقہ اور نہایت معتبر اور نہایت متدین ہوں اور کم سے کم دو طریقوں سے بیان کی گئی ہو تو اس میں بھی صدق کی جانب کو غلبہ ہوگا۔ اور ایسی خبر۔ اصطلاح میں مشہور کہی جاتی ہے۔ اور وہ روایۃً قابل ماننے کے ہوگی۔ اور اگر وہ خبر اتنی سندوں اور اتنے طریقوں سے جس پر اطلاق متواتر یا مشہور کا ہو سکے بیان نہ کی گئی۔ ہو تو وہ اگر متصل السند غیر معلل ہو اور اس کے راوی ضابط اور متصف بصفات وثوق ہوں تو گو وہ مفید علم ویقین نہ ہوگی بلکہ اُس سے صرف افادۂ ظن ہوگا مگر اُسے بھی صحیح سمجھیں گے۔ اور اس پر عمل کرنا جائز ہوگا۔ لیکن اصول اعتقادات میں بوجہ اس کے کہ اعتقاد کے لئے یقین ضروری ہے۔ وہ بناء اعتقاد نہ ہوگی۔ اور جس حدیث کے سب راوی چھوڑ دیئے گئے ہوں یا کوئی راوی چھوڑ دیا گیا۔ ہو اور چھوڑ دینا بیان کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو یا کوئی راوی بوجہ من وجوہ الطعن مطعون ہو تو وہ حدیث مطعون سمجھی جائے گی۔ اس لئے کہ اس میں احتمال اس بات کا ہے کہ جو راوی چھوڑ دیا گیا ہے شاید صحابی ہو یا تابعی۔ اور اگر تابعی ہے تو احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ۔ سوائے اس کے اگر کوئی راوی ایسا ہو جو جھوٹا ہو۔ یا حدیث کو جان بوجھ کر جھوٹی روایت کرتا ہے۔ یا متہم بکذب ہو۔ یعنی گو خود حدیث کو عمداً بنا کر نہ روایت کرتا ہو۔ مگر جھوٹ اُس کا اور طرح پر معلوم ہو یا کثرت سے غلطی کرتا ہو۔ یا محتاط نہ ہو یا غفلت کرتا ہو۔ یا فاسق ہو۔ یا وہمی، یا اس کی مخالفت ثقات سے پائی جاتی ہو۔ یا اہل بدعت سے ہو۔ یا حافظہ کا اچھا نہ ہو۔ ایسے راوی کی بیان کی ہوئی حدیث اعتماد کے قابل نہ ہوگی۔ بلکہ اگر

marfat.com

وہ مطعون بکذب ہو تو وہ حدیث موضوع ہے۔ اور اگر وہ متہم بکذب ہے۔ تو وہ حدیث متروک ہے۔ اور اگر وہ روایت میں بہت غلطی یا غفلت کرتا ہو۔ یا اُس کا فسق ظاہر ہوا ہو تو وہ حدیث منکر ہے۔ اور جو مبہم ہو تو اس کی حدیث غیر مقبول ہے۔ اس لئے کہ شرط قبول خبر کی راوی کی عدالت ہے۔ اور جب اُس کا نام مبہم ہو اور معلوم نہ ہو کہ کون ہے تو اُس کی عدالت کیوں کر معلوم ہو سکتی ہے۔ اور کیوں کر اُس کی خبر قبول کی جا سکتی ہے۔ اور اسی لئے مرسل حدیث علی الاصح قبول نہیں کی جاتی۔

احادیث اور اخبار کے متعلق عموماً اور متعلق مطاعن صحابہ کے خصوصاً یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ راوی اس کا مذہب حق اہل سنّت کا مخالف نہ ہو۔ اس لئے کہ گو ہم اہل بدعت کو کافر نہیں کہتے۔ اور نہ اپنے مذہب کے مخالف کسی مسلمان پر تکفیر کا حکم لگاتے ہیں۔ اور در صورت ضابط اور متقی اور صادق ہونے کے اہل بدعت کی روایت کو قبول کرتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اُس کی روایت اور خبر اُس کی بدعت اور اس کے اعتقاد فاسد کی داعی اور موئید نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ وہ اپنی بدعت اور فاسد اعتقاد کی تزئین اور ترویج کی روایتوں کو تحریف کرنا اور اپنے مذہب کے موافق بنالیتا ہو۔ ایسی حالت میں جو روایت اس کے مذہب اور اعتقاد اور بدعت کو تقویت دیتی ہو علی العموم قبول نہ کی جائے گی۔ اور ہماری کتاب کے ناظرین دیکھیں گے کہ اکثر روایتیں متعلق مطاعن صحابہ کے اور متعلق فدک کے انہیں لوگوں سے مروی ہیں جو متہم بہ تشیع تھے۔ یا مذہب تشیع میں غالی۔ اور گو بوجہ اُن کے اور طرح سے معتبر ہونے کے محدثین نے اُن کی روایتوں کو قبول کیا ہے۔ مگر جو روایتیں ایسی ہیں کہ جس سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہو وہ عقلاً و نقلاً کسی طرح سے قبول کے لائق نہ ہوں گی۔ پھر اصول درایت کے لحاظ سے بھی حدیث قابل تنقیح ہے۔ اگر درایت کی کسوٹی پر وہ کامل العیار نہ اُترے تو ایسی حدیث بھی قابل قبول نہ ہو گی اور جیسا کہ تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ جو حدیث عقل یا نقل یا اصول کے خلاف پائی جائیگی وہ موضوع تصوّر ہو گی۔ فتح المغیث میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ جو حدیث عقل کے

سلہ قال ابن الجوزی وکل حدیث رایتہ یخالف العقول او ینافض الاصول فاعلم انہ موضوع فلا یتکلف اعتبارہ لانہ لا تعتبر رواتہ ولا تنظر فی جرحہم او یکون مما یدفعہ الحس والمشاہدۃ او مباینا لنص الکتاب او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعی حیث لا یقبل شی من ذلک التاویل او یتضمن الافراط بالوعید الشدید علی الامر الیسیر او بالوعد العظیم علی الفعل الیسیر وہذا الاخیر کثیر موجود فی حدیث القصاص والطرفیۃ ومن رکۃ المعنی لا تاکلوا القرعۃ حتی تذبحو (باقی ص۱۰۲ پر)

مخالف ہے یا اصول کے برخلاف اُس کو موضوع جانو۔ اس کے راویوں کی جرح و تعدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے علی ہذا القیاس جس حدیث میں ایسا بیان ہو جو حس اور مشاہدے کے برخلاف ہے یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے ایسا مخالف ہو کہ کسی تاویل صحیح سے مطابق نہ ہو سکے یا اس کے معنی رکیک و سخیف ہوں یا راوی ایسی حدیث میں منفرد ہو جو اوروں کے پاس نہیں ہے اور جس کے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کو نہایت ضروری ہے۔ یا ایسے عظیم الشان واقعہ کا بیان ہو۔ جس کے نقل کرنے کی بہت سے لوگوں کو ضرورت ہے یا ایسا بیان ہو جس کو اتنی بڑی جماعت نے جھٹلا دیا ہے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو اور ان کا دوسرے کی تقلید کرنا عادۃً ناممکن ہے تو یہ سب قرینے روایت کے موضوع ہو نے۔

<u>مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم نے عجالہ نافعہ میں فرمایا ہے کہ علاماتِ[۱] وضع حدیث وکذب</u>

دلیقیہ(ص۱۷) اولذا جعل بعضہم ذلک دلیلا علی کذب راویہ وکل ہذا من القرائن فی المروی وقد تکون فی الراوی کقصۃ غیاث مع المہدی وحکایۃ سعد بن طریف الماضی ذکرہما واختلاف المامون بن احمد الہروی حین قیل لہ الاتری الشافعی ومن تبعہ بخراسان ذاک الکلام القبیح حکاہ الحاکم فی المدخل قال بعض المتاخرین وقد رایت رجلا قام یوم جمعۃ قبل الصلوۃ فابتدا لیورد فسقط من قامتہ مغشیا علیہ وانفرادہ عمن لم یدرکہ بما لم یوجد عند غیرہ بما ادر انفرادہ بشیٔ مع کونہ فیما یلزم المکلفین علمہ وقطع العذر فیہ کما قررہ الخطیب فی اول الکفایۃ او بامر جسیم یتوفر الدواعی علی تقلہ کحصر العدو للحاج عن البیت او بما صرح بتکذیبہ فیہ جمع کثیر یمتنع فی العادۃ تواطئہم علی الکذب وتقلید بعضہم بعضاً ۱۲ فتح المغیث صفحہ ۱۱

[۱] موضوع احادیث اور راویوں کے جھوٹے ہونے کی چند نشانیاں یہ ہیں۔ پہلے یہ کہ مشہور تاریخ کے خلاف روایت کرے دوسرے یہ کہ راوی رافضی ہو اور صحابہ پر طعن کی روایت کرے یا ناصبی وخارجی ہو اور اہل بیت کو ملعون کرنے کے لئے حدیث روایت کرے تیسرے یہ کہ وہ اپنی روایت میں بالکل منفرد ہو۔ اور وہ روایت بیان کرے جس سے تمام مکلفین کو اس روایت کے تحت عمل کرنا فرض ہو جائے۔ چوتھے یہ کہ اس راوی کے جھوٹے ہونے پر حال وقرینہ موجود ہو پانچویں یہ کہ اس کی یہ روایت عقل وشریعت کے مخالف ہو اور اصول شریعت اس روایت کو جھوٹ بتائیں۔ چھٹے یہ کہ حدیث میں کسی امر حسی کو بطور مشاہدہ اس طرح بیان کیا جائے کہ اگر وہ درحقیقت صحیح ہوتا تو ہزاروں آدمی اسے بیان کرتے۔ ساتویں یہ کہ روایت لفظی طور پر بھی اسی طرح رکیک ہو (باقی صفحہ پر)

marfat.com

راوی چند چیز است۔ اوّل آنکہ خلاف تاریخ مشہور روایت کند۔ دوم آنکہ راوی رافضی باشد و حدیث در طعن صحابہ روایت کند و یا ناصبی باشد و حدیث در مطاعن اہل بیت باشد و علی ہذا القیاس۔ سوم آنکہ چیزی روایت کند کہ بر جمیع مکلفین معرفت آن و عمل بران فرض باشد و او منفرد بود بروایت۔ چہارم آنکہ وقت و حال قرینہ باشد بر کذب او۔ پنجم آنکہ مخالف مقتضائے عقل و شرع باشد و قواعد شرعیہ آن را تکذیب نمایند۔ ششم آنکہ در حدیث قصہ باشد از امر حسّی واقعی کہ اگر بالحقیقت متحقق مے شد ہزاران کس آن را نقل می کردند۔ ہفتم رکاکت لفظ و معنی مثلاً لفظے روایت کند کہ بر قواعد عربیہ درست نشود یا معنی کہ مناسب شان نبوت و وقار نباشد۔ ہشتم افراط در وعید شدید بر گناہ صغیر یا افراط در وعدہ عظیم بر فعل قلیل۔ نہم آنکہ بر عمل قلیل ثواب حج و عمرہ ذکر نماید۔ دہم آنکہ کسی را از عاملان خیر ثواب انبیا موعود کند۔ یازدہم خود اقرار کردہ باشد بوضع احادیث۔

امام سخاوی نے فتح المغیث میں ابن جوزی سے حدیث کے موضوع ہونے کی یہ نشانیاں لکھی ہیں۔ اوّل جو حدیث کہ عقل اُس کے مخالف ہو اور اصول کے متناقض ہوں۔ دوم ایسی حدیث کہ حس اور مشاہدہ اُس کو غلط قرار دیتا ہو۔ سوم وہ حدیث جو کہ مخالف ہو قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے۔ چہارم جس میں تھوڑے کام پہ وعید شدید یا اجر عظیم کا وعدہ ہو۔ پنجم رکاکت معنی اُس روایت کی جو بیان کی گئی۔ ششم رکاکت یعنی سخافت راوی کی۔ ہفتم منفرد ہو۔ راوی کا ہشتم منفرد ہونا ایسی روایت میں جو تمام مکلفین سے متعلق ہو۔ نہم بڑی بات ہو جس کے نقل کرنے کی بہت سی ضرورتیں ہوں۔ دہم جس کے جھوٹ ہونے پہ ایک ہو۔ یہ اصول درایت کے جو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بیان کئے ہیں۔

(بقیہ صد۱۰۲) کہ عربی قواعد کے لحاظ سے صحیح نہ ہو یا پھر وہ روایت بلحاظ معنی شان اور وقار نبوت کے موزوں و مناسب نہ ہو۔ آٹھویں یہ کہ کسی گناہ صغیرہ پر سخت تر بڑی وعید یا کسی چھوٹے سے کام پر اجر عظیم کا وعدہ ہو۔ نویں یہ کہ کسی چھوٹے سے کام پر حج و عمرہ کے برابر ثواب کا ذکر ہو۔ دسویں یہ کہ کسی اچھے کام کرنے والے کو انبیا کے برابر ثواب کا وعدہ ہو۔ گیارہویں یہ کہ راوی خود احادیث وضع کرنے کا اقرار کرتا ہو۔

marfat.com

کچھ اُن کے خالی خیالات نہیں ہیں نہ انہوں نے قائم کئے ہیں بلکہ اکثر ہمارے محققین کا اسی پر عمل رہا ہے۔ اور جبکہ کوئی حدیث قرآن مجید یا عقل یا اصول اور عقائد مسلمہ کے مخالف پائی گئی ہے۔ تو اُسے مجروح اور مطروح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام رازی نے فرمایا ہے۔ کہ بعضوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا کہ حضرت ابراہیمؑ نہیں جھوٹ بولے مگر تین مرتبہ۔ تو میں نے جواب دیا کہ ایسی حدیثوں کو نہ ماننا چاہئے تو کہنے والے نے براہ انکار کہا کہ اگر ہم نہ مانیں تو راویوں کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ اگر ہم مانیں تو حضرت ابراہیمؑ کی تکذیب کرنی پڑتی ہے۔ حالانکہ حضرت ابراہیمؑ کو کذب کی نسبت سے بچانا بہتر ہے چند نامعتبر آدمیوں کی طرف جھوٹ کے منسوب ہونے سے۔ امام ابوحنیفہؒ سے ابو مطیع بلخی نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ اُس حدیث کی نسبت جو لوگوں نے روایت کی ہے کہ جب مومن زنا کرتا ہے۔ تو ایمان اُس کے سر سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ قمیص بدن سے۔ آیا اس حدیث کے راویوں کی آپ تصدیق کرتے ہیں یا شک یا تکذیب فرماتے ہیں۔ اگر تصدیق کرتے ہیں۔ تو آپ کا اعتقاد مثل خوارج کے ہوا جاتا ہے۔ اور اگر آپ شک کرتے ہیں تو خوارج کے قول میں شک رہتا ہے۔ اور اگر آپ تکذیب کرتے ہیں۔ تو اُن بہت سے آدمیوں کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جنہوں نے بسند اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ تو امام نے جواب دیا کہ میں ان سب راویوں کی تکذیب کرتا ہوں۔ اور میرا جھٹلانا اُن لوگوں کو اور رد کرنا اُن کے قولوں کا کچھ تکذیب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔ اس لئے کہ تکذیب قول پیغمبر کی یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میں پیغمبر خدا کے قول کو نہیں مانتا لیکن جبکہ وہ یہ کہے کہ میں ہر بات پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ ایمان رکھتا ہوں۔ اور اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ کوئی بات پیغمبر خدا نے خلاف قرآن شریف کے نہیں فرمائی تو یہ حقیقت میں تصدیق پیغمبر کی اور تصدیق قرآن کی ہے۔ اور اس سے تنزیہ اور پاکی آنحضرت صلعم کی مخالفت قرآن سے ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر پیغمبر خدا خلاف قرآن کے کچھ کہتے تو خدا کب چھوڑتا۔ اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا کا نبی ایسی بات کہے جو مخالف خدا کی کتاب کے ہو اور جو مخالف خدا کی کتاب کا ہو وہ کیونکر خدا کا نبی ہوسکتا ہے۔ پس یہ حدیث خلع ایمان

marfat.com

کی زنا سے جو لوگوں نے روایت کی ہے خلاف ہے قرآن کے پس ایسے آدمیوں کے قول کو رد کرنا جو پیغمبر خدا صلعم کی طرف ایسی بات منسوب کریں جو مخالف ہو قرآن کے پیغمبر کی بات کا رد کرنا نہیں ہے۔ اور نہ اُن کی تکذیب ہے بلکہ حقیقت میں وہ رد ہے اُس کے قول کا جو کہ پیغمبر خدا کی طرف سے ایک باطل بات کو نقل کرتا ہے۔ اور آنحضرت پر تہمت لگاتا ہے اور ہم ہر بات کو پیغمبر خدا کی خواہ ہم نے سُنی ہو یا نہ سُنی ہو بسر و چشم قبول کرتے ہیں۔ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور شہادت دیتے ہیں کہ وہ بات ایسی ہی ہوگی جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا ہو لیکن اس طرح پر ہم یہ شہادت دیتے ہیں کہ کوئی بات آنحضرت صلعم نے خلاف قانون کے نہیں فرمائی۔ نہ کسی ایسی چیز کا حکم دیا جسے خدا نے منع کر دیا ہو۔ نہ کسی ایسی چیز کو جدا کیا جس کے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہو۔ اور نہ کسی چیز کی ایسی صفت بیان کی جو مخالف بیان خدا کے ہو۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا ہر قول موافق تھا۔ خدائے عزّوجل کے۔ اور اسی لئے خدا نے فرمایا ہے کہ جس نے اطاعت کی رسول کی اُس نے اطاعت کی خدا کی۔

یہ نہ خیال کیا جائے کہ حدیث کی غیر معتبر کتابوں میں جو روائتیں درج ہیں۔ انہیں پر یہ اصول مستعمل ہوں گے بلکہ حدیث کی تمام کتابوں پر اس کا اعلان ہوگا۔ اس لئے کہ صحاح میں جتنی حدیثیں درج ہیں۔ وہ سب صحت کے ایک درجے پر نہیں ہیں بلکہ ان کے درجات مختلف ہیں جیسا کہ خود اُن کتابوں کے دیکھنے اور ان کی شرحوں کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بخاری اور مسلم جو اصح الکتب سمجھی جاتی ہیں۔ اُن کی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ انہ صحیحہ علی ظن مصنفه وغلبة ظنه واما السهو والنسيان فمن لوازم طبع الانسان اور نیز اُن کی بعض حدیثوں اور بعض راویوں میں کلام کیا گیا ہے۔ جیسا کہ محققین نے بیان کیا ہے کہ بخاری نے چار سو اور کچھ اوپر تیس آدمیوں سے روایت کی ہے جو مسلم میں نہیں ہیں۔ اور ان میں سے اسی شخص ایسے ہیں جن کے ضعف کی نسبت کلام کیا گیا ہے۔ اور چھ سو بیس آدمیوں سے مسلم نے روایت کی ہے جو بخاری میں نہیں ہیں اور اُن میں سے ایک سو ساٹھ آدمی ایسے ہیں جن کے ضعیف ہونے کی نسبت گفتگو کی گئی ہے۔ اور عکرمہ نے جو روایت ابن عباس سے کی ہے۔ وہ بھی بخاری میں داخل ہے۔ اور مسلم میں ابوالزبیر عن جابر اور سہیل عن ابیہ اور علاء بن عبد الرحمٰن

marfat.com

عن ابیہ اور حماد بن سلمۃ عن ثابت سے جو روایتیں ہیں۔ اُن کے راوی ضعیف خیال کئے گئے ہیں اور ایسی حدیثیں جن میں کوئی علت پائی گئی ہے۔ وہ صحیحین میں دو سو دس ہیں۔ اُن میں سے بخاری کی حدیثیں اسی سے کم ہیں باقی مسلم کی حدیثیں ہیں (دیکھو مقدمہ فتح الباری) اسی لئے ملا علی قاری نے کتاب رجال میں لکھا ہے۔ وما یقوله الناس ان من روی له الشیخان فقد جاز القنطرة هذا ایضا من التجاهل فقد روی مسلم فی کتابه عن اللیث عن ابی مسلم وغیره من الضعفاء فیقولون انما روی عنهم فی کتابه للاعتبار والشواهد والمتابعات وهذا لا یقوی لان الحفاظ قالوا الاعتبار امور یتعرفون بها حال الحدیث و کتاب مسلم التزم فیه الصحة فکیف یتعرف حال الحدیث الذی فیه بطرق ضعیفة الی قوله وروی مسلم ایضا حدیث الاسراء فیه وذلك قبل ان یوحی الیه وقد تکلم الحفاظ فی هذه القصة وبینوا ضعفها الی قوله وقد قال الحافظ ان مسلما لما وضع کتابه الصحیح عرضه علی ابی زرعة فانکر علیه وتغیظ و قال سمیته الصحیح وجعلته مسلما لاهل البدع وغیرهم انتهی والحاصل انه صحیح علی ظن مصنفه وغلبة ظنه واما السهو والنسیان فمن لوازم طبع الانسان وقد ابی الله الا ان یصحح کتابه لقوله انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔

اور صاحب ازالۃ الغین نے بھی فرمایا ہے کہ از کتب محدثین چنان بوضوح می انجامد کہ بجواز

لہ کتب محدثین کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تنقید وتحقیق کے بعد صحیح بخاری کی روایات میں کچھ کلام ہے اور اسی طرح صحیح مسلم کی بعض روایات بھی ہیں اور قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ جن روایات کی صحت کے بارے میں اہل حدیث نے قیل وقال کی ہے اگرچہ ان کی تعداد کم ہے مگر صحیح مسلم کی بہ نسبت صحیح بخاری میں زیادہ قیل وقال ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کی جا سکتی کیونکہ افادہ بن اثیر صدر جامع الاصول کو مجروح قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض خود ساختہ احادیث بنانے والوں نے خود اقرار کیا ہے کہ شیوخ بغداد کے روبرو ہم نے اپنی خود ساختہ حدیث فدک پیش کی جسے انہوں نے قبول کر لیا البتہ ابن ابی شیبہ علوی وہ شخص ہے جس نے اپنی جعلسازی اور افترا پردازی کے سبب اسے قبول نہیں کیا اور جس کی عبارت یہ عربی ہے۔

marfat.com

تنقید و تحقیق در صحت یعنی روایات صحیح بخاری کلام است و ہمچنین در بعضے روایات صحیح مسلم۔ وقبل ازین گزشتہ کہ آن روایات کہ اہل حدیث در صحت آن قیل وقال دارند ہر چند اقل قلیل ست مگر در صحیح ثانے زیادہ تر از اول ست و برین قدر اکتفا نمی توان کرد زیرا کہ افادہ ابن اثیر در صدر جامع الاصول جائیکہ فرع ثالث در طبقات مجروحین قرار دادہ است دلالت برآن دارد کہ بعضے از وضاعین خود اقرار کردہ اند کہ حدیث فدک ساختہ بر مشائخ بغداد خواندیم ہمہ ہا قبول کردند مگر ابن ابی شیبہ علوی کہ او بعلت جعل وافترا پی برد ہرگز قبول نکرد عبارت آن مقام این ست ومنهم قوم وضعوا الحديث لهوى يدعون الناس اليه فمنهم من تاب عنه واقر على نفسه قال شيخ من شيوخ الخوارج بعد ان تاب ان هذه الاحاديث دين فانظروا من تاخذون دينكم فانا كنا اذا هوينا امرا صيرناه حديثا وقال ابو العينا وضعت انا والجاحظ حديث فدك وادخلناه على الشيوخ ببغداد فقبلوه الا ابن ابی شيبة العلوى فانه قال لا يشبه آخر هذا الحديث اوله وابى ان يقبله ثم بلفظه۔

اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں جہاں کہ شیخ ابن صلاح کے اس قول کو کہ تمام حدیثیں صحیحین کی قطعی الصدور ہیں رد کیا ہے یہ کہا ہے هذا الذى ذكرالشيخ فى هذا الموضع خلاف ما قاله المحققون والاكثرون فانهم قالوا احاديث الصحيحين التى ليست بمتواترة انما يفيد الظن فانها احاد والاحاد انما يفيد الظن على ما تقرر ولا فرق بين البخارى ومسلم وغيرهما فى ذلك الى ان قال ولا يلزم من اجماع الامة على العمل بما فيهما اجماعهم على انه مقطوع بانه كلام النبى صلى الله عليه وسلم۔
یعنی شیخ ابن صلاح نے جو یہاں ذکر کیا وہ اکثر محدثین و محققین کے خلاف ہے اس لئے کہ محققین کا قول ہے کہ صحیحین کی حدیثیں متواتر نہیں ہیں بلکہ احاد ہیں اور احاد سے افادہ ظن ہوتا ہے اور اس باب میں بخاری و مسلم وغیرہ سب کتب احادیث ہیں کچھ فرق نہیں۔ یہاں تک کہ امام نووی نے کہا کہ صحیحین کی حدیثوں پر عمل کرنے کو جو امت نے اجماع کیا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امت کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ وہ احادیث قطعی الصدور اور آنحضرت

marfat.com

صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قطعی کلام ہے۔ اور اسی لئے جو حدیث کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں لکھی ہو مخالف ما استقر نے شریعۃ الاسلام کے ہو۔ وہ بالاتفاق بجہت وہم راوی کے محکوم علیہ ببطلان ہو گی یا مادل۔ جیسا کہ علامہ رشید الدین مرحوم نے شوکت عمریہ میں لکھا ہے کہ چیزیکہ مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام ست باتفاق شیعہ وسنی یا محکوم علیہ ببطلان ست بجہت وہم راوی یا مادل ست چنانکہ امام نودی در شرح صحیح مسلم در شرح این حدیث (حدیث صحیح مسلم کہ ظاہرا دلالت بر قدح بعضے اصحاب کبار دارد) نقلاً عن القاضی عیاض عن المازری مے فرماید واذا انسدت طرق تاویلها نسبنا الکذب الی رواتها

اور اگرچہ صحیحین میں ان کے جامعین بخاری ومسلم نے جہاں تک کہ انسانی طاقت سے ہو سکتا ہے صحیح حدیثوں کے جمع کرنے میں بے انتہا کوشش فرمائی۔ اور اسی لئے تمام کتابوں میں ان کا درجہ اعلیٰ اور افضل ہے۔ مگر آخر وہ بھی بشر تھے۔ اور اپنے اقران وامثال سے تصحیح حدیث میں گوئے سبقت لے گئے اس لئے جائے اجتہاد مجتہدین اور تحقیق محققین باقی ہے جیسا کہ منتہی الکلام میں لکھا ہے کہ آخر اینؒ بزرگان ہم از جملہ بشر بودہ اندگو در تصحیح حدیث بغایت قصوی کوشیدہ باشند سیما محمد بن اسمٰعیل بخاری کہ او درین امور گوئے سبق از اقران وامثال ربودہ لیکن باز ہم جائے اجتہاد مجتہدین باقی ست۔ مگر یاد نداری کہ درباره چندے از رواتش بعضے از علماء فقہا بحث دارند و شارحین در جواب آن وجوہی نقل می کنند کہ بعضے از ان خالی از غرابت نیست۔ اور یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ وضعی حدیثوں کے علاوہ اور بھی قدرتی اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے روایات میں اختلاف پڑنا اور ان کے صحت میں شک ہونا ممکن الوقوع ہے۔ چنانچہ اس کے آٹھ اسباب محققین نے بیان کئے ہیں۔ اوّل حدیث کے مطلب کی غلط فہمی۔ دوسرے حدیث کے معنی سمجھنے میں دو راویوں

ف یہ تمام بزرگ انسان تھے۔ اگرچہ انہوں نے تصحیح احادیث میں بے انتہا کوشش کی خاص طور پر محمد بن اسمٰعیل بخاری نے تصحیح احادیث میں اپنے ہمعصر وامثال کی بہ نسبت زیادہ کوشش سے کام کیا ہے تاہم اجتہاد مجتہدین کی جگہ رہ گئی ہے۔

ف۲ اور تمہیں یاد ہو گا کہ بعض نقاد علمائے ان کی روایات پر بحث کی ہے۔ اور شرح لکھنے والوں نے ان تنقیدوں اور اعتراضات کے جواب میں جو اسباب لکھے ہیں۔ وہ بہت عجیب وغریب ہیں۔

marfat.com

کے باہم اختلاف یعنی ایک ہی حدیث کے ایک نے کچھ معنی سمجھے اور ایک نے کچھ۔ تیسرے حدیث کا مطلب لوگوں سے صاف صاف بیان کرنے کی عدم قابلیت۔ چوتھے راوی کے حافظے کا قصور کہ یا تو اُس سے کسی حدیث کا کوئی جزو چھوٹ گیا یا دو مختلف حدیثیں باہم غلط ملط ہو گئیں۔ پانچویں راوی کا کسی جزو حدیث کی تفصیل کا بیان کرنا اس غرض سے کہ سننے والا بآسانی اس کو سمجھ جائے لیکن سننے والے نے از راہ غلطی اُس تفصیل کو بھی حدیث کا جزو سمجھا۔ چھٹے راوی نے اپنی گفتگو میں جناب پیغمبر خدا صلعم کے چند کلمات بیان کئے اور سننے والوں نے اُس کے تمام کلام کو حدیث سمجھ لیا۔ ساتویں وہ اختلاف جو زبانی روایات کے سلسلے سے خود بخود عارض ہوتا ہے۔ آٹھویں مختلف حالات جن میں کہ راوی نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تھا۔ یا کچھ فرماتے سنا تھا یا کرتے دیکھا تھا۔

اور اسی لئے اصول فقہ میں یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ الحقل شاھد بان خبر الواحد العدل لا یوجب الیقین لان احتمال الکذب قائم وان کان مرجوحا والا لزم القطع بالنقیضین عند اخبار العدلین بھما وان خالف خبر الواحد جمیع الاقیسۃ لا یقبل عندنا وذلک لان النقل[1] بالمعنی کان مستفیضا فیھم فاذا قصر فقہ الراوی لم یومن من

[1] واما کلامہ صلعم فیتدل منہ بما ثبت انہ قال علی اللفظ المروی وذلک نادر جدا انما یوجد فی الاحادیث القصار علی قلۃ ایضا فان غالب الاحادیث مروی بالمعنی وقد تداولتھا الاعاجم والمولدون قبل تدوینھا فرووھا بما ادت الیہ عباراتھم فزادوا ونقصوا وقدموا واخروا وابدلوا الفاظا بالفاظ ولھذا تری الحدیث الواحد فی القصۃ الواحدۃ مرویا علی اوجہ شتی بعبارات مختلفۃ ومن ثم انکر علی ابن مالک اثباتہ القواعد النحویۃ بالالفاظ الواردۃ فی الحدیث قال ابوحیان فی شرح التسہیل قد اکثر ہذا المصنف من الاستدلال بما وقع فی الاحادیث علی اثبات القواعد الکلیۃ فی لسان العرب وما رایت احدا من المتقدمین والمتاخرین سلک ہذہ الطریقۃ غیرہ علی ان الواضعین الاولین لعلم النحو المستقرئین للاحکام من لسان العرب کابی عمرو بن العلاء وعیسی بن عمر والخلیل وسیبویہ من ائمۃ البصریین والکسائی والفراء وعلی بن مبارک الاحمر وہشام الضریر من ائمۃ الکوفیین لم یفعلوا ذلک وتبعھم علی ہذا المسلک المتاخرون من الفریقین وغیرہم من نحاۃ الاقالیم کنحاۃ بغداد واہل الاندلس وقد جری الکلام فی ذلک مع بعض المتاخرین الاذکیاء فقال انما ترک العلماء ذلک لعدم وثوقھم ان ذلک لفظ الرسول صلعم اذ لو وثقوا بذلک لجری (اتقان ۱۲۰)

marfat.com

ان یذھب شئی من معانیہ فید خلہ شبھۃ زائدۃ تخلوا عنہا القیاس۔

اور چونکہ اخبار میں شک کرنا بظاہر عدالت صحابہ پر شبہ کرنا سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے عدالت صحابہ کی نسبت ہمارے محققین نے کہا ہے فان قیل عدالۃ جمیع الصحابۃ ثابتۃ بالآیات والاحادیث الواردۃ فی فضائلھم قلنا ذکر بعضھم ان الصحابی اسم لمن اشتھر بطول صحبۃ النبی علی طریق التتبع لہ والاخذ منہ وبعضھم انہ اسم لمومن رای النبیؐ سواء طالت صحبتہ ام لا الا ان الجزم بالعدالۃ مختص بمن اشتھر بذلک والباقون کسائر الناس فیھم عدول وغیر عدول۔

اور اخبار احادیث کی نسبت جبکہ عقلاً اور نقلاً یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ وہ مفید یقین نہیں ہے تو ضرور ہے کہ جو خبر معارض کتاب یا سنت مشہورہ اور اجماع امت کے ہو وہ بلحاظ اُن خیالات کے جو اوپر بیان کئے گئے راویوں کے غیر مشتبہ ہونے کی صورت میں بھی مقبول نہ ہوں گی۔ اس لئے کہ یقین ظن سے زائل نہیں ہو سکتا۔ فکیف یعتبر خبر الواحد فی معارض الکتاب والسنۃ المشھورۃ واجماع الامۃ وکل حدیث یخالف کتاب اللہ فانہ لیس بحدیث الرسول

(بقیہ صفحہ ۱۰۹) لجریہ مجری القرآن فی اثبات القواعد الکلیۃ وانما کان ذلک لامرین احدھما ان الرواۃ جوزوا النقل بالمعنی فتجد قصۃ واحدۃ قد جرت فی زمانہ صلعم لم تنقل بتلک الالفاظ جمیعا نحو ما روی من قولہ زوجتکہا بما معک من القرآن ملکتکہا بما معک خذھا بما معک وغیر ذلک من الالفاظ الواردۃ فی ہذہ القصۃ فنعلم یقینا انہ صلعم لم یلفظ بجمیع ہذہ الالفاظ بل لا نجزم بانہ قال بعضھا اذ یحتمل انہ قال لفظا مرادفا لہذہ الالفاظ غیرہا فاتت الرواۃ بالمرادف ولم تات بلفظہ اذ المعنی ہو المطلوب ولا سیما مع تقادم السماع وعدم ضبطہ بالکتابۃ والاتکال علی الحفظ فالضابط منہم من ضبط المعنی واما ضبط اللفظ فبعید جدا لا سیما فی الاحادیث الطوال وقال السفیان الثوری ان قلت لکم انی احدثکم کما سمعت فلا تصدقونی انما ہو المعنی ومن نظر فی الحدیث ادنی نظر علم علم الیقین انہم انما یروون بالمعنی وقال ابو حیان انما امعنت الکلام فی ہذہ المسئلۃ لئلا یقول المبتدی ما بال النحویین یستدلون بقول العرب وفیہم المسلم والکافر ولا یستدلون بما روی فی الحدیث بنقل العدول کالبخاری ومسلم واضرابہما فمن طالع ما ذکرناہ ادرک السبب الذی لاجلہ لم یستدل النحاۃ بالحدیث انتہی کلام ابن حبان بلفظہ وقال ابو الحسن بن الصائغ فی شرح الجمل تجویز الروایۃ بالمعنی ہو السبب عندی فی ترک الائمۃ کسیبویہ وغیرہ الاستشہاد علی اثبات اللغۃ بالحدیث واعتمدوا فی ذلک علی القرآن وصریح النقل عن العرب ولولا تصریح العلماء بجواز النقل بالمعنی فی الحدیث لکان الاولی فی اثبات فصیح اللغۃ کلام النبی صلعم لانہ افصح العرب ۱۲ الاقتراح للسیوطی از صفحہ ۱۹ تا ۲۱

وانما ہو مفتری وکذلک کل حدیث یعارض دلیلاً اقوی منہ فانہ منقطع عنہ علیہ السلام لان الادلۃ الشرعیۃ لا یناقض بعضہا بعضاً وانما التناقض من الجہل المحض ۔

یہ بات بھی ذہن نشین کرنے کے لائق ہے کہ جرح وتعدیل رواۃ کی صرف اخبار شرعیہ کی صحت کے لئے ضروری ہے تاکہ اُس سے ظن اُس خبر کی صحت پر ہو جائے ۔ اور تکالیف شرعیہ ظنی اخبار پر واجب ہو سکتی ہیں لیکن واقعات اور مسائل عقلیہ میں جرح وتعدیل کی بھی ضرورت نہیں ہے جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو کہ وہ خبر فی نفسہ ممکن بھی ہے ۔ یا نہیں ۔ اگر اُس کا محال ہونا ثابت ہو تو تعدیل وتجریح فضول ہے ۔ یہاں تک کہ اگر ایسی خبر متواتر بھی ہو تو وہ موجب یقین نہ ہوگی کما قال فی التلویح ثم المتواتر لابد ان یکون مستنداً الی الحس سمعاً اوغیرہ حتی لو اتفق اہل اقلیم علی مسئلۃ عقلیۃ لم یحصل لنا الیقین حتی یقوم البرہان ۔ وقال ابن خلدون فی مقدمۃ تاریخہ ولا یرجع الی تعدیل الرواۃ حتی یعلم ان ذلک الخبر فی نفسہ ممکن او ممتنع واما اذا کان مستحیلاً فلا فائدۃ للنظر فی التعدیل والتجریح ولقد عدّ اہل النظر من المطاعن فی الخبر استحالۃ مدلول اللفظ وتاویلہ ان یاول بما لا یقبلہ العقل وانما کان التعدیل والتجریح ہو المعتبر فی صحۃ الاخبار الشرعیۃ لان معظمہا تکالیف انسانیۃ اوجب الشارع العمل بہا حتی حصل الظن بصدقہا وسبیل صحۃ الظن الثقۃ بالرواۃ بالعدالۃ والضبط واما الاخبار عن الواقعات فلا بد فی صدقہا وصحتہا من اعتبار المطابقۃ فلذلک وجب ان ینظر فی امکان وقوعہ وصار فیہا ذلک اہم من التعدیل ومقدماً علیہ اذ فائدۃ الانشاء مقتبسۃ منہ فقط وفائدۃ الخبر منہ ومن خارج بالمطابقۃ واذا کان ذلک فالقانون فی تمیز الحق من الباطل فی الاخبار بالامکان والاستحالۃ ان ننظر فی اجتماع البشری الذی ہو العمران ونمیز ما یلحقہ من الاحوال لذاتہ وبمقتضی طبعہ وما یکون عارضاً لا یعتد بہ ۔

غالباً اخبار اور روایتوں کے متعلق جو کچھ ہم نے لکھا ہے اُسے دیکھ کر حضرات امامیہ یہ فرمادیں کہ اگر تواریخ اور تفسیر اور حدیث کی کتابوں کا یہ حال ہے کہ اُن میں لکھی ہوئی کوئی خبر ایسی نہیں ہے جس میں احتمال غلطی کا نہ ہو اور کوئی خبر احاد مفید یقین نہیں ہے ۔ اور بہت سی حدیثیں لوگوں

نے بناکر مشہور کر دی ہیں تو پھر سنّیوں کی کسی کتاب کا کچھ اعتبار نہ رہے گا۔ اور چونکہ انہیں کتابوں پر خصوصاً احادیث کی کتب پر ان کے مذہب کا مدار ہے اور شریعت کی بنیاد اس پر قائم ہے۔ تو خود سنّیوں کے بیان سے وہ بنیاد منہدم ہوتی ہے۔ اور وہ خود اپنی کتابوں کو آپ غلط بتاتے ہیں۔ چنانچہ بعض علماء امامیہ نے ایسا ہی لکھا ہے۔ اور صاحب استقصا نے بھی جا بجا صراحتہً واشارۃً یہ طعنہ کیا ہے۔ مگر یہ کہنا ان کا صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ کوئی کتاب قرآن مجید کی طرح آسمان سے تو نازل ہوئی نہیں۔ اور جبریلؑ امین خدا کی طرف سے لائے نہیں۔ اور صاحب الوحی نے اسے وحی فرما کر ہم تک پہونچایا نہیں۔ اس لئے کوئی کتاب کتاب اللہ کی طرح صحت اور یقین کے درجے پر پہونچ نہیں سکتی۔ بعد کتاب اللہ کے جہاں تک انسان کی کوشش سے ممکن ہے وہاں تک صحیح حدیثوں کے جمع کرنے میں اور وضعی حدیثوں کے قبول نہ کرنے میں صحاح ستّہ کے مصنفین نے کوشش کی۔ اور تا بامکان بشری صحیح حدیثوں کو جمع کیا۔ خصوصاً امام بخاری و مسلم نے اور خاصکر امام بخاری نے۔ اور اسی لئے گروہ کثیر نے علما کے اُس کی صحت کو تسلیم کیا۔ اور اُسے بعد کتاب اللہ کے تمام کتابوں سے زیادہ صحیح سمجھا۔ مگر یہ امر کہ ہر حدیث اُس کی مفید یقین ہو یا کوئی راوی اُس کا مشتبہ نہ ہو ایسا دعویٰ کرنا گویا اُن کی کتابوں کو خدا کی کتاب کے برابر سمجھنا ہے۔ اور اگر باوجود کمال زحمت اور تکلیف کے جو انہوں نے حدیثوں کے جمع کرنے میں اٹھائی اگر بعض ضعیف حدیثیں ان کی کتاب میں درج ہو گئیں یا بعض ایسے راویوں کی روایت انہوں نے قبول کی جن میں کلام کیا گیا ہے۔ تو اس سے اُن کی شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا اور اُن کی کتابیں جس قدر و منزلت کے لائق ہیں اُس میں کمی نہیں ہو سکتی۔ نہ اُس سے کوئی شبہ ان کی کتاب پر ہو سکتا ہے۔ اور نہ باوجود موجود ہونے ایسی معتبر کتابوں کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہماری مذہبی کتابیں اعتماد و اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔ بلکہ جو شدت اور سختی حدیثوں اور اخبار کے قبول کرنے اور اُس کی صحت کی تحقیق اور تنقیح میں ہمارے محدثین نے فرمائی ہے اور جس صفائی اور زور کے ساتھ غلط اخبار اور ضعیف احادیث اور زید و عمرو کی کتابوں پر جرح کی ہے اُس سے ثبوت اس کا ہوتا ہے کہ وہ مذہب کے پکے اور نیت کے پاک اور صداقت کے جویان اور

marfat.com

حق کے متلاشی اور باطل سے متنفر تھے۔ اور مذہب کی بنیاد مستحکم اصول پر قائم کرنے والے تھے۔ اگر ہم انہیں روایتوں کی تحقیق اور اخبار کے قبول کرنے میں ایسا سخت نہ پاتے اور اُن کا تساہل اور تسامح مذہبی روایتوں میں دیکھتے تو ہمارا یقین اپنے مذہب کے استحکام پر ایسا نہ ہوتا جیساکہ اب ہے۔ ہمارے محدثین و محققین کی تحقیق اور تنقیح نے ہم پر یہ ثابت کر دیا کہ ہمارا مذہب ایسی مستحکم بنیاد پر قائم ہے جس میں کسی طرح خلل نہیں آسکتا کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝

لیکن کیا حال ہوگا حضرات امامیہ کے مذہب کا اگر بعض وضعی حدیثوں اور غلط روایتوں کے ہونے سے کسی مذہب کے تمام کتابیں غلط اور اس کے تمام محدثین اور مجتہدین غیر معتبر سمجھے جا سکتے ہیں ۔اس لئے کہ جب اُسی نظر سے جس سے ہمارے علما نے اپنے یہاں کی کتابوں کو دیکھا ہے۔ وہ اپنے یہاں کی کتابوں کو دیکھیں گے۔ اگر ہمارے یہاں سے بڑھ کر ان کے یہاں کی کتابیں زیادہ قابل اعتراض نہ سمجھی جائیں تو کسی حالت میں اُس سے کم تو نہ ہوں گی۔ بلکہ اگر ادب ملحوظ نہ ہو تو بہت بڑا حصہ اُن کی حدیثوں کی کتابوں کا خصوصاً جو امامت سے متعلق ہے صرف قرآن اور عقل کی مخالفت کی وجہ سے غیر قابل اعتبار ثابت کیا جا سکتا ہے مگر میں ادب کے دائرے سے قدم باہر رکھنا اور اپنے اثنا عشری دوستوں کو اس کے بیان سے رنجیدہ اور شرمندہ کرنا پسند نہیں کرتا اس لئے ضروری باتوں پر کفایت کرتا ہوں۔ اور یہ بات دکھاتا ہوں کہ بہ نسبت کتابوں کے غیر معتبر ہونے اور جھوٹی حدیثوں کے بنانے اور ائمہ پر تہمت کرنے اور راویوں کے حالات تحقیق کرنے اور جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھنے اور اخبار احاد کے مفید یقین نہ ہونے اور اُن اخبار کے جو مخالف قرآن اور عقل اور عقائد مسلمہ کے ہوں۔ قابل قبول نہ ہونے اور دیگر باتوں کے جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے علماء امامیہ نے کیا فرمایا ہے۔

ملا علی طہرانی کتاب توضیح المقال فی علم الرجال میں متعلق حدیثوں اور راویوں کے یہ فرماتے ہیں کہ مرادؔ حدیث سے وہ ہے جس کی سند کا سلسلہ رسول خدا یا کسی امام تک منتہی ہو۔

لہ المراد بالحدیث منتہی اسلسلہ سندہ الی النبی ماواحد المعصومین توضیح المقال صفحہ ۲

marfat.com

چونکہ[1] احکام شرعی کا استنباط موقوف ہے احادیث کے دیکھنے پر اس لیے ضرور ہے کہ احادیث کی صحت تحقیق کی جائے تاکہ اس سے مسائل کا استنباط اور اُس پر عمل کرنا جائز ہو۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ سب حدیثیں ایسی نہیں ہیں۔ اور اُن کی صحت کا علم موقوف ہے راویوں کے حالات دریافت کرنے یعنی علم الرجال کے جاننے پر۔ اور یہ[2] بات بھی معلوم ہے کہ ہماری حدیثوں میں بہت سی جھوٹی اور موضوع ہیں۔ پیغمبر خدا صلعم نے فرمادیا تھا کہ میرے بعد بات بنانے والے بہت ہوں گے۔ اور حضرت صادق سے روایت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک امام کے اوپر جھوٹ لگانے والے

سلہ وعلی کل وجہ فوجہ الحاجۃ الی ہذہ العلم استنباط احکام الواجب علینا وکفایتہ موقوف فی ازماننا او مطلقاً علی النظر فی الاحادیث لوضوح عدم کفایتہ غیرہا دغناہ عنہا فلا بد من معرفۃ المعتبر منہا الذی یجوز الاستنباط منہ والعمل علیہ حیث تعرف ان جمیعہا لیست کذلک ولا ریب فی حصول ہذہ المعرفۃ بالمراجعۃ الی علم الرجال وہذا مما لا نزاع فیہ۔ ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۲

سلہ در العبان من المعلوم الوارد علی طبقۃ اخبار مستفیضتان فی روایات کانت جملۃ من الاخبار الموضوعۃ ففی النبوی المعروف ستکثر بعدی القالۃ علی وفی المروی عن الصادق ان لکل رجل منا رجلا یکذب علیہ وفی الآخر عنہ انا اہل بیت صادقون لا تخلو من کذاب یکذب علینا فیسقط صدقنا بکذبہ وفی الآخر ان المغیرۃ بن سعید دس فی کتب اصحاب ابی احادیث لم یحدث بہا ابی فاتقوا اللہ ولا تقبلوا علینا ما خالف قول ربنا وسنۃ نبینا وعن یونس انہ قال وافیت العراق فوجدت فیہا قطعۃ من اصحاب ابی جعفر واصحاب ابی عبداللہ متوافرین فسمعت منہم واخذت کتبہم وعرضتہا من بعد علی ابی الحسن الرضا ؑ فانکر منہا احادیث کثیرۃ ان تکون من اصحاب ابی عبداللہ ؑ وقال ان ابا الخطاب کذب علی ابی عبداللہ لعن اللہ ابا الخطاب وکذلک اصحاب ابی الخطاب یدسون من ہذہ الاحادیث الی یومنا ہذا فی کتب اصحاب ابی عبداللہ ؑ فلا تقبلوا علینا خلاف القرآن وفی جملۃ من الاخبار العلاجیۃ ان ما خالف القرآن وفی بعضہا ما خالفہ وخالف السنۃ فی ما قلتہ وفی الآخر الامر بضرب مخالفہ وجہ الجدار الی غیر ذلک من الاخبار الواردۃ فی ہذا المضمار فنقول ان اخراج الموضوعۃ عما فی ایدینا من الاخبار غیر معلوم وادعاءہ کما یاتی غیر مسموع فی العمل بالجمیع من غیر تمییز الموضوع عن غیرہ بالمنقد وتصحیح بل منتہی عنہ بہذہ الاخبار ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۲

ہوں گے۔ اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ ہم اہل بیت سچے ہیں۔ مگر جھوٹ بولنے والوں اور جھوٹ لگانے والوں سے جو ہم پر جھوٹ لگاتے ہیں خالی نہیں ہیں اور ہماری سچائی اُس کے جھوٹ سے ساقط ہوجاتی ہے۔ اور مغیرہ بن سعید نے میرے پدر بزرگوار کے اصحاب کی کتابوں میں ایسی جھوٹی حدیثیں ملادی ہیں۔ جن کو کبھی میرے باپ نے بیان نہیں کیا تھا۔ پس خدا سے ڈرو اور جو قول ہمارا خدا کے کلام اور نبی کی سنت کے خلاف پاؤ اُسے مت مانو۔ اور یونس سے روایت ہے کہ میں نے عراق میں امام باقر اور امام جعفر صادق کے اصحاب کو پایا اور اُن سے حدیثیں سُنیں اور ان کی کتابوں کو لیا۔ اور بعد اُس کے حضرت امام موسیٰ رضا کے روبرو پیش کیا۔ آپ نے بہت سی حدیثوں سے انکار فرمایا۔ اور کہا کہ ابوالخطاب نے امام جعفر صادق پر بہت جھوٹ لگایا ہے۔ خدا اُس پر لعنت کرے۔ اور اسی طرح ابوالخطاب کے رفقا ان حدیثوں سے اب تک فریب دیتے ہیں۔ اور امام جعفر صادق کے اصحاب کی کتابوں میں ملا دیتے ہیں۔ پس جو کچھ خلاف قرآن کے ہو اُسے ہماری طرف سے نہ سمجھو اور نہ اُسے قبول کرو۔ اور جو چیز خلاف قرآن اور سنت کے ہو اُسے دیوار پر مارو۔ مؤلف کتاب اسے نقل کرکے کہتے ہیں کہ موضوع حدیثوں کا ہونا تو ہماری کتابوں میں اس سے پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات کہ ان کتابوں میں سے موضوع حدیثیں نکال دی گئی ہیں معلوم نہیں ہوتی۔ اور اس کا دعویٰ کرنا قابل سماعت نہیں ہے۔ پس بغیر تمیز کرنے موضوع حدیث کے صحیح احادیث سے سب پر عمل کرنا نہ صرف قبیح ہے۔ بلکہ ممنوع ہے۔ اور راویوں[1] کے حالات دریافت کرنا اور علم الرجال سے واقف ہونا اس لئے ضرور ہے کہ اکثر یا تمام حدیثوں میں احتمال وضع موجود ہے گو یہ احتمال بعض حدیثوں میں قرائن خارجیہ کے سبب سے بہت کم ہے لیکن اس احتمال کے دور کرنے کے لئے ضرور ہے کہ تمام حدیثوں میں رفع شک کے لئے اس علم کی طرف رجوع کی جائے۔

راویوں کے حالات دریافت کرنے اور علم الرجال سے واقف ہونے کے لئے مؤلف موصوف نے

---

[1] ان احتمال الوضع قائم فی اکثر الاخبار او جمیعہا وان ضعف فی بعض لقرائن خارجیۃ فلا بد من الرجوع فی الجمیع ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۴

جہاں اور بہت سی دلیلیں بیان کی ہیں وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اگلے[1] اور پچھلے علماء کی سیرت سے پایا جاتا ہے کہ وہ رجال پر کتابیں لکھتے تھے اور اس کی تدوین و تنقیح کرتے تھے اور ان کتابوں کو حاصل کرتے اور اپنے مطالعے میں رکھتے۔ اور راویوں کے حالات دریافت کرنے کے لیئے ان کی طرف رجوع کرتے۔ تو کیا کوئی سمجھدار آدمی اس بات کو مانے گا کہ یہ فعل ان کا لغو یا مکروہ یا حرام تھا۔ بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس علم کی طرف احتیاج بہت زیادہ اور راویوں کے حالات سے واقف ہونا نہایت

۱؎ ومنہا ان سیرۃ العلماء قدیما وحدیثا علی تدوین کتب الرجال وتنقیحہا وتحصیلہا بانتشار واستکتاب وعلی مطالعتہا والرجوع الیہا فی معرفۃ احوال الرواۃ والعمل بہا فی الاعتماد برجال والطعن فی آخرین والتوقف فی طائفۃ ثالثۃ حتی ان کثیرا منہم کانت لہ مہارۃ فی ہذا العلم کالصدوق والمفید والطوسی وغیرہم من مشائخ الحدیث بل ربما امکن ان یقال باہتمام المتقدمین فیہ کان ازید من المتاخرین ولا تری عاقلا یرضی بکون ذلک کلہ لغوا مکروہا او حراما فلیس الا للافتقار الیہ بل ربما یظہر من عدم ارتکابہم مثل ما ذکر بالنسبۃ الی سائر ما یتوقف علیہ الفقہ ان الافتقار الیہ اشد واعظم ولعلہ کذلک بعد سہولۃ اکثر ذلک فی حقہم وفی زمانہم دون الرجال کیف وبہ یعرف ما ہو الحجۃ فی حقہم عن غیرہا ومنہ یحصل الاطمینان او الظن المستقر بما استفید من الاحکام عن الاخبار وحیث ان المفصل فی الافتقار ان فی زعمی الاطلاق شاذ نادر بل غیر معلوم القائل ظہر ان الافتقار علی الاطلاق وبتقریر آخر ان ما سمعت منہم خصوصا بعد ملاحظۃ ما فی کتب الاصول من الاتفاق علی اشتراط فی الاجتہاد یکشف قطعیا عن بنائہم علی الافتقار الیہ واشتراطہ فی الاستنباط وعن رضا المعصوم بذلک بل نقص ہذہ من الاجماعات المتکررۃ فی کلماتہم فاما مخالفۃ من عرفلا تقدح فیہ لوضوح فساد شبہاتہم کما یاتی وسبقہم بالاجماع والسیرۃ ولحوقہم عنہ ومنہا ان سیرۃ الرواۃ والمحدثین الی زمن تالیف الکتب الاربعۃ بل الی تالیف الثلثۃ المتاخرۃ الوافی والوسائل والبحار علی الالتزام بذکر جمیع الرجال وجمیع الاسانید حتی ان احدا لو اسقطہم او بعضہم فی مقام اشار الیہم فی مقام آخر کما فی الفقیہ والتہذیبین من التصریح بانہ للتحرز عن لزوم الارسال والقطع ولرفع المنافیۃ للاعتبار ومن المعلوم ان ذلک کلہ لان یعرفہم الراجع الی کتبہم ویجتہدوا فی احوالہم علی حسب مقدورہ فیمیز الموثوق المجاز اخذ الروایۃ عن غیرہ والا لزم اللغویۃ فیعلم الافتقار والکشف عن الاشتراط کما فی ثانی تقریری الوجہ السابق فلو کان بناؤہم علی اعتبار ما فیہا من غیر ملاحظۃ احوال الرواۃ للاخذ من الاصول الاربعمائۃ او غیرہ من قرائن الاعتبار او القطع بالصدور کان تطویل الکتب بذکر الجمیع لغوا مکروہا او محرما وقد مر بطلان نفی الافتقار فی الجملۃ۔۔ فثبت الافتقار المطلق و یؤید ہذا التزام من تاخر بالرجوع الی الرجال وتوصیف بعض الاخبار بالصحۃ والوثوق والاعتبار وتضعیف بعض آخر وعدم اکتفاء بعضہم بتوصیف غیرہ وان کان باعرف منہ بالرجال بل الخلاف بینہم فی کثیر من تصحیحات المضعفات واضح معلوم للمراجع الی کتبہم ۱۲ توضیح المقال صفحہ

ضرور ہے۔ اور کیوں نہ ہو اسی سے اطمینان یا ظن حاصل ہوتا ہے۔ ان احکام پر جو احادیث سے مستنبط کئے جاتے ہیں۔ اور نیز محدثین کی سیرت میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ سلسلہ روات کا ہر حدیث کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اور ابتدا سے تا زمانہ تالیف کتب اربعہ انہوں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر حدیث کے تمام راویوں کو نام بنام بیان کریں یہاں تک کہ اگر کوئی بیچ میں سے چھوڑ دیا گیا ہو تو اس کا دوسری جگہ ذکر کر دیں تاکہ ارسال اور قطع اور رفع جو صحت حدیث اور اعتبار کے منافی ہے ظاہر ہو جائے اور اس سے اُن کا احتراز ثابت ہو۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ یہ سب صرف اس لئے وہ کرتے تھے کہ جو ان کی کتابوں کی طرف رجوع کرے۔ اور اُن کے حالات کو اپنی مقدور کی موافق دریافت کرے تو وہ تمیز کرے کہ کون سا راوی ایسا ہے جس کی روایت لینے کے لائق ہے اور کون سا چھوڑنے کے قابل۔ اگر یہ مقصود نہ ہوتا اور راویوں کے حالات دریافت کرنے کے بعد حدیثوں کی کتابوں کی تدوین کی ضرورت نہ رہتی تو محدثین کی یہ ساری کارروائی لغو اور فضول ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر بغیر دیکھنے احوال روات کے اُن چار سو کتابوں سے جو حدیث میں لکھی گئی ہیں حدیثوں کا لینا کافی سمجھا جاتا یا اُن کی صحت پر یقین ہوتا تو کتابوں میں راویوں کے ناموں کا لکھنا اور اس طرح پر کتابوں کا بڑھانا لغو اور مکروہ بلکہ ممنوع اور حرام ہو جاتا۔

مؤلف کتاب موصوف نے اُن اعتراضات کو بھی بیان کیا ہے جو حدیث کی کتابوں کو معتبر اور ہر حدیث کو بغیر رجوع تحقیق حالات روات کے قابل عمل سمجھتے ہیں۔ اور اُن کی دلیلوں کا ذکر کر کے اُس کا جواب دیا ہے منجملہ اُن کے ایک یہ[۱] ہے کہ علم الرجال کے ضرورت اور احتیاج کے منکرین یہ کہتے ہیں کہ یہ بات بتواتر اور بقرائن بقینیہ معلوم ہے کہ تین سو برس تک قدما کا یہ

۱؎ احدہا ان المعلوم بالتواتر والاخبار المحفوفۃ بقرائن القطع انہ کان داب القدماء فی مدۃ تزید علے ثلاثمائۃ سنۃ ضبط الاحادیث وتدوینہا فے مجالس الائمۃ علیہم السلام وغیرہا وکانت ہمہم علے تالیف ما یعمل بہ الطائفۃ المحقۃ وعرضہ علے الائمۃ علیہم السلام وقد استمر ذلک الی زمن تالیف الکتب الاربعۃ حتے بقیت جملۃ منہا بعد ذلک وہذہ الاربعۃ منقولۃ من تلک الاصول المعتمدۃ بشہادۃ اربابہا الثقاۃ ولغایبنۃ بعد تالیفہم من غیرہا مع تمکنہم منہا ومن تمیز ما ہو المعتبر عن غیرہ غایۃ التمکن مع علمہم بعدم اعتبار الظن فے الاحکام الشرعیۃ مع التمکن من العلم والتبین والمعلوم من وثاقتہم وجلالتہم عدم التقصیر فے ذلک کیف واہل التواریخ لا یاخذون القصص من کتاب او شخص غیر معتمد مع التمکن من الاخذ (باقی صفحہ ۱۱۸)

marfat.com

طریقہ رہا کہ وہ احادیث کو جمع اور ائمہ کی مجالس میں اس کی تدوین کرنے اور جن حدیثوں پر اہلِ حق یعنی ہمارا فرقہ عمل کرتا اُس کے ضبط کرنے میں اپنی ہمتیں صرف کرتے اور اُسے ائمہ کو سُنانے۔ اور یہ عمل

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۷) عن المعتمد فما الظن بهؤلاء المشائخ العظام وعلى فرض اخذهم من غير الكتب المعتبرة كيف يدلسون بل يشهدون بصحة جميع ما نقلوه وكونه حجة بينهم وبين ربهم ۱۲ توضیح المقال صفحہ ، ۔

ل؎ وثانيها ان مقتضى الحكمة الربانية وشفقة الرسول والائمة ان لا يضيع من في اصلاب الرجال من الامة وتبرا اخبارى ملجئون الى التثبت بظنون واقية وغير ها بل بيد لهم اصول معتبرة يعلمون بها فى الغيبة كما هو الواقع والمعلوم بالتتبع فى احوالهم والتامل فى الاحاديث الكثيرة الدالة على انهم امروا اصحابهم بكتابة ما يسمعونه منهم وتاليفه والعمل به فى الحضور والغيبة بالنص عليها بقولهم سياتى زمان لا يستانسون فيه الا بكتبهم وسنذكر الاحاديث الكثيرة الدالة على اعتبار تلك الكتب والامر بالعمل بها وعلى انها عرضت على الائمة عليهم السلام فمدحوها ومدحوا اصحابها وقد نص المحقق بان كتاب يونس بن عبد الرحمن وكتاب الفضل بن شاذان كانا عنده وذكر علماء الرجال انها عرضا عليهم عليهم السلام فما الظن بارباب الادلة وقد صرح الصدوق فى مواضع بان كتاب محمد بن الحسن الصفار المشتمل على مسائل وجوابات العسكرى كان عنده بخطه الشريف وكذا كتاب عبيد الله بن على الحلبى المعروض على الصادق عليه السلام ثم انا نراهم يرجحون كثيرا احاديثا مرويا فى غير الكتاب المعروض على الحديث الذى فيه وهذا لا يتجه الا بانهم جازمون بكونه فى الاعتبار وصحة الصدور كالكتاب المعروض ويقرب من ذلك ما ترى من الشيخ وغيره الى زمان الاصطلاح الجديد من طرح كثير من الاخبار الصحيحة بهذا الاصطلاح والعمل بكثير مما هو ضعيف عنده وكثيرا ما يعتمدون على طرق ضعيفة مع تمكنهم من طرق صحيحة كما صرح به صاحب المنتقى وغيره وهذا ظاهر فى صحة تلك الاخبار بوجوه اخر وهو دال على عدم العبرة بالاصطلاح الجديد وحصول العلم بقول الثقة حتى ليس ولا ستكر فقد نص صاحب المدارك وغيره على انه يتفق كثيرا حصول العلم بالوقت من اذان الثقة الضابط العارف حيث لم يكن مانع من العلم وبمثله صرح كثير من علمائنا فى مواضع كثيرة وثالثها الوجه الاخير من الوجوه المتقدمة للاسترابادى وفيه التصريح بحصول القطع العادى من شهاداتهم كالعلم بان الجبل لم ينقلب ذهبا وقال انه لا تفاق الشهادات وغير ذلك اولى من نقل ثقة واحد كالمحقق والشهيدين فتوى لى من فتاوى ابى حنيفة فى كتبه مع انا نرى حصول العلم لنا بذلك من النقل المذكور فكيف لا يحصل بشهادة الجماعة وذكر ايضا انه لو لم يجز لنا قبول شهاداتهم فى صحة احاديث كتبهم لما جاز لنا قبولها فى مدح الرواة وتوثيقهم فلا يبقى حديث صحيح ولا حسن ولا موثق بل يبقى جميع اخبارنا ضعيفة واللازم باطل فكذا الملزوم والملازمة ظاهرة بل الاخبار بالعدالة اشكل واعظم واولى بالاهتمام من الاخبار بنقل الاحاديث من الكتب المعتمدة فان ذلك امر محسوس والعدالة امر خفى عقلى يعسر الاطلاع عليه ولا مفر لهم عن هذا الالتزام عند الانصاف وذكر ايضا ان علمائنا الاجلاء الثقات اذا جمعوا احاديث وشهدوا بثبوتها وصحتها لم يكن ادون من اخبارهم بانهم سمعوها من المعصوم عليه السلام لظهور علمهم وصلاحهم وصدقهم وعدالتهم (باقی ص۱۱۹ پر)

marfat.com

کتب اربعہ کی تالیف کے زمانہ تک جاری رہا۔ اور یہ چار کتابیں حدیث کی اُنہیں اصول سے منقول ہیں۔ اور حسن کے اعتماد پر انہوں نے شہادت دی ہے۔ اور غیر معتبر کو معتبر سے جدا کر دیا ہے۔ اور باوجود اس بات کے جاننے کے کہ احکام شرعیہ میں ظن کا اعتبار نہیں ہے بلکہ علم اور یقین کا ہونا لازمی ہے۔ اور باوجود معلوم ہونے اُن کی وثاقت وجلالت کے کیونکر گمان کیا جاسکتا ہے کہ ان کتب اربعہ کے جامعین احادیث صحیحہ کے جمع کرنے میں تقصیر کرتے۔ اور جبکہ مورخین کسی قصّے کو غیر معتبر کتب اور غیر معتبر شخص سے اپنی تاریخ کی کتابوں میں نہیں لیتے تو ان بزرگان دین کی نسبت کیونکر شبہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ صحیح حدیثوں کے جمع کرنے میں تقصیر کرتے۔ اور درصورت فرض کرنے اس بات کے کہ انہوں نے غیر معتبر حدیثیں لیں۔ کیونکر تدلیس کرتے اور اس بات کا دعویٰ فرماتے کہ جو کچھ انہوں نے نقل کیا ہے وہ سب صحیح ہے۔ اور وہ اُن کی کتاب اُن کے اور خدا کے بیچ میں حجت ہے اس اعتراض اور ان دلیلوں کا یہ جواب دیا ہے کہ ان[ب] باتوں سے احادیث کا قطعی الصدور ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ کم سے کم احتمال سہو اور غفلت کا تو باقی رہتا ہے کیونکہ حدیث کے راوی اور اصول اور جو کتابیں اُن سے لی گئی ہیں اُن کے مؤلف معصوم نہ تھے۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی احتیاج رجال کے حالات کی باقی رہتی ہے اس لئے کہ ان حدیثوں میں متناقض حدیثیں موجود ہیں مثل تقیے کے حدیثوں کے اور اس لئے رجوع کرنا رجال کے حالات کی طرف ضرور ہے۔ پھر مؤلف موصوف یہ فرماتے ہیں کہ جامعین[ج]

(بقیہ ص۱۱۸) فی انہ مع امکان العمل بالعلم لم یعملوا بالغیر ففی الحقیقۃ ہم ینقلونہا عن المعصوم وقد ورد روایات کثیرۃ جدا فی الامر بالرجوع الی الرواۃ الثقات مطلقا اذ قالوا ان اخبر من المعصوم ولیس ہذا من القیاس بل عمل بالعموم وقال ایضا انہم ان کانوا اخذوا حین شہادتہم وجب قبولہا لوبناہا عن حسوس وہو الفعل عن بالمعتمدۃ والا کانت الاحادیث کتبہم ضعیفۃ باصطلاحہم فکیف یعملون بہا ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۷۔

[ب] ونقول فی المقام الثانی اجمالا ان ماذکر فی ہذا الوجہ باجمعہ غیر مفید القطع بالصدور انہ لا اقل من قیام احتمال السہو والغفلۃ لوضوح عدم عصمۃ الرواۃ والمؤلفین للاصول والکتب الماخوذۃ منہا ومع التسلیم فلا یوجب الغنی عن الرجال علی الاطلاق لوضوح وجود الاخبار المعارضۃ فی جملۃ ہذہ الاخبار کاخبار التقیۃ ومن المعلوم المدلول علیہ بالاخبار العلاجیۃ منہا وغیرہا توقف تمیز الراجح المعتبر منہا علی مراجعۃ الرجال فاین الغنی المدعی علی کل حال ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۹۔

[ج] ونقول تفصیلا وان کان ایضا اجمالیا انا نمنع الصغری والکبری کما اشرنا الی منعہا فی الاجمال ففی الوجہ الاول فی الصغری ان حصول القطع من التتبع فی غایۃ الندرۃ وکذا من الاعتقاد وعلی فرضہ علی ندرتہ لا یلازم حصولہ فی غیرہ والاقتصار د باقی ص۱۲۰ پر

حدیث نے یہ نہیں کہا کہ جو کچھ انہوں نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے یعنی جتنی حدیثیں اُس میں لکھی ہیں وہ سب مفید علم ہیں بلکہ اُن کے نزدیک وہ صرف مفید عمل ہیں اور عمل کرنا کسی حدیث پر عام ہے اس سے کہ وہ حدیث مفید یقین ہو یا نہ ہو۔ اور نیز جامعین حدیث سب متفق نہیں ہیں۔ کل حدیثوں کے جمع کرنے میں مثلاً کلینی نے بہت سی حدیثیں چھوڑ دی ہیں اُن کے بعد متاخرین نے نقل کیا ہے۔ اور اُس پر بڑھایا ہے۔ اور اُن کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیثوں کے جمع کرنے میں اور اس کی تنقید اور تصحیح میں بہت زحمت اُٹھاتے تھے ایسے لوگ کیونکر اُن حدیثوں کو جو مفید علم ہوں چھوڑ دیتے جن کو اُن کے بعد کے لوگوں نے جمع کیا۔ پھر صدوق کو دیکھئے کہ وہ حدیث کی تصحیح و تضعیف اکثر اپنے شیخ ابن الولید کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کا یہ قول ہے کہ جس حدیث کو میرے شیخ نے صحیح کہہ دیا ہے وہ میرے نزدیک بھی صحیح ہے اور جس کو اُس نے صحیح نہیں کہا وہ ہمارے نزدیک متروک ہے۔ بھلا خیال کرو کہ اُن اخبار میں جو مفید علم ہوں دوسرے کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کرنے کو کیا دخل ہے۔ اور صرف ان کے شیخ کی تصحیح و تضعیف سے کیونکر صحت اور ضعف پر حدیثوں کے یقین ہو سکتا ہے۔ اور وہ حدیثیں جو مفید علم ہوں صرف ان کے شیخ کے ضعیف کہہ دینے سے کیونکر رد کی جا سکتی ہیں۔

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے صوارم میں متعلق اخبار و احادیث کے اپنے مذہب کا یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ فرقہ حقہ امامیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ اصول اور اعتقادات میں یقین حاصل کرتے ہیں اور ظن اور تقلید کو اصول دین میں جائز نہیں رکھتے اور دلائل عقلیہ سے یقین حاصل کرنے کے بعد بجہت مزید اطمینان اور ترقی مدارج یقین کے بطور تائید اور دیگر فوائد کے سمعیات متواترہ کو یعنی اُن اخبار کو جو لفظاً یا معناً متواتر ہوں ذکر کرتے ہیں۔ گو وہ راوی فاسد العقیدہ ہو۔ اور اسی وجہ سے جناب شیخ الطائفہ نے راویان فاسد العقیدہ کے اخبار پر عمل کیا ہے۔ اور خبر

(بقیہ ص۱۱۹) کما فی الخائب کاف بل ہو المدعی وکذا من کون الراوی ثقۃ لمنع حصول القطع للراوی الثقۃ لعدم لزومہ لا فی الروایۃ ولا فی العمل فلعلہ اشتبہ بامن یثق بہ تعمداً او قلنا خاصاً او مطلقاً وعلی تسلیمہ محصولہ لا یستلزم من لا احتمال السہو والنسیان والذہول عن القرینۃ او خفائہا کما وقع فی کثیر من الرواۃ فروعہم بقولہ لیس کما ظننت ولیس کما تذہب او ما اراک بعد الا ہبتا ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۹۔

واحد کو گو بواسطہ ثقات مروی ہو اعتقادات میں حجت اور کافی نہیں سمجھتے ۔ اور فروع میں ہرچند ہمارے بعضے علما نے یہ اختیار کیا ہے کہ ہر مسئلے کا اجماعی یا مستفاد از متواتر یا ماخوذ از کتاب و دلیل عقل ہونا ضرور ہے لیکن ہمارا عمل اس پر ہے کہ اگر خبر احاد ہو اور راوی اُس کے ثقہ ہوں اور شرائط دیگر سے مقرون ہو تو عمل خبر احاد پر بھی واجب ہے پھر جناب موصوف نے اپنے مذہب کا یہ اصول بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی خبر بظاہر خلاف ہو اُس امر کے جس پر اجماع منعقد ہوا ہو تو ضرور ہے کہ وہ خبر یا مائل ہوگی ۔ یا مطروح ۔ اور اسی اصول کی بنا پر وہ اُن روایات کو جو زرارہ اور ہشام وغیرہ کی مذمت میں ہیں مردود اور غلط سمجھتے ہیں ۔ جیسا کہ فرماتے ہیں کہ "بلاشبہ کچھ حدیثیں ہمارے مذہب میں ایسی ہیں کہ جن سے ایسے بزرگوں کا مقدوح ہونا معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن چونکہ راوی اس قسم کے اخبار کے ضعیف اور مجروحین تھے ۔ اور نیز اس قسم کی حدیثیں اُن حدیثوں کے معارض ہیں ۔ جو نہایت قوی ہیں ۔ اور جن پر امامیہ کا اجماع ہے ۔ اس لئے ہمارے علما نے اس قسم کی حدیثوں کو معرض اعتبار سے ساقط سمجھا ہے ۔" اور پھر یہ فرماتے ہیں کہ "عقل اس بات پر شاہد ہے کہ باوجود اخبار جرح کے کہ جو ایسے بزرگوں کے حق میں بیان کی گئی ہیں ۔ ہمارے علماء کے عقیدے میں جو ان بزرگوں کی جلالت شان کے بابت تھے کچھ خلل نہ ہوا ۔ اور کسی نے باوجود مشاہدہ کثرت اختلاف کے اُن کا خلاف نہ کیا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان کی بندگی اور کمال کا آفتاب اُن کی نظروں میں روشن تھا ۔ ورنہ اگر فرقہ حقہ امامیہ سو آدمیوں کو مثل ہشام وغیرہ کے ابوالخطاب کی طرح فاسدالعقیدہ شمار کریں تب بھی ان کے عقائد حقہ کی بنیاد میں جو حجج قاہرہ اور براہین باہرہ پر قائم ہے خلل نہیں ہو سکتا ۔ اور چونکہ ہم امامت اور فضائل علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد کے ثابت نہیں کرتے ہیں ۔ مگر خدا کی کتاب سے جس کی صحت ضروریات اسلام سے ہے یا احادیث متفق علیہا سے یا عقلی دلائل سے پس اگر ہشام اور محمد بن مسلم جیسے ہزار آدمی بالفرض ملحدین اور فاسقین سے ہوں تب بھی ان کے اعتقاد میں کچھ خلل نہیں آسکتا ۔"

پھر فرماتے ہیں کہ کم کوئی ایسا مذہب ہوگا کہ بعضے روایات بے اصل یا ماؤل اس مذہب میں نہ ہوں پس دیندار دانشمندوں کو چاہیے کہ ایسی حالت میں کوئی قاعدہ اور ضابطہ رکھتے ہوں ۔

marfat.com

جس سے اثنائے جدال اور مخاصمہ میں باہر نہ جائیں۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ احتجاج اور الزام خصم پر اس بات سے کریں جو اس کے مذہب کے خلاف اس مذہب کی کتابوں میں لکھا ہو۔ اور اس مذہب کے راوی اور علمانے جو کچھ بیان کیا ہو وہ مسلم الثبوت طرفین کا ہو۔ یا یہ کہ اس کا ثبوت تواتر پر ہو کہ جس میں جھوٹ کا احتمال اہل انصاف کے نزدیک نہ پایا جائے،،

جناب موصوف حسام میں نسبت اخبار احاد کے فرماتے ہیں کہ ”خبر واحد[1] اگر بے معارض کے بھی ہو تب بھی ظنی ہے۔ اعتقادات کے اصول میں اُس سے تمسک کرنا جائز نہیں بلکہ محققین شیعہ امامیہ کے نزدیک مثل ابن زہرہ اور ابن ادریس اور شریف مرتضیٰ اور اکثر قدما کے وہ قابل احتجاج نہیں۔ اور متاخرین نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور اسی لئے انہوں نے اخبار احاد کا دلائل میں شمار نہیں کیا بلکہ اُس کے رد کو ضروری سمجھا ہے خصوصاً اعتقادات میں،،

اور نسبت تردید یا تاویل اُن احادیث کے جو مخالف ادلہ شرعیہ کے ہوں آپ فرماتے ہیں کہ ”جو کچھ اس[2] باب میں ائمہ دین سے منقول ہے وہ سب جھوٹ اور بہتان ہے۔ اور دروغ گوؤں کے موضوعات سے ہے۔ اور یا یہ کہ ائمہ نے فرمایا ہوگا۔ لیکن اس کی کوئی تاویل ضرور ہوگی اس لئے کہ یہ خبر معارض ہے اُن ادلہ شرعیہ کے جو اس سے اقوی ہیں،،

پھر صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں کہ ”کوئی[3] فرقہ ہالک و گمراہ ایسا نہ ہوگا۔ کہ کوئی آیت اور حدیث نبوی

---

[1] خبر واحد اگر بے معارض هم باشد ظنی ست در اصول اعتقادیات بآن تمسک نباید کرد بلکه نزد محققین شیعه امامیه مثل ابن ادریس و شریف مرتضی و اکثر قدمای ایشان قابل احتجاج نیست و متاخرین ایشان همین مذهب را اختیار کرده اند لهذا اخبار احاد را در دلائل نشمرده بلکه آن را رد واجب دانسته خصوصاً در اعتقادیات ۱۲ حسام

[2] و آنچه درین باب از ائمه دین نقل می کنند همه زور و بهتان ست و از موضوعات دروغ گویان و یا اینکه گو فرموده باشند لکن واجب التاویل ست نظر باین که معارض ست بآنچه از ادله شرعیه که اقوی تر از آن ست ۱۲ حسام صفحه ۶

[3] که هیچ فرقه هالکه ضاله نخواهد بود که یکے از آیات و احادیث نبویه بحسب ظاهر موافق مسلک او نباشد پس اگر مجرد وجود معارض دلیل بطلان مذهب شود باید که مذهب اسلام بالمره باطل باشد و مستحق طعن و تشنیع از قبل کفار و ملاحده شود آری با وجود قوت معارض اگر کسے جانب ضعیف را اختیار نماید البته مورد طعن و تشنیع او را می توان ساخت ۱۲ حسام صفحه ۱۴۔

marfat.com

ظاہراً اُس کے مذہب کے موافق نہ ہو۔ پس اگر صرف معارض کا پایا جانا بطلان مذہب کی دلیل ہو تو لازم آتا ہے کہ مذہب اسلام بالکل باطل ہو۔ اور ملحد و کفار کی جانب سے مستحق طعن و تشنیع ہو۔ ہاں اگر کوئی باوجود قوت معارض کے جانب ضعیف کو اختیار کرے تو اس کو مورد طعن تشنیع کر سکتے ہیں۔"

پھر صفحہ ۲۵ میں فرماتے ہیں کہ "غرضیکہ[1] تم کو معلوم ہو گیا کہ امامیہ کی بنا اعتقادات اخبار احاد پر نہیں ہے۔ ابن بابویہ نے اپنی کتاب اعتقادات میں اعتقادات امامیہ کے اصول کو جن کی بنا آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع اہل بیت اور اُن ادلہ عقلیہ پر ہے۔ جن کا ثبوت ہو گیا۔ ہو۔ مذکور کیا ہے۔ اور کتب احادیث میں موافق عادت محدثین کے اخبار احاد کو جس طرح پر کہ ماثور ہوئی ہوں درج فرمایا۔ اور یہ امر لازمی نہیں ہے کہ محدثین جو کچھ روایت کریں، اس کے موافق وہ اعتقاد بھی رکھتے ہوں۔"

پھر صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں کہ "وارد[2] ہونا ایسی احادیث کا جو ظاہر میں مختلف ہیں مخصوص کسی ایک فرقے اہل اسلام سے کہ جن کے پاس کتب احادیث و اخبار ہوں۔ نہیں ہیں اس لئے کہ علمار اسلام نے احادیث مختلف کا طریق جمع اور وجوہ ترجیح دو حدیثوں متعارض کو دوسری حدیث پر کتب اصول وغیرہ میں مدون اور بیان کر دیا ہے۔ پس اگر ابن بابویہ کا مجرد روایات مختلف کا بیان کرنا محل طعن و تشنیع ہو تو تمام محدثین اہل اسلام محل طعن و تشنیع کے ہونا چاہیئں۔"

---

[1] بالجملہ دانستی کہ بنا اعتقادات امامیہ بر اخبار احاد نیست پس ابن بابویہ در کتاب اعتقادات خود اُصول اعتقادات حقہ امامیہ را کہ بنا بر آیات و احادیث متواترہ و اجماع اہل بیت و ادلہ عقلیہ بثبوت پیوستہ مذکور ساختہ و در کتب احادیث موافق داب محدثین اخبار احاد را بہر قسم کہ ماثور گشتہ مندرج فرمودہ و لازم نیست کہ محدثین ہر چہ روایت کنند مطابق آن ہم اعتقاد داشتہ باشند ۱۲ حسام صفحہ ۲۵

[2] جائیکہ ورود احادیث مختلفۃ الظواہر مخصوص بہیچ یک از فرق اہل اسلام کہ ارباب کتب احادیث و اخبار باشند نیست و نظر بہمین علماء اہل اسلام طریق جمع بین الاحادیث المختلفہ و وجوہ ترجیح احد الخبرین المتعارضین را بر حدیث دوم در کتب اصول وغیرہ مدون و بیان ساختہ اند پس اگر بمجرد ایراد روایات مختلفہ ابن بابویہ محل طعن و تشنیع باشد کافہ محدثین اہل اسلام باید محل طعن و تشنیع باشند ۱۲ حسام۔

marfat.com

پھر صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں کہ درکشی نے محدثین میں سے عام وخاص کے یہ التزام نہیں کیا کہ جو کچھ کتب حدیث میں روایت کرے اُس کی مدلول ظاہری کے مطابق معتقد اور عامل بھی ہو بلکہ درصورت تعارض حدیث کے ادلہ شرعیہ کے ساتھ گو اس کے حدیث کو خود روایت کیا ہو جو کچھ بمقتضائی ادلہ شرعیہ کے راجح ہو اُس پر عمل کرتے ہیں۔

جناب مولانا سید محمد مجتہد ضربت حیدریہ میں فرماتے ہیں کہ متکلمین ومجتہدین امامیہ اصول دین میں

---

۵ ہیچک محدثین عامہ وخاصہ التزام این نموده که در ہر کتاب حدیث آنچه روایت کند برطبق مدلول ظاہری آن معتقد و عامل ہم باشد بلکه درصورت تعارض حدیث با ادلہ شرعیہ گو آن حدیث را روایت کرده باشد بمقتضائے آن چہ از ادلہ شرعیہ راجح می باشد بمقتضائے آن عمل می کنند ۱۲ حسام

۲ سوال اوّل که مصدر ست بقول دی ازان جملہ ان که حکم بموضوع بودن احادیث قدح ہشامین که درکافی کلینی که یکی از اصول اربعۂ شیعہ ست موجود ست الخ جواب علی نہج الصواب آنکہ این سوال متبنی ست برعدم درک طریقہ اینقہ متکلمین ومجتہدین امامیہ چہ ایشان در اصول دینیہ یقینیہ بر دلائل قطعیہ اعتماد می کنند وبس وظن وتقلید را در جائز وسائغ نمی دانند پس در اصول دینیہ اعتماد بر اخبار احاد نمی نمایند وصحاح وحسان وموثقات وضعاف درین ماده یکسان ست اما در فروع دینیہ پس اعتماد شان در ضروریات دین ومذہب بر قطع ست وبس لا علی اخبار الاحاد ودر غیر آن بر ظن است نہ مطلق ظن بل ما حصل من الادلۃ الاربعۃ کتابا او سنۃ او اجماعا او عقلا ولا عبرۃ عندہم بالقیاس المنہدم الاساس ولا بمحض الرای واجتہاد الناس ودر صورت تعارض ادلہ عمل شان بر ترجیح بعض علی بعض ست وانحاء ترجیح ومنافی آن متکثر ومنشعب بشعب کثیره است که استقصائے آن درین مقام مخرج کلام از ما نحن فیہ است وبالجملہ یکے از مرجحات نظر در سند وحال رجال است پس بر تقدیر تعارض صحیح با ضعیف وعدم انجبار ضعف آن بعمل اصحاب وغیره من القرائن بر ترجیح صحیح علی الضعیف می پردازند وبر تقدیر عدم تعارض ووجدان خبرے ضعیف السند اگر آن خبر منجبر الضعف بعمل اصحاب باشد فلا ریب فی الاعتماد علیہ وکذا الوصف بقرائن عاضدۃ لہا وہمچنین اگر آن خبر مسوق باشد برائے بیان یکی از مستحبات چه مسامحه در ادلہ سنن شائع کما بین فے محلہ واگر منجبر بعمل نیست ونہ مسوق برائے بیان سنن پس یا موافق اصول خواہد بود کاصل البراءۃ والاستصحاب والضحوی وغیر ذلک یا مخالف آن علی الاوّل یعتمد علیہ ویحتج الیہ علی الاظہر وعلی الثانی حکمش اکل دراجع بتعارض خواہد بود ودر جمیع بمرجحات لازم واگر اصلی در دست نخواہد بود وحدیث ضعیف بلا معارض در ان صورت نیز عمل بر ان سائغ علے کلام فیہ الحاصل قطعیت صدور ہر واحد از اخبار کتب اربعہ غیر مدعی وغیر ثابت (باقی صفحہ ۱۲۵ پر)

marfat.com

دلائل قطعیہ پر اعتماد کرتے ہیں اور بس ظن و تقلید اُس میں جائز و روا نہیں رکھتے۔ اور اصول دین میں اخبار احاد پر اعتماد نہیں کرتے۔ اور اس باب میں سب قسم کی حدیثیں صحیح ہوں یا حسن قوی ہوں یا ضعیف برابر ہیں۔ اور فروع دین میں اُن کا اعتبار ضروریات دین و مذہب کی باتوں میں یقین پر ہے اور بس۔ نہ اخبار احاد پر۔ اور سوائے اس کے ظن پر مگر نہ مطلق ظن پر بلکہ جو چار دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے وہ ظن حاصل ہوا ہو یعنی کتاب یا سنت یا اجماع یا عقل اور در صورت تعارض کے صحیح کو ضعیف پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور تعارض نہ ہونے کی حالت میں اگر خبر ضعیف عمل اصحاب مذہب کے موافق ہو تو اُس پر بھی اعتماد کر لیتے ہیں۔ اور یقینی ہونا ہر ایک خبر کا اخبار کتب اربعہ سے (یعنی حدیث کی اُن چار کتابوں سے جو ان کے یہاں صحاح سمجھی جاتی ہیں) نہ ثابت ہے اور نہ اُس کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اور ہمارے یہاں کی حدیث کی ان چار کتابوں کا حال سنیوں کی صحاح ستہ کے اخبار کے موافق نہیں ہے کہ اگر کوئی اُنکی صحت پر حلف کرے تو طلاق واقع نہ ہو۔ اور نہ فرقہ حقہ امامیہ کا عمل اپنی حدیثوں پر معارضات اور ترجیحات سے قطع نظر کر کے ہے۔ بلکہ بعد غور اور بحث اور ملاحظہ اطراف و جوانب اور دریافت حالات راویوں کے ہے۔ اور ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد وہ اعتماد کے محل پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور جرح اور

ابقیہ ۱ الکلام و حالش نزد ایشان مثل حال اخبار صحاح ستہ سنیہ نیست کہ اگر طلاق حلف بران خورد طلاقش واقع نشود قال فضل روزبہان اما صحاحنا فقد اتفق العلماء علی ان کل ما عد من الصحاح سوی التعلیقات فی الصحاح الستۃ لو حلف الطلاق انہ من قول رسول اللہ او من فعلہ و تقریرہ لم یقع الطلاق و لم یحنث انتہی و عمل فرقہ حقہ بر اخبار کتب نبود نہ بر سبیل غمض بصر عن المعارضات والترجیحات می باشد بلکہ بعد نقد و بحث اطراف و جوانب آن و از مزلقات و مرجحات و حال رواۃ ملاحظہ نمودہ در محل اعتماد اعتمادی نمایند و در مقام جرح و طرح طرح و جرح و در جابہ تاویل تاویل و لا ینحصر وجوہ ترجیحہم و علمہم فی وجہ و سبیل و احاطہ این مقاصد علیہ بر کسیکہ در تدرب فن اجتہاد روز را الشب نماوردہ و شباب را بہ شیب مبدل نساختہ خیلی عسیر و لا ینبئک مثل خبیر و چون طیان شاب شابین و من بجذ و خند و بما مخالف اجماع فرقہ حقہ و معارض بروایات متواترہ است لا محالہ محتمل الطرح یا ماول باشد نہ این کہ قطعا جزما کسی حکم بوضع و طرح آن نمودہ باشد کما بلیح الیہ صدر کلام الفاضل المجادل و ازین معنی لازم نمی آید کہ جمیع مرویات رواۃ قدح شان مطروح گردد اگر چہ داعی الی الوضع و باعث الی الطرح در آن مفقود باشد چنانچہ وجوب تاویل در بعض آیات کہ بظاہر منافی ادلہ قطعیہ است مثل کریمہ ید اللہ فوق ایدیہم و امثال آن مستلزم وجوب تاویل در جمیع ظواہر آیات نیست ۱۲ ضربۃ حیدریہ صفحہ ۳۶۲ ۔ ۳۶۳

طرح کے مقام پر جرح و طرح کرتے ہیں۔ اور جہاں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے وہاں تاویل۔ اور اُن کی ترجیح اور عمل کے وجوہ ایک راہ اور ایک سبب پر منحصر نہیں ہیں۔ اور جو روایتیں مثل معائب ہشامین کے مخالف اجماع فرقہ اور معارض روایات متواترہ کے ہیں لامحالہ وہ محتمل الطرح یا ماؤل ہوں گی۔

جو روایتیں قدح اور طعن میں ہشامین کے کافی میں مذکور ہیں باوجودیکہ اُس کے راوی امامیہ ہیں اور کلینی نے اُن سے روایتیں کی ہیں۔ مگر وہ روایتیں ان لوگوں کے معائب میں ہیں جن کو حضرات شیعہ بزرگان ملت اور رفقاء خاص امام سے سمجھتے ہیں اس لئے ایسی روایتوں کو بغیر جرح اور قدح کرنے راویوں کے متروک بلکہ موضوع قرار دیتے ہیں جیسا کہ جناب مجتہد صاحب نے عقیدہ سیزدہم کے جواب کے اخیر میں فرمایا ہے کہ یہ قوی دلیل ہے[۱] اس بات کی کہ یہ روایتیں یا موضوع ہیں کہ حاسدوں اور دشمنوں نے ہشام وغیرہ کے بسبب اُس قرب و منزلت کے کہ انہیں ائمہ کی جناب میں تھا۔ بنایا ہے۔ یا یہ کہ جناب ائمہ نے اپنی حفاظت کے لئے اُن پر یہ عیب لگا دیئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت خضر نے کشتی کو عیب دار کر دیا تھا۔

اور شیخ ابوجعفر طوسی نے تہذیب میں باب الوصیت بالثلث میں فرمایا ہے کہ اگر ائمہ سے[۲] کوئی روایت ایسی بیان کی جائے کہ انہوں نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو مخالف ہو اس چیز کے جو شریعت اسلام میں ثابت اور مقرر ہے پس چاہئے کہ وہ روایت باطل سمجھی جائے یا وہ اس وجہ پر فی الجملہ محمول کی جائے جو اخبار صحیحہ کے مطابق ہو اگرچہ اُس کی تفسیر معلوم نہ ہو۔ اور راویوں

۱؎ ہرگاہ امامیہ باوجود عدم احتیاج بطرف ثاقت ہشام دموس الطاق و باوجود این روایات مثالب مثل ابوالخطاب وغیرہ وعثمان بن عیسیٰ و نظراے بیان ایشان را نہ انگاشتند دلیل قوی است کہ این روایات یا موضوع اند کہ حساد و اعدائے ہشام وغیرہ بنابر قرب و منزلت کہ ایشان را پیش جناب ائمہ بود ساختہ اند یا این کہ جناب ائمہ بنابر صیانت نفس خود و جانہائے ایشان مثل حضرت خضر نسبت بسفینہ در نظر مخالفین ایشان معیوب ساختہ اند و قرینہ برین ہر دو محمل اینکہ جل امثال چنین کسان کہ اسناد مذاہب باطلہ بطرف آنہا شدہ باوجود این کہ غرض ایشان صحیح بود و لیکن عوام معنی و مراد ایشان را نفہمیدہ اند انتہی کلامہ ۱۲ ضربت حیدریہ صفحہ ۲۲۹۔

۲؎ اذا وردت عنہم بانہم فعلوا فعلا یخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام فینبغی ان نحکم ببطلانہا او حملہا علی وجہ فی الجملۃ یطابق الصحیح من الاخبار وان لم نعلم علی التفسیر ۱۲ ضربت حیدریہ۔

marfat.com

کے وہم اور غلطی کی نسبت باوجود اُن کے ثقہ ہونے کے شیخ طوسی تہذیب میں جا بجا تصریح فرماتے ہیں جیساکہ باب الرجوع فی الوصیتہ میں کہا ہے۔

قال محمد بن الحسن ما یتضمن هذا الخبر من قوله ان اوصی به کله فهو جائز وهم من الراوی اور کتاب الوقف میں لکھتے ہیں کہ قال محمد بن الحسن ما تضمن هذا الخبر من قوله یعنی صاحب الدارحین ذکر ان رجلا جعل لرجل سکنی دار له فانه غلط من الراوی اور اسی طرح بہت سے مواقع پر لفظ یجوز ان یکون الراوی وهم اور لفظ انما اشتبه الامر علی فلان کہتے ہیں۔

کسی عالم کا مجرد قول قابل سند نہ ہونا بھی علماء شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ جیساکہ بجواب اس امر کے کہ قاضی نوراللہ تستری نے ہارون اور مامون کو زمرۂ شیعہ اثنا عشریہ میں قرار دیا ہے۔ جناب مولٰنا سید محمد صاحب حضرت حیدریہ میں فرماتے ہیں کہ اما آنچہ از کلام سید نوراللہ نوراللہ مرقدہ مستفاد می شود کہ جناب ایشان بہ تشیع آنہا قائل بودہ اند پس اولاً آنکہ تقلید شانِ غیر لازم ودر باب امثال این گونہ امور غیر مطاع فان الحق احق بالاتباع خصوصاً نظر باینکہ ہمت جناب سید ممدوح بسوی توسیع دائرہ تشیع چنان مصروف بودہ وتکثیر سواد این فرقہ آن چنان مطمح نظر داشتہ کہ مثل سید شریف جرجانی و علامہ دوانی راہم محاط محیط آن دائرہ گردانیدہ ومانند منصور دانقی شقی رانیز در ایشان بہ تکلف گنجانیدہ۔

اور رسائل شیخ مرتضیٰ مطبوعہ ایران میں متعلق اختلاف اور وضع احادیث کے لکھا ہے کہ یہ کہنا شیخ[ؒ] کا کہ ائمہ کے اصحاب نے اصول وفروع بطریق یقین کے ان سے لئے ہیں۔ یہ ایک

سلہ سید نوراللہ کے کلام سے ثابت ہے کہ انہوں نے ہارون الرشید اور مامون الرشید خلفاء وقت کو شیعہ کہا ہے اس میں پہلی بات یہ کہ ان کی تقلید لازمی نہیں اور اس قسم کے مسائل میں ان کی اتباع ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ صرف حق ہی کی اتباع و پیروی کی جاتی ہے۔ اور سید نوراللہ کا شیعیت کے دائرے کی توسیع کرنا مطمع نظر تھا۔ اور اسی نظریہ کے تحت انہوں نے سید شریف جرجانی اور علامہ دوانی کو بھی اسی دائرے میں شمار کیا۔ اور منصور دانقی شقی کو بھی کھینچ تان کر اسی دائرے میں لیا ہے۔

سلہ ثم ان ماذکرہ من تمکن اصحاب الائمۃ من اخذ الاصول والفروع بطریق الیقین دعوی ممنوعۃ واضح ا باقی ص۱۲۸ پر)

دعویٰ ہے کہ جس کا عدم ثبوت واضح ہے۔ کیونکہ کم سے کم اس پر یہ امر شاہد ہے کہ ائمہ کے اصحاب اصول و فروع میں اختلاف رکھتے تھے۔ اور اسی لئے اکثر اصحاب ائمہ نے جب اُن سے اُن کے اصحاب کے اختلاف کی شکایت کی تو۔ ائمہؑ نے کبھی اُن کو یہ جواب دیا کہ ہم نے خود یہ اختلاف ان میں ڈالا ہے تاکہ ہم اپنی جان بچا ئیں جیسا کہ حریز اور زرارہ اور ابو ایوب جزار کی روایت میں آیا ہے۔ اور کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف دروغ گوؤں کی وجہ سے ہے جیسا کہ فیض بن مختار کی روایت میں ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ خدا مجھے آپ پر فدا کرے اس اختلاف کا جو آپ کے شیعوں میں ہے۔ کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کون سا اختلاف۔ فیض کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں کوفہ کے محدثین کے حلقے میں بیٹھتا ہوں تو مجھے اُن کے اختلاف احادیث میں شک ہوتا ہے پھر میں فضل بن عمر کے پاس آتا ہوں تو وہ مجھے اس امر سے آگاہ کرتے ہیں۔ جس سے میرا نفس اطمینان

(بقیہ ص ۱۲۷ کا) النفع واقل ما یشہد علیہا ما علم بالیقین والاثر من اختلاف اصحابہم صلوات اللہ علیہم فی الاصول والفروع ولذا شکی غیر واحد من اصحاب الائمہ علیہم اختلاف اصحابہ فاجابوہم تارۃ بانہم قد القوا الاختلاف بینہم حقنا لدمائہم کما فی روایۃ حریز و زرارہ و ابی ایوب الجزار واخری اجابوہم بان ذلک من جہۃ الکذابین کما فی روایۃ الفیض بن المختار قال قلت لابی عبد اللہ جعلنی اللہ فداک ما ہذا الاختلاف الذی بین شیعتکم قال وای الاختلاف یا فیض فقلت لہ انی اجلس فی حلقہم بالکوفۃ واکاد اشک فی اختلافہم فی حدیثہم حتی ارجع الی المفضل بن عمر فیوقفنی من ذلک علی ما تستریح بہ نفسی فقالؑ اجل کما ذکرت یا فیض ان الناس قد اولعوا بالکذب علینا کان اللہ افترض علیہم ولا یرید منہم غیرہ انی احدث احدہم بحدیث فلا یخرج من عندی حتی یتاولہ علی غیر تاویلہ وذلک لانہم لا یطلبون بحدیثنا وبحبنا ما عند اللہ تعالی وکل یحب ان یدعی راسا وقریب منہا روایۃ داود بن سرحان واستثناء القمیین کثیرا من رجال نوادر الحکمۃ معروف وقصۃ ابن ابی العوجاء انہ قال عند قتلہ وقد دسست فی کتبکم اربعۃ آلاف حدیث مذکورۃ فی الرجال وکذا ما ذکرہ یونس بن عبد الرحمن من انہ اخذ احادیث کثیرۃ من اصحاب الصادقین ثم عرضہا علی ابی الحسن الرضا فانکر منہا احادیث کثیرۃ الی غیر ذلک مما یشہد بخلاف ما ذکرہ۔ ۲؎ فرائد الاصول المعروف بحجیۃ الظن المشہور بالرسائل للشیخ المرتضیٰ الانصاری التستری صفحہ ۸۶ مطبوعہ ایران۔

marfat.com

پاجاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں جیسا تم کہتے ہو بات یوں ہی ہے۔ لوگوں نے ہم پر جھوٹ بولنے کی بہت زیادتی کر رکھی ہے۔ گویا خدا نے جھوٹ کو اُن پر فرض کر دیا اور ان سے سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں چاہتا میں کسی سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں تو وہ میرے پاس سے جدا بھی نہیں ہوتا کہ اُس کی تاویل اصل تاویل کے علاوہ گڑھ لیتا ہے۔ اور یہ بات اس وجہ سے ہے کہ لوگوں کو ہماری حدیث اور ہماری محبت سے اللہ مطلوب نہیں ہے بلکہ ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ وہی رئیس ہو کر پکارا جائے۔ اور اسی کے قریب داؤد بن سرحان کی روایت ہے۔ اور نوادر حکمت کے رجال میں سے بہت سے لوگوں کو قمیین کا استثناء کرنا معروف ہے اور ابن ابی العوجا کا قصہ یہ ہے کہ اُس نے اپنے قتل ہونے کے وقت کہا کہ میں نے تمہاری کتابوں میں چار ہزار حدیثیں ملادی ہیں۔ جو رجال میں مذکور ہیں۔ اور ایسے ہی یہ ہے کہ یونس بن عبدالرحمٰن ذکر کرتے ہیں کہ میں نے اصحاب صادقین میں سے بہت سی حدیثیں لیں۔ اور پھر اُن کو ابوالحسن امام رضاؑ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے بہت سی حدیثوں سے انکار کیا۔ اور سوا اس کے اور بہت سے شواہد ہیں جو شیخ کے اس ذکر کرنے کے خلاف ہیں۔"

اس کتاب میں جہاں اثبات حجیت خبر واحد میں عقلی دلائل کا بیان کیا ہے۔ کتابوں کے لکھے ہوئے پر بغیر سماعت کے بھروسہ نہ کرنے اور نیز احادیث کے بنانے اور وضع کرنے اور جھوٹی حدیثوں کو کتابوں میں لکھ دینے کی نسبت لکھا ہے کہ۵ اس میں شک نہیں کہ جو شخص احوال رواۃ مذکورہ کا تتبع کرے تو وہ اکثر اخبار بلکہ کل کو سوائے شاذ و نادر کے ائمہ سے صادر ہونا پائے گا۔ اور یہ بات اس وقت معلوم ہوگی۔ جبکہ اخبار کے ہم تک پہونچنے اور ارباب

---

۵ و ہو انہ لا شک للمتتبع فے احوال الرواۃ المذکورۃ فے تراجمہم فے کون اکثر الاخبار بل جلہا الا ما شذ و ندر صادرۃ عن الائمۃؑ۔ ہذا الظہر بعد التامل فے کیفیۃ ورودہا الینا و کیفیۃ اہتمام ارباب الکتب من مشائخ الثلاثۃ و من تقدمہم فے تنقیحہا و دعوتہم فے کتبہم بعدم الاکتفاء باخذ الروایۃ من کذب وایداعہا فے تصانیفہم حذرا من کون ذلک الکتاب مدسوسا فیہ من بعض الکذابین فقد حکے عن احمد بن محمد بن علیٰ انہ جاء الی الحسن بن وشاد طلب منہ ان یخرج الیہ کتابا لعلاء بن ذرین وکتابا لابان بن عثمان الاحمرؒ فلما اخرجہا قال احب ان اسمعہا قال ما اعجلک اذہب فاکتبہا فقال لہ رحمک اللہ ما علیک اذہب فاکتبہما واسمع من بعدی فقلت لہ لا امن دیلقی ص۱۳۰ الخ

یعنی مشائخ ثلاثہ اور جو اُن سے پہلے ہیں ان کے اہتمام کی کیفیت میں تامل کرے کہ جو کچھ انہوں نے اپنی کتب میں لکھا ہے اُس کی کیا کچھ تنقیح کی ہے۔ اور صرف کتاب سے دیکھ کر روایت کے لینے پر اکتفا نہیں کیا اور نہ اُس کو اپنی تصانیف میں داخل کیا اس خوف سے کہ اس کتاب میں بعض کذاب لوگوں نے کچھ ملا دیا ہو۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ کی یہ حکایت ہے کہ وہ حسن بن وشا کے پاس آئے۔ اور اُن سے علاء بن رزین اور ابان بن عثمان بن احمر کی کتابیں طلب کیں۔ جب حسن نکال کر لائے تو احمد نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کا سماع کر دوں تو حسن نے جواب دیا کہ تمہیں

(بقیہ ص۱۲۹ کا) امن الحدثان فقال لو علمت ان الحدیث یکون له هذا الطلب لاستکثرت منه فانی قد ادرکت فی هذا المسجد مائة شیخ
کل یقول حدثنی جعفر بن محمدؑ وعن محمدویه بن نوح انه وقع عنده دفاتر فیه احادیث ابن سنان فقال ان تکتبوا
ذلک فانی کتبت عن محمد بن سنان ولکن لا اروی لکم عنه شیئا فانه قال قبل موته کلما حدثتکم فلیس بسماع ولا
بروایة وانما وجدته فانظر کیف احتاطوا فی الروایة عمن لم یسمع من الثقات وانما وجد فی الکتب وکفاک
شاهدا ان علی بن الحسن بن فضال لم یرو کتب ابیه الحسن عنه مع مقابلتها علیه وانما یرویها عن اخویه احمد ومحمد
عن ابیه واعتذر عن ذلک بانه یوم مقابلته الحدیث مع ابیه کان صغیر السن لیس له کثیر معرفة بالروایات
فقرأها علی اخویه ثانیا والحاصل ان الظاهر انحصار مدارهم علی ایداع ما سمعوه من صاحب الکتاب او ممن سمعه
منه فلم یکونوا یودعون الا ما سمعوا ولو بوسائط من صاحب الکتاب ولو کان معلوم الانتساب مع اطمینانهم
بالوسائط وشدة وثوقهم بهم حتی انهم ربما کانوا یتبعونهم فی تصحیح الحدیث ورده کما اتفق للصدوق بالنسبة
الی شیخه ابن الولیدؒ وربما کانوا لا یثقون بمن یوجد فیه قدح بعید المدخلیة فی الصدق ولذا حکی عن جماعة منهم
التحرز عن الروایة عمن یروی من الضعفاء ویعتمد المراسیل وان کان ثقة فی نفسه کما اتفق بالنسبة الی البرقی بل تحرزوا
عن الروایة عمن یعمل بالقیاس مع ان عمله لا دخل له بروایته کما اتفق بالنسبة الی الاسکافی حیث ذکر فی ترجمته انه کان
یری القیاس فترک روایاته لاجل ذلک وکانوا یتوقفون فی روایات من کان علی الحق فعدل عنه وان کانت کتبه
وروایاته حال الاستقامة حتی اذن لهم الامامؑ او نائبه کما سألوا العسکریؑ عن کتب بنی فضال وقالوا ان بیوتنا
منها ملاء فاذن لهم وسألوا الشیخ ابا القاسم بن روح عن کتب ابن عذافر التی صنفها قبل الارتداد عن مذهب الشیعة
حتی اذن لهم الشیخ فی العمل بها والحاصل ان الامارات الکاشفة عن اهتمام اصحابنا فی تنقیح الاخبار فی الازمنة المتأخرة
عن زمان الرضا اکثر من ان یحصی ویظهر للمتتبع والداعی الی شدة الاهتمام مضافا الی کون تلک الروایات (باقی ص۱۴۱ پر)

ایسی جلدی کیا ہے ان کو لے جاؤ اور لکھ لو۔ اور پھر یہ کہا کہ خدا تم پر رحم کرے تم ان کو لے جاؤ اور لکھو اور جو شخص میرے بعد ہو اس سے پڑھ لینا۔ احمد نے کہا کہ میں نے ان سے کہا کہ یہ جھوٹ سے مامون نہیں ہیں۔ حسن نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حدیث کی ایسی طلب ہوگی تو میں بہت سی حاصل کر لیتا۔ میں نے اسی مسجد میں سو شخصوں کو دیکھا ہے کہ وہ سب یہ کہتے تھے کہ مجھ سے محمد بن جعفرؑ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ اور حمدویہ ایوب بن نوح سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس کئی دفتر آئے جن میں ابن سنان کی حدیثیں تھیں۔ ایوب نے کہا کہ اگر تم لوگ چاہو لکھ لو میں نے خود محمد بن سنان سے لکھی ہیں۔ لیکن میں اُن کی روایت تم سے نہ کروں گا۔ اس لئے کہ اُس نے اپنے مرنے سے پہلے کہا تھا کہ جس قدر حدیثیں میں نے تم سے بیان کی ہیں اُن میں نہ سماع ہے اور نہ روایت بلکہ میں نے اُن کو لکھا ہوا پایا تھا۔ دیکھو روایت کرتے ہیں اُس شخص سے جس نے ثقات سے نہیں سُنا بلکہ کتابوں میں لکھا پایا کیسی احتیاط کرتے تھے۔ اور ایک شاہد تم کو یہ کافی ہے کہ علی بن حسن بن فضال اپنے باپ کی کتابوں کو اپنے باپ سے نہیں روایت کرتے باوجودیکہ انہوں نے باپ کے ساتھ مقابلہ کیا تھا بلکہ اپنے بھائیوں احمد و محمد سے اور وہ باپ سے روایت کرتے ہیں۔ اور علی نے اس کا یہ عذر بیان کیا کہ جس روز انہوں نے حدیث کا مقابلہ اپنے باپ کے ساتھ کیا تو وہ صغیر سن تھے۔ اور ان کو روایات کی معرفت اچھی طرح پر نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے دوبارہ اپنے بھائیوں سے پڑھا۔ غرضکہ ظاہر ہے کہ محدثین کا دارومدار حدیث کا خود صاحب کتاب

(بقیہ صفحہ ۱۲۵) اساس الدین وبہا قوام شریعۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ ولہذا قال الامامؑ فی شان جماعۃ من الرواۃ لولا ہولاء لاندرست آثار النبوۃ وان الناس لا یرضون بنقل ما لا یوثق بہ فی کتبہم المؤلفۃ فی التواریخ التی لا یترتب علی وقوع الکذب فیہا اثر دینی بل ولا دنیوی فکیف فی کتبہم المؤلفۃ لرجوع من یاتی الیہا فی امور الدین علی ما اخبرہم الامامؑ بانہ یاتی علی الناس زمان ہرج لا یانسون الا بکتبہم وعلی ما ذکرہ الکلینیؒ فی دیباجۃ الکافی من کون کتابہ مرجعا لجمیع من یاتی بعد ذلک ما تنبہوا لہ ونبہہم علیہ الائمۃؑ من ان الکذابۃ کانوا یدسون الاخبار المکذوبۃ فی کتب اصحاب الائمۃؑ کما یظہر من الروایات الکثیرۃ منہا انہ عرض یونس بن عبد الرحمن علی سیدنا ابی الحسن الرضاؑ کتب جماعۃ من اصحاب الباقر والصادقؑ فانکر منہا احادیث کثیرۃ ان یکون من احادیث ابی عبد اللہؑ وقال ان ابا الخطاب کذب علی ابی عبد اللہ وکذلک اصحاب ابی الخطاب یدسون الاحادیث الی یومنا ہذا فی کتب اصحاب ابی عبد اللہؑ ۱۲ -

سے سُننے پر ہے یا اس پر جس نے صاحب کتاب سے سُنا ہو۔ پس وہ حدیث کو نہ بیان کرتے تھے۔ مگر جب تک کہ خود نہ سنا ہو اگرچہ سُننا صاحب کتاب سے کئی واسطوں سے ہو۔ اور نیز یہ کہ جس شخص کی نسبت سُننے کی صاحب کتاب سے معلوم ہوتی تھی۔ اُس پر اُن کو اطمینان اور نہایت وثوق ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اُن واسطوں کا اتباع تصحیح حدیث اور تردید میں کرتے تھے۔ جیسے کہ صدوق کو اپنے شیخ ابن ولید کے ساتھ اتفاق ہوا۔ اور کبھی وہ اُن واسطوں پر وثوق نہ کرتے تھے۔ اگر کچھ بھی قدح اُن میں معلوم ہوتا۔ اور اُن کی صدق میں کچھ بھی مدخلیت قدح کو ہوتی۔ اسی لئے ایک جماعت محدثین سے منقول ہے کہ وہ روایت نہ کرتے تھے ایسے شخص سے جو ضعفاء سے روایت اور مرسل پر اعتماد کرتا ہو۔ اگرچہ وہ فی نفسہ ثقہ ہو۔ جیسے کہ برقی کی نسبت اتفاق ہوا۔ بلکہ ایسے شخص سے بھی روایت میں احتراز کرتے تھے۔ جو قیاس پر عمل کرتا ہو۔ باوجودیکہ یہ معلوم ہے کہ عمل کو روایت میں کچھ دخل نہیں۔ جیسے اس کافی کی نسبت اتفاق ہوا۔ جہاں کہ اس کے ترجمے میں ذکر کیا ہے کہ وہ قیاس کو جائز سمجھتے تھے تو اس سبب سے ان کی روایات چھوڑ دی گئیں۔ اور ایسے شخصوں کی روایت میں توقف کرتے تھے جو پہلے مذہب حق پر تھے۔ اور پھر اُس سے عدول کر گئے اگرچہ ان کی روایات وکتب حالت استقامت کی ہوتیں۔ یہاں تک کہ اُن کی اجازت امام یا نائب امام دین جیسے امام عسکریؑ سے لوگوں نے کتب بنی فضال کا حال پوچھا اور یہ کہا کہ ہمارے گھر اُس کی کتابوں سے بھرے پڑے ہیں تو انہوں نے اُن کو اجازت دی اور شیخ ابوالقاسم بن روح سے کتب ابن عذافر کا حال دریافت کیا جن کو اُس نے قبل مذہب شیعہ سے مرتد ہونے کے تصنیف کیا تھا۔ شیخ نے اُن کو اس پر عمل کرنے کی اجازت دی۔ غرض یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں یعنی زمانہ امام رضا علیہ السلام سے جو کچھ اہتمام ہمارے علماء نے تنقیح اخبار میں کیا ہے۔ اُس کی امارات بے تعداد ہیں۔ اور متتبع کرنے والے کو ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اور اس شدت اہتمام کا باعث یہ تھا کہ یہ روایت اساس دین اور قوام شریعت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی لئے امامؑ نے ایک جماعت رواۃ کی شان میں کہا ہے کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے۔ اور لوگ نہیں پسند کرتے ہیں۔ غیر معتبر روایتوں کا لکھنا اپنی مؤلفہ کتب تواریخ میں جن میں جھوٹ واقع ہونے سے نہ دینی ضرر ہے نہ دنیوی۔ پس وہ لوگ کیونکر پسند کریں گے۔ ایسے امر کو اپنی اُن کتب میں جو مؤلف ہیں۔

marfat.com

واسطے رجوع خلائق کے امور دین میں باوجودیکہ امامؑ نے خبر دی ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ہرج کا آئے گا۔ کہ وہ سوائے کتابوں کے اور چیز سے مانوس نہ ہوں گے۔ اور کلینی نے اپنی کتاب کافی کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ میری کتاب بعد کو سب لوگوں کی مرجع ہوگی۔ محدثین نے اُن کو متنبہ کیا۔ اور محدثین کو ائمہؑ نے کہ کذاب لوگ اصحاب ائمہ کی کتب میں جھوٹی احادیث ملا دیں گے۔ جیسا کہ اکثر روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ یونس بن عبدالرحمٰن نے سیدنا ابوالحسن رضاؑ کے سامنے اصحاب باقر و امام صادقؑ کی کتابوں کو پیش کیا تو آپ نے اُن میں سے۔ بہت سی احادیث کا انکار کیا اور کہا کہ یہ احادیث ابی عبداللہ کی نہیں ہیں۔ اور فرمایا کہ ابوالخطاب نے ابوعبدیہ پر جھوٹ لگایا اور اسی طرح پر آج تک اصحاب ابوالخطاب اصحاب ابی عبداللہ کی کتابوں میں حدیثیں ملا دیتے ہیں۔ اور اُن رِوّایات میں سے ایک یہ ہے کہ ہشام بن حکم سے مروی ہے کہ اُس سے سُنا کہ ابوعبداللہ کہتے تھے کہ مغیرہ بن سعد لعنہ اللہ جان بوجھ کر میرے باپ پر جھوٹ لگاتا ہے۔ اور ان کے اصحاب کی کتابیں لیتا ہے۔ اور اس کے اصحاب میرے باپ کے اصحاب کے ساتھ لگے رہتے تھے کہ میرے باپ کے اصحاب سے کتابیں لیتے اور مغیرہ لعنہ اللہ کو دے دیتے اور وہ اُس میں کفر اور زندقہ ملا دیتا اور اس کو ابوعبداللہ کی طرف منسوب کرتا اور ایک روایت فیضان بن مختار کی ہے۔ جو پہلے ذیل کلام شیخ میں گذر چکی۔ سوا اس کے اور بہت سی روایتیں ہیں۔ ہم نے جو کچھ ذکر کیا اُس سے ظاہر ہو گیا کہ اخبار کثیرہ کا حال جو مجملاً معلوم ہوا تو کذابین اور

لہ ومنها ما عن هشام بن الحكم انه سمع اباعبدالله يقول كان المغيرة بن سعد لعنه الله يتعمد الكذب على ابي ويأخذ كتب اصحابه وكان اصحابه المسترون باصحاب ابي يأخذون الكتب من اصحاب ابي فيدفعونها الى المغيرة لعنه الله فكان يدس فيها الكفر والزندقة ويسندها الى ابي عبدالله الحديث ورواية الفيض بن المختار المتقدمة في ذيل كلام الشيخ الى غير ذلك من الروايات فظهر مما ذكرنا ان ما علم اجمالا من الاخبار الكثيرة من وجود الكذابين ووضع الاحاديث فيها فهو انما كان قبل زمان مقابلة الحديث وتدوين علم الحديث والرجال بين اصحاب الائمة مع ان العلم بوجود الاخبار المكذوبة انما ينافي دعوى القطع بصدور الكل التي ينسب الى بعض الاخباريين او دعوى الظن بصدور جميعها ولا ينافي في ذلك ما نحن بصدده من دعوى العلم الاجمالي بصدور اكثرها او كثير منها بل هذه دعوى بديهية ۱۲ فرائد الاصول صفحہ ۹۵

وضع احادیث سے خالی نہ تھا۔ اور یہ امر قبل زمانہ اصحاب ائمہ کے تدوین حدیث اور رجال کے تھا۔ اور جھوٹے اخبار کا ہونا معلوم ہونے سے کل احادیث کا قطعی الصدور یا ظنی الصدور ہونے کا جو دعوی ہے وہ باطل ہوتا ہے اور ہم جس کے درپے ہیں وہ نہیں باطل ہوتا یعنی اکثر یا کثیر احادیث کے صادر ہونے کا دعوی علم اجمالی ہے بلکہ یہ دعوی بدیہی ہے لہ

اختلاف اور جھوٹ اور وضع احادیث کے علاوہ تقیے کے عقیدے نے حضرات امامیہ کے یہاں کی حدیثوں کو ایسی مشتبہ حالت میں کر دیا ہے کہ بجز اعتقاد محض کے عقل کو اس میں دخل نہیں ہے۔ نہ کوئی عقلی اصول اس قسم کے حدیثوں کی تکذیب اور تصدیق کے لئے قرار دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ مرتضیٰ موصوف اپنے رسائل میں جس کا عنوان ہے خاتمۃ فی التعادل والترجیح لکھتے ہیں کہ "ابن ابی جمہور نے غوالی اللالی میں علامہ سے روایت کی ہے کہ زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے امام باقرؑ سے پوچھا کہ فدایت شوم آپ کی طرف سے دو خبریں اور حدیثیں متعارض اور مختلف بیان کی جاتی ہیں ہم کس کو صحیح سمجھیں اور کس پر عمل کریں۔ امام نے فرمایا کہ اے زرارہ اسی پر عمل کرو جو تمہارے اصحاب میں مشہور ہوا ور شاذ و نادر کو چھوڑ دو۔ پھر میں نے پوچھا کہ یا سیدی اگر دونوں مشہور و ماثور ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اُس حدیث کو مانو جو تمہارے نزدیک ان دونوں حدیثوں کے راویوں میں سے عادل اور ثقہ تر نے بیان کیا ہو، تب میں نے کہا کہ اگر دونوں راوی عدل و ثقاہت میں برابر ہوں تو ہم کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دیکھو کہ اُن میں سے کون سی حدیث سنیوں کے موافق ہے۔ جو موافق ہے اُسے چھوڑ دو

لہ الثانی ما رواہ ابن ابی الجمہور الاحسائی فی غوالی اللالی عن العلامۃ مرفوعا الی زرارۃ قال سئلت ابا جعفر فقلت جعلت فداک یاتی عنکم الخبران والحدیثان المتعارضان فبایہما اخذ فقال یا زرارہ خذ بما اشتہر بین اصحابک ودع الشاذ النادر فقلت یا سیدی انہما معا مشہوران ماثوران عنکم فقال خذ بما یقول اعدلہما عندک واوثقہما فی نفسک فقلت انہما معا عدلان مرضیان موثقان فقال انظر ما وافق منہما العامۃ فاترکہ وخذ بما خالفہم فان الحق فیما خالفہم قلت ربما کانا موافقین لہم او مخالفین فکیف اصنع قال اذن فخذ بما فیہ الحائطۃ واترک الآخر قلت فانہما معا موافقان للاحتیاط او مخالفان لہ فکیف اصنع فقال اذن فتخیر احدہما وتاخذ بہ ودع الآخر ۱۲ رسائل شیخ صفحہ ۴۲۹ - ۴۳۰۔

marfat.com

اور جو ان کے مخالف ہو اُس کو صحیح سمجھو کیونکہ حق ان کی مخالفت میں ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اگر دونوں حدیثیں سنیوں کے موافق یا دونوں مخالف ان کے ہوں تو کیا کروں تو فرمایا کہ جس میں احتیاط ہو اس پر عمل کرو۔ پھر میں نے پوچھا کہ اگر احتیاط میں دونوں برابر ہوں تو کیا کروں۔ فرمایا کہ اس میں تجھ کو اختیار ہے جسے چاہے لے جسے چاہے چھوڑ دے۔"

اور صدوق نے امام ابوالحسن رضاؑ سے ایک لمبی حدیث میں روایت کیا ہے کہ مختلف حدیثوں کی نسبت امام نے فرمایا کہ ان کو خدا کی کتاب سے ملاؤ جو اس کے موافق ہو اس پر عمل کرو۔ اور اگر خدا کی کتاب میں نہ پاؤ تو سنن رسول پر رجوع کرو۔ پس جو کچھ اس میں ممنوع ہو اسے حرام سمجھو اور جو اس کے موافق ہو اس پر عمل کرو۔

سلہ الثالث مارواہ الصدوق باسنادہ عن ابی الحسن الرضاؑ فی حدیث طویل قال فیہ فما ورد علیکم من حدیثین مختلفین فاعرضوھما علی کتاب اللہ فما کان فی کتاب اللہ موجودا حلالا او حراما فاتبعوا ما وافق الکتاب وما لم یکن فی الکتاب فاعرضوھما علی سنن رسول اللہؐ فما کان فی السنۃ موجودا منھیا عنہ نھی حرام او مامورا بہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر الزام فاتبعوا ما وافق نھی النبیؐ وامرہ وما کان فی السنۃ نھی اعافۃ او کراہۃ ثم کان الخبر خلافہ فذلک رخصۃ فی ما عافہ رسول اللہؐ او کرہہ ولم یحرمہ وذلک الذی یسع الاخذ بھما جمیعا او بایھما شئت وسعک الاختیار من باب التسلیم والاتباع والرد الی رسول اللہ وما لم تجدوہ فی شئی من ہذہ الوجوہ فردوا الینا علمہ فنحن اولی بذلک ولا تقولوا فیہا بآرائکم وعلیکم بالکف والتثبت والوقوف وانتم طالبون باحثون حتی یاتیکم البیان من عندنا۔ الرابع ما عن رسالۃ القطب الراوندی بسندہ الصحیح عن الصادقؑ اذا ورد علیکم حدیثان مختلفان فاعرضوھما علی کتاب اللہ فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فذروہ وان لم تجدوھما فی کتاب اللہ فاعرضوھما علی اخبار العامۃ فما وافق اخبارھم فذروہ وما خالف اخبارھم فخذوہ۔ الخامس بالسندہ ایضا عن الحسین السری قال قال ابوعبداللہ اذا ورد علیکم حدیثان مختلفان فخذوا بما خالف القوم السادس بالسند ایضا عن الحسن بن الجہم فی حدیث قلت لہ یعنی العبد الصالحؑ یروی عن ابی عبداللہ شئی ویروی عنہ الرضا خلاف ذلک فبایھما ناخذ قال خذ بما خالف القوم وما وافق القوم فاجتنبہ السابع بالسندہ ایضا عن محمد بن عبداللہ قال قلت الرضاؑ کیف نصنع بالخبرین مختلفین قال اذا ورد علیکم خبران مختلفان فانظروا ما خالف منھما العامۃ فخذوہ وانظروا ما یوافق اخبارھم فذروہ ۱۲ رسائل شیخ مرتضی صفحہ ۴۲۰۔

اور اسی کتاب میں ابی عمرو کنانی سے ایک حدیث لکھی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ اے ابو عمرو اگر میں تجھ سے کہوں یا کوئی فتویٰ دوں اور پھر بعد اُس کے تو میرے پاس آئے اور اُسی بات کو پوچھے اور میں برخلاف اُس کے جو پہلے بیان کیا تھا۔ اور مخالف اُس کے جس کا فتویٰ پہلے دیا تھا تجھ سے کہوں تو تو کس پر عمل کرے گا۔ اور کسے صحیح سمجھے گا۔ تو ابو عمرو نے کہا کہ آپ کی آخیر بات کو اور آخیر فتویٰ کو صحیح سمجھوں گا۔ امام نے فرمایا کہ ہاں یہی ٹھیک ہے اے ابو عمرو اللہ انکار کرتا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ چھپ کر عبادت کیا جائے قسم ہے خدا کی اگر تم ایسا کرو تو یہی تمہارے اور میرے حق میں بہتر ہے۔ خدا انکار کرتا ہے ہمارے لئے اپنے دین میں الا تقیے کو۔ انتہی۔[1]

ان اقوال سے جو ہم نے حضرات امامیہ کی معتبر کتابوں اور مستند عالموں کے نقل کئے یہ بات بخوبی ثابت ہوئی ہے کہ ان کی حدیثیں مختلف اور متعارض ہیں اور لوگوں نے اماموں پر بہت تہمت کی ہے۔ اور اُن کے نام سے ہزاروں جھوٹی حدیثیں بیان کی ہیں۔ اور ہزارہا غلط روایتیں کتابوں میں فریب سے لکھ دی ہیں۔ اور ان کے محقق عالموں اور مشہور محدثین نے صرف کتابوں میں لکھے ہوئے پر اعتبار نہیں کیا جب تک کہ اُس کو صاحب کتاب سے بواسطہ یا بلا واسطہ نہیں سُنا۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اس قسم کے اختلاف اور تعارض کے اور باوجود

---

[1] الثامن ما عن الاحتجاج بسنده عن سماعة بن مهران قال قلت لابی عبد الله ؑ یرد علینا حدیثان واحد یامرنا بالاخذ به والآخر ینهانا قال لا تعمل بواحد منهما حتی تلقی صاحبک فتسئل قلت لابد ان نعمل بواحد منهما قال خذ بما خالف العامة التاسع ما عن الکافی بسنده عن المعلی بن خنیس قال قلت لابی عبد الله ؑ اذا جاء حدیث عن اولکم و حدیث عن آخرکم بایهما ناخذ فقال خذوا به حتی یبلغکم عن الحی فان بلغکم عن الحی فخذوا بقوله قال ثم قال ابو عبد الله ؑ انا والله لا ندخلکم الا فیما یسعکم العاشر عنه بسنده الی الحسین بن المختار عن بعض اصحابنا عن ابی عبد الله ؑ قال ارأیتک لو حدثتک بحدیث العام ثم جئتنی من قابل فحدثتک بخلافه بایهما کنت تاخذ قال کنت آخذ بالآخر فقال لی رحمک الله تعالی الحادی عشر ما بسنده الصحیح ظاهرا عن ابی عمرو الکنانی عن ابی عبد الله ؑ قال یا ابا عمرو ارأیت لو حدثتک بحدیث او افتیتک بفتیا ثم جئت بعد ذلک تسئلنی عنه فاخبرتک بخلاف ما کنت اخبرتک او افتیتک بخلاف ذلک بایهما کنت تاخذ قلت باحدثهما وادع الآخر قال قد اصبت یا ابا عمرو ابی الله الا ان یعبد سرا اما والله لئن فعلتم ذلک انه لخیر لی ولکم ابی الله لنا فی دینه (باقی صفحہ ۱۳۷ پر)

marfat.com

موجود ہونے ہزار ہا وضعی حدیثوں کے اور باوجود باقی ہونے احتمال غلطی اور وضع کے موجودہ حدیثوں میں حضرات امامیہ نے اپنے یہاں کی حدیث کی مستند و معتبر کتابوں کو شریعت اور مذہب کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اور اصول و فروع میں اُن سے استناد کیا ہے اور اختلاف اور تعارض رفع کرنے کے لیے درایت کے اصول قرار دیئے ہیں اور اُن اصول میں سب سے عمدہ سنیوں کی مخالفت اور تقیہ ہے۔ ایسی حالت میں میں نہیں سمجھتا کہ حضرات امامیہ کو کس طرح زیبا ہوگا کہ وہ سنیوں کی کتابوں پر اعتراض کریں اور اُن کو صرف اس خیال سے کہ جھوٹی حدیثیں لوگوں نے بنالی تھیں تمام حدیثوں کو غیر قابل اعتبار قرار دیں اور باوجود اُس تحقیق و تنقیح کے جو راویوں کے حالات کے متعلق ہمارے محدثین نے کی اُن کی مساعی جمیلہ سے قطع نظر کر کے اُن کی کتابوں کو عموماً مشتبہ اور غلط قرار دیں۔ اور صرف اس خیال سے کہ انھوں نے اپنے یہاں وضع احادیث کو تسلیم کیا۔ اور ایسی حدیثوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا اور اس کی غلطی اور وضع کو ظاہر کر دیا سنیوں پر یہ اعتراض کریں۔ کہ وہ اپنی کتابوں کو خود غیر قابل اعتبار بتاتے ہیں اور اپنے مذہب کی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے منہدم کرتے ہیں ایسی حالت میں اور ایسے اعتراض پر بجز اس کے اور کچھ مجھ سے کہا نہیں جاتا کہ جو شخص شیش محل میں رہتا ہو اُسے چاہیے کہ سنگین عمارت میں رہنے والے پر پتھر نہ پھینکے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دونوں فریق کی روایتوں کا حال قریب قریب برابر کے ہے اور دونوں کے یہاں صحیح اور غلط، قوی اور ضعیف حدیثیں موجود ہیں۔ اور دونوں کے یہاں تنقیح روایت اور تصحیح حدیث کے لیے درایت کے قواعد مقرر ہیں تو کوئی فریق ایک دوسرے پر اُن حدیثوں اور روایتوں کو اپنے دعوے کے ثابت کرنے میں پیش نہیں کر سکتا جس سے فریق مخالف کے اصول عقائد اور مسائل اجماعی میں خلل پیدا ہو۔ اور اس طرح پر عمل کرنے سے گویا باب الزامی دلائل کے پیش کرنے کا بند ہوتا ہے۔ سنی جو حدیثیں صحابہ کے فضائل میں شیعوں کی کتابوں سے پیش کرتے ہیں ان کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہیں یا خلاف اجماع اور خلاف اصول مسلّمہ کے ہیں۔ اس لیے وہ ہم پر حجت نہیں ہو سکتیں اسی طرح

(بقیہ صفحہ ۱۳۶ کا) الا التقیۃ ۱۲ رسائل شیخ مرتضیٰ انصاری مطبوعہ ایران صفحہ ۴۰۳۔

شیعہ مطاعن صحابہ میں جو روایتیں اور حدیثیں سنیوں کی پیش کرتے ہیں وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں یا غلط ہیں یا ضعیف یا مخالف اجماع امت اور اصول مسلمہ کے ہیں اس اعتراض کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بلاشبہ اس قسم کے الزامی دلیلیں کافی نہیں ہیں۔ اور اس سے کسی فریق کا دعوی بمقابل دوسرے فریق کے بلحاظ اس کے اصول کے ثابت نہیں ہوتا مگر ہمارا استدلال شیعوں کی روایتوں سے نہ اس لئے ہے کہ ہم اس کو حقیقتہ اپنے دعوے کے اثبات کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس قسم کا استدلال الزامی ہے کہ جس طرح وہ ہماری بعض ضعیف روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم اُن کی صحیح اور قوی حدیثوں سے اُسی کو باطل کرنا چاہتے ہیں اور یہ طریقہ بھی متاخرین کا ہے۔ اور انہوں نے شیعوں کے طرز پر اختیار کیا ہے ورنہ ہمارے متقدمین صرف قرآن مجید اور عقل سلیم سے اپنے عقائد اور دعاوی کو ثابت کرتے آئے ہیں۔ اور الزامی جواب سے احتراز کرتے رہے ہیں۔ اور ہم نے اپنی اس کتاب میں گو الزامی جواب دینے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ مگر صرف اس لئے کہ حضرات امامیہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے اعتراض خود ان کی روایتوں سے باطل نہیں ہوتے ورنہ ہم نے قرآن مجید اور عقلی دلائل کو صحابہ کے فضائل ثابت کرنے اور اُن پر جو الزام شیعوں نے لگائے ہیں اُن کے دور کرنے میں مقدم سمجھا ہے اور انہیں کو جابجا بیان کیا ہے۔ اور ہم نہایت دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر الزامی جوابات کا طریقہ بند کر دیا جائے تو ایک لحظہ کے لئے حضرات امامیہ سنیوں کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتے اور قرآن مجید اور عقل سلیم سے وہ اپنے دعوے کو صحابہ کے مطاعن کے متعلق ثابت نہیں کر سکتے۔

آشانے کو شانے سے ملا دیکھ   قد مین ہمیں کچھ بلند ہوں گے
خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان   تا سیہ رو شود ہر کہ در و غش باشد

پانچواں مقدمہ

اگرچہ اسلام میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے۔ اور اصول و فروع میں باہم اُن کے اختلاف ہے۔ مگر عموماً یہ اختلاف رائے اور سمجھ کی غلطی اور فلسفہ کے اسلام میں داخل ہونے اور

marfat.com

آیات قرآنی میں تاویل کرنے پر مبنی ہے۔ کسی نے اِن مختلف فرقوں میں سے صحابہ کرام یا اہل بیت علیہم السلام سے مخالفت نہیں کی اور نہ اُن کو مورد طعن ولعن بنایا۔ الا دو فرقوں نے ایک امامیہ دوسرے خوارج۔ ان کا اختلاف منجر صحابہ یا اہل بیت کی عداوت پر ہے۔ اور اُس کا اصلی سبب خلافت کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کو اصول دین میں داخل کرنے سے یہ دونوں فرقے جادۂ اعتدال سے متجاوز ہو گئے۔ ایک نے اہل بیت کا دامن پکڑا کر صحابہ کرام کو اسلام کے دائرے سے خارج سمجھے۔ اور دوسرا فرقہ خوارج کا صحابہ کرام کی طرف اتنا جھکا کہ اہل بیت کو ملامت کا نشانہ بنایا۔ اور ان پر لعن وطعن کرنے کو عین اسلام قرار دیا۔ اسی مسئلہ خلافت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے صحابہ کرام سے یہاں تک عداوت پیدا کی کہ اُن کو اسلام اور ایمان سے بھی بے بہرہ قرار دیا۔ اور آیات قرآنی اور اُن کے مساعی جمیدے جو اسلام کے لئے کیں چشم پوشی کی۔ اور اُسی عقیدے نے اُن کو اُن روایتوں کے بنانے اور ماننے پر مجبور کیا جو صحابہ کے معائب اور مطاعن کے متعلق ہیں مگر ہم کو اسی کا افسوس نہیں ہے کہ اس عقیدۂ امامت نے ایک فرقے کو اسلام کے صحابہ کا مخالف بنا دیا بلکہ حیرت اور افسوس اس پر ہے کہ اس عقیدے نے انبیاء اور آئمہ کرام کی اولاد کو بھی طعن وملامت سے محفوظ نہ رکھا۔ اور حسد اور بغض اور انکار امامت نے انبیاء اور اکثر خاندان اہل بیت کو اُسی طرح پر قابل الزام اور مورد طعن بنایا جیساکہ صحابہ کو بنایا تھا۔ فرق اتنا ہے کہ صحابہ کی عداوت کا اظہار اور اُن کی برائیوں کا اعلان صاف طور پر کیا جاتا ہے۔ اور انبیاء اور خاندان اہل بیت کی نسبت ضعیف تاویلیں کی جاتی ہیں۔ اور اُن کی عصمت اور بزرگی کا زبانی اقرار باقی ہے۔ ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس مسئلہ امامت نے نہ انبیاء کو چھوڑا نہ سوائے معدودہ نے چند ائمہ کے باقی خاندان نبوّت کو طعن وملامت سے محفوظ رکھا کوئی ائمہ پر حسد کرنے کی وجہ سے مطعون بنایا گیا۔ کوئی انکار امامت کے سبب سے کافر ٹھہرا۔ کوئی دعوئ امامت کی وجہ سے کفر وفسق کے درجے پر پہونچا۔ غرضکہ ایک صحابہ کی مخالفت کا ہم کیا افسوس کریں۔ جس طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ مسئلہ امامت کے تیروں کا سب کو نشانہ پاتے ہیں ؎

گھائل تری نظر کا بنوع دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہیں

اوّل انبیاؑ کا حال سنئے کہ حضرات امامیہ کمال فخر سے کہا کرتے ہیں کہ جو عقیدہ انبیاء کی بزرگی اور فضیلت اور اُن کی پاکی اور عصمت کا ہم رکھتے ہیں۔ کوئی دوسرا فرقہ اہل اسلام کا اس میں ہمارا شریک نہیں ہے۔ اور یہ عزت خاص شیعان پاک کو نصیب ہے کہ حضرات انبیاؑ کے دامن عصمت کو ہر طرح کے گناہ صغیرہ وکبیرہ اور ہر قسم کے عیب وبرائی سے پاک سمجھتے ہیں۔ کما قال الفاضل المحقق والبحر المدقق نے حسامنہ کہ "تمام اہل اسلام اتفاق دارند بر اینکہ در باب عصمت انبیا انچہ امامیہ مبالغہ میدارند ہیچ یک از فرق اہل اسلام آن قدر ندارد وزیراکہ امامیہ منفرد اند باینکہ مے گویند انبیا از اوّل عمر تا آخر از گناہ صغیرہ وکبیرہ عمداً وسہواً منزہ می باشند بخلاف دیگراں"۔ وقال بعض افاضلہم کہ "اہتمام شیعیان آل عبا در باب تنزیہ انبیا واوصیا از اوّل عمر تا آخر عمر از جمیع گناہان صغیرہ وکبیرہ بحدی ست کہ ہیچ فرقہ را غیر ایشان حاصل نیست حتی اینکہ اجتہاد را ہم بر زمرۂ انبیا واوصیا روا جائز نمی دارند فضلا عن وقوع الخطاء فی الاجتہاد"۔ مگر جب اُن کے مذہب کی کتابوں کو دیکھئے اور ائمہ کی احادیث سنئے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیب جس کو مشرک اور کافر بھی بدترین عیبوں سے جانتے ہیں بلکہ جس کو ملحد اور لامذہب بھی اخلاقی برائیوں بلکہ ذلیل ترین خصائل میں شمار کرتے ہیں۔ اُسے وہ انبیاءؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور بایں دعوی عصمت وطہارت اُن کو مرتکب کبائر سمجھتے ہیں۔ ونعوذ باللہ من ذلک۔ چنانچہ حضرت ابوالبشر

ؔ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ عصمت انبیاء کے بارے میں شیعہ جس قدر مبالغہ سے کام لیتے ہیں اتنا مبالغہ اسلام کا کوئی دوسرا فرقہ نہیں کرتا۔ اور صرف شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ تمام انبیاء اوّل سے آخر تک ہر قسم کے گناہ صغیرہ وکبیرہ سے قصداً وسہواً ہر طرح پاک وصاف تھے اور دوسرے فرقے اس امر کے خلاف ہیں اور ان کے بعض فاضل حضرات کا بیان ہے کہ شیعان اوّل عبا نے انبیاء واوصیا کو ابتدائی عمر سے انتہائی عمر تک ہر قسم کے گناہ صغیرہ وکبیرہ سے اس حد تک منزہ ومعصوم ثابت کرنے کا اہتمام کیا ہے کہ اتنا اہتمام کسی دوسرے فرقے نے نہیں کیا یہاں تک کہ اجتہاد کرنے کو وہ انبیاء واوصیا کیلئے جائز نہیں سمجھتے کیونکہ اجتہاد میں غلطی ہونے کا امکان پایا جاتا ہے۔

marfat.com

آدم علیہ السلام کی شان میں جو احادیث ائمہ کی طرف سے بیان کی ہیں وہ ذرا گوش دل سے سنئے۔

محمد بن بابویہ نے عیون اخبار الرضا میں علی بن موسیٰ رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب خدا نے آدمؑ کو مسجود ملائکہ ہونے اور جنت میں داخل ہونے کی بزرگی دی تو انہوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں بزرگ ترین مخلوقات ہوں۔ پس اللہ جل شانہ نے ندا کی کہ اے آدم اپنے سر کو اٹھا۔ اور دیکھ میرے عرش کے پائے کو، پس آدم نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھا کہ لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ امیرالمؤمنین وزوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العالمین والحسن والحسین سید شباب اھل الجنۃ تب حضرت آدم نے کہا کہ الٰہی یہ کون ہیں۔ خدا نے جواب دیا کہ یہ تیری ذریت ہیں۔ اور تجھ سے بہتر ہیں۔ اور تمام میری خلق سے افضل تر ہیں۔ اور یہ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ جنت اور نہ دوزخ اور نہ آسمان و زمین کو۔ لیکن خبردار رہنا اے آدم ان کو حسد کی آنکھ سے نہ دیکھنا اگر ایسا کیا تو میں تجھے اپنے جوار سے نکال دوں گا۔ پس دیکھا آدم نے اُن کو بنظر حسد پس مسلط ہوا ان پر شیطان یہاں تک کہ کھایا انہوں نے اُس درخت سے کہ منع کیا تھا خدا نے اُس سے۔

یہ کوئی خیال نہ کرے کہ یہی ایک حدیث حضرت ابوالبشر جد امجد کی شان میں امام بن موسیٰ رضاؑ سے نقل فرمائی ہے بلکہ وہ حدیث بھی سنئے جس میں دادا کے گناہ میں دادی کو بھی شریک کیا ہے۔

معانی الاخبار میں بسند مفضل بن عمر حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "جب آدم و حوا نے ساق عرش پر نام آنحضرتؐ اور علیؑ اور فاطمہ اور حسنین کا نور سے لکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ اے پروردگار ہمارے کیا بزرگ ہے مرتبہ اُن کا اور کیسے محبوب ہیں یہ لوگ تیرے رب خدا نے فرمایا کہ اگر یہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا یہ لوگ میرے علم کا خزانہ اور میرے اسرار کے امانتدار ہیں۔ اے آدم و حوا ڈرتے رہنا کہ ان کو بنظر حسد نہ دیکھنا اور ان کے مرتبے اور ان کی منزلت کی تمنا نہ کرنا ورنہ میری نافرمانی اور عصیان میں داخل ہو گے اور تب تم دونوں ظالموں میں ہو جاؤ گے پس شیطان نے ان دونوں کو وسوسہ دیا۔ اور فریب میں لایا کہ آخر انہوں نے بنظر حسد اُن پنجتن کیطرف دیکھا۔ اس لئے آدم و حوا دونوں معزول و ذلیل ہو گئے"۔

marfat.com

جناب اجتہاد مآب مولوی دلدار علی صاحب حسام میں بجواب مولانا وسیدنا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کے اس حدیث کی نسبت دو جواب دیتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ حدیث احادیث صحاح سے نہیں ہے کہ اس پر اعتقاد کرنا اور اس کی تصحیح کرنا ضروریات دین سے ہو۔ دوسرے یہ کہ حسد دو قسم پر ہے ایک بمعنی غبطہ اور دوسرے بمعنی استدعار زوال نعمت۔ اول مباح ہے اور دوسرا مذموم۔ پس کیوں حسد آدم کا اوّل قسم پر محمول نہ کیا جائے۔ اور حسد کی اس تقسیم پر ہی حضرت قبلہ وکعبہ نے کفایت نہیں فرمائی بلکہ بخاری کی ایک حدیث کو نقل کرکے سنیوں کا منہ بھی بند کرنا چاہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "اما[1] حدیث حسد حضرت آدم کہ در کتب امامیہ مروی گشتہ واسباب تشنیع ناصب عداوت عطرت طاہرہ بر شیعیان اہل بیت گردیدہ پس از جملہ احادیث صحاح نیست تا اعتقاد کردن بآن و تصحیح نمودن آن از جملہ ضروریات نزد امامیہ باشد و ایضاً گویا بگوش[2] این ناصب عداوت عترت نارسیدہ کہ حسد بر دو قسم ست یکی بمعنی غبطہ ست و دوم حسد بمعنی استدعا زوال نعمت۔ اوّل مباح ست و دوم مذموم و می دانم کہ اگر بمجرد ادعائے این تقسیم اکتفا نمایم ناصب عترت طاہرہ تکذیب خواہد نمود لہذا بذکر یک حدیث صحاح ایشان کہ دلالت صریح وارد براینچہ ادعا نمودہ ام مے پردازم و دہن او را باین تقریب می دوزم کہ گفتہ اند دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ، و یساغ بعد ذلك ان یقال فی حقه فبهت الذی کفر کانه التقم الحجر وآن این ست کہ بخاری روایت نمودہ از ابو ہریرہ ان رسول اللہ صلعم قال لاحسد الا فی الاثنین رجل اٰتاہ اللہ القراٰن فھو یتلوہ اٰناء اللیل والنھار فسمعه جارله فقال لیتنی اوتیت مثل ما اوتی فلان فعلمت مثل ما یعمل ورجل اٰتاہ اللہ مالا فھو ینفقه فی حقه

---

[1] آدم کا حسد کرنا شیعوں کی کتابوں میں درج ہے۔ اور سنیوں نے اس حدیث کو آدم ؑ سے شیعوں کا عداوت رکھنا سبب بتایا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث احادیث صحاح کی نہیں ہے کہ اس پر لازماً عقیدہ رکھا جائے۔ اور اس کی صحت کو ضروریات دین گردانا شیعوں کے لئے لازمی نہیں ہے۔

[2] اور شیعوں کے دشمن سنیوں کے کان میں یہ بھنک تک نہیں پڑی کہ حسد کی دو قسموں سے ایک غبطہ در شک ہے اور دوسرا حسد جس کے معنی ہیں زوال نعمت کی استدعا کرنا پہلا یعنی رشک کرنا مباح ہے۔ اور دوسرا یعنی (باقی ص۱۴۳ پر)

marfat.com

فقال رجل لیتنی اوتیت مثل ما اوتی فلان فعملت مثل ما یعمل وبتفاوت یسیر قریب باین مضمون حدیث دیگر ست کہ آں را بخاری ومسلم وترمذی روایت کردہ اند پس چرا جائز نباشد کہ حسد حضرت آدم ازین قبیل بودہ باشد وچگونہ چنیں نباشد وحال این کہ مفضل بن عمر کہ ناصبی آں را مذکور ساختہ متضمن کلمہ وحملہا علی تمنی منزلتہم بہت در قوت تفسیر معنی حسد ست لیکن چون غبطہ ہرچند مباح ست اما بنظر بہ علو منزلت و شرف مرتبت جناب عترت سید المرسلین غبطہ ایشان از قبیل ترک اولی ست لہذا حق سبحانہ وتعالیٰ علی حسب جری العادت الالٰہیہ حضرت آدم را معاتب ساختہ۔ والیضا حسد بمجرد این کہ بمقتضائے بشریت عارض شود دما دامیکہ بمقتضائے آں کار کند آدمی گنہگار براں نمی شود۔ چنانچہ درین معنی احادیث از ائمہ عترت ماثور گشتہ والیضا معلوم ست کہ حضرت آدم متمسک گردیدہ بکلماتیکہ تفسیر آں بنا بر احادیث بسیار باسماء آل عبا شدہ پس باین قرینہ بدین حسد بمعنی غبطہ کہ از قبیل ترک اولی بودہ۔"

مگر حضرت قبلہ کی اس تقریر سے وہ داغ جوان کے بزرگوں نے حضرت ابوالبشر پر لگایا

(بقیہ حاشیہ) کا حسد کرنا مذموم و قبیح ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر اسی تقسیم پر اکتفا کروں تو سنیوں کی تکذیب ہو جاتی ہے۔ اس کے ماسوا ان کی صحاح میں کی ایک حدیث لکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ سنیوں کے منہ بند کر دوں جیسا کہ مقولہ ہے "کتے کا منہ ایک نوالے سے بند کرنا اچھا ہے" اور یہ حدیث بخاری میں ابو ہریرہ کی زبانی درج ہے۔ اور اسی حدیث کے مضمون کے موافق دوسری احادیث بھی بخاری ومسلم ترمذی میں موجود ہیں اس لئے کس طرح ممکن ہے کہ حضرت آدم کا حسد اس قسم کا نہ ہو بلکہ ویسا ہو۔ اور پھر حالت یہ کہ مفضل بن عمر سنی نے اسی واقعہ کو آدم ؑ کی منزلت کی تمنا کے برابر قرار دیا ہے اور تفسیر اس کی رد حسد ہے۔ اگرچہ رشک کرنا مباح ہے۔ اور رسول اللہ کی عترت کا رتبہ بلند ہے اس لئے ان پر رشک کرنا ادنیٰ ہے۔ اور اسی لئے اللہ نے آدم کو معتوب کیا۔ اور چونکہ حسد کرنا انسان کی عادت ہے۔ اور جب تک اس کے موافق کام کر کے گناہ گار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اس بارے میں ائمہ کی احادیث موجود ہیں۔ اور یہ امر بھی معلوم ہے کہ حضرت آدم نے جو کلمات کہے۔ اس کی تفسیر اسماء آل عبا کی احادیث میں بکثرت موجود ہے۔ اس لحاظ سے بھی رشک کی بہ نسبت آدم کا حسد کرنا بدرجۂ اولیٰ ثابت ہے۔

marfat.com

دور نہیں ہوا اس لیے کہ اگر اس حدیث کے احادیث صحاح میں نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ صحاح اربعہ یعنی کلینی و تہذیب و استبصار و من لا یحضرہ الفقیہ میں نہیں ہے تو اس سے عدم صحت لازم نہیں آتی۔ صدہا حدیثیں ہیں جو سوا ان چار کتابوں کے دوسری کتابوں میں منقول ہیں اور جن کو حضرات امامیہ صحیح سمجھتے ہیں۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ راوی اس کا ضعیف ہے یا سلسلہ روایت میں کوئی نقص ہے تو اس کا بیان فرمانا تھا۔ مگر حضرت بیان فرماتے تو کیا فرماتے اس لیے کہ یہ حدیث عیون اور معانی الاخبار سی معتمد کتابوں میں ہے جس کے مؤلف کی سچائی اور صداقت اُس کے لقب سے ظاہر ہے۔ فانہ صدوق اور وہ خود صحاح اربعہ میں سے ایک کتاب کا مصنف ہے۔ اور پھر اس حدیث کو بسند صحیح ائمہ معصومین سے روایت کیا ہے۔ ایسی حدیث کی صحت کا انکار کرنا جو متصل بہ امام معصوم ہو اور کوئی راویوں میں سے اس کے مجروح اور مقدوح نہ ہو غالباً قابل تسلیم نہ ہوگا۔ اور خود قبلہ و کعبہ نے اسی کتاب حسام اور دیگر کتابوں میں بہت سی حدیثیں عیون اور معانی الاخبار سے نقل کیں اور اُن کو اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ ایسی حالت میں بغیر کسی اور قسم کے ثبوت کے یہ کہکر کہ این حدیث از جملہ احادیث صحاح نیست بیچا چھوڑنا اگر جائز ہو تو پھر سنیوں کی کسی خبر کو جو متعلق مطاعن صحابہ کے ہو باوجود ثبوت راویوں کے ضعف کے پیش کرنا درست نہ ہوگا۔ مگر صاحب استقصاء الافحام نے اس حدیث کی صحت کو قبول کیا۔ اور قبلہ و کعبہ کے کلام کی توجیہ ان لفظوں سے فرمائی کہ غرض آن جناب از انکار معدود بودن این حدیث در احادیث صحاح آنست کہ این حدیث از جملہ احادیث قطعیۃ الصدور نیست الی قولہ کہ مراد آن جناب یعنی صحت بمعنی قطعیۃ الصدور ست زیرا کہ ازان مفہوم می شود کہ اگر این حدیث از جملہ احادیث صحیحہ می بود اعتقاد کردن بآن از جملہ ضروریات می بود و بر ظاہر ست کہ این لازم نمی آید مگر بعد صحت

سلہ مولوی صاحب کا اس حدیث سے انکار بدیں الفاظ کہ یہ حدیث صحاح کی نہیں ہے ان کے اس مقصد کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ حدیث قطعی صدور احادیث میں سے نہیں ہے اور صحت وصحیح ہونے کے یہی ہیں۔ کہ اس کا صدور قطعی نہیں ہے۔ وگرنہ اس کا صحیح حدیث ماننا جملہ ضروریات کے منجملہ ہوتا۔ اور یہ اس وقت لازم آتا ہے جب کہ کوئی حدیث صدور قطعی یعنی قطعی حدیث کا حکم رکھتی ہو۔

marfat.com

بمعنی قطعیۃ الصدور۔" مگر مولوی حامد حسین صاحب اس توجیہ سے قبلہ وکعبہ کے جواب کو صحیح ثابت نہ کر سکے۔ بلکہ ہمارے دعوے کے معین اور موید ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ "اگر این حدیث از جملہ احادیث صحیحہ مے بود اعتقاد کردن باٰن از جملہ ضروریات مے بود د پر ظاہر ست کہ این لازم نمی آید مگر بعد صحت بمعنی قطعیۃ الصدور۔" ہم اس جواب کو تسلیم کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ایسے قاعدے کو وہ ہمارے یہاں کی حدیثوں کی نسبت بھی مرعی رکھیں۔ نہ یہ کہ ہمارے یہاں کی ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں سے استدلال کریں۔ اور انہیں ہمارے مقابلے میں پیش فرمادیں اور اپنے یہاں کی صحیح حدیثوں کو بھی قطعیۃ الصدور یعنی یقینی نہ ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہ سمجھیں۔

مگر ہم اس حدیث کو اور روایتوں سے جس کی صحت اور اعتماد میں کچھ اعتراض نہیں کیا۔ گیا۔ ثابت کرتے ہیں۔ تفسیر امام حسن عسکری میں بذیل آیہ یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کے لکھا ہے۔ کہ "مراد درخت سے علم محمدؐ و آل محمدؐ تھا کہ حق تعالیٰ نے انہیں کے ساتھ مخصوص کیا تھا۔ اسی کو آدم نے کھایا اور بہشت سے نکالے گئے۔" اس مضمون کو ملا کر مجلسی کی زبان سے سنئے جس کو وہ حیات القلوب میں فرماتے ہیں۔ "در تفسیر[1] امام حسن عسکری مذکور ست کہ چون حق تعالیٰ ابلیس را لعنت کرد بابا کردن او و گرامی داشت ملائکہ را بہ سجدہ کردن ایشان آدمؑ را امر کرد کہ آدم و حوا را بہ بہشت برند و فرمود کہ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ یعنی اے آدم ساکن شو تو و جفت تو در بہشت وکلا رغداً حیث شئتما وبخورید از بہشت کشادہ وگوارا ہر جا کہ خواہید بے تعبی ولا تقربا ہذہ الشجرۃ ونزدیک مشوید این درخت را کہ

---

[1] تفسیر امام حسن عسکری میں ہے کہ انکار کرنے کی وجہ سے شیطان پر اللہ نے لعنت کی اور آدمؑ کو چونکہ فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس لئے انہیں معزز بنایا۔ اور آدم وحوا کو جنت دیتے ہوئے کہا کہ اے آدمؑ تم اپنی بیوی کے ساتھ جنت میں رہو۔ اور اس وسیع جنت میں بغیر کسی تکلیف کے جو چاہو کھاؤ۔ اور اس درخت کے قریب نہ جانا جو علم محمدؐ و آل محمدؐ کا درخت ہے۔ اور اللہ نے اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا کیونکہ وہ محمدؐ اور آل محمدؐ کے لئے مخصوص ہے۔ اور ان آدم وحوا کے سوائے کسی اور نے اسے نہیں کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری تفسیر)

marfat.com

درخت علم محمدؐ و آلِ محمدؐ ست کہ حق تعالیٰ ایشان را منع کرد از آنکہ نزدیک آن درخت شوند کہ مخصوص محمدؐ و آلِ محمدؐ ست و کسی بامر خدا نمی خورد ازان درخت مگر ایشان الیٰ قولہ و حق تعالیٰ فرمود کہ نزدیک این درخت مروید کہ خواہید طلب کنید درجہ محمدؐ و آلِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم و فضیلت ایشان زیرا کہ خدا ایشان را مخصوص گردانیدہ است باین درجہ از سائر خلق و این درختیست کہ ہر کہ ازین درخت بخورد باذن خدائے تعالیٰ الہام کردہ می شود علم اولین و آخرین را بے آنکہ از کسی بیاموزد و ہر کہ بے رخصت خدا بخورد از مراد خود ناامید مے شود نافرمانی پروردگار کردہ است فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس خواہید شد ستمگاران بنافرمانی شما و طلب کردن شما درجہ را کہ اختیار کردہ است خدا بآن درجہ غیر شمارا ہرگاہ قصد کنید آن درخت را بغیر حکم خدا الیٰ قولہ پس باین سبب فریب خورد آدم و غلط کرد و از ان درخت خورد پس رسید بایشان آنچہ خداوند در قرآن ذکر کردہ است فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۱ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درخت جس کے کھانے سے آدم و حوّا منع کئے گئے تھے۔ وہ درخت علم محمدؐ و آلِ محمدؐ کا تھا جس کے کھانے سے علم اولین و آخرین بغیر سکھائے آجاتا ہے اور اسی درخت کے کھانے سے آدم و حوّا جنت سے نکالے گئے مگر حدیث سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کے بہکانے سے آدم و حوّا نے اسے کھایا اور اس کے سبب سے وہ مصیبت میں گرفتار ہوئے مگر دوسری حدیث سے جس کو بسند معتبر حضرت امام

(بقیہ ۱۴۵ کا) فرمایا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا یعنی آلِ محمدؐ کے درجہ و فضیلت کی طلب نہ کرنا کیونکہ بہ نسبت دیگر مخلوق کے یہ ان کے لئے مخصوص ہے۔ اور اس درخت کی حالت یہ ہے کہ جو کوئی اس درخت میں سے کھائے تو اسے اللہ کے اذن و اجازت سے اولین و آخرین کا علم ہو جاتا ہے اور وہ کسی کے سکھائے بغیر سب کچھ خود سیکھ لیتا ہے اور جو شخص اللہ کی اجازت کے بغیر اس میں سے کھائے وہ نامراد و ناامید ہو جاتا ہے اور اسی نافرمانی احکام الٰہی کی وجہ سے اللہ نے کہا کہ اپنی نافرمانی اور اسی سبب سے کہ تم نے اس درجے کے حصول کا ارادہ کیا جو تمہارے مرتبے سے بلند ہے اور جب کہ آدمؑ و حوّا نے اللہ کے حکم کے بغیر اس درخت کا ارادہ کیا تو فریب خوردہ آدمؑ نے غلطی کی اور اس درخت میں سے کھا لیا۔ اور اللہ نے انہیں جنت سے نکال دیا جیسا کہ قرآن کریم میں درج ہے۔

marfat.com

علی نقیؑ سے نقل کیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درخت حسد تھا کہ جس کے کھانے سے خدائے تعالےٰ نے منع کیا تھا۔ مگر انہوں نے عمداً اُسے کھایا یعنی ائمہ پر حسد کیا۔ کما یقول المجلسی فے حیات القلوب کہ "بسند[1] معتبر از حضرت امام علی نقیؑ منقول ست کہ درختیکہ آدم و زوجہ اش را نہی کرد از خوردن از ان درخت حسد بود و حق تعالےٰ عہد کرد بسوئے آدم و حوا کہ نظر نہ کنند بسوئی کہ حق تعالےٰ آنہا را بر ایشان و بر جمیع خلائق فضیلت دادہ است بدیدہ حسد و نیافت حق تعالیٰ از و در ین باب عزم و اہتمامی۔" اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوا کہ حضرت آدم نے شیطان کے بہکانے سے حسد کے درخت کو کھایا یعنی ائمہ کو حسد کی نظر سے دیکھا اور حکم الٰہی کو نہ مانا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم و حوا نے کچھ حکم ماننے کا ارادہ اور اہتمام بھی نہ کیا۔ یعنی خدا کے حکم کی بھی پروا نہ کی جیسا کہ ان لفظوں سے ثابت ہوتا ہے کہ "نیافت[2] حق تعالیٰ از و در ین باب عزم و اہتمامی" شاید کسی کے خیال میں یہ اوے کہ حضرت آدم خدا کے حکم کو بھول گئے۔ اور نسیان کی حالت میں خلاف حکم الٰہی کر بیٹھے۔ جیسا کہ بعض مفسرین امامیہ نے لکھا ہے کہ نسیان کی حالت میں حضرت آدمؑ مرتکب اس فعل کے ہوئے۔ اس لئے کہ بسند معتبر جو حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم خدا کے حکم کو نہ بھولے تھے اور باوجود حکم خدا کے وہ مرتکب منہی عنہ کے ہوئے کما یقول المجلسی فی حیات القلوب "بسند[3] معتبر مرویست کہ از امام محمد باقر پرسیدند از تفسیر قول خدا فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا کہ جمعے تفسیر کردہ اند کہ حضرت

---

[1] معتبر اسناد کے ذریعہ امام علی نقیؑ کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ آدم و حوا کو جس درخت کے کھانے سے منع کیا گیا۔ وہ حسد کا درخت تھا۔ اور اللہ نے آدم و حوا سے کہہ دیا دیا تھا کہ اس کی جانب نگاہ تک نہ کریں کیونکہ آل محمدؐ کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے کہ کوئی ان پر حسد نہ کرے۔ اور اللہ نے آدم و حوا میں تعمیل حکم کا عزم و اہتمام بھی نہیں دیکھا۔

[2] اللہ نے آدم میں حکم الٰہی کی تعمیل کا اہتمام و ارادہ بھی نہ پایا۔

[3] معتبر روایت ہے کہ امام محمدؐ باقر سے لوگوں نے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا کی بابت دریافت کیا کہ لوگ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی ممانعت کو آدم فراموش کر گئے۔ اس کے جواب میں امام باقر نے کہا کہ انہوں نے فراموش نہیں کیا اور وہ کیسے بھول سکتے تھے حالانکہ وسوسہ ڈالتے وقت شیطان نے اللہ کی ممانعت انہیں یاد دلائی اور کہا کہ (باقی ص ۱۴۸ پر)

marfat.com

آدم فراموش کردنہی خدا حضرت فرمود کہ فراموش نکرد وچگونہ فراموش کردہ بود وحال آنکہ درروقت وسوسہ کردن شیطان نہی خدارا بیاد ایشان آورد ومی گفت کہ خدا شمارا برائے این نہی کردہ است کہ ملک نباشید و در بہشت ہمیشہ نباشید پس نسیان در ینجا بمعنے ترک ست یعنی ترک کرد امر خدارا "اس سے ثابت ہوا کہ دیدہ و دانستہ آدم نے خدا کے حکم کو نہ مانا اور باوجودیکہ شیطان نے خدا کے حکم کی یاد بھی دلائی مگر انہوں نے خیال نہ کیا اور کیونکر خیال کرتے اس لئے کہ ائمہ کا مرتبہ دیکھ کر عیاذاً باللہ وہ جوش حسد کا ہوا تھا کہ وہ دین و دنیا سب بھول گئے تھے اور ان کے درجے اور مرتبے کی تمنا اور خواہش نے ان کو نعوذ باللہ ایسا بے اختیار اور بے قابو کر دیا تھا کہ وہ کچھ اُس کا عزم اور اُس کا اہتمام بھی کرنا نہ چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت جعفر صادقؑ کی ایک حدیث سے اس کا حال سنئے کہ جب جاہ و تمنائے درجہ آلِ محمدؐ نے ان کو حسد کرنے پر مجبور کیا۔ ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں بسند معتبر حضرت امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے پنجتن پاک اور باقی ائمہ کی روحوں کو سب سے زیادہ بلند درجہ دیا اور ان کو تمام زمین و آسمان پر عرض کیا اور کہا کہ یہ میرے دوست اور ولی اور خلق پر حجت ہیں جو کوئی ان کے درجے کا دعوی کرے اس پر ایسا عذاب کروں گا کہ جو اور کسی خلق پر نہ کیا ہو اور مشرکین کے ساتھ اس کو جہنم میں ڈالوں گا۔ اور جو ان کی ولایت اور امامت کا اقرار کرے۔ اُس کو اپنی بہشت میں جگہ دوں گا۔ پس اُن کی ولایت ایک امانت ہے خلق پر، پس تم سے کون اُس کو لیتا ہے۔ تمام آسمان اور زمین اور پہاڑوں نے اُس سے انکار کیا اور اپنے پروردگار کی عظمت سے ڈرے جب خدا نے آدم و حوّا کو بہشت میں جگہ دی اور انہوں نے پنجتن پاک اور دیگر ائمہ کے درجے کو دیکھا تو پوچھا کہ خدایا یہ درجہ کس کے لئے ہے۔ خدا نے فرمایا کہ ساق عرش پر نظر کر، جب آدم و حوّا نے عرش کی طرف دیکھا تو محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ وائمہ کے نام دیکھے تو بہت تعجب سے کہا کہ خدایا یہ تیرے بہت ہی محبوب ہیں اور تیرے نزدیک بڑے ہی

(بقیہ ص۱۴۶ کا) اللہ نے آپ کو اس درخت کے قریب جانے سے اس لئے منع کیا ہے تاکہ آپ کہیں فرشتہ نہ بن جائیں اور ہمیشہ ہمیشہ جنت میں نہ رہیں۔ اسلئے نسیان کے معنی اس مقام میں چھوڑ دینے کے ہیں یعنی آدم نے احکام الٰہی کو چھوڑ دیا۔

marfat.com

بزرگ اور شریف ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ حسد کی آنکھ سے ان کو نہ دیکھنا۔ اور اُن کے اس درجے کی جو میرے نزدیک ہے آرزو نہ کرنا۔ اور جو مرتبہ بزرگی اور کرامت کا میں نے انہیں دیا ہے اس کا متمنی نہ ہونا اگر ایسا کیا تو میری نافرمانی کرو گے اور ستمگار اور ظالموں میں داخل ہو گے۔ آدم و حوّا نے پوچھا الٰہی کون ہیں ستمگار اور ظالم۔ فرمایا کہ وہ جو اُن کی منزلت کا ناحق دعویٰ کریں۔ تب آدم و حوّا نے کہا کہ پروردگار ان ظالموں کو جو جگہ تو نے جہنم میں دی ہے۔ وہ بھی ہمیں دکھا حق تعالٰی نے دوزخ کو حکم کیا اور جو کچھ انواع و اقسام کے عذاب اور معصیت ظالموں کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ وہ سب اُن پر دوزخ نے ظاہر کئے کہ پائیں ترین درجات جہنم میں اُن کی جگہ ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ جہنم سے نکلیں مگر پھر جہنم اُن کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور ہر چند اُن کے پوست پختہ و سوختہ ہو جاتے ہیں پھر دوسرے پوست بدل دیئے جاتے ہیں تاکہ عذاب سے نجات نہ ملے یہ سب دکھا کر اور یہ سب کچھ فرما کر خدا نے کہا کہ اے آدمؑ و حوّا میرے ان نوروں اور حجتوں کو یعنی پنجتن پاک اور اماموں کو حسد کی نظر سے نہ دیکھنا ورنہ اپنے جوار سے نکال دوں گا۔ اور تم کو خوار کروں گا۔ پس وسوسہ ڈالا ان کو شیطان نے اور ان کی منزلت کی آرزو کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ آدم و حوّا نے اُن کو حسد کی آنکھ سے اور اس سبب سے خدا نے اُن کو اُن پر چھوڑ دیا اور اپنی توفیق اور یاری اُن سے اٹھالی۔

یہی مختصر مضمون اُس حدیث طویل کا ہے جسے ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہیں۔ کہاں ہے چشم بینا

له وبسند معتبر دیگر از آنحضرت منقول ست کہ حق تعالٰی خلق کرد روحہا پیش از بدنہا بدو ہزار سال پس گردانید بلند تر و شریف تر از ہمہ روحہا روح محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و امامان بعد از ایشان صلوات اللہ علیہم اجمعین را پس عرض نمود ارواح ایشان را بر آسمانہا و زمین و کوہہا پس نور ایشان ہمہ را فرو گرفت پس حق تعالٰی فرمود بآسمانہا و زمین و کوہہا کہ اینہا دوستان و اولیا و حجتہای من اند بر خلق من و پیشوایان خلائق من اند نیافریدم مخلوقی را کہ دوست تر دارم از ایشان از برائے ایشان و ہر کہ ایشان را دوست دارد آفریدہ ام بہشت خود را برائے او و ہر کہ مخالفت و دشمنی کند با ایشان آفریدہ ام آتش جہنم را برای او پس ہر کہ دعوی کند منزلتی را کہ ایشان نزد من دارند و محلی کہ ایشان از عظمت (باقی صفحہ ۱۹۰ پر)

کہ اس حدیث کو دیکھے اور کہاں ہے گوشِ شنوا جو اس روایت کو سُنے۔ کہاں ہے دل بینا کہ اُس کے مضمون پر غور کرے کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ نے آدم و حوّا کو پنجتن پاک اور ائمہ اطہار کی منزلت اور درجے کی خواہش کرنے کے بُرے نتیجوں سے آگاہ کیا اور باوجودیکہ اس مرتبے کے چاہنے والوں اور اُس عزت کی آرزو کرنے والوں کیلئے جو عذاب مقرر فرمائے ہیں وہ سب ان کو دکھلائے اور کوئی دقیقہ اور کوئی درجہ نصیحت کا باقی نہ رکھا مگر آدم و حوّا نے کچھ نہ سُنا اور حسد کرنے سے باز نہ آئے۔ اور باوجود ایسی روایت کے جس

(بقیہ صفحہ ۱۴۹ کا) من دارند عذاب کنم اورا عذابے کہ عذاب نکردہ باشم بآن احدی از عالمیان را و اورا با آنہا کہ شرک بمن آوردہ اند در پائین ترین درکہای جہنم جادہم و ہر کہ اقرار بولایت و امامت ایشان بکند و ادعا نکند منزلت ایشان را نزد من و مکان ایشان را از عظمت من جادہم اورا با ایشان در باغہای بہشت خود و از برای ایشان باشد در بہشت آنچہ خواہند نزد من و مباح گردانم از برای ایشان کرامت خود را و در جوار خود ایشان را جادہم و شفیع گردانم ایشان را در گناہگاران از بندگان و کنیزان من پس ولایت ایشان امانتیست نزد خلق من پس کدام یک از شما بر می دارد این امانت را سنگینیہای آن و دعوی میکند آن مرتبہ را کہ از دست داز برگزیدہ ہای خلق من نیست پس ابا کردند آسمانہا و زمینہا و کوہہا از اینکہ این امانت را بردار ندو ترسیدند از عظمت پروردگار خود کہ چنین منزلتے را بنا حق دعویٰ کنند و چنین محل بزرگی را برای خود آرزو کنند پس چون حق تعالےٰ آدمؑ و حوّا بہشت ساکن گردانید گفت بخورید ازین بہشت بسیار و گوارا ہر جا کہ خواہید و نزدیک این درخت مروید یعنی درخت گندم پس خواہید بود از ستمگاران پس نظر کردند بسوئے منزلت محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و امامان بعد از ایشان پس منزلتہائے ایشان را در بہشت بہترین منزلتہا یافتند پس گفتند پروردگارا این منزلت از برائے کیست حق تعالیٰ فرمود کہ بلند کنید سرہای خود را بسوئے ساق عرش من پس چون سر بالا کردند و دیدند نام محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و امامان بعد از ایشان صلوات اللہ علیہم را کہ بر ساق عرش نوشتہ بود بنوری از انوار خداوند جبار پس گفتند پروردگارا چہ بسیار گرامیند اہل این منزلت بر تو و چہ بسیار محبوبند نزد تو و چہ بسیار شریف و بزرگ اند در درگاہ تو پس خدا فرمود کہ اگر ایشان نمی بودند من شما ہارا خلق نمی کردم ایشان خزینہ داران علم منند و امینان منند بر رازہای من زنہا کہ نظر مکنید (باقی صفحہ ۱۵۱ پر)

marfat.com

سے حضرت آدم وحوا کا ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا ثابت ہوتا ہے جس کی سزا مشرکین کے ساتھ پائین ترین درکات جہنم میں جلنا تھا۔ حضرات شیعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انبیا معصوم اور گناہان صغیرہ وکبیرہ سے محفوظ ہیں۔ اور نہ صرف ایسے دعوے پر قناعت کرتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ درباب عصمت انبیا آنچہ امامیہ مبالغہ مے دارند ہیچ یک از فرق اہل اسلام آن قدر ندارد اگر عصمت اسی کا نام ہے اور وہ مبالغہ جو اُن کی عصمت کے باب میں امامیہ کرتے ہیں یہی ہے تو وہ ایسے دعوے میں سچے اور اپنے قول میں صادق ہیں۔ خدا نہ کرے کہ بیچارے سُنی انبیا کی عصمت کے ایسے حامی ہوں اور اُن کی عصمت کے حمایت کے پردے میں اُن کو ائمہ کا حاسد اور پائین ترین درکات جہنم کا مستحق ٹھہرائیں۔

ایک اور حدیث سنئے جس سے پوری تصدیق وتائید آدم وحوا کے حسد کرنے کی ہوتی ہے اور جس سے تمام مختلف اقوال کا جو کہ بہ نسبت اُس درخت کے ہیں جسے آدم نے کھایا آخری

(بقیہ صفحہ ۱۵۰ کا) بسوئے ایشان بدیدۂ حسد دآرند وکمنید منزلت ایشان را نزد من ومحل ایشان را از کرامت من پس بایں سبب داخل خواہید شد در نہی ونافرمانی من پس از ستمگاران خواہید بود گفتند پروردگارا کیستند ستمگاران وظالمان فرمود کہ آنہا کہ ادعائے منزلت ایشان می کنند بناحق گفتند پروردگارا پس بنما منزلہائے ظالمان ایشان را در آتش جہنم تا ببینیم منزلہائے آنہا را چنانچہ منزلہائے آن بزرگواران را در بہشت دیدیم پس حق تعالیٰ امر کرد آتش را کہ ظاہر گرداند جمیع آنچہ دران بود از انواع شدتہا وعذابہا وفرمود کہ جائے ظالمان ایشان کہ ادعائے منزلت ایشان بنمایند در پائین ترین درکات این جہنم ست ہر چند ارادہ کنند کہ بیروں آیند از جہنم برگردانند ایشان را بسوئے آن وہر چند بختہ وسوختہ شود پوستہای ایشان بدل کنند ایشان را پوستہای غیر آنہا کہ تا بچشند عذاب را ای آدم وای حوا نظر مکنید بسوی انوار وحجتہای من بدیدۂ حسد پس شما را پائین مے فرستم از جوار خود وبرشما مے فرستم خواری خود را پس وسوسہ کرد ایشان را شیطان تا ظاہر گرداند برائے ایشان آنچہ پوشیدہ بود از ایشان از عورتہائے ایشان وگفت نہی نکردہ است شما را پروردگار شما ازیں درخت مے نظر کردند بسوئے ایشان بدیدۂ حسد پس بایں سبب خدا ایشان را بخود گذاشت ویاری وتوفیق خود را از ایشان برداشت ۱۲ حیات القلوب جلد اول مطبوع مطبع نولکشور صفحہ ۴۹ و ۵۰۔

marfat.com

گجرات
آزاد کشمیر
رفیق طارق

اور قطعی فیصلہ بقول امام ہوتا ہے۔ ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں فرماتے ہیں کہ[1] بسند معتبر منقولست کہ ابوالصلت ہروی از امام رضا پرسید کہ یا ابن رسول اللہ مرا خبر دہ از آن درختی کہ آدم و حوا از آن درخت خوردند چہ درخت بود بدرستیکہ مردم اختلاف کردند بعضے روایت کردند کہ آن گندم بود و بعضے روایت کردند کہ آن درخت حسد بود فرمود کہ ہمہ حق است ابوالصلت گفت چگونہ ہمہ حق ست با این ہمہ اختلاف۔ فرمود کہ اے ابوالصلت درخت بہشت انواع میوہ ہا برمی دارد پس آن درخت گندم بود و در آن انگور ہم بود و آنہا مثل درختان دنیا نیستند و بدرستی کہ چون خدا گرامی داشت و ملائکہ او را سجدہ کردند و او را داخل بہشت گردانید در خاطر خود گذرانید کہ

---

[1] مستند روایت ہے کہ ابوصلت ہروی نے امام رضا سے پوچھا اے ابن رسول بتایئے کہ جو درخت آدم و حوا نے کھایا وہ کیا تھا؟ اس میں لوگوں کا باہمی اختلاف ہے بعض اسے گیہوں اور بعض حسد کا درخت کہتے ہیں جواب دیا یہ سب درست ہے۔ ابوصلت نے عرض کیا کہ ان اختلاف کے باوجود یہ سب درست کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا اے ابوالصلت! جنت کا درخت متفرق پھل لاتا ہے۔ وہ درخت اگرچہ گندم کا تھا لیکن اس میں انگور بھی لگتے تھے۔ اور جنت کے درخت، دنیاوی درختوں کی طرح نہیں ہیں۔ آدم کو اللہ نے معزز بنایا۔ فرشتوں نے انہیں سجدہ کیا۔ اور وہ جنت میں رہتے تھے۔ انہیں خیال آیا کہ کیا اللہ نے مجھ سے بہتر بھی کسی آدمی کو پیدا کیا ہے؟ اللہ نے ان کے دل کا خیال معلوم کرتے ہوئے حکم دیا۔ اے آدم سر اونچا کرو۔ اور ہمارے عرش کے پایہ کو دیکھو۔ چنانچہ آدم نے سر اٹھا کر دیکھا کہ پایۂ عرش پہ یہ کندہ تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ علی امیر المومنین۔ حضرت فاطمہ سردار خواتین اور حسنین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ یہ دیکھ کر آدم نے پوچھا اے اللہ یہ کون ہیں۔ اللہ نے کہا، یہ تمہاری اولاد ہیں۔ اور یہ تم سے اور میری دیگر مخلوق سے بھی بہتر ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں تمہیں، جنت، دوزخ اور زمین و آسمان پیدا نہ کرتا۔ یاد رکھو بھول کر بھی ان پر حسد نہ کرنا ورنہ تمہیں اپنے پاس سے نکال دوں گا۔ غرضکہ آدم نے ان کی قدر و منزلت کو حسد کی نگاہ سے دیکھا اور شیطان نے مسلط ہو کر آدم کو وہ میوہ کھلایا جسے اللہ نے منع کر دیا تھا۔ نیز شیطان نے مسلط ہو کر حوا کو حضرت فاطمہ پر حسد کی آنکھ سے دیکھنے پر ورغلایا۔ اور انہوں نے بھی حسد کا وہی درخت کھایا جو آدم نے کھایا تھا۔ جس کی سزا میں اللہ نے ان کو جنت سے نکالا اور اپنے پاس سے دور کر کے زمین پر بھیج دیا۔

marfat.com

ایا خلق کردہ است خدا البشر یکہ بہتر از من باشد۔ چون خدا دانست کہ در خاطر او گذشت ندا کرد اورا کہ سر بلند کن اے آدم و نظر کن بسوی ساق عرش من چون آدم سر بلند کرد دید کہ در ساق عرش نوشتہ است کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المؤمنین و زوجہ فاطمۃ سیدۃ نساء العلمین والحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ آدم گفت پروردگار کیستند اینہا حق تعالیٰ فرمود کہ اینہا ذریت تواند و ایشان بہتر اند از تو و از جمیع آفریدہا ی من واگر ایشان نمی بودند ترا خلق می کردم نہ بہشت و دوزخ و نہ آسمان و زمین۔ پس زنہار نظر حسد بسوی ایشان مکن کہ ترا از جوار خود بیرون کنم پس نظر کرد بسوی ایشان بدیدۂ حسد و آرزوی منزلت ایشان کرد پس مسلط شد شیطان بر او تا خورد از میوۂ کہ اورا ازان نہی کردہ بودند و مسلط شد بر حوا تا نظر کرد بسوی فاطمہ بدیدۂ حسد تا خورد ازان درخت چنانچہ آدم خورد پس خدا ایشان را از بہشت بیرون کرد و از جوار خود بزمین فرستاد ۔" اس حدیث کے جواب میں جناب قبلہ و کعبہ جو یہ فرماتے ہیں کہ حسد یہاں بمعنی غبطہ کے ہے اور ایسا حسد مذموم نہیں ہے مگر خود جناب والا اسے یقین نہیں فرماتے اسی لئے فرماتے ہیں کہ "چرا[1] جائز نباشد کہ حسد آدم ازین قبیل بودہ باشد و چگونہ چنیں نباشد ۔" اور اگر حضرت کو یقین بھی ہو کہ یہ تاویل درست ہے تو الفاظ حدیث کے اور اس کا مضمون اس کی تائید نہیں کرتا۔ اور حسد حضرت آدم کا غبطہ نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ وہی حسد ہے جو مذموم ہے اس لئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ڈرایا تھا اور ائمہ کی منزلت کی آرزو کرنے پر مورد عتاب بلکہ ظالموں اور ستمگاروں میں محسوب ہونے کا خوف دلایا تھا۔ مگر پھر بھی آدم نے حسد کیا اور اس کی سزا پائی۔ کیا قبلہ و کعبہ نے اس وعید کو خیال نہیں فرمایا جو حق تعالیٰ کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے فایاك ان تنظر الیھم بعین الحسد فاخرجك عن جواری والقیاقد خلافا من ذلك فی نھیی وعصیانی فتکونا من الظلمین اور کیا قبلہ و کعبہ نے اس کا بھی لحاظ نہیں فرمایا کہ وہ گناہ جس کے کرنے پر ایسی بھاری سزا کا خوف اُن کو دلایا گیا تھا۔ اُن سے سرزد ہوا اور اس کی سزا انہوں نے پائی اور جنت سے نکالے گئے جیسا کہ ان لفظوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فنظر الیھم بعین الحسد وتمنی منزلتھم

---

[1] کس طرح جائز نہ ہوگا کہ آدم نے اسی طرح کا حسد کیا اور کیوں ایسا نہ ہو۔

marfat.com

فسلط علیھم الشیطان و فنظر الیھم بعین الحسد فخذ لا لذلک اگر ان کا حسد مباح اور غبطہ تھا تو خدا کا ظالم ہونا نعوذ باللہ منہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک فعل مباح پر جو آدم سے سرزد ہوا اُن کو اپنے جوار قرب سے جدا کر کے اور بہشت سے نکال کر اپنی وعید کو پورا کیا۔

اس کی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جس کی صحت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے محمدؐ و ائمہ اطہار کی ولایت کا عہد لینا چاہا مگر انہوں نے نہ کیا بلکہ اُن کا ارادہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ ابن بابویہ علل الشرائع کے باب ایک سو ایک میں تحریر فرماتے ہیں کہ العلۃ التی من اجلھا سمی اولوا العزم اولی العزم حدثنا ابی رہ عن سعد ابن عبد اللہ بن احمد بن محمد بن عیسی بن علی بن الحکم عن مفضل بن صالح عن جابر بن یزید عن ابی جعفر فی قول اللہ عزوجل ولقد عھدنا الیٰ ادم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما قال عھد الیہ فی محمد والائمۃ من بعدہ فترک ولم یکن لہ عزم فیھم انہ ھکذا وانما سمی اولوا العزم لانھم عھد الیھم محمد والہ اوصیاء من بعدہ والمھدی و سیرتہ فاجمع عزمھم ان ذلک کل والاقرار بہ پس جب کہ اس قسم کی حدیثیں انبیاء علیہم السلام کی شان میں حضرات امامیہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں اور اس پر بھی وہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے معتقد ہیں اور ان حدیثوں کو غیر قطعی الصدور فرماتے یا اُن میں تاویل کرتے ہیں تو یہ انصاف نہیں ہے کہ ہمارے یہاں کی اُن چند بے سر و پا حدیثوں سے استدلال کریں۔ جن سے صحابہ کرام کی فضیلت میں فرق آتا ہو۔ اور کیوں ہمارے جوابات اور تاویلات کو جو بہ نسبت اُن کے جوابات و تاویلات کے زیادہ قوی اور زیادہ مدلل ہیں ایسی حدیثوں کے متعلق تسلیم نہ کریں۔ مگر بات یہ ہے کہ حضرات امامیہ کو امامت کے مسئلے کی عظمت بڑھانے کے خیال نے مجبور کیا کہ ایسی حدیثیں بیان کریں جس سے امامت مثل نبوت کے سمجھی جائے خواہ اُس سے صحابہ کرام کافر ٹھہریں خواہ انبیا علیہم السلام مورد طعن و ملامت سمجھے جاویں۔

انبیاء کے متعلق اور روایتوں کا ذکر کرنا اس موقع پر میں چھوڑتا ہوں اور خاندان اہل بیت پر جو کچھ اس مسئلہ امامت کی بدولت الزام لگائے گئے ہیں انہیں بطور نمونہ کے بیان کرتا ہوں۔

یہ بات معتقدات امامیہ میں سے ہے کہ جو کوئی مدعی یا منکر امامت ہے وہ کافر ہے۔ اگرچہ

marfat.com

علوی یا فاطمی۔ فقط انکار امامت اُس کے کفر کے لیئے کافی ہے مگر تاریخ سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد بنی فاطمہ میں سے کوئی امام ایسا نہیں ہوا جس کے زمانے میں اُن کے بھائیوں اور رشتہ داروں میں سے کسی نہ کسی نے امامت کا دعویٰ نہ کیا ہو یا امامت کو کسی ایک پر منحصر سمجھا ہو۔ اور باہم امام کے اور مدعیان امامت کے کچھ نہ کچھ جھگڑا نہ ہوا ہو۔ چنانچہ شروع سے یعنی حضرت امام زین العابدین کے وقت سے اس بات کو ہم ثابت کرتے ہیں۔ بعد شہادت امام حسینؑ کے حضرت امام زین العابدین امام مانے جاتے ہیں مگر محمدؒ بن حنفیہ نے جو حضرت امام زین العابدین کے چچا تھے خود اپنے آپ کو مستحق امامت قرار دیا۔ اور حضرت امام زین العابدین سے کہا کہ بہ نسبت تمہارے میں زیادہ تر استحقاق امامت کا رکھتا ہوں۔ تم مجھ سے اس بات میں جھگڑا نہ کرو۔ اور مجھے وصی اور امام سمجھو۔ اس قصے کو جو باہم محمدؒ بن حنفیہ اور امام زین العابدین صاحب کے ہوا کتاب الحجۃ اصول کافی میں اس طور پر بیان کیا ہے عن ابی جعفر قال لما قتل الحسین ارسل محمد بن الحنفیۃ الی علی بن الحسین فخلا بہ فقال لہ یا ابن اخی قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفع الوصیۃ والامامۃ من بعدہ الی امیر المؤمنین ثم الی الحسن ثم الی الحسین وقد قتل ابوک وصلی علی روحہ ولم یوص وانا عمک وصنو ابیک وولادتی من علی فی سنی وقدمی احق بہا منک فی حداثتک فلا تنازعنی فی الوصیۃ والامامۃ ولا تحاجنی یعنی امام باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ جب امام حسینؑ مقتول ہو چکے تو محمدؒ بن حنفیہ نے ایک شخص کو بھیج کر امام زین العابدین کو بلوایا اور اُن سے خلوت میں یہ گفتگو کی کہ اے برادر زادہ من تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت وامامت کو اپنے بعد امیر المومنین کو دیا تھا اور آپ کے بعد امام حسن کو اور ان کے بعد امام حسین کو۔ اور اب تمہارے باپ مقتول ہوئے خدا اُن سے راضی ہو اور اُن کی روح پر رحمت بھیجے اور انہوں نے کسی شخص خاص کو وصیت نہ فرمائی میں تمہارا چچا ہوں اور تمہارے باپ کی برابر ہوں اور میرا پیدا ہونا بھی علی سے ہے بس بسبب میرے سن وسال اور ان امور کے جو مجھ سے بیشتر ہوئے ہیں جیسے جنگ جمل وجنگ صفین میں شجاعتیں

marfat.com

اور تجربہ کاری کے ہیں تم سے بوجہ تمہاری نئی عمر ہونے کے امامت کے لئے اولیٰ ہوں تو تم مجھ سے وصی و امام ہونے میں مباحثہ مت کرو فقال الله علی بن الحسین یا عم اتق الله ولا تدع ما لیس لك بحق انی اعظك ان تکون من الجاهلین ان ابی یا عم صلوات الله علیه اوصی الی قبل ان یتوجه الی العراق وعهد الی قبل ان یستشهد بساعة وهذا سلاح رسول الله صلے الله علیه وآله عندی فلا تتعرض لهذا فانی اخاف علیك نقص العمر وتشتت الحال ان الله جعل الوصیة والامامة فی عقب الحسین فاذا اردت ان تعلم ذلك فانطلق بنا الی الحجر الاسود حتی نتحاکموا الیه ونسأله عن ذلك قال ابوجعفر وکان الکلام بینهما بمکة یعنی اُن سے علی بن حسینؑ نے فرمایا کہ اے میرے چچا خدا کے عذاب سے ڈرو اور اپنے لئے دعویٰ ایسی چیز کا مت کرو جس کا تمہیں حق نہیں ہے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم منجملہ جاہلوں کے ہو۔ اے میرے چچا میرے باپ صلوات اللہ علیہ نے مجھ کو پہلے کوفے کے جانے سے وصیت کی تھی (یہ اشارہ ہے ام سلمہؓ کو کتب سپرد کرنے اور سفارش کرنے کا چنانچہ باب سرشتہ میں گزرچکا) اور اس وصیت میں مجھ سے سفارش اور تاکید قبل ایک ساعت راہ خدا میں مقتول ہونے کے کی۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلاح میرے پاس ہیں جوان کی نشانی ہے پس تم اس امر کی طرف توجہ مت کرو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں کوتاہی کرے اور تمہاری حالت کو آخرت میں یا دنیا میں بوجہ مسائل مشکل کے جواب سے عاجز رہنے کے پریشان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے وصی اور امام ہونا اولاد حسینؑ میں رکھا ہے یہ اشارہ آیہ اولوا الارحام سورۂ احزاب کی طرف ہے جس کا بیان حدیث دوم باب چہ نسطہ میں ہوچکا۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم کو اطمینان ہوجائے تو ہمارے ساتھ حجر اسود کے پاس چلو تاکہ ہم اُس کے سامنے اپنا قصہ بیان کریں اور جو کچھ تم نزاع کرتے ہو اُس کا سوال اُس سے کریں۔ امام محمدؑ باقرؑ کہتے ہیں کہ یہ گفتگو ان دونوں میں مکہ میں ہوئی تھی فانطلقا حتی اتیا الحجر الاسود فقال علی بن الحسین لمحمد بن الحنفیة ابدأ انت فابتهل الی الله عزوجل فسأله ان ینطق لك الحجر فابتهل محمد فی الدعاء وسأل الله ثم دعا الحجر

فلم یجیبہ فقال علی بن الحسین یا عم لو کنت وصیا و اماما لاجابک قال لہ محمد فادع اللہ انت یا ابن اخی و سألہ فدعا اللہ علی بن الحسین لما اراد ثم قال اسالک بالذی جعل فیک میثاق الانبیاء و میثاق الاوصیاء و میثاق الناس اجمعین لما اخبرتنا من الوصی والامام بعد الحسین بن علی قال فتحرک الحجر حتی کاد ان یزول عن موضعہ ثم انطقہ اللہ بلسان عربی مبین فقال اللھم ان الوصیۃ والامامۃ بعد الحسین بن علی و فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ لک قال فانصرف محمد بن علی وھو یتولی علی بن الحسین۔ یعنی دونوں صاحب چل کر حجر اسود کے پاس آئے (ظاہر یہ ہے کہ یہ معاملہ رات کو ہوا ہوگا تاکہ مخالف مطلع نہ ہوں) اور بعض کا محمد بن حنفیہ کی طرف سے یہ عذر کرنا کہ یہ معارضہ حق ظاہر ہونے کے لئے تھا کچھ ٹھیک نہیں بقرینہ اس کے کہ انہوں نے خلوت میں بھی معارضہ کیا تھا چنانچہ پہلے بیان ہوا۔ پس علی بن الحسین نے محمد بن حنفیہ سے کہا کہ تم ابتدا کرو کہ دعوی بزرگ تری کرتے ہو خدا کے سامنے تضرع کرو اور اُس سے یہ درخواست کرو کہ تمہارے لئے حجر کو گویا کرنے۔ پھر حجر سے دریافت کرنا۔ محمد بن حنفیہ نے دعا میں تضرع کر کے خدائے تعالیٰ سے اپنے مطلب کی استدعا کی اس کے بعد حجر کو پکارا تو اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ علی بن حسین نے کہا کہ اے چچا اگر تم وصی و امام ہوتے تو تم کو یہ جواب دیتا۔ محمد بن حنفیہ نے اُن سے کہا کہ اے بھتیجے تم بھی خدا سے دعا کرو اور اس سے سوال کرو۔ پھر علی بن حسینؑ نے جو چاہا خدا سے دعا کی اور حجر سے کہا کہ میں تجھ کو اُس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے تجھ میں رسولوں کے پیمان رکھے ہیں۔ جنہوں نے نبوت کے بعد رسالت کو پایا کہ اگر استطاعت رکھیں گے تو ہر سال تیرے پاس آئینگے تاکہ لوگ مسائل دین کو ان سے لیں اور پیروی ظن کی نہ کریں۔ اور بعد انبیاء کے اُن کے اوصیا کے پیمان تجھ میں رکھے کہ اگر استطاعت رکھیں تو ہر سال تیرے پاس آویں۔ اور پیمان مردم کو تجھ میں رکھا ہے کہ جب کبھی مدت العمر میں استطاعت ہو تو ایک بار تیرے پاس آویں اور مسائل دین کو حاصل کریں اور جو لوگ نہ آئے ہوں ان کو خبر دیں۔ تاکہ کوئی احکام الٰہی میں پیروی ظن نہ کرے۔ تو اور کچھ کام مت کر مگر یہ کہ ہم کو بتلا کہ بعد حسین بن علیؑ کے

marfat.com

وصی و امام کون ہے۔ امام باقرؑ کہتے ہیں کہ حجر نے حرکت کی اور قریب تھا کہ اپنی جگہ سے نکل پڑے۔ بعد اس کے اُس کو اللہ تعالیٰ نے زبان عربی فصیح میں اس طرح گویا کیا کہ وصی و امام ہونا بعد حسین بن علی و پسر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمہارے لئے ہے۔ امام باقرؑ کہتے ہیں کہ پھر محمد بن علی چلے آئے اور علی بن حسین کو اپنا امام سمجھتے رہے۔

اس حدیث سے اور کچھ نہیں تو یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ محمد بن حنفیہ نے امامت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور مجرد دعویٰ کرنا اُن کی تکفیر کے لئے کافی ہے۔ اگر بعد اس کے انہوں نے امام زین العابدین امام سمجھا تو گویا وہ کفر سے تائب ہوئے مگر تھوڑے دن تک اُن کے مرتد رہنے میں تو شک و شبہ نہیں۔

اب زید شہید کا حال سنئے۔ کتاب الحجہ اصول کافی مسمی بالصافی تصنیف ملا خلیل مطبوعہ نول کشور صفحہ ۱۲۱ میں ابو جعفر محمد بن نعمان احول بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن علی بن الحسین نے انہیں بلایا۔ اور اُس وقت حضرت زید چھپے ہوئے تھے۔ میں ان کے پاس گیا تب حضرت نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی ہم میں سے کوئی خروج کرے تو تم اس کے ساتھ خروج کروگے میں نے کہا کہ اگر تمہارے باپ یعنی حضرت امام زین العابدین یا تمہارے بھائی امام محمد باقر خروج کریں۔ تو میں ان کا ساتھ دوں گا۔ تب زید شہید نے فرمایا کہ میں ہشام بن عبدالملک خلیفہ بنی امیہ پر خروج کرنا چاہتا ہوں تم میرا ساتھ دو۔ میں نے جواب دیا میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اگر دنیا میں امام معصوم مفترض الطاعۃ موجود ہے تو جو شخص کہ تمہارا ساتھ نہ دے ناجی ہے اور جو تمہارے ساتھ خروج کرے وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہے۔ ملا خلیل اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بنا بر این شق ظاہر ست فسق زید و تابعان او در ان خروج کہ مبنی ست بر مذہب ظاہر الفساد او کہ با فاطمی بودن اجتہاد و خروج بسیف را شرط امامت مے شمردہ غرضکہ اس سے حضرت زید شہید کا فاسق ہونا اور ان کا ہشام بن عبدالملک پر خروج کرنا حضرات شیعہ کے پیشواؤں کے نزدیک ایسا گناہ تھا کہ وہ خود ہلاک ہونے والوں میں داخل ہیں۔ اور جس کسی نے ان کا ساتھ دیا۔ اور جو لوگ اُن کے ساتھ شہید ہوئے وہ از روئے مذہب اہل تشیع کے اور بموجب اس روایت کے گنہگار اور ہلاک ہونے والوں میں سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس کا سبب صرف یہی ہے کہ حضرت زید نے خروج کیا اور امامت کا دعویٰ فرمایا اور وہ درحقیقت امام معصوم

marfat.com

مفترض الطاعۃ نہ تھے۔ اور اُن کا مذہب بھی از روئے اصول اہل تشیع کے فاسد تھا کہ وہ صرف فاطمی ہونا امامت کی شرط نہ مانتے تھے۔ بلکہ اس کے ساتھ اجتہاد اور جہاد کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ غرضکہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرات شیعہ حضرت امام زین العابدین کے اس فرزند کو جس نے بنی امیہ پر خروج کیا اور جس نے شہادت کا درجہ پایا کس منہ سے فاسق اور بوجہ دعوی امامت کے کافر سمجھتے ہیں اور امامت کے اصول کو بہ نسبت زید شہید کے زیادہ سمجھنے کا دعوی کرتے ہیں۔

اگر در حقیقت امامت کی شرائط اور اس کے اصول وہ ہیں جو حضرات شیعہ مانتے ہیں تو اس بات کو تسلیم کرنا ضرور ہے کہ یہ وہ شرائط ہیں جس کو حضرت زید شہید نہیں سمجھے تھے۔ اور یہ وہ اصول ہیں جو حضرت امام زین العابدین نے اپنے فرزند دلبند زید کو نہیں بتائے تھے اور اسی لئے احول کا جواب سُن کر حضرت زید شہید متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ اے ابو جعفر میرے باپ کو مجھ سے ایسی محبت تھی کہ میں اُن کے ساتھ کھانے پر بیٹھتا تو وہ گرم لقمے کو ٹھنڈا کر کے مجھے کھلاتے تاکہ گرم لقمے سے مجھے تکلیف نہ ہو۔ تو کیا مجھے وہ دوزخ کی آگ سے نہ ڈرلتے اور جن چیزوں میں آخرت کی نجات ہے اس کی تجھے خبر کرتے اور مجھ سے نہ کہتے۔ گویا اس کہنے سے حضرت زید شہید نے احول کی تکذیب کی اور اُن اصول کو امامت کے جسے شیعہ مانتے ہیں باطل ٹھہرایا۔ اب ذرا احول کا جواب سنئے کہ وہ زید شہید کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس لئے آپ کے باپ نے آپ کو خبر نہیں دی کہ انہوں نے خوف کیا ہوگا کہ اگر تم ان کی بات کو نہ مانو گے تو داخل جہنم ہو گے۔ اور مجھ سے کہا کہ اگر میں اُسے نہ مانوں تو اُن کو میرے دوزخ میں جانے کی کیا پرواہ ہے اس روایت کو کافی کی جو معتبر ین کتب احادیث شیعہ سے ہے اور جس کا درجہ صحت کا خدا کی کتاب سے کم نہیں دیکھ کر ہر شخص متعجب ہوگا کہ امام نے اپنے ایک بیٹے کو تو امام بنایا اور اپنا وصی کیا اور اس کو معصوم اور مفترض الطاعۃ قرار دیا اور غیروں کو اس کی طاعت کی ترغیب دی اور امامت کے اصول سمجھائے اور دوسرے بیٹے کو نہ صرف ان چیزوں سے محروم رکھا اور وراثت سے خارج کیا بلکہ امامت کی حقیقت بھی نہ بتائی اور نہ جس کو وصی قرار دیا تھا۔ اور جو ان کے بعد امام ہونے والا تھا اس کی کیفیت سے آگاہ کیا بلکہ اُن کو غفلت میں رکھا اور گمراہی کی راہ پر چلنے کے لئے کوئی روک نہ رکھی جس کے سبب سے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کے حقوق کو نہ پہچانا اُس کے حقوق کا خیال نہ

marfat.com

رکھا بلکہ خود اس کا مدعی ہوا۔ اور امامت کا دعویٰ کر کے نہ صرف انکار امامت کی وجہ سے بلکہ امامت کے دعوے کے سبب کافر اور مخلد فی النار ہونے کا مستحق ٹھہرا۔ اور باوجود اس کے کہ ایسی روایتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور ان اصولوں کو مانتے ہیں اور ائمہ کے حقیقی بھائیوں کو اصول امامت سے بے خبر سمجھتے ہیں اور امام کو اپنے بیٹوں سے بھی گویا ایک نوع تقیہ باز قرار دیتے ہیں۔ اور پھر صحابہ پر صرف خلافت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں اور ان کو منکر نص امامت کہتے ہیں۔ جبکہ حضرت امام زین العابدین نے اپنے فرزند دلبند نور نظر پارۂ جگر زید شہید کو امامت کی حقیقت نہ بتائی اور اُس کے اصول نہ سمجھائے اور اُن کے بعد جو امام ہونے والا تھا اُس کی اطاعت کے لئے ہدایت نہ فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے امامت کا دعویٰ کیا اور خروج فرمایا اور شہید ہوئے جس کو موافق اصول شیعوں کے کہنا چاہئے کہ ہلاک ہوئے یا خودکشی کی۔ تو ایسے فرقے سے کیا تعجب ہے کہ وہ صحابہ کو انکار خلافت کی وجہ سے کافر و مرتد کہیں۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ اعتقاد حضرت ابو جعفر احول کا تھا اور اسی کے نزدیک حضرت زید شہید نائق تھے بلکہ یہی خیال حضرت امام جعفر صادقؓ کا تھا۔ اس لئے کہ جب احول نے حضرت زید سے ملنے اور اس طور سے گفتگو کرنے کا ذکر امام جعفر صادقؓ سے کیا تو انہوں نے اس کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ تم نے خوب ہی زید کو پکڑا اور آگے اور پیچھے اور اوپر نیچے کہیں بھی کوئی راہ اُن کے نکلنے کی نہ چھوڑی۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام جعفر صادق کے نزدیک بھی زید شہید کا خروج ناجائز تھا۔ اور ان کے ساتھی ہالک اور مستحق دوزخ تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ جیسا کہ شرح اصول کافی مسمیٰ بالصافی کی کتاب الحجۃ میں ملا خلیل کافی کی حدیث کے ترجمے میں فرماتے ہیں کہ احول کہتے ہیں کہ پس حج کردم پس حکایت کردم امام جعفر صادقؑ را سخن زید وآنچہ گفتہ اورا پس گفت مرا گرفتی اورا از پیش او و از پس او و از جانب دست راست او و از جانب دست چپ او و از بالای سر او و از زیر قدمہای او و وا نگذاشتی برای او راہی کہ بآن راہ رود۔

یہ گفتگو جو درمیان احول اور حضرت زید شہید کے ہوئی یہ اس زمانہ کی ہے جب کہ ان کے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین اور ان کے بھائی امام محمد باقر وفات پا چکے تھے۔ اور امام جعفر صادق اُن

؎ پھر میں نے حج کیا اور امام جعفر صادقؓ سے زید شہید ابن امام زین العابدین کا ماجرا اور ان کا جواب و سوال کہا اس پر امام جعفر صادقؓ نے مجھ سے فرمایا تم نے اسے آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے اس طرح جکڑا کہ اس کے نکلنے کی کوئی راہ نہ چھوڑی۔

marfat.com

کے بھتیجے امامت پر تھے۔ اس لئے کہ ملا خلیل کافی میں کہتے ہیں کہ احول ذکر امام محمد جعفر صادقؑ نکرد و بفرض پدر و برادر اکتفا کرد برای تقیہ و خوف افشا چہ بر امام رفتہ گرفت گیرے نیست و خروج زید در صد و بست و یک ہجری بودہ۔ و انتقال امام محمد باقرؑ از دار دنیا در صد و چہاردہ ہجری بودہ۔ اس سے تو صرف ثابت یہ ہوتا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ کی امامت کے منکر تھے۔ لیکن ایک دوسری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زید شہید اپنے بھائی امام محمد باقر کی بھی امامت کے منکر تھے۔ اور نہ صرف منکر تھے بلکہ جو شرط امام میں اُن کے نزدیک ہونی چاہئیں وہ اُن میں نہ تھیں۔ اور اس امر کو کچھ انہوں نے پوشیدہ نہ رکھا تھا بلکہ خود امام محمد باقرؑ نے خفا ہو کر ان کا امامت کی قابلیت نہ رکھنا ان کے منہ پر کہہ دیا تھا جیسا کہ کافی میں لکھا ہے کہ حضرت زید شہید اپنے بھائی امام محمد باقرؑ کے پاس آئے اور ان کے پاس چند خطوط کوفیوں کے تھے جن میں لکھا تھا کہ آپ کوفہ کو آیئے۔ آپ کیلئے لشکر جمع ہے اور بنی امیہ پر خروج کیجئے۔ حضرت امام باقرؑ نے کہا کہ یہ خطوط ابتدا ہیں کوفیوں کی طرف سے ہمارے حق کی پہچان کے اور ہماری قرابت کے جو رسول اللہ سے ہے اور ہماری دوستی اور اطاعت کے فرض ہونے کی جیسا کہ وہ خدا کی کتاب میں پاتے ہیں۔ پھر یہ بھی امام باقرؑ نے فرمایا کہ امام مفترض الطاعۃ ایک ہی ہوتا ہے تمام رشتہ داروں میں سے پیغمبر کے۔ اور خدائے تعالیٰ صبر و تقیے کا حکم دیتا ہے۔ اُن کو اس زمانے میں جبکہ ظالموں کا تسلط ہو۔ اور امام حسینؑ کے بعد سے تا مہدی آخر الزمان تمام امام مامور بصبر ہیں۔ اور خدا نے اس کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے۔ اور مہدی موعود کے زمانہ تک صبر لازم ہے۔ پیش باید کہ سبک عقل نکند البتہ تراان جمیکہ یقین بربوبیت رب العالمین ندارند و بدرستی کہ ایشان اصلاً فائدہ نمی رسانند و دفع از تو عذابی را از جانب اللہ تعالیٰ کہ در قیامت باشد

۱؎ ابو جعفر احول نے صرف والد و برادر کے الفاظ ادا کئے ہیں۔ افشائے راز کے خوف اور تقیہ کے مدنظر امام محمد جعفر صادقؑ کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ گزشتہ امام پر کسی قسم کی گرفت نہ جانی ہے۔ زید شہید ابن امام زین العابدین نے ۱۲۱ھ میں خروج کیا ہے اور امام محمد باقرؑ نے ۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا ہے۔

۲؎ تمہاری عقل کو وہ لوگ مار رہے ہیں جو اللہ کی ربوبیت کا یقین نہیں رکھتے۔ اور یہ لوگ روز محشر اللہ کا عذاب تم سے دور نہیں کر سکیں گے۔ اور تمہیں مطلق فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور جب کہ تم امام ہی نہیں ہو تو تم نے خروج کیوں کیا؟ قبل از وقت کوئی کام نہ کرد اور اللہ نے جن چیزوں میں عاجز بنایا ہے ان میں پیش قدمی نہ کرد۔ اور محنت و کوشش کر کے خود کو پست نہ بناؤ۔

marfat.com

برای اینکہ اگر امام نبودی چرا خروج کردی۔ پس پیش از وقت کاری را مکن و پیش گیری مکن در حکم چیزی اللہ تعالیٰ را کہ عاجز کند ترا محنت پس بیندازد ترا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام باقرؑ حضرت زید کے ارادے کو نہ صرف برا سمجھتے تھے بلکہ اُسے عذاب الٰہی جانتے تھے اور امام نہ ہونے کی حالت میں ان کے خروج کو قیامت کے دن مستحق ذلت اور سزا سمجھتے تھے۔ اور نہ صرف سمجھتے تھے بلکہ انہوں نے صاف صاف اپنے بھائی زید سے کہہ بھی دیا۔ یہ سن کر حضرت زید غضبناک ہوئے اور اپنے بھائی سے کہنے لگے کہ تم امام نہیں ہو۔ بلکہ میں امام ہوں۔ کیونکہ تلوار لے کر خروج کرنا امامت کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے جو مجھ میں ہے نہ تم میں۔ اور امام وہ نہیں ہے جو گھر میں بیٹھا رہے اور اپنے اوپر پردے لٹکائے رکھے اور جہاد سے بچتا رہے۔ بلکہ امام وہ ہے کہ جو اپنے ملک کو ضرر سے بچائے اور خدا کی راہ میں جہاد کرے۔ چنانچہ الفاظ کافی یہ ہیں فغضب زید عند ذلک ثم قال لیس الامام منا من جلس فی بیتہ و ارخی سترہ وثبط عن الجھاد ولکن الامام منا من منع حوزتہ وجاھد فی سبیل اللہ حق جہادہ ودفع عن رعیتہ وذب عن حریمہ اور ملا خلیل جواس کی شرح میں فرماتے ہیں اُس کے یہ الفاظ ہیں پس غضبناک شد زید نزد آن۔ ایما باینکہ تو امام نیستی و من امام لبدانان برائے این کہ خروج بسیف یکی از شروط امامت ست آن در من ست نہ در تو۔ گفت نیست امام از جملۂ ما اہل بیت رسول کسیکہ نشستہ خانۂ خود وآویخت پردۂ خود را وکارہ شد از جہاد وامر بترک جہاد کرد ولیکن امام از ماکسی ست کہ نگہداری کرد از ضرر مملکت خود را و جہاد کرد در راہ اللہ تعالٰے و منع کرد ضرر را از رعیت خود و راند ضرر را از نگا بداشتن خود اس پر امام باقرؑ نے فرمایا کہ اے میرے بھائی تم اپنے علم یقینی سے کیا اس بات کو جانتے ہو کہ تم میں امامت کے وہ خواص ہیں جس کو تم نے اپنے نفس سے منسوب کیا ہے۔ اگر ہے تو خدا کی کتاب یا سُنت پیغمبر سے اُس کو پیش کرو۔ یا پچھلے زمانے میں کوئی امام

لے غرضکہ امام محمد باقرؑ نے زید پر غصہ ہوتے ہوئے کہا سنو تم امام نہیں بلکہ میں امام ہوں کیونکہ تلوار لیکر خروج کرنا امامت کی ایک شرط ہے جو مجھ میں ہے اور تم میں نہیں ہے نیز کہا وہ شخص ہم اہل بیت میں سے امام نہیں ہو سکتا جو اپنے گھر میں پردے میں بیٹھ رہے اور جہاد ترک کرتے ہوئے دوسروں کو بھی ترک جہاد کا حکم دے بیسنو ہم میں سے امام وہ شخص ہے جو اپنے ملک کو نقصانات سے محفوظ رکھے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور رعایا سے تکالیف دور کرنے کو پیش نظر رکھے۔

marfat.com

ایسا گزرا ہو کہ اُس کی صفات تمہارے موافق ہوں۔ اور یہ کہ جب تک تلوار لے کر اس سے خروج نہ کیا۔ ہو تو وہ امام نہ ہو۔ اور اس حالت میں زمانہ امام سے خالی رہا ہو۔ اگر خروج بالسیف امامت کے لئے ضروری ہے تو لازم آتا ہے کہ امام زین العابدین امام نہ ہوں یا اوائل رسالت میں جبکہ پیغمبر خدا مامور بجہاد نہ تھے اور غار میں پوشیدہ ہوئے تھے۔ رسول نہ ہوں۔ چنانچہ اصل عبارت شرح کافی یہ ہے۔ پس گفت امام محمد باقرؑ آیا می شناسی بعلم یقینی ای برادر سن از خود ت چیزے را آنچہ نسبت وادی نفس خود را بوی آنکہ خواص امام باشد پس آوری برای چیز گواہی یقینی را از کتاب اللہ تعالیٰ یا برہان یقینی را از سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یا زنی بآن چیز مثل کہ اللہ تعالےٰ در ایام گزشتہ کسی را امام کردہ باشد کہ صفات او موافق صفات تو باشد مثل آنکہ جہل باحکام الٰہی داشتہ باشند واجتہاد۔ و مثل اینکہ یادامیکہ خروج بسیف نکردہ باشد امام نباشد و زمانہ خالی از امام باشد و چوں خروج کند امام شود پس لازم آید کہ علی بن الحسین امام نباشد وایضاً رسول علیہ السلام در اوائل رسالت امور بجہاد نبود و در غار پنہان شد امام نباشد۔ وایضاً مملکت امام کل روی زمین

۱ـ پھر امام محمد باقرؑ نے کہا کہ اے بھائی! کیا تم اپنے علم یقینی سے یہ بات جانتے ہو کہ تم میں امامت کی وہ خصوصیات ہیں جو تمہاری ذات میں موجود ہیں بصورت اثبات اپنے اس حق کے ثبوت میں حکم قرآن یا سنت نبوی یا کوئی ایسا واقعہ پیش کرو کہ اللہ نے گزشتہ زمانہ میں تمہاری جیسی صفات والے کو امام بنایا ہو۔

۲ـ مثلاً یہ کہ احکام الٰہی سے ناواقف ہونے کے باوجود وہ خود اجتہاد کرتا ہو اور یا یہ کہ جب تک اُس نے تلوار لے کر خروج نہ کیا ہو وہ امام نہ مانا گیا ہو۔ اور اس سے زمانہ امامت سے خالی ہو۔ اور جب یہ شخص کرے تو امام ثابت ہو جائے۔ اس نظریہ کے تحت تو یہ لازم آتا ہے کہ علی بن حسین یعنی امام زین العابدین امام نہ تھے اور رسول خدا جو ابتدائی رسالت کے زمانے میں مامور بہ جہاد نہ تھے بلکہ غار حرا میں چھپے ہوئے تھے امام نہ تھے اور یاد رکھو کہ امام کی ملکیت تمام روئے زمین اور رسول نے پورا جہاد نہیں کیا اس قسم کی دوسری مثالیں گزشتہ انبیاء و اوصیاء کی بکثرت موجود ہیں اور اللہ نے جنس حلال کو حلال اور حرام کو حرام کر کے قرآن کریم میں محکم فرمایا اور ائمہ حق و باطل کی مثالیں دی ہیں اور ان کے طریقے بیان کئے ہیں اور اللہ نے اپنی نگرانی میں امام کو اپنی امارت دی ہے اور یاد رکھو کہ مجتہد اس وقت امام بن سکتا ہے جبکہ اللہ اس سے پہلے کچھ کام کرے اور پھر وہ راہ الٰہی میں کوشش کرے۔

marfat.com

ست وجہاد کل از رسول واقع نشد وامثال اینہا در انبیای سابق و اوصیای ایشان بسیار ست چہ بدرستیکہ اللہ تعالےٰ حلال کردہ جنس حلال را وحرام کردہ جنس را در محکمات کتاب خود لازم کردہ لازمی چند را وزدہ مثلے چند را برای ائمہ حق وائمہ باطل طریقت خود کردہ وائمہ حق و باطل طریقتی چند را ونگر و انیدہ امامی را کہ ایستادہ است بامارت اللہ تعالیٰ در شبہ ورانچہ نہی انہ اختلاف وپیروی ظن ہست چہ دران صریح ست در اینکہ مجتہد امام نیست نامبادا کہ سبقت گیرد بر اللہ تعالیٰ بکارے پیش ازان جائے تاآن کار باجتہاد کند ودرراہ او پیش از حلول اہل آن جہاد۔ انتہی شرح اصول کافی صفحہ ۴۹ ۴۵۰ ہم

پھر بعد اور بہت سی باتوں کے اور بہت سی نصیحتوں کے حضرت امام باقرؑ نے فرمایا کہ کیا تم ابوبکر وعمر وعثمان کے طریقوں کی تجدید کرنا چاہتے ہو جنہوں نے رسول خدا کی مخالفت کی اور اپنی رای اور اجتہاد کے تابع ہوئے اور خلافت کا دعویٰ کیا بغیر اس کے کہ اُن کے پاس کوئی دلیل خدا کی جانب سے یا کوئی وصیت رسول کی طرف سے ہوتی۔ اور پھر فرمایا کہ اے میرے بھائی میں خدا سے تجھے پناہ دلاتا ہوں کہ تو کناسہ میں سولی دیا جائے چنانچہ اصل عبارت کافی کی یہ ہے اتریدیا اخی ان تحیی ملۃ قوم قد کفروا بایات اللہ وعصوا رسولہ واتبعوا اھواءھم بغیر ھدی من اللہ وادعوا الخلافۃ بلا برھان من اللہ ولا ھدی من رسولہ اعیذک باللہ یا اخی ان تکون ھذا المصلوب بالکناسۃ ثم ارفضت عیناہ وسالت دموعہ ثم قال اللہ بیننا وبین من ھتک سترنا وجحدنا حقنا وافشی سترنا ونسبنا الی غیر جدنا وقال فینا مالم نقلہ فی انفسنا اور اس کا ترجمہ ملا خلیل صاحب یہ فرماتے ہیں۔ ایا می خواہی کہ تجدید کنی طریقت جمعی را کہ منکر شدند آیات محکمات اللہ تعالیٰ را کہ در انہا نہی از اختلاف وپیروی ظن ہست مراد ابوبکر وعمر وعثمان وسائر ائمہ ضلالت ست کہ مخالفت

سلہ کیا تمہاری خواہش یہ ہے کہ تم ان لوگوں کی ملت کی تجدید کرو جو آیات الٰہی کے منکر ہیں۔ اور اپنے خیالی و ظن سے آیات الٰہی کو کام میں لاتے ہیں۔ یعنی ابوبکر وعمر وعثمان اور دیگر ائمہ ضلالت وگمراہ جنہوں نے رسول کی مخالفت کی اور اپنی رایوں کی پیروی کی اور بغیر اجازت الٰہی خود ہی اجتہاد کیئے۔ اور ر اللہ کی دلیل کے بغیر خلافت رسول کے مدعی ہو گئے۔ اور رسول اللہ نے انہیں خلیفہ بنانے کی کوئی وصیت نہیں کی اے بھائی اللہ سے پناہ مانگو جبکہ امام محمد باقرؑ نہ ہوں گے اور امام جعفر صادق امام ہوں گے۔ اس کے بعد امام (باقی ۱۶۵ پر)

marfat.com

کردند رسول او را و تابع شدند رایہای و اجتہادات خود رابی راہنمائی از جانب اللہ تعالےٰ و دعوی کردند خلافت رسول رابی برہانی از جانب اللہ تعالےٰ و نہ وصیتی از جانب رسول او بناء مید ہم ترا باللہ تعالیٰ ای برادرم از ینکہ واقع در روزگار امام محمد باقر نمی شود چہ در روزگار امامت امام جعفر صادق شد بعد از ان اشک وا و چشم امام محمد باقر د جاری شد اشکہای او بعد از ان گفت اللہ تعالیٰ قاضی ست میان ما و میان جمعی کہ دریدند پردہ ما را بیان شرک ائمہ ضلالت و جمعیکہ بر راہ ایشان می روند باشد و منکر دانستہ شدند حق ما اکہ اطاعت باشد خواہ در امر بصبر و تقیہ وخواہ در غیر آن و فاش کردند راز ما را کہ دعوی امامت باشد و نسبت دادند ما را بغیر مرتبہ بزرگی ما باین معنی کہ باعث این شد ندکہ در سال صد و چہل ہجری اظہار دولت حق نشود چنانچہ مے آید در حدیث اول باب ہشتاد و یکم و گفتند ما چیزے را کہ نگفتیم در خود اشارات باین ست کہ خیال ایشان این ست کہ ما با وجود افشای سر ارادہ خروج داریم و این باعث آزار ما می شود و حال آنکہ ما ارادۂ آن نداریم تا وقت ظہور مہدی موعود۔

یعنی یہ کہہ کر امام باقرؑ کی آنکھوں سے پانی جاری ہونے لگا اور فرمانے لگے کہ خدا فیصلہ کرنے والا ہے ہمارے درمیان اور اُن لوگوں کے جنہوں نے ہماری پردہ دری کی اور ان لوگوں کے کہ جو اُن کی راہ پر چلتے ہیں اور ہمارے حق و اطاعت جو اُن پر فرض ہے اُس کے منکر ہیں۔ یا صبر و تقیہ جس کا حکم ہے۔ اس کے سبب سے ہم پر انکار کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت اس بات کا ہوگا کہ حضرت زید شہید مدعی امامت تھے اور امام باقر کی امامت

دبقیہ ۱۶۴) امام محمد باقر نے روتے ہوئے کہا ہمارے اور ان کے درمیان اللہ فیصلہ کرے گا جنہوں نے ہماری پردہ دری کی ہے۔ اور وہ ائمہ گمراہی و شرک کے پیرو ہیں۔ اور ہمارے حقوق کا انکار کرتے ہیں حالانکہ انہیں ہر حال میں خواہ صبر ہو یا تقیہ ہو۔ آہ انھوں نے ہمارا راز فاش کر دیا۔ اور خود امامت کے مدعی بن بیٹھے اور مرتبہ بزرگی حاصل کئے بغیر ہم کو بزرگی سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ۱۴۰ھ میں حق کی حکومت نہ ہوگی جیسا کہ حدیث اول کے باب (۸۱) میں ہے ہم سے کسی نے نہیں کہا لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ افشار راز کے باوجود ہمارا ارادہ خروج کا ہے جو ہمارے آزار کا سبب بھی ہے اور حالت یہ ہے کہ امام مہدی موعود کے ظہور تک ہم خروج کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

marfat.com

سے منکر۔ اور امام باقرؑ اپنے بھائی زید کو دعویٰ امامت اور خروج بالسیف کے سبب سے قیامت کے دن مستحق عذاب الٰہی جانتے تھے۔ اور انہیں ابوبکر و عمر و عثمان کے طریقوں کے تجدید کرنے والا اور منجملہ ائمۂ ضلالت سمجھتے تھے۔

اب یہ امر دیکھنا ہے کہ حضرات علماء امامیہ حضرت زید شہید کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور اس دعوی امامت کی نسبت جو انہوں نے کیا تھا کیا فرماتے ہیں۔ اور باوجود اس دعوے کے ان کو فسق اور کفر سے کیونکر بچاتے ہیں۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ عموماً اعتقاد حضرات شیعہ کا نسبت حضرت زید شہید کے اچھا ہے اور اُن کو بعد حضرت امام محمد باقرؑ کے افضل اور صاحب ورع و عبادت سمجھتے ہیں۔ اور دعوی امامت کی نسبت فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لئے نہیں کیا بلکہ وہ اپنے بھائی امام محمد باقرؑ ہی کو امام سمجھتے تھے۔ اور ان کا خروج اپنی امامت کے لئے نہ تھا بلکہ اس سے سبب ہی دوسرا تھا۔ جناب مولنا مولوی دلدار علی صاحب مرحوم تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں جس میں زید شہید کے دعوی امامت کا ذکر ہے۔ فرماتے ہیں کہ شیخ مفید در ارشاد خود می فرماید کہ زید بن علی بعد امام باقر افضل برادران و صاحب ورع و عبادت و فقاہت بودہ و بسخاوت و شجاعت موصوف۔ و خروج بشمشیر نمودہ و امر بمعروف و نہی از منکر کردہ و طلب خون جناب سید الشہداء می نمود۔ و بسیارے از شیعیان اعتقاد بامامت او داشتند و منشای این اعتقاد آنہا این بود کہ چون دیدند کہ او خروج بشمشیر

لہ شیخ مفید کا ارشاد ہے کہ امام محمد باقرؑ کے بعد زید بن علی اپنے بھائیوں کی بہ نسبت صاحب تقوی و عبادت تھے۔ بڑے سخی اور جیوٹ تھے۔ شمشیر بکف ہو کر خروج کیا۔ امر معروف اور نہی منکر کرتے۔

سکہ اور سید الشہداء کا خون بہا مانگتے تھے۔ اکثر شیعہ ان کی امامت کے معتقد تھے اور اس اعتقاد کا مطلب و منشا یہ تھا کہ جب انہوں نے زید شہید کو تلوار لئے خروج کرتے اور آل محمدؐ کی جانب سے امامت کا مدعی دیکھا تو سمجھے کہ اس سے ان کا صرف نفس مراد ہے حالانکہ وہ نفس پر درنہ تھے بلکہ اس امر کے اقراری تھے کہ امامت کا حق ان کے بڑے بھائی امام محمد باقرؑ کو ہے جو مرتے وقت اپنے بیٹے محمد صادق کی امامت کی وصیت کر گئے تھے۔ زید کے خروج کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ ایک دن خلیفۂ وقت ہشام بن عبدالملک کے پاس گئے اور خلیفہ نے شامیوں کو حکم دیا کہ وہ اس طرح سے مجلس خلافت میں تنگی پیدا کریں اور جمع ہو جائیں کہ زید اس کے دبتی لکا (باقی)

marfat.com

نمود و دعوی می کرد بطرف الرضا من آل محمد گمان کردند کہ مرادا و ازیں صرف نفس خود شس ست وچنین نبود چہ وعارف بود باینکہ منصب امامت حق برادر بزرگوار او جناب امام محمد باقر ست داد وصیت کردہ بود در آخر وقت بحضرت صادق - و سبب خروج او این بود کہ روزے پیش ہشام بن عبدالملک کہ خلیفہ وقت بود رفت خلیفہ امر نمود باہل شام کہ در مجلس او حاضر بودند کہ چنان در مجلس تنگی نمائید کہ زید تا بپیش خلیفہ نرسد زید گفت کہ ہیچ یک از بندگان خدا فوق این نیست کہ وصیت بتقوی نماید و من ترا وصیت می کنم بر پرہیز گاری۔ ہشام گفت کہ تو خود را از اہل خلافت می پنداری وحالانکہ تو ام ولدی۔ زید گفت مادر جناب حضرت اسمٰعیل ام ولد بود وحال اینکہ مرتبۂ نبوت نزدیک خدا فوق تر از مرتبۂ خلافت ست۔ وچون ہشام زید را از لشکر خود بیرون کرد زید در کوفہ آمدہ خروج نمود و مردمان بسیار بادبیعت کردند وآخر نقض بیعت نمودند واو شہید شد وچون خبر شہادت او بجناب صادق رسید بسیار غمگین وملول گردید وکسانیکہ با زید شہید شدہ بودند لک دینار بورثۂ آنہا حضرت صادق از مال خود تقسیم نمود۔ انتہی وچون عبداللہ کاذب الغادر میان ہشام بن الحکم وہشام بن عبدالملک امتیاز نمودہ این مناظرہ را بہ مناظرۂ امامت رجمابالغیب حمل نمودہ انتہی۔

اگرچہ جناب قبلہ وکعبہ نے حضرت زید شہید کو کفر سے بچانے کے لئے بہت کوشش کی

(بقیہ ملے کا) پاس پہنچ نہ سکیں۔ اس نوبت پر زید نے کہا کہ کوئی بندۂ خدا ایسا نہیں جو خوف الہٰی کا حکم دے۔ اور اے خلیفہ میں تمہیں پرہیز گاری کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ خلیفہ نے جواباً کہا اے زید تم اپنے تئیں اہل خلافت تصور کرتے ہو حالانکہ تم لونڈی بچہ ہو۔ اس پہ زید نے کہا کہ حضرت اسمٰعیل کی جانب میں تو لونڈی زادہ ہوں اور حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک خلافت کی بہ نسبت نبوت کا درجہ بلند ہے۔ پھر جب ہشام نے اپنے لشکر سے زید کو باہر نکال دیا تو زید نے کوفہ میں آکر خروج کیا۔ اکثر لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی مگر آخر میں بیعت توڑدی اور پھر زید شہید ہو گئے۔

ملہ جب ان کی شہادت کی اطلاع امام جعفر صادق کو ملی تو وہ سخت غمگین و ملول ہوئے اور جو لوگ کہ زید کے ساتھ شہید ہوئے تھے ان کے ورثا کو ایک لاکھ اشرفیاں امام صادق نے اپنی دولت میں سے تقسیم (باقی ص۱۶۸ پر)

marfat.com

مگر وہ اس بات کے ثابت کرنے میں کامیاب نہ ہوئے کہ حضرت زید شہید نے امامت کا دعویٰ نہ کیا تھا۔ اور نہ اس امر کے ثبوت پیش کرنے میں کہ حضرت زید شہید امام محمد باقر کو امام سمجھتے تھے۔ بلکہ بعد دیکھنے اُن روایتوں کے جو ہم نے اصول کافی سے اوپر نقل کی ہیں قبلہ وکعبہ کی تحریر پر مقولہ الغریق یتشبث بکل حشیش صادق آتا ہے اور حضرت ؟ کا باوجود فائز ہونے درجہ امامت پر منکر امامت نہ سمجھنا ایک ایسا قول ہے جو اُن تاریخی واقعات سے جو پایۂ ثبوت پر پہنچے ہوئے ہیں مطابق نہیں ہو سکتا۔ اور ایک زید شہید پر کیا منحصر ہے۔ کون سا امام ہے جس کی اولاد نے اپنے لیے امامت کا دعویٰ نہیں کیا۔ چنانچہ زید شہید کے بعد اُن کے بیٹے یحییٰ نے اور امام موسیٰ کاظم کے بعد اُن کے فرزند ابراہیم اور جعفر نے اور حسن ابن حسن مثنیٰ اور اُن کے بیٹے عبداللہ اور ان کے فرزند محمد ملقب بہ نفس زکیہ اور ابراہیم بن عبداللہ اور زکریا ابن محمد باقر اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحییٰ بن عمر وغیرہ نے اولاد میں سے ائمہ کرام کے امامت کا دعویٰ کیا اور اکثر نے خروج فرمایا اور شہید ہوئے گیا۔ ان تاریخی واقعات کی تکذیب ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ اختلاف جو امامت کے مسئلے کی وجہ سے پڑا اور جس کے سبب سے شیعوں کے بہت سے فرقے ہو گئے۔ وہ سب اس بات پر شاہد ہیں کہ ائمہ علیہم السّلام کی اولاد نے کبھی امامت کو اصول دین سے نہیں سمجھا۔ اور نہ منکر امامت کو مثل منکر نبوت کے خیال کیا۔ اگر ائمہ کرام کی اولاد کا یہ عقیدہ ہوتا کہ امامت مثل نبوّت کے ہے۔ اور ہر امام نے اپنے بعد ایک ہی کو اپنی اولاد سے امام بنایا اور اُسی کے لیے امامت کی وصیّت فرمائی۔ اور ہر ایک امام اپنی اولاد کو اس وصیّت سے اطلاع دیتا رہتا اور منکر امامت کو مثل منکر نبوّت کے کافر ٹھہراتا تو کیا ممکن تھا کہ ائمہ کرام کی اولاد اطہار اپنے باپ کی وصیّت نہ مانتی اور امام برحق کو امام برحق نہ سمجھتی اور خود امامت کا دعویٰ کرتی۔ وہ اختلاف جو امامت کے مسئلہ سے شیعوں میں ہوا ہے اور جس سے بہت

(بقیہ ۱۶۷ کا) کیں اور چونکہ عبد الکاذب غادر و بے وفا نے ہشام بن حکم اور ہشام بن عبدالملک میں کوئی فرق و امتیاز نہیں برتا اس لیے اس مناظرہ کو مناظرہ امامت کی حیثیت سے بغیر علم و واقفیت کے محمول کیا ہے۔

marfat.com

سے فرقے اس مذہب میں ہو گئے ہیں نہ ہوتا اور نہ یہ مختلف فرقے پیدا ہوتے، حالانکہ اختلاف کی یہ کیفیت ہے کہ ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد اُن کے بیٹے محمد بن حنفیہ امام ہیں اور یہ کیسانیہ فرقہ ہے۔ پھر محمد بن حنفیہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ بعضے کہتے ہیں کہ ان کا انتقال ہی نہیں ہوا۔ اور بعض اُن کے انتقال کے قائل ہیں۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ امامت ان کے بیٹے ابو ہاشم کو منتقل ہوئی۔ اور جو لوگ محمد بن حنفیہ کو امام نہیں سمجھتے بلکہ حسنین کو ان میں یہ اختلاف ہے کہ بعضے امام حسن کی اولاد میں امامت منتقل سمجھتے ہیں اور اُن کے بیٹے عبد اللہ اور ان کے بعد محمدؒ۔ پھر اُن کے بھائی ابراہیم کو امام سمجھتے ہیں۔ اور محمدؒ اور ابراہیم وہ ہیں جنہوں نے خلیفہ منصور کے زمانے میں خروج کیا تھا۔ اور شہادت پائی تھی۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ بعد حضرت امام حسینؓ امام حسنؓ کی اولاد میں امامت کبھی منتقل نہیں ہوئی۔ اور جس نے دعویٰ کیا وہ کافر ہے۔ اور امام حسینؓ کے بعد اُن کے فرزند امام زین العابدین امام برحق ہیں پھر ان کے بعد بھی اختلاف ہے۔ زیدیہ آپ کے فرزند زید کی امامت کے قائل ہیں۔ اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بنی فاطمہ میں سے جو شخص خروج کرے اور امام زاہد شجاع اور سخی ہو وہی امام مفترض الطاعۃ ہے۔ پھر امام جعفر صادق کے بعد بھی امامت میں اختلاف ہے کیونکہ اُن کے پانچ بیٹے تھے۔ محمدؒ و اسمٰعیلؒ و عبد اللہ و موسیٰ و علیؒ۔ ان میں سے ہر ایک کی امامت کا علیحدہ علیحدہ فرقہ معتقد ہے۔ بعض محمدؒ کی امامت کے قائل ہیں جس کو عمار یہ کہتے ہیں۔ بعض اسمٰعیل کی امامت کے معتقد ہیں اور باپ کے سامنے ان کی موت کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ فرقہ مبارکیہ کہلاتا ہے۔ پھر اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ انہیں پر امامت کو ختم کر کے رجعت کے قائل ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ اُن کی اولاد میں آج تک امامت کے سلسلے کو جاری رکھتے ہیں اس فرقے کا نام اسمٰعیلیہ ہے۔ اور بعضے عبد اللہ کی امامت کے قائل ہیں اور اُن کی موت کے بعد اُن کی رجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور بعضے موسیٰ کو امام برحق سمجھتے ہیں اس لئے کہ آپ کے دادا نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ساتواں امام قائم ہے۔ اور وہ صاحب توریت کے ہمنام ہو گا۔

marfat.com

غرضکہ اسی طرح اس مسئلہ امامت میں صرف اس وجہ سے اختلاف ہے کہ کسی امام کی اولاد نے بالاتفاق کسی خاص ایک امام کی امامت پر اتفاق اور امامت کے دعویٰ سے احتراز نہیں کیا۔ صرف حضرات اثنا عشری حضرت علی سے لے کر تا حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارہ اماموں کے معتقد ہیں۔ اور اُن کے عقیدے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ باقی اور امام زادے جنہوں نے امامت کا دعویٰ کیا یا امام برحق کو امام نہیں مانا وہ سب کے سب نعوذ باللہ کافر اور مخلد فی النار ہیں۔

تمت

آیات بیّنات حصّہ سوم ختم ہوا

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ چہارم

بحث فدک

اب ہم اصل بحث فدک کی شروع کرتے ہیں۔ اور اس میں ان باتوں کو بیان کریں گے۔

(۱) فدک کی حقیقت۔ اور اوسکے حدود۔ اور اوسکی آمدنی۔

(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آیا۔

(۳) فئے کی معنی اور اوس کا مصرف۔

(۴) فدک پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہیں۔

(۵) حضرت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعویٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہیں۔

(۶) میراث کے دعویٰ کی حقیقت۔

فدک کی حقیقت اوراس کے حدود اوراس کی آمدنی

قاموس میں لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور مصباح اللغتہ میں لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل اور لسان العرب میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں اور ازہری کہتے ہیں کہ وہ ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ حجاز کے ایک طرف میں واقع ہے۔ اوس میں

marfat.com

چشمے تھے۔ اور کھجور کے درخت اور خدا نے اسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا۔ اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۲۲ میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینے سے دو یا تین دن کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور اسے خدا نے اپنے رسول کو فئے کیا تھا۔ اس لئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا۔ اس میں چشمے تھے۔ اور کھجور کے درخت۔ اور معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت میں تین دن کی راہ پر۔ اور یہ گاؤں ہجرت کے ساتویں سال صلحاً نصف پر آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں آیا تھا۔ اور اوسمیں بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے کہ فدک ایک قصبے کا نام ہے۔ اوس میں اور مدینے میں تین دن کا فاصلہ ہے۔ قاضی نور اللہ شوستری احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ صاحب ابطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤں میں سے ایک گاؤں تھا۔ جھوٹ ہے اس وجہ سے کہ صاحب جامع الاصول نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے جو حجتیں بیان کیں اون میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ کے لئے صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا۔ اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب عماد الاسلام کے دسویں باب کی فصل اول میں شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کرکے فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہیں جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے۔

فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہیں اور اوس کی حد بندی کا قصہ انہوں نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھویں جلد کتاب الفتن صفحہ ۱۰۱ میں فدک کی حد بندی کی نسبت بسند عبد اللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادقؑ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم فاطمہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبریئلؑ آئے اور کہا اے محمدؐ! اٹھو خدائے تبارک و تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دوں آپ جبریئل کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر میں لوٹ آئے۔ اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ جبریئل نے میرے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دی ہے۔

ہم کو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی

marfat.com

بیان نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبرئیل امین نے اپنے پروں سے جو حدود فدک کے مقرر کیے تھے۔ وہ اسی قریے یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤں مدینے سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے۔ یا وہ حدود مقرر کیے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت میں ہے۔ جس کی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے تھی۔ اور جس کی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے۔ اور یہ وہ روایت ہے جسے ہم بیان کرتے ہیں۔

بحارالانوار میں مناقب ابن شہر آشوب سے ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے کہا کہ آپ فدک لے لیجیے حضرت نے انکار کیا۔ اور جب کبھی ہارون رشید ان سے فدک کے لیے کہتا تو وہ انکار ہی کرتے۔ آخر جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسے نہ لونگا جب تک مع اپنے حدود کے نہ دیا جا دے۔ ہارون رشید نے کہا اچھا اس کے حدود بتلاؤ۔ امام نے فرمایا کہ اگر میں نے اوس کے حدود بتائے تو تم ہرگز نہ دو گے۔ ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمہارے نانا کی ضرور دونگا۔ تب امام نے کہا کہ پہلی حد اوسکی عدن ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر امام نے کہا کہ دوسری حد اوس کی سمرقند ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ تمتمانے لگا۔ پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اوس کی افریقہ ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اوسکی سمندر کا کنارہ ہے۔ جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ تب ہارون رشید نے کہا کہ آپ نے ہمارے لیے تو کچھ بھی نہ چھوڑا۔ امام نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہدیا تھا۔ کہ اگر میں فدک کے حدود بتا دونگا تو تم کبھی نہ دو گے۔ اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ اس روایت کو لکھ کر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ ابن اسباط کی روایت میں پہلی حد اوسکی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری اُحد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی۔ اس پر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے۔ اس پر امام نے کہا کہ یہ سب یہودیوں کے قبضے میں ابو ہالہ کے مرنے کے بعد تھی۔ پس اس کو خدا اور رسول نے لینے لیے بغیر جنگ وجدل کے کر لیا۔ اور خدا نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیاکہ یہ حضرت فاطمہ کو دیدو۔

ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ یہ دونو حد بندیاں جو بیان کی گئیں اوس کے خلاف ہیں۔ جو لغت نویسوں نے بیان کیں ہیں اور پھر اوس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہیں کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم میں داخل ہیں اور گویا دعویٰ اون سب پر تھا۔ اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیباً تھا (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران) یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہیں اوسے ہم نے اس لئے یہاں بیان کیا کہ گویا فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہیں یعنی جہاں تک مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ وہ فدک کے حکم میں داخل تھا۔ اور حضرت فاطمہؑ اسی کا مطالبہ فرماتی تھیں۔ مگر فدک جیساکہ ہم اپنی روایتوں سے اوپر بیان کرچکے ایک موضع ہے اور اوس کے حدود جس طرح سب گاؤں کے معین اور معلوم ہوتے ہیں۔ سب جانتے تھے۔ پیغمبر خدا صلعم نے اوس کا انتظام انہیں لوگوں کے سپرد کردیا تھا۔ جن سے صلح کیا گیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہو اوس میں سے نصف وہ لوگ لیا کریں اور نصف آنحضرت صلعم کو دیدیا کریں چنانچہ مطابق اس کے ہر سال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کرکے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے۔ اور جو غلہ وہاں سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ کر باقی مسلمانوں کو تقسیم کردیتے۔

مگر حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ اس کی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیساکہ ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکہ ایرانی) ہوتے ہیں اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہیں کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اس کا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابوداؤد اپنی سنن میں لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو اس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضے میں آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۲۹ میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے

marfat.com

آنحضرت صلعم کے قبضے میں آنے کا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو ان لوگوں نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمیں امن دیں ہم شہر کو چھوڑ کر چلے جاویں گے۔ اور ابو داؤد نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کر دیجئے اور ہمیں چلے جانے کی اجازت دیدیجئے آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس کو اہل فدک نے سنا اور انہوں نے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابو داؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم بقیہ اہل خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے۔ کہ اس اثنا میں فدک والوں سے اور چند معین گاؤں سے صلح ہو گئی۔

تفسیر کبیر صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ مصر میں آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ[1] کی شان نزول میں لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اس لئے کہ فدک کے باشندے جلا وطن کر دیئے گئے تھے۔ اور ان کے سب گاؤں اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلعم کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اور فدک ہی کے غلے میں سے آنحضرت صلعم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکال کر باقی کو ہتھیاروں وغیرہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے

امام ابو العباس احمد بن یحییٰ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں کہ اسامہ بن زید نے ابن شہاب سے اور انہوں نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ کے تین صفایا تھے (صفایا اس مال اور چیز کو کہتے ہیں جو امام غنیمت میں سے اپنے لئے علیحدہ کرے) اول بنی نضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتوں کے لیئے روک لئے تھے اور فدک مسافروں کے لئے تھا۔ اور خیبر کے تین حصے کر کے دو مسلمانوں کو تقسیم کر دیئے تھے اور ایک حصہ اپنے لئے اور اپنے اہل کے لئے روک لیا تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقرائے مہاجرین کو دیدیا جاتا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۲۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)۔

اسی کتاب میں یہ بھی روایت ہے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر سے

---

[1] جو ہاتھ لگا دے اللہ اپنے رسول کو ۱۲ موضح پارہ ۲۸ سورۂ حشر رکوع اول۔

مراجعت فرماتے ہوئے محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس دعوت اسلام کرنے کو بھیجا ان کا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا۔ یہودیوں نے نصف حصہ زمین پر رسول اللہ سے صلح کر لی۔ مسلمانوں نے سواروں سے اس قسم کا حملہ نہیں کیا تھا۔ اس لئے یہ حصہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے ان کے صرف میں اس کی آمدنی آیا کرتی تھی۔ اس کے باشندے وہیں فدک میں رہا کئے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور انہوں نے حجاز سے یہودیوں کو نکال دیا۔ ابو الہیثم مالک بن تیہان اور سہل بن ابی خیثمہ اور زید بن ثابت انصاریوں کو فدک میں بھیجا انہوں نے اس کی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کر کے یہود کو دیدی اور ملک شام کی طرف اُن کو نکال باہر کیا۔ (دیکھو صفحہ ۲۹ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب اسی کے تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر میں بھی لکھا ہے جس کی اصلی[1] عبارتیں ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہیں۔

قاضی نور اللہ تستری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مؤلفہ یاقوت حموی شافعی نے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالیٰ نے سنہ سات ہجری میں اپنے رسول پر صلح کے طور پر فئے کیا تھا اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر میں نازل ہوئے اور اس کے قلعوں کو فتح کیا اور اس میں کوئی نہ رہا صرف ایک تہائی لوگ رہ گئے اور ان پر حصار کی سختی ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیجکر پوچھا کہ ان کے جلاوطن ہونے پر ان کو اجازت دے دیں آپ نے اس کو منظور کر لیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پہنچی تو انہوں نے آپ کی خدمت میں قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ ہم سے نصف اموال

---

[1] خلاصہ تاریخ طبری یہ ہے وحاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر فی حصنیہم الوطیح والسلالم حتی اذا ایقنوا بالہلکۃ سالوہ ان یسیرہم ویحقن لہم دماہم نفعل وکان رسول اللہ صلعم قد حاز الاموال کلہا الشق ونطاۃ والکتیبۃ وجمیع حصونہم الا ما کان من ذینک الحصنین فلما سمع بہم اہل فدک قد صنعوا ما صنعوا بعثوا الی رسول اللہ صلعم یسئلونہ ان یسیرہم ویحقن دمائہم لہم ویخلوا لہ الاموال ففعل وکان فیمن مشی بینہم وبین رسول اللہ صلعم فی ذلک محیصۃ بن مسعود واخو بنی حارثۃ فلما نزل اہل خیبر علی ذلک سالوا رسول اللہ صلعم ان یعاملہم بالاموال علی النصف وقالوا نحن اعلم بہا منکم واعمر لہا فصالحہم رسول اللہ صلعم علی النصف علی انا اذا شئنا ان نخرجکم اخرجناکم وصالحہ اہل فدک علی مثل ذلک فکانت خیبر فیأ للمسلمین وکانت فدک خالصۃ لرسول اللہ صلعم انتہی اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۱۰۸ میں ہے لما انصرف رسول اللہ من خیبر بعث محیصۃ بن مسعود الی اہل فدک (باقی صفحہ ۱۷۷)

marfat.com

اور ثمار پر صلح کرلیں آپ نے اس کو بھی منظور کر لیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جس پر گھوڑوں شتروں کی دوڑ نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی۔

اور بحارالانوار میں بروایت امام جعفر صادقؑ فدک کے قبضے میں آنحضرت کے آنے کی کیفیت اس طرح پر لکھی ہے کہ ایک جہاد میں رسول اللہ صلعم تشریف لے گئے۔ جب آپ اس سے لوٹے اور راستے میں کسی جگہ ٹھہرے اور اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ کہ آپ کے پاس جبریلؑ آئے اور کہا کہ اے محمد اٹھو اور سوار ہو لو۔ آپ سوار ہوئے۔ اور جبریلؑ آپ کے ساتھ تھے۔ اور آپ کے لئے زمین ایسی لپیٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہیں یہاں تک کہ فدک پر پہونچے۔ جب اہل فدک نے گھوڑوں کا آنا سنا تو ان کو یہ خیال ہوا کہ ان کا کوئی دشمن چڑھ آیا انہوں نے شہر کے دروازے بند کر دیے۔ اور شہر سے باہر ایک گھر میں ایک بڑھیا رہتی تھی اس کو کنجیاں دروازوں کی دے کر خود پہاڑوں پر جا چڑھے۔ جبریلؑ بوڑھیا کے پاس آئے اور اس سے کنجیاں لے کر شہر کے دروازے کھولے پیغمبر صاحبؐ نے اس کے گھر گھر میں دورہ کیا۔ جبریلؑ نے کہا اے محمد یہ وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگوں کو۔ یہی معنی ہیں اس قول خداوندی کے مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الخ پھر جبریلؑ نے دروازے بند کر دیئے اور کنجیاں آپ کو دے دیں۔ اور رسول اللہ صلعم نے ان کو اپنے سیف کے غلاف میں رکھ لیا اور وہ غلاف آپ کے کجاوے میں معلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوئے اور زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی کہ آپ قافلہ میں پہنچ گئے۔ اور لوگ اس وقت تک اپنے مقاموں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ متفرق نہ ہوئے تھے۔ اور نہ کہیں گئے تھے۔ کہ اتنے میں آپ نے فرمایا کہ ہم فدک گئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ ہی

(بقیہ ص۱۷۶ کا) ایدعوہم الی الاسلام ویلیہم یومئذ یوشع بن نون الیہود فصالحوا رسول اللہ صلعم علی نصف الارض فقبل منہم ذلک فکان نصف فدک خالصا لرسول اللہ صلعم لانہ لم یوجف المسلمون علیہ بخیل ولا رکاب یصرف ما یاتیہ منہا علی ابناء السبیل ولم یزل اہلہا بہا حتی استخلف عمر بن الخطابؓ واجلی یہود الحجاز فبعث ابا الہیثم بن التیہان وسہل بن ابی خیثمۃ وزید بن ثابت فقوموا النصف تربتہا بقیمۃ عدل فدفعہا الی الیہود واجلاہم الی الشام ولم یزل رسول اللہ وابوبکر وعمر وعثمان وعلی یصنعون صنع رسول اللہ بعد وفاتہ فلما ولی معاویۃ الخلافۃ اقطعہا مروان بن الحکم فوہبہا مروان لابنہ عبدالملک انتہی ۱۲

marfat.com

کو غنیمت میں اس کو دیا ہے۔ منافقین نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کنجیاں ہیں فدک کی اور ان کو اپنے غلاف سیف میں سے نکال کر دکھلائیں۔ پھر لوگ سوار ہوئے اور جب مدینے میں پہنچے تو آپ فاطمہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے بیٹی تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں فدک دیا ہے۔ اور وہ تیرے باپ ہی کے لئے خاص ہے نہ اور مسلمانوں کے لئے میں اس میں جو چاہوں سو کروں الخ۔

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورۂ بالا سے بھی بڑھ کر ایک عجیب عزیبہ روایت نقل کرتے ہیں جو ان کے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔ اور جس میں ان کو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بمدد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور بعد قتل بعض سرداران فدک کے قبضے میں پیغمبرؐ کے آیا تھا۔ اور اس سے ضمناً جناب امیر کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اس نے عبید بن یحییٰ سے اور اس نے محمد بن علی بن الحسینؑ سے یہ روایت کی ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم کے پاس آئے اور آنحضرتؐ نے اپنے ہتھیار لگائے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علیؑ نے بھی اپنے ہتھیار لگائے اور زین کھینچا پھر دونوں آدھی رات کو اس طرف چلے جسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور جہاں خدا نے ان کو لے جانے کا ارادہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ فدک میں پہونچے اس وقت آپ نے علیؑ سے کہا یا تم مجھے اٹھا کر لے چلو یا میں تم کو اٹھا کر لے چلوں۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ میں آپ کو اٹھا کر لے چلونگا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں تم کو لے چلوں گا۔ پس آپ نے علیؑ کو اپنے بازو پر اٹھایا اور لے چلے یہاں تک کہ قلعۂ فدک کی شہر پناہ پر پہنچ گئے اور وہاں سے علیؑ قلعۂ میں داخل ہوئے اور ان کے پاس آنحضرت صلعم کی تلوار تھی۔ اور وہاں جاکر علیؑ نے اذان دی۔ اور تکبیر کہی کہ قلعہ والے اس آواز کو سن کر گھبرائے ہوئے دروازے پر نکل آئے۔ اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔ پھر ان کے سامنے آنحضرتؐ آگئے اور علیؑ بھی ان کی طرف پہنچ گئے۔ پھر علیؑ نے اٹھارہ آدمی ان کے سرداروں اور بزرگوں میں سے قتل کئے اور باقیوں نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا اور آنحضرتؐ نے ان کے بچوں کو اپنے آگے کر لیا۔ اور

marfat.com

جو ان میں سے بچے ان کے مال و اسباب کو ان کی گردنوں پر رکھ کر مدینے کو لے گئے۔ پس کسی اور کو سوائے آنحضرت صلعم کے فدک کے لینے میں تکلیف نہیں کرنی پڑی۔ اس لئے فدک آپ کے اور آپ کی ذریت کے لئے مخصوص ہوا اور مسلمانوں کا اس میں کوئی حصہ نہ ہوا۔ (صفحہ ۹۰ بحار الانوار کتاب الفتن) غرض کہ یہ امر بین الفریقین مسلم ہے کہ فدک ان اموال میں سے ہے جس کو فئے کہتے ہیں۔ اس لئے ہم فئے کے معنے اور اس کا مصرف بیان کرتے ہیں۔

فئے کے معنے اور اس کا مصرف

لسان العرب میں ہے کہ فئے اس غنیمت اور خراج کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو کفار کے اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہوئی ہو۔ اصل میں فئے کے معنے رجوع کے ہیں گویا اصل میں مسلمانوں ہی کا تھا انہیں کی طرف لوٹ آیا اور اسی وجہ سے فئے اس سائے کو کہتے ہیں جو بعد زوال کے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی غرب کی جانب سے شرق کی جانب لوٹ جاتا ہے۔[۱]

یہ لفظ فئے کا قرآن مجید سے لیا گیا ہے اور یہ کروہ کس سے مخصوص ہے اور اس کا مصرف کیا ہے۔ آیہ مفصلۂ ذیل میں جو سورۂ حشر میں واقع ہے مذکور ہے۔ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۝[۲] تفسیر کبیر کی جلد ششم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۱

---

[۱] اصل عبارت یہ ہے الفئے الغنیمۃ والخراج وھو ما حصل للمسلمین من اموال الکفار من غیر حرب ولا جہاد واصل الفئے الرجوع کانہ کان فی الاصل لھم فرجع الیھم ومنہ قیل للظل الذی یکون بعد الزوال فئے لانہ یرجع من جانب الغرب الی جانب الشرق ۱۲۔

[۲] اور جو ہاتھ لگایا اللہ نے اپنے رسول کو ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے نہ اونٹ لیکن اللہ جتا دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب چیز کر سکتا ہے جو ہاتھ لگا دے اللہ اپنے رسول کو بستیوں والوں سے سو اللہ کے واسطے اور رسول کے اور ناتے والے کے اور بن باپ کے لڑکوں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے ۱۲ موضح القرآن پارہ ۲۸ سورۂ حشر رکوع اوّل ۱۲۔

marfat.com

میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مبرّد کا قول ہے کہ فاء یفیئ جب بولا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز لوٹے۔ اور جب خدا کسی چیز کو لوٹا دیوے تو افاءاللہ بولتے ہیں۔ ازہری کا قول ہے کہ فیئ ان مالوں کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے خدا مخالفین سے مسلمانوں کو دلواتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں یا مخالفین اپنے وطنوں سے نکل جاویں اور ان کو مسلمانوں کیلئے چھوڑ جاویں۔ یا جزیہ پر صلح کرلیں جس کو ہر شخص کی طرف سے ادا کیا کریں۔ یا علاوہ جزیہ کے اور کوئی چیز خون ریزی کے فدیہ میں ملے جیسے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کی صلح کے وقت کیا تھا کہ ہر تین آدمی ایک اونٹ کو علاوہ ہتھیاروں کے اور جس چیز سے چاہیں بھرلیں۔ اور باقی ماندہ چھوڑ جاویں۔ پس یہ باقی ماندہ مال فیئ ہے۔ یہی وہ مال تھا جس کو خدا نے کفار سے مسلمانوں کی طرف پھیر دیا۔ اور منہم کی ضمیر یہود اور بنی نضیر کی طرف پھرتی ہے۔ اور فما اوجفتم وجف الفرس والبعیر یجف وجفا دوجیفا سے ہے۔ وجف کے معنے تیز روی کے ہیں جب کوئی شخص کسی کو تیز روی پر آمادہ کرے تب اوجف صاحبہ کہا کرتے ہیں۔ اور علیہ کی ضمیر ما افاء اللہ کی طرف راجع ہے اور من خیل ولا رکاب رکاب اونٹ کی سواری کو کہتے ہیں۔ عرب کے لوگ اونٹ کے سوار ہی کو راکب کہتے ہیں۔ اور گھوڑے کے سوار کو فارس۔ اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی تھی کہ جیسے آپ نے مال غنیمت کو لوگوں میں تقسیم کردیا ہے ایسے ہی مال فیئ کو بھی تقسیم کر دیجئے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں میں فرق بیان کردیا۔ کہ مال غنیمت وہ ہے جس کے حاصل کرنے میں تم نے محنت برداشت کی ہو اور گھوڑوں اور اونٹوں سے اس پر حملہ کیا ہو۔ اور فیئ اس کے خلاف ہے اس کے حاصل کرنے میں تم کو کچھ تکان نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپردگی میں رہے گا۔ وہ جہاں چاہیں اس کو صرف کریں۔

اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے اموال لڑائی کے بعد ضبط کئے گئے تھے۔ اس لئے چاہئے کہ وہ مال غنیمت ہوں نہ منجملہ مال فیئ کے۔ اور اس کا وہ یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ مفسرین نے دو وجہ بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیوں کے متعلق

marfat.com

نہیں ہے۔ بلکہ فدک کے متعلق ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر کے اموال کے متعلق ہے مگر جب ان سے لڑائی ہوئی تھی۔ تب مسلمانوں کے پاس گھوڑوں اور اونٹوں کا کچھ سامان نہ تھا۔ اور نہ کچھ ایسی مسافت قطع کرنی پڑی۔ وہ لوگ مدینے سے صرف دو میل تھے۔ مسلمان وہاں سے پیادہ پا وہاں چلے گئے صرف رسول اللہ صلعم اونٹ پر سوار تھے۔ اور لڑائی بھی بہت خفیف سی ہوئی۔ اور گھوڑے اور اونٹ تو بالکل موجود ہی نہ تھے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے ان چیزوں کے حاصل ہونے کو ویسا ہی قرار دیا۔ جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لئے خاص کر دیا۔ اس کے بعد ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان مالوں کو مہاجرین میں تقسیم کر دیا تھا۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو دیا تھا۔ جو حاجت مند تھے۔ ابو دجانہ اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ۔

ان اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ میں آئے۔ اور بعد آپ کے خلفاء اور ائمہ اس پر متصرف ہوئے ضرور ہے کہ ان کے اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان ذرا تفصیل سے کیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ فئے جسے کہتے ہیں اس میں اور دیگر اقسام میں مثل غنیمت وغیرہ کے کیا فرق ہے اور ان اموال پر رسول خدا صلعم یا خلفاء اور ائمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ چنانچہ اسے ہم بیان کرتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث میں آیا ہے اس کے دو معنے ہیں۔ ایک عام اور ایک خاص۔ کبھی وہ اپنے عام معنے میں ان اموال پر بولا جاتا ہے۔ جو مسلمانوں کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر کاموں میں صرف کرنے کے لئے تحصیل کئے جاتے ہیں۔ اور ان معنی میں صدقہ، زکوٰۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور خراج اور فئے وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور کبھی مخصوص معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد صرف زکوٰۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنی خیرات ہوتی ہے۔ اور وہ صدقہ جو اہل بیت رسول پر حرام ہے۔ وہ صدقہ مخصوص ہے یعنی زکوٰۃ اور خیرات۔

marfat.com

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے میں آتا اس کی تین قسمیں تھیں۔ زکوٰۃ۔ غنیمت فئے۔ زکوٰۃ پر صدقے کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کا ذکر سورہ توبہ میں ہے اسی میں زکوٰۃ کا مصرف بیان کیا گیا ہے غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو لڑائی میں ہاتھ آئے اور اسی کو بعض انفال بھی کہتے ہیں اور اس کا ذکر سورہ انفال میں آیا ہے۔

زکوٰۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ [1] کہ صدقات کے مستحق صرف یہ لوگ ہیں فقیر یعنی وہ محتاج جو سوال نہ کرتے ہوں، اور مسکین یعنی وہ محتاج جو بھیک مانگتے ہوں اور وہ لوگ جو تحصیل زکوٰۃ کے لئے مقرر ہوں اور وہ لوگ جن سے جہاد میں مدد مل سکتی ہو۔ اور ان کی تالیف قلوب منظور ہو۔ اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرض داروں کے قرض چکانے اور خدا کی راہ میں مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جاوے اور مسافروں کو دیا جاوے۔ پیغمبر خدا صلعم پر صدقات کی تقسیم میں بعض منافقوں نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولتمندوں سے مال لیتے ہیں اور اپنے اقارب اور اہل مودت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہیں اور عدل کی رعایت نہیں کرتے۔ اس لئے خدا نے اس آیت میں صدقات کا مصرف بیان کر دیا کہ رسول کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے نہ وہ اپنے لئے اس میں سے کوئی حصہ لیتے ہیں۔ نہ اس میں سے کوئی حصہ آپ کے اقارب اور عزیزوں کے لئے دیا جاتا ہے۔ پیغمبر صرف اس کے امین اور خازن ہیں اور بموجب حکم خدا کے اس کی تقسیم کرنے والے فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول ما اعطیکم شیئا ولا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ میں تمہیں نہ کچھ دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں میں صرف خزانچی ہوں جہاں حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں۔

غنیمت کے متعلق سورہ انفال کے شروع میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ [2] یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے اے محمد مال غنیمت

---

[1] پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۸۔ [2] پارہ ۹ سورہ انفال رکوع اول۔

marfat.com

کی نسبت ۔ کہدے ان سے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے ۔ سو ڈرو اللہ سے آپس میں جھگڑا نہ کرو ۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو ۔ یہ آیت بدر کی لڑائی میں جو غنیمت ہاتھ آئی تھی اس کے متعلق نازل ہوئی چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت جو مسلمانوں کو ہاتھ لگی تھی ۔ اس لئے اس کی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا ۔ اور جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا ۔ اوّل اپنے لئے پسند کر لیتا اور اسی پسند کی ہوئی چیز کو صفی کہتے (جس کی نسبت صفایا کا لفظ مستعمل ہے اور جا بجا اس بحث میں آیا ہے) اور بروقت تقسیم کے چوتھا یعنی چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی جو رہتا وہ لڑنے والوں اور فتح کرنے والوں میں تقسیم ہوتا ۔ اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ آتی تو وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھتا ۔ اور اس طور پر زبردست اور تونگر لوگ غریبوں پر ظلم کرتے ۔ اور عمدہ اور اچھا مال خود لے لیتے ۔ مال غنیمت کی نسبت بھی انہیں خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا ۔ اور چونکہ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ چوتھا اور صفی (یعنی جو مال پسند آوے) غنیمت میں سے لے لیں اور باقی چھوڑ دیں تاکہ ہم آپس میں تقسیم کر لیں ۔ اس پر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہیں ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اس پر کچھ جھگڑا نہ کرو ۔

واضح ہو کہ اللہ اور رسول سے یہ مدعا نہیں ہے کہ خدا کیلئے نصف حصہ ہو اور نصف رسول کے لئے بلکہ اس سے مراد ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اس کا امین اور تقسیم کرنیوالا ہے رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہیں ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت اور خانگی مالیت ہے بلکہ اس طرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے ۔ اور خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اس پر دعویٰ نہیں کر سکتا بلکہ خدا جس طرح پر حکم دے گا ۔ اس طرح پر کیا جائے گا ۔ پھر اسی سورت کی بیالیسویں آیت میں یہ حکم آیا[1] وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی

---

[1] پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۵ - ۱۲ -

marfat.com

وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ کہ مال غنیمت میں سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے لیئے ہے جو قرابت مندوں اور غریبوں اور یتیموں اور مسافروں کی مدد پہنچانے اور ان کی حاجت بر لانے کے لیئے رہے گا۔ اور چار خمس ان لوگوں میں جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق کاموں میں مصروف تھے۔ تقسیم کیا جائے گا۔

الفاظ لذی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین و ابن السبیل سے صاف اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص کے لیئے خدا نے مقرر نہیں کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اس لیئے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورت میں آپ کی اور آپ کے رشتہ داروں کے خرچ ہو اور جو کچھ بچے وہ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کیا جائے۔ اور اس میں خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اس نے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیئے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ورنہ اس کا رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال و متاع اور حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے۔ اور اسی لیئے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت میں اپنی ذات خاص کے لیئے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اسے منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت میں سے نکالا گیا ہے اس میں یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربیٰ سب شریک ہیں اور انہیں کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لیئے وہ اس کے تصرف میں بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے۔ اور یہ وہ امر ہے کہ جس کو دیکھ کر دشمن سا دشمن اسلام کا بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہیں لگا سکتا اور یقین کر سکتا ہے کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اس کے احکام کسی کی ذاتی آسایش اور آرام کے لیئے نہیں ہیں اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اور جو کچھ اس کے نام سے مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اس لیئے کہ اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی معمولی ضرورت پوری کرنے کے بعد وہ یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کی خبر گیری میں خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے۔ اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادت اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ

marfat.com

خمس میں سے آتا بعد اپنے اور اپنے اہل وعیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ میں خرچ کردیا کرتے اور کل کے لیے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہ جاتا تو جب تک خدا کی راہ میں وہ خرچ نہ ہوجاتا آپ کو چین نہ آتا واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ ؛

تفسیر صافی میں ہے کہ قل الانفال للہ وللرسول مختصہ بھما یضعانھا حیث شاء کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ جہاں وہ چاہیں اسے صرف کریں تہذیب میں امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بیان کیا گیا ہے کہ فیئے اور انفال اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر خون ریزی کے صلحاً حاصل ہوا ہو۔ اور فیئے اور انفال ایک چیز ہے۔

فیئے کے متعلق جو آیتیں ہیں وہ سورۂ حشر میں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے۔ وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِكَابٍ[1] وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فیئے کرتا ہے یعنی کفار کا مال اسے دلاتا ہے اس میں تقسیم نہیں ہو سکتی اس لیے کہ تم اونٹ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کے لیے نہیں گئے۔ اور تم کو لڑائی نہیں کرنی پڑی اس لیے اس میں مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد دوسری آیت میں فیئے کی تقسیم کا بیان ہے۔ اور وہ یہ ہے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۝ کہ جو فیئے رسول خدا کو حاصل ہوا وہ خدا اور اس کے پیغمبر اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں لانے کے لیے ہے۔

فیئے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ آپ کا ذاتی اور خانگی مال سمجھا جاتا یا وہ آپ کے اختیار میں تھا۔ کہ خدا کے حکم کے مطابق اس کو کام میں لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانوں کے فائدے اور دیگر ضروریات شرعی میں خرچ کرتے۔ جو بات آپ کی عادت اور خصلت سے معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ تصرف تو کر سکتے تھے لیکن بالامر یعنی جہاں خدا کا حکم ہوتا

---

[1] اس کا ترجمہ صفحہ میں دیکھو ۱۲۔

تھا وہیں صرف فرماتے۔ مالک خود مختار نہ تھے کہ جس کو جی چاہتا دے دیتے اور جس کو نہ چاہتا نہ دیتے۔ بلکہ اس میں ایسا تصرف کرتے تھے۔ جس طرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہاں اس کے مولیٰ کا حکم ہو وہاں صرف کرے۔ اور اس کی تشریح خود آپ نے فرما دی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کی قسم میں اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہوں۔ اور نہ منع کرتا ہوں۔ میں تو ایک تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہوں اور جہاں نہیں ہوتا نہیں دیتا۔ اور جس طرح آپ فئے کے مال کو صرف فرماتے اس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اس لئے کہ جو کچھ ان زمینوں سے آتا جو فئے تھیں۔ اس میں سے آپ اپنی ذات خاص کے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے ایک سال کے خرچ کے لائق لے لیتے اور باقی سواریوں اور سامان لشکر کی تیاری میں صرف فرماتے غرض کہ فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور یہ فرمانا خدا کا کہ یہ رسول کے لئے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا سائفیوں میں سے حصہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ غنیمت کے مال کی طرح اس کی تقسیم ہو سکتی ہے وہ رسول کے قبضے میں رہے گا کہ اس کو اسلام کی ضرورتوں اور لشکر کے کاموں اور اقارب اور یتامیٰ اور مساکین اور محتاجین کی حاجت براری میں صرف کرے۔ اور چونکہ آپ کو کفار سے لڑنے اور صلح کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اور اس کے انتظام کے لئے مصارف کی بھی حاجت ہوتی اور غنیمت کے مال میں سے چار خمس لشکریوں پر تقسیم ہو جاتے تھے۔ اور خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری کے لئے کافی نہ ہوتا اس لئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنوں سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار میں رکھا گیا کہ وہ ملکی ضرورتوں میں کام آئے۔

تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ انفال اور فئے میں وہ مال داخل ہیں جو بغیر لڑائی کے دارالحرب سے حاصل ہوں اور زمین جس کے رہنے والے نکال دیئے گئے ہوں۔ اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین اور جنگل اور بادشاہوں کی جاگیریں اور لاوارث کا مال یہ سب فئے میں داخل ہے

marfat.com

اور وہ خدا اور اس کے رسول کا ہے۔ اور بعد رسول کے اس کا جو اس کے قائم مقام ہو"۔ اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہیں تھی بلکہ خاص اہتمام میں رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسی واسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اس کے اختیار میں ہوا جو آپ کا قائم مقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "ھی للّٰہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" کے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمائے یہ معنے ہوئے جاتے ہیں۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی میں منقول ہیں وہ یہ ہیں "وفی الجامع عن الصادق الانفال کل ما اخذ من دار الحرب بغیر قتال و کل ارض انجلی اھلھا عنھا بغیر قتال وسماھا الفقہاء فیئاً والارضون الموات والآجام وبطون الاودیۃ وقطائع الملوک ومیراث من لا وارث لہ وھی للّٰہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ"۔ اور پھر دوسری حدیث اسی میں کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ "الانفال مالم یوجف علیہ بخیل ولارکاب اوقوم صولحوا اوقوم اعطوا بایدیھم وکل ارض خربۃ وبطون الاودیۃ فھو لرسول اللّٰہ وھو للامام من بعدہ یضعہ حیث یشاء" کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگوں کے اپنے آپ دینے سے یا زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد ان کے امام کا کہ جیسا مناسب جانے خرچ کرے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور ان کے بعد امام کے اختیار میں ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت امام جعفر صادقؑ جو بقول شیعوں کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے میں تقسیم میراث کے معتقد ہوں گے۔ یہ نہ فرماتے کہ انفال و فئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے۔ کیونکہ امام کا لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہونچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا میں جاری ہے کہ شہنشاہ سے لے کر ایک چھوٹے سے رئیس تک جو صاحب ملک و ریاست ہو وہ دو حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک ذاتی اور خانگی دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائداد ان کے قبضے میں ہوتی ہے وہ ان کا ذاتی مال ہوتا

marfat.com

ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی تمام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اس کی آمدنی بیت المال میں داخل کی جاتی ہے جس کو اس زمانہ میں اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریژری کہتے ہیں پہلے مال میں میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے، اور دوسرے مال پر اس کے قائم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

آیہ واعلموا انما غنمتم میں جہاں خمس کے مصرف کا بیان ہے وہاں صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہیں وفی الکافی عن الرضا انہ سئل عن ھذہ الایۃ فقیل لہ فما کان للہ فلمن ھو فقال لرسول اللہ وما کان لرسول اللہ فھو الامام کہ حضرت امام موسیٰ رضاؑ سے کسی نے پوچھا کہ یہ ان للہ خمسہ وللرسول میں جو حصہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لئے ہے اور جو رسول کے لئے ہے وہ امام کے واسطے ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہیں تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہو سکتا تھا۔ بلکہ وہ امام کو پہونچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور تفسیر قمی سے اسی میں بیان کیا گیا ہے کہ سھم اللہ وسھم الرسول یرثہ الامام خدا اور رسول کے حصے کا وارث امام ہوتا ہے اور امام کے لئے ہونے کا سبب یہ ہے کہ جو باتیں پیغمبر کو کرنی پڑتی تھیں یعنی مسلمانوں کی مدد اور قضا دیون اور فراہمی سامان لشکر و مصارف حج و جہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہیں۔

کما قال القمی والخمس یقسم علی ستۃ اسھم سھم اللہ وسھم لرسول اللہ وسھم للامام فسھم اللہ وسھم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسھم من ستۃ وثلثۃ اسھم لایتام آل الرسول ومساکینھم وابناء سبیلھم وانما صارت للامام وحدہ من الخمس ثلثۃ اسھم لان اللہ تعالیٰ قد الزمہ بما الزم النبی من مؤنۃ المسلمین وقضاء دیونھم وحملھم فی الحج والجھاد۔

تفسیر منہج الصادقین میں ذیل آیہ ما افاء اللہ علیٰ رسولہ الخ کے لکھا ہے کہ فئے اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے مسلمانوں کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سواروں نے اس پر حملہ نہ کیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لئے ہوتا ہے ان کی زندگی میں اور بعد ان کے اس آدمی کے اختیار میں جو ائمۂ دین سے ان کا قائم مقام ہو اور ان کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں دیں

marfat.com

اور جس کام میں مناسب جانیں صرف کریں اور یہ قول امیرالمؤمنین ؑ کا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں ۔ سوم فیٔ است (یعنی منجملہ اموالیکہ ائمہ وولاۃ دران تصرف دارند) وآن مالی است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتل وایجاف خیل ورکاب وآن رسول را باشد در حیات وی وبعد از وی کسی را کہ قائم مقام وی باشد از ائمہ دین والیشان بہر کس کہ خواہند وہند وبہر چہ صلاح باشد صرف نمایند واین قول امیرالمؤمنین ست صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ۔

اور یہ قول جو جناب امیرالمؤمنین ؑ کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فیٔے کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ تھا نہ مالکانہ ۔ اور آپ کے بعد اس کی تقسیم میراث کے طور پر نہیں ہو سکتی تھی ۔ بلکہ وہ آپ کے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار میں رہتا تھا ۔ اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اسی کے آگے یہ لکھا ہے کہ " ابن عباس وعمر وفقہای ما برانند کہ مستحقان فیٔے وخمس بنو ہاشم اند از فرزندان ابو طالب وعباس " اور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء امامیہ فیٔے کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہیں سمجھتے بلکہ وہ اس کا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہیں جس سے مراد اولاد ابو طالب اور اولاد عباس ہے نہ صرف بنی فاطمہؑ ۔ قطع نظر روایتوں اور اقوال اور حدیثوں کے خود قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ فیٔے کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جائداد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی میں جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فیٔے خدا اور رسول اور یتامی اور مساکین اور مسافرین کے صرف کے لئے ہے ان میں یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اس لئے ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی خبر گیری کے واسطے ہے ۔ اور یہ مثل اس کے ہے کہ بادشاہ اپنے کسی صوبے کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے اور اس کے مصارف بتا دے ۔ بلا شبہ اس حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ جو کچھ اس کی ذات کے لئے مقرر ہے وہ اس میں سے نکال کر باقی آمدنی کو اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق ان مصارف میں صرف کرے جو اس کے بادشاہ نے بتا دیئے ہیں نہ یہ کہ اس کے اختیار میں آمدنی ملک کی دینے سے یہ مطلب ہوتا

لہ ہمارے فقہا اور ابن عباس وابن عمر کا متفقہ بیان ہے کہ بنو ہاشم یعنی فرزندانِ ابو طالب وعباس فیٔے اور خمس کے حقدار ہیں ۔

marfat.com

ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائداد سمجھے اور بلا پابندی احکام بادشاہ کے جہاں چاہے خرچ کرے اور اسے بہ طور میراث کے اپنے ورثے پر تقسیم ہونے کے لئے چھوڑ جاوے۔ اسی طرح فئے کو خدا نے پیغمبرؐ کے اختیار میں دیا اور اس کے مصارف بتا دیئے کہ اپنی ذاتی ضرورتوں میں صرف کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں خرچ کرے۔ اگر یہ منظور نہ ہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا ارشاد ہوتا اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اس کے شریک نہ کئے جاتے۔ اور اسی امر کو آگے چل کر خدا نے زیادہ صراحت سے بیان کردیا ہے جیساکہ فرماتا ہے کیلا[1] یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم کہ یہ حکم ہم نے اس لئے دیا ہے کہ مال فئے مالداروں ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوجائے کہ دست بدست ان میں پھرتا رہے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ جب کہ فئے کا مال ذاتی ملکیت کسی کا ہوجائے اور اباً عن جدٍ ایک سے دوسرے کو پہنچتا رہے۔ چنانچہ تفسیر منہج الصادقین میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ "حق[2] سبحانہ آنرا (یعنی فئے را) خاصۂ پیغمبر گردانید و قسمت آن را بر وجہیکہ مذکور شد مقرر ساخت و فرمود کہ بریں طریق کہ حکم فئے نمودیم کیلا یکون تا نباشد آن فئے دولۃ آن چیزیکہ متداول باشد دست بدست گردان بین الاغنیاء منکم میان توانگران از شما کہ بآن مکاثرت کنید و بقوت و غلبہ زیادہ از حق خود بردارید و فقرا را اندک دہید یا محروم سازید چنانکہ در زمانۂ جاہلیت بود۔" اس کے بعد مفسر موصوف لکھتے ہیں کہ خطاب[3] با اہل ایمان ست غیر از پیغمبر و اہل بیت

---

[1] تاکہ آدے لینے دینے میں دولت مندوں کے تم میں سے ۱۲ موضح پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع اول۔

[2] اللہ نے مال فئے کو رسول اللہؐ کے لئے خاص کرکے اس کی تقسیم مذکورہ مقرر کردی اور حکم دیا کہ یہ مال فئے دولت کی مانند دوسروں کے ہاتھوں اس طرح گردش نہ کرے کہ دولت مندوں کو زیادہ اس لئے ملے کہ وہ اکثریت تعدادی و قوت کے پیش نظر اپنے حق سے زیادہ لے لیں یا فقیروں کو تھوڑا دیں یا فقراء کو بالکل ہی محروم کردیں۔ اور وہی مثال قائم ہوجائے جو زمانہ جاہلیت میں تھی۔

[3] پیغمبر و اہل بیت کے سوائے صرف تمام مسلمانوں سے یہ خطاب کیا گیا ہے۔

marfat.com

وی صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن اس قول کی کوئی سند نہیں ہے۔ اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل بیت میں سے کسی کا ذاتی ہے کہ اس میں ترکہ و میراث جاری ہو سکے اور ہمارے قول کی تصدیق اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ جو علم الہدیٰ کا تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربیٰ سے بھی مراد امام ہے نہ عام قرابت دار اس لئے کہ امام پیغمبر کا قائم مقام ہوتا ہے اور فئے اس کے اختیار میں ہونا چاہئے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ از علم الہدیٰ[1] نقل ست کہ ذی القربیٰ کہ بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند بر آنکہ مراد ازان امام ست کہ قائم مقام پیغمبر ست چہ اگر مراد جمع می بود ذوی القربیٰ واقع می شد۔

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر میں ذیل آیہ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم کے لکھتے ہیں کہ الدولۃ اسم للشئ الذی یتداولہ القوم بینہم یکون لہذا مرۃ ولہذا مرۃ ای لئلا یکون الفئ متداولا بین الرؤساء منکم یعمل فیہ کما کان یعمل فی الجاہلیۃ وھذا خطاب للمؤمنین دون اھل بیتہ علیہم السلام وفی ھذہ الآیۃ اشارۃ الی ان تدبیر الامۃ مفوض الی النبی والی الائمۃ القائمین مقامہ ولہذا قسم رسول اللہ اموال خیبر ومن علیہم فی رقابہم واجلی بنی النضیر وبنی قینقاع واعطاہم شیئا من المال وقتل رجال بنی قریظۃ وسبی ذراریہم ونساءہم وقسم اموالہم علی المہاجرین ومن علی اھل مکۃ یعنی اس آیت میں اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ کے جو نبی کے قائم مقام ہوں سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور ان کی جانوں کے باب میں ان پر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دے کر جلاوطن کر دیا اور بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کیا۔ اور ان کے اموال کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔

---

[1] علم الہدیٰ کی تحریر ہے کہ ذی القربیٰ کا لفظ چونکہ مفرد آیا ہے اس لئے اس سے امام مراد ہیں۔ جو رسول اللہ کے قائم مقام ہیں۔ اور اگر امام مراد نہ ہوتے بلکہ دوسرے تمام لوگ مقصود ہوتے تو جمع کا لفظ ذوی القربیٰ کا ہوتا۔

marfat.com

ان اقوال مذکورۂ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فیئے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات میں فرق رکھتا ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا حصہ غنیمت کے مال کی طرح نہیں ہوتا۔ اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار میں رکھا گیا تھا تاکہ اس پر آپ متولیانہ قابض رہیں۔ اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اسے کام میں لا دیں۔ بعد آپ کے خلیفۂ وقت اور امام زماں کے قبضے اور اختیار میں دیا گیا تاکہ وہ بھی انہیں مصارف میں اسے صرف کریں جس میں رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔

اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فیئے کے مال میں بسبب اس کے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی میراث جاری نہیں ہو سکتی تھی۔ اور چونکہ فدک اموال فیئے میں سے تھا۔ اس لیے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ میں بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنیٰ بھی نہ ہوتی تاہم فدک بوجہ نہ ہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجرا احکام میراث سے مستثنیٰ رہتا۔

اسی سے بعض دور اندیش امامیہ نے فاطمہؑ کے دعوی فدک کو میراث پر محدود رکھنا مناسب نہ جان کے اس کا ہبہ کیا جانا اور فاطمہؑ کا دعویٰ ہبہ کر نا پیش کیا حالانکہ آنحضرت کا فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے کیونکہ ہبہ بغیر قبضۂ مالکانہ ممکن نہیں ہے۔ مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے دیکھتے ہیں۔ اور اسے ایک ایسی تاریخی سلسلے سے بیان کرنا مناسب جانتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ حضرات امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علما نے اس کی نسبت سُنیوں کی روایتوں سے کیا کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

بحث متعلق ہبہ فدک

اس کے متعلق جو کچھ شیعوں کے ان بزرگوں نے لکھا ہو جن کا زمانہ ائمہ کرامؑ کے قریب تھا۔ وہ ہماری نظر سے نہیں گذرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہ ہوگا۔ ہم کو جہاں تک علم ہے سب سے اوّل کتاب جس میں یہ بحث تفصیلاً بیان کی گئی ہے۔ وہ شافی ہے۔ جس کو جناب سید مرتضیٰ ملقب بعلم الہدی نے قاضی عبدالجبار

marfat.com

کی کتاب مغنی کے جواب میں لکھا ہے۔ یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچویں صدی کے شروع میں تالیف ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس کے مؤلف ۳۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۳۶ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ ۱۳۰۱ھ ہجری میں یہ کتاب ایران میں چھاپی گئی اور اس کی نسبت یہ لکھا گیا۔ وھو کتاب لم یات بمثلہ احد من الانام فی سالف الشھور والاعوام ولا یاتون ابدا ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا لان اجدادہ الطاھرین کانوا لہ فی نصرتہم ھادیا ومؤیدا ونصیرا کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جس کے مانند گذشتہ زمانے میں کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آئندہ لکھ سکے گا اس لئے کہ اس کی تصنیف میں ائمہ کرام مصنف کے اجداد کی تائید اور مدد تھی۔

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے لکھا اور اس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مؤلف نے خاتمہ پر لکھا ہے ۴۳۲ھ ہجری میں لکھی گئی۔ اس کی تعریف میں بھی یہ لکھا گیا ہے وھو کاصلہ لم یات مصنف ولا مؤلف بمثلہ علی رد العلماء العامۃ العمیاء یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مؤلف نے ایسی کتاب کور چشم علما اہل سنت کے رد میں نہیں لکھی۔

اس کے بعد کتاب کشف الحق و نہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین سلطان الحکمار المتاخرین علامہ جمال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر حلی کی جن کی نسبت قاضی نور اللہ تستری اپنی کتاب احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اولجا تیو خدا بندہ کے سامنے علما اہل سنت سے جو مختلف شہروں سے جمع کئے گئے تھے۔ مناظرہ کیا اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ ان کے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیقت اس طور پر ثابت کی کہ علما اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جاتے۔ اور اس کے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق و نہج الصدق بالصواب تصنیف کی۔ اور سلطان مع امرا اور بہت بڑے گروہ علمار اور اکابر کے شیعہ ہوگیا۔ اور باوجودیکہ اس زمانے میں علما اہل سنت میں سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے کہ قطب الدین شیرازی وعمر کاتبی قزوینی اور مولی نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی جرأت نہ کی۔ یہ کتاب غالباً ساتویں

marfat.com

صدی کے اخیر میں لکھی گئی ہے۔ اس کے مصنف ۶۴۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۷۲۶ھ ہجری میں وفات پائی۔

ساتویں صدی میں ایک اور مشہور کتاب لکھی گئی جس کا نام طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف ہے۔ جس کے مصنف ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلّی ہیں۔ جناب ممدوح ۵۸۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور ۶۶۴ھ ہجری میں انہوں نے وفات فرمائی۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو تقیۃً ایک ذمی کے نام سے لکھا ہے اور اس کا نام عبدالمحمود قرار دیا ہے۔ آغاز میں کتاب کے ایک تمہید اس ذمی کی طرف سے لکھی ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبوں کا اختلاف سن کر ارادہ کیا کہ مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کروں۔ سب سے اول میں نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر ان میں اکثر کو مالکیؒ۔ حنفیؒ۔ شافعیؒ۔ حنبلی مذہب پر پاکر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نہ نبی کے زمانے میں تھے۔ نہ ان کے اصحاب اور نہ عقائد میں باہم متفق۔ پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہیں۔ پھر شیعوں کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اماموں اور پیغمبر کی اولاد سے منسوب کرتے ہیں۔ پھر میں نے مذاہب اربعہ کے علما سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور ان سے سوالات کیے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہیں ہیں اور ان کے مذہب کی برائی انہیں کی کتابوں سے ثابت کی۔ گویا اس پیرائے میں علامۂ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے۔ اور اس کتاب میں بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح و بلیغ تقریر میں ادا کیا ہے اس کی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام میں بہت بڑا حصہ ان کی تقریر کا بحث فدک میں نقل کیا ہے۔

اس کے بعد قاضی نوراللہ تستری نے نہایت مشہور کتابیں اس فن میں تالیف کیں ان میں سے احقاق الحق نہایت مبسوطہ اور مشہور کتاب ہے جو جواب میں ابطال الباطل کے جس کو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب میں لکھا تھا قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے۔

گیارہویں صدی میں جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب محی طبقۃ سید البشر فی راس

marfat.com

مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابیں لکھیں جن میں سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتوں اور واقعات کا گویا ایک دریا ہے اس کی اٹھویں جلد کتاب الفتن میں ایک خاص باب فدک کی بحث میں ہے جس کا عنوان ہے باب نزول الایات فی امر فدک و قصصہ و جوامع الاحتجاج فیہ اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب میں جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

تیرھویں صدی میں ایک نیا دور شروع ہوا اور ہندوستان میں شیعہ سنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونے کے بعد علماء شیعہ نے اس فن میں اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھائے اور دہلی اور لکھنؤ کے علماء مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط و مشرح کتاب عربی زبان میں ہے اور جس میں جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ المعقول کا جواب دیا ہے اس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اس کے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات میں تشئید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی ان کتابوں میں سے ہیں جن پر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اس کا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علی خان صاحب اپنے بعض رسائل میں فرماتے ہیں از آنجا کہ مجتہد العصر والزماں سمی رسول اللہ الی کافۃ الانس والجان اعنی مولانا و مقتدانا السید محمد مد ظلہ الصمد در کتاب معدوم النظیر موسوم بطعن الرماح این معضلہ دلدوز مخالفین را بچناں بیان کافی و وافی ایضاح فرمودہ اند کہ بالاتر از اں بلکہ مماثل آں از حد قدرت بشری بیرون ست این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ بر ہماں کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت اول و ثانی می سازد۔

سوائے ان کے ایران میں بھی چند کتابیں بالفعل ایسی طبع ہوئی جن میں فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ منجملہ ان کے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جس کے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہیں جو فتح علی شاہ قاچار کے زمانے میں تھے۔ دوسری کتاب

marfat.com

کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سے اسماعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جس کی جلد خاص امامت کی بحث میں ہے۔ تیسری کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا ہے جس کے ۔۸۰ صفحے مطبوعہ ہیں اور اس میں حضرت فاطمہؓ کے خطبے کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے مع ان روایات اور مباحث کے جو اس مسئلے سے تعلق رکھتی ہیں۔ چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب دوم فاتح التواریخ ہے جس میں مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف فاتح التواریخ نے خاص حضرت فاطمہ کا حال لکھا ہے جس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے اس کے سوائے جو اور فارسی اور اردو میں رسالے لکھے گئے ہیں اُن میں صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی گئی ہے اور اسی کے اقوال اور مضامین الٹ پھیر کے بیان کئے گئے ہیں۔

ان کتابوں میں جن کے نام ہم نے اوپر بیان کئے ہیں کتاب الحق میں میراث کے دعویٰ کا اول ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہبہ کا بعد اس کے اور اس سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے اس کے مصنف میراث کے دعوی کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے۔ اور فدک کی بحث میں پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے اول میراث کا دعویٰ کیا تھا یا ہبہ کا عموماً علماء امامیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدۃ النساءؑ نے فدک کے متعلق دو دعوے کئے تھے اوّل یہ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک انہیں ہبہ کر دیا تھا۔ اور وہ اس پر منصرف اور قابض تھیں۔ جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تب انہوں نے حضرت فاطمہؓ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کر لیا یہ سنکر وہ حضرت ابو بکر کے پاس آئیں اور یہ دعویٰ کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور میں اس پر قابض تھی تم نے کیوں میرا قبضہ اٹھا دیا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے ان سے شہادت طلب کی حضرت فاطمہ نے حضرت علی اور حسنین اور ام ایمنؓ کو شہادت میں پیش کیا اور ان سب نے حضرت فاطمہ کے دعویٰ کی تائید میں گواہی دی مگر ابو بکر صدیق نے یہ کہہ کر شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا ان کی گواہی کو رد کر دیا۔ اور فدک انکیں واپس نہ کیا اس پر وہ خفا ہو گئیں اور اس کے میراث کا دعویٰ کیا۔ اس لئے سب سے پہلے اس بحث میں یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعویٰ مقدم تھا چنانچہ عماد الاسلام کے دسویں باب کے چوتھے فائدے کے چوتھے مسئلے میں جناب

marfat.com

مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت خاص بحث فرمائی ہے کما یقول المسئلۃ الرابعۃ ان فاطمۃ ھل ادعت المیراث اولا ثم ادعت النحلۃ او بالعکس و یستفاد من کلام اکثر العامۃ ان دعوی النحلۃ ظھرت منہا بعد دعوی المیراث و قالت الامامیۃ بالعکس یعنی چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا فاطمہؓ نے پہلے میراث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کا دعوی میراث کے بعد پیش کیا گیا۔ اور امامیہ اس کے برعکس کہتے ہیں"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ ہبہ کا دعوی اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مگر یہ دعوی میراث کے دعوی کے بعد حضرت فاطمہؓ نے کیا تھا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوی ثابت ہی نہیں اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے ہبہ کا دعوی کیا تھا۔ اس لئے جو عمارت اس روایت کی بنیاد پر حضرت امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے شہادت طلب کی گئی۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ اور حسنینؓ اور ام ایمنؓ کو شہادت میں پیش کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو نہ مانا اور یہ عذر کر کے کہ از روے احکام شریعت کے شہادت کافی نہیں ہے۔ فاطمہؓ کے دعوی کو رد کر دیا۔ اور پھر اس پر بہت طرح سے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر ملامت کی ہے۔ اور ان کا ظلم و ستم ثابت کیا ہے۔ اور سنیوں کے نزدیک فاطمہؓ اور علیؓ اور حسنینؓ کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کے واسطے جھوٹا دعوی اور جھوٹی شہادت دینے والا قرار دیا ہے۔ وہ سب منہدم ہو جاتی ہے۔ جب نفس دعوی کی نسبت کوئی صحیح روایت سنیوں کے یہاں نہیں ہے تو جو کچھ زور قلم اس باب میں حضرات علماء امامیہ نے دکھایا ہے اس پر ثبت العرش ثم انقش کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح و بلیغ تقریریں اور وہ پرجوش اور زبردست تحریریں جو اس باب میں کی ہیں۔ ہباءً منثوراً ہو جاتی ہیں۔ اسی واسطے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوی میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے وللہ درہ وعلی اللہ اجرہ

marfat.com

درینجا فائدہ عظیمہ باید دانست کہ شیعہ دراول درباب مطاعن ابوبکر منع میراث می نوشتندو چون ازعمل ائمہ معصومین وازروی روایات این حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شدازیں دعوی انتقال نمودہ دعوی دیگرتراشیدند وطعن دیگر برآوردند کہ آن طعن سیزدہم ست کہ ابوبکرؓ فدک رابفاطمہ نداد حالانکہ پیغمبر برای او ہبہ نمودہ بود ۔ ودعوی فاطمہؓ رامسموع نمود وازوی گواہ و شاہد طلبید الی قولہ جواب ازیں طعن آنکہ دعوی ہبہ ازحضرت زہراؓ و شہادت دادن حضرت علیؓ و ام ایمنؓ یاحسنینؓ علی اختلاف الروایات درکتب اہل سنت اصلاً موجود نیست ۔ محض ازمفتریات شیعہ است ودرمقام الزام اہل سنت آوردن وجواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست ۔)

ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہیں چاہتے ۔ بجزاس کے کہ خود علماء شیعہ نے تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ ارث کا دعوی ہبہ پر مقدم تھا جیسا کہ المعتہ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۳۱ میں لکھا ہے وما فی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولاثم ادعت النحلۃ فذالک علی تقدیر الصحۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل اثبات النحلۃ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ما ہو الواقع من حقیقۃ النحلۃ کہ بعض روایات میں جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اول ارث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا پس

۱؎ یہاں ایک بڑی بات ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت ابوبکرؓ پر طعنہ زنی کے لئے شیعوں نے پہلی بات یہ گھڑی کہ انہوں نے وراثت نبی کی ممانعت لکھی ہے اور جب کہ ائمہ معصومین کے عمل اور ان بزرگوں کی روایات سے رسول اللہ کا ورثہ نہ ہونا ثابت ہوا تو شیعوں نے اس کے بجائے دوسرا دعوی تراش کرکے طعن و تشنیع دنیا شروع کی جسے تیرھواں طعنہ کہتے ہیں ۔ اور وہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے باغ فدک حضرت فاطمہ کو نہیں دیا حالانکہ بقول شیعہ رسول اللہؐ نے یہ حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا ۔ آخکار حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کا مطالبہ باغ فدک قبول نہیں فرمایا بلکہ ان سے گواہ طلب کئے ۔

شیعوں کے اس طعنہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا دعوی اور حضرت علیؓ و ام ایمنؓ یا حضرت حسینینؓ کا شہادت و گواہی دینا جس کی شیعوں میں مختلف روایات ہیں یہ سب کچھ اہل سنت الجماعت کی کتابوں میں سرے ہی سے موجود نہیں ۔ بلکہ یہ سب شیعوں کی افترا پردازی ہے اور سنیوں پر اس قسم کا الزام دینا اور پھر ان سے جواب کرنا درحقیقت پگلاپن اور مکمل نادانی ہے ۔

marfat.com

بشرط صحیح ہونے اس کے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اس کی مستحق تھیں جب اس میں ایک روایت نقل کر کے شبہ ڈال دیا تو جو اصلی بات تھی. اور حقیقی واقعہ تھا یعنی ہبہ اس کا دعوی کیا. مگر چونکہ علماء امامیہ نے ہبہ کے دعوی کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوی کو بعد اس کے اس لئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہیں کیونکہ تقدیم و تاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہیں ہوتا خصوصاً اس وقت جبکہ ہبہ کا دعوی فی نفسہ ہمارے نزدیک پیش ہی نہ ہوا ہو۔

آیا فدک پیغمبر خدا نے حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا تھا یا نہیں

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہیں کہ فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اسی بنا پر حضرت فاطمہؓ نے جبکہ وہ غصب کر لیا گیا ابو بکر صدیق رضؓ کے سامنے دعوی کیا اس لئے ثبوت ان کے ذمے ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتوں سے ان دونوں دعووں کو ثابت کریں اگر وہ اسے ثابت کر سکیں تو ہمارے ذمے ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات وہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ پر لگاتے ہیں اور اس کے متعلق جو باتیں پیش آئیں ان سے حضرت صدیق اکبرؓ کو الزام دیتے ہیں. ان کے جوابات دیں. لیکن اگر وہ اپنا دعوی ہی ثابت نہ کر سکیں تو ہمیں ضرور نہیں کہ بر بنا دفرضی وتسلیم کے ان لغو و بیہودہ الزامات کا جواب دیں اور تردید شہادت کے متعلق فضول بحث کریں. اس لئے ہم ایک تفصیلی نظر ان تمام کتابوں پر جن کے نام اوپر بیان کئے گئے کرتے اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ کیا ثبوت ان کی طرف سے ان دونوں دعووں کے متعلق پیش کیا گیا ہے. اور کس قسم کی روایتیں کس قسم کی کتابوں سے بتائید اپنے دعوے کے انہوں نے بیان فرمائی ہیں۔

شافی میں متعلق فدک کے ہبہ کئے جانے کی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیوں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی بلکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی میں جو یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو فدک عطا فرمایا۔ پھر عمر بن عبد العزیز نے اولاد فاطمہؓ پر اوسے رد کیا۔ اسی روایت پر

marfat.com

کفایت فرمائی ہے اور شیعوں کے اس قول کو نقل کر کے قاضی عبد الجبار نے لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب میں روایت پیش کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اس کی تردید میں ہبۂ فدک کے متعلق کوئی تائیدی روایت پیش نہیں کی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدیٰ کے نزدیک سوائی اس روایت کے جو نام سے ابو سعید خدری کے شیعوں میں مشہور ہو رہی تھی کوئی صحیح روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں انہوں نے نہیں پائی ورنہ اسے پیش فرماتے تلخیص شافی میں بھی کوئی دوسری روایت ہبۂ فدک کی تائید میں پیش نہیں کی گئی۔

علامہ مطہر ابن حلی کی کتاب کشف الحق و نہج الصدق میں کوئی صحیح سند متعلق ہبہ کے نظر نہیں آئی۔

طرائف میں ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید الواقدی و بشر بن غیاث فی احادیث یرفعونہا الی محمد نبیہم انہ لما فتح خیبر اصطفی لنفسہ قری من قری الیہود فنزل جبریل بھذہ الآیۃ فات ذالقربی حقہ فقال محمد صلعم من ذی القربی وما حقہ قال فاطمۃ فدفع الیہا فدک ثم اعطاہا العوالی بعد ذلک فاستغلتہا حتی توفی ابوہا محمد صلعم کہ ان لوگوں نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود کے دیہات کے ایک گاؤں اپنے لئے علیحدہ کر لیا پھر جبریل یہ آیت لائے کہ اپنے ذا القربی کو ان کا حق دیدو اس پر آنحضرت نے پوچھا کہ ذو القربی کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے جبریل نے کہا کہ ذو القربی فاطمہ ہیں اس پر آپ نے فدک انہیں دے دیا اور پھر عوالی یعنی چند باغات اور عطا کئے کہ اس کا غلہ حضرت فاطمہ لیا کرتیں تاوفات اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (دیکھو طرائف صفحہ ۶۸ مطبوعہ بمبئی) اس کے علاوہ اسی کتب میں ایک اور روایت سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں۔

ومن طریف مناقضاتہم ما رووہم فی کتبہم الصحیحۃ عندہم برجالہم عن مشائخہم حتی اسندوہ عن سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا احمد السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ

marfat.com

الهمدانی اجازة قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیة عن ابی سعید قال لما نزلت اٰیة و اٰت ذالقربی حقه دعا رسول الله فاطمةؑ فاعطاها فدك

کہ سنیوں کے عجیب مناقضات میں سے وہ روایت ہے جس کو انہوں نے اپنی معتبر اور صحیح کتابوں میں اپنے مشائخ سے روایت کی ہے اور اسے سید عبد حافظ ابن مردویہ باسناد مذکورہ بالایوں لکھتے ہیں کہ ابوسعید سے منقول ہے کہ جب آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک انہیں دے دیا۔

بحار الانوار کی کتاب باب نزول الآیات فی امر فدک میں ملا باقر مجلسی آیہ وآت ذا القربی حقہ کی شان نزول میں فرماتے ہیں رواہ کثیر من المفسرین و وردت بہ الاخبار من طرق الخ ة والعامة۔ کہ آیت کے شان نزول میں بہت روایتیں بہت سے مفسرین نے اہل اور شیعہ کے بیان میں کی ہیں۔ اور اس کے بعد لکھتے ہیں قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابة الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ اس آیت میں ذا القربی کا لفظ ہے اس سے مراد قرابت رسول سے ہے پھر انہیں سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اخبرنا السید مهدی بن نزار الحسنی باسناد ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله وآت ذا القربی حقه اعطی رسول الله صلعم فاطمة فدك قال عبد الرحمٰن بن صالح کتب المامون الی عبید الله بن موسٰی یسئله عن قصة فدك فکتب الیه عبید الله بهذا الحدیث رواه عن الفضیل بن مرزوق عن عطیة فرد المامون فدك علی ولد فاطمة انتهی ؛

کہ ہم کو خبر دی ہے سید مہدی بن نزار حسنی نے ان اسناد سے جس کو انہوں نے بیان کیا ہے۔ ابوسعید خدری سے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب آیت وَاٰتِ ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اور عبد الرحمٰن بن صالح کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسٰی سے لکھ کر فدک کا قصہ دریافت کیا۔ عبید اللہ نے اس کے جواب میں اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اسے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اس پر مامون نے فدک اولاد فاطمہؑ کو

marfat.com

دے دیا۔ اس روایت میں ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے۔ مگر علامہ طبرسی نے آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ کی تفسیر میں جو سورۂ بنی اسرائیل میں واقع ہے اس اسناد کا اس طرح پر ذکر کیا ہے واخبرنا السید ابوحمید مہدی بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابوالقاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاھا قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابومعمر بن سعید خثیم وابوعلی القاسم الکندی ویحییٰ بن یعلی و علی بن مسہر عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذی القربیٰ حقہ الخ اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اس طرح بیان کیا ہے۔ ونیز سید ابوحمید مہدی بن نزار الحسنی از حاکم ابوالقاسم عبداللہ الحسکانی نقل می کند کہ در بغداد حاکم ابومحمد از عمر بن احمد بن عثمان بمن حدیث کرد کہ عمر بن حسین بن مالک گفت کہ جعفر بن محمد الاحمصی بمن گفت کہ حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابومعمر بن سعید و علی بن سعید خدری کہ گفتند چون آیہ وآت ذا القربیٰ نازل شد حضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہؑ عطا فرمودہ الخ۔

دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے محمد بن العباس عن علی بن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویۃ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فآت ذی القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں روی السید بن

۱؎ اس روایت کے راویوں میں اور منہج الصادقین کے راویوں میں کچھ نام میں فرق ہے ہم نے جیسا لکھا پایا ویسا ہی لکھ دیا ہے اپنی طرف سے کچھ دست اندازی تصحیح میں نہیں کی ۱۲

۲؎ سید ابوحمید مہدی نے حاکم ابوالقاسم عبداللہ کی زبانی بیان کیا کہ بغداد میں حاکم ابومحمد نے عمر بن احمد بن عثمان کے ذریعہ مجھ سے کہا جسے ابوالعمر بن سعید و علی بن سعید خدری نے ظاہر کیا کہ جب وآت ذی القربیٰ کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے حضرت فاطمہؓ کو باغ فدک عنایت فرما دیا۔

marfat.com

طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قوله تعالیٰ وآت ذا القربی حقه عن عشرین طریقا فمنها ما رواه عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وھیثم بن خلف الدوری وعبد الله بن سلیمان بن الاشعث ومحمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیة العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمةؑ واعطاھا فدک ۔

کہ سید ابن طاوس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وآت ذا القربی حقہ کی تفسیر میں بیس طریقوں سے مروی ہے ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دو نے اور عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سے روایت کی ہے عبّاد بن یعقوب نے اور انہوں نے علی بن عابس سے ۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے انہوں نے علی بن عابس سے انہوں نے فضیل بن مرزوق سے انہوں نے عطیہ عوفی سے اور انہوں نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہؑ کو بلاکر فدک دے دیا۔

قاضی نور اللہ تستری نے اپنی کتاب احقاق الحق میں بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے روی الواقدی وغیرہ من نقلة الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحة عندھم ان النبی لما افتتح خیبرا اصطفی قری من قری الیھود الخ

عماد الاسلام میں ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف میں مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہیں فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاھا النبی فدک فاطمة) ما رواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنة ابو الفتح عبدوس بن عبد الله الھمدانی اجازة قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن

marfat.com

علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذی القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں" وما فی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذی القربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ ابراھیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار یعنی کنز العمال میں شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم میں ابو سعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی پیغمبر خدا نے فاطمہؑ سے کہا کہ اے فاطمہؑ فدک تمہارے لئے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ میں اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن بخار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اسی کتاب میں تفسیر در منثور سیوطی سے نقل کی ہے۔ وفی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذی القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔

اور اسی کتاب میں چوتھی روایت معارج سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں وما فی معارج النبوۃ الشہیر بہ مولانا الھروی الخ السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بھذہ العبادۃ در مقصد اقصی مذکورہ[۱] کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم

---

[۱] مقصد اقصی میں تحریر ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو خیبر کی جانب روانہ کیا اور وہاں حضرت علیؑ سے اس بات پر مصالحت ہوگئی کہ آپ ان خیبر والوں کا خون نہ بہائیں بلکہ وہاں کے خاص باغ رسول اللہ کی نذر دے جائیں۔ اس نوبت پر جبریل نے آکر کہا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ اپنے عزیزوں کے حقوق ادا کریں رسول اللہ نے پوچھا میرے عزیز کون ہیں؟ اور ان کے کیا حقوق ہیں؟ جبریل نے جواباً کہا حضرت فاطمہؑ کو آپ باغ فدک دے دیں جو کچھ ان کا حصہ اللہ رسول کا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ نے حضرت فاطمہ کو بلوا کر بطور سند باغ فدک انہیں لکھ دیا۔ اور رسول اللہ کی وفات کے بعد خلیفہ وقت ابوبکر رضؓ کے پاس حضرت فاطمہؑ نے یہ وثیقہ دکھا کر کہا یہ رسول اللہ کا حکم میرے اور حسنین کے لئے ہے۔

marfat.com

بوی خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست اَیر واقع شد بر انیج کہ حضرت اَیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص ازآن رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویشان من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را بادہ و آنچہ از حصہ خدا و رسول است در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخو ند و برائے وی حجتی نوشت و آن وثیقہ بودہ کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورد و گفت این کتاب رسول خدا است برای من و حسن و حسین۔

ان چار دل روایتوں کو نقل کر کے آپ فرماتے ہیں ”وقال السید المرتضیٰ فی الشافی وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالیٰ وآت ذالقربیٰ حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتہی کلام السید“ یعنی سید مرتضیٰ شافی میں کہتے ہیں کہ سوائے ابوسعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے۔ اور بھی کئی مختلف طریقوں سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیہ وات ذالقربیٰ نازل ہوئی۔ تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انھیں دے دیا۔ اور جب کہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اس کے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے فقط۔ لیکن نہ جناب مولٰنا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام میں اور نہ جناب سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب شافی میں ان روایتوں کو بیان کیا کہ وہ کون سے طریق مختلف غیر طریق ابی سعید کے ہیں جن میں یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہہ دینا کہ اور بہت سی روایتوں میں بھی یہ منقول ہے کافی اور شافی نہیں ہے۔ خصوصًا جبکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی میں اس روایت کو شیعوں کی طرف سے بایں الفاظ ذکر کیا تھا قالوا قد روی عن ابی سعید الخدری کہ شیعہ الیسا کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اس کی نسبت اُنہنے جواب میں یہ لکھا تھا الجواب عن ذلک ان اکثر ما یروون فی ھذا الباب غیر صحیح کہ جواب شیعوں کے اس

marfat.com

قول کا یہ ہے۔ کہ جو کچھ اس باب میں وہ روایت کرتے ہیں اکثر غلط ہے۔

آگے چل کر قاضی عبدالجبار نے صاف لکھ دیا تھا[1] وان صح عقد الھبۃ کہ اگر عقد ہبہ صحیح بھی ہو تو فدک حضرت فاطمہؑ کے قبضے میں ہونا چاہیئے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبدالجبار اس روایت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اسی حالت میں جناب علم الہدیٰ کا بالاجمال یہ کہہ دینا کہ اور بہت سے طریقوں سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور ان کے دعوے کے ثبوت کے لئے کافی نہیں تھا۔ ان کو چاہیئے تھا کہ ان طرق مختلفہ سے جس کا انہوں نے بالاجمال دعویٰ کیا تھا۔ اس روایت کو ثابت کرتے اور ان تمام روایتوں کو بیان کرکے اپنے دعویٰ کی تائید فرماتے۔

طعن الرماح میں جناب مجتہد سید محمد صاحب درمنثور سیوطی اور کنز العمال شیخ علی متقی اور سید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ آل عباس سے فدک کے ہبہ کئے جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ کما یقول روی السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ اخرج البزار و ابو یعلی وابن حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ھذہ الایۃ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا

---

[1] اصل عبارت یہ ہے قال صاحب الکتاب شبھتہ لہم آخری واحدا ما طعنوا بہ وعظموا القول فیہ امر فدک قالوا وقد روی عن ابی سعید الخدری انہ قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ اعطی رسول اللہ فاطمۃ فدک ثم فعل عمر بن عبدالعزیز ذلک وردہ علی ولدہا قالوا ولا شک ان ابابکر اغضبہا ان لم نصح کل الذی روی فی ہذا الباب وقد کان الاجمل ان یمنعہم التکرم مما ارتکبوا فضلا عن الدین ثم ذکرا انہا استشہدت امیرالمومنین وام ایمن فلم تقبل شہادتہما ہذا مع ترکہ ازواج النبی فی حجرہن ولم یجعلہا صدقۃ وصدقہن فی ان ذلک لہن ولم یصدقہا ثم قال الجواب عن ذلک ان اکثر ما یروون فی ہذا الباب غیر صحیح ولسنا ننکر صحۃ ما روی من ادعاء ہا فدک فاما انہ کان فی یدہا فغیر مسلم بل لو کان یدہا لکان الظاہر انہ لہا فاذا کان فی جملۃ الترکۃ فالظاہر انہ میراث وان صح عقد الہبۃ دہذا ہو الظاہر لان التعلیم لو کان وقع بظہر انہ کان فی یدہا فکان ذلک کافیا فی الاستحقاق ۱۲ شافی صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۵ ۱۲۔

فدک وایں[1] روایت صریح ست در آنکہ ہرگاہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ یعنی عطا نما صاحب قرابت را حق او نازل گردید آں جناب فاطمہ را طلب فرمودہ فدک را بآنحضرت عطا فرمود۔ شیخ علی متقی در کتاب کنزل العمال در باب صلہ رحم از ابو سعید روایت کردہ قال لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ۔ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک وسید الحفاظ ابن مردویہ در کتاب خود مسند ابو سعید روایت سابقہ را نقل کردہ ونیز صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوت از مقصد اقصی روایت اعطار فدک ونوشتن وثیقہ را نقل کردہ چنانچہ انفا عبارت آں بمعرض بیان در آمد عقل ہیچ عاقل باور نمی کند کہ باوصف اعطائی فدک وبعد آں ونوشتن وثیقہ برائی آں از زماں فتح خیبر تا ہنگام وفات سرور کائنات اقباض آں بوقوع نہ پیوستہ باشد

---

[1] اور یہ روایت بالکل صاف ظاہر ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ رشتہ دار کو اس کا حق دے دیجئے تو رسول اللہ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر باغ فدک انہیں دے دیا۔ شیخ علی متقی نے اپنی کتاب کنزل العمال میں بروایت ابو سعید لکھا ہے۔ کہ اس آیت کے نزول پر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے فاطمہ باغ فدک تمہارے لئے ہے۔ روضۃ الصفا اور معارج کے مولفین نے بھی باغ فدک دینا اور وثیقہ لکھنا نقل کیا ہے۔ کسی عقل مند کی عقل باور نہیں کرتی کہ فتح خیبر کے بعد سے رسول اللہؐ کے پردہ کرنے تک باوجودیکہ رسول اللہؐ نے باغ فدک دیا ہوا اور وثیقہ لکھ دیا ہوا اس پر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ نہیں ہوا اور رسول اللہؐ کے دینے کے وہی معنی ظاہر ہیں جیسے ہر ایک جانتا ہے کہ ان کی بھی اسی مال سے کفالت ہوتی رہی۔ صاحب تاریخ آل عباس جوز بردست سنی ہیں۔ انہوں نے اپنی اس تاریخ میں لکھا ہے اگر حضرات حسنینؑ کی اولاد نے جب مامون الرشید خلیفہ وقت سے باغ فدک کا مطالبہ کیا تو۔ مامون نے دو سو علماء حجاز وعراق وغیرہ کو جمع کر کے تاکید کی کہ آپ لوگ امر حق وصحیح بات کو پوشیدہ نہ رکھیں اور صداقت ومتابعت احکام شریعت سے انحراف نہ کریں۔ چنانچہ ان تمام علماء نے واقدی اور بشر بن ولید وغیرہ کی روایات بیان کیں کہ فتح خیبر کے بعد جبریل آیت ذی القربی لے کر آئے۔ رسول اللہؐ نے پوچھا رشتہ دار کون ہے۔ اور اس کا حق کیا ہے؟ جبریل نے کہا فاطمہؑ رشتہ دار ہیں اور فدک ان کا حق ہے۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے باغ فدک انہیں دے دیا۔

marfat.com

بلکہ لفظ اعطا نیز برآں دلالت دارد کما لایخفی۔ وصاحب تاریخ آل عباس کہ از معتمدین اہل سنت ست در تاریخ مذکور علی ما نقل عنہ نوشتہ کہ بعد از آنکہ جماعتی از اولاد حسنین نزد مامون دعوی فدک کردند مامون جمع نمود دو صد کس از علمای حجاز وعراق وغیر ایشان را وتاکید کرد کہ کتمان صواب نانمودہ از متابعت حق وراستی سر نہ پیچند پس ایشان روایت واقدی وبشر بن الولید وغیرہ نقل کردند کہ بعد از فتح خیبر جبریل با آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذاالقربی وچیست حق او جبریل گفت فاطمہؑ است وفدک حق اوست پس رسول خدا فدک را بآنحضرت داد۔

صاحب تشئید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت روایات مذکورہ بالا کے علاوہ پیش نہیں کی۔

کفایہ موسوم عصمت الولایہ کے جلد دوم میں صفحہ ۲۷۸ سے تا صفحہ ۲۸۰ بہت تفصیل سے فدک کی بحث لکھی ہے۔ اور یہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ کی نسبت صفحہ ۲۷۹ میں یہ لکھا ہے۔ کہ از برائی احدی از امت شبہ نبود در آنکہ فدک خالص بود از برای رسول خدا صلعم واحدی را دران حق نبود از امت۔ واخبار طرفین از خاصہ وعامہ ناطق باین امرست۔ ونیز ظاہر آیہ وآت ذاالقربی حقہ بہ تصدیق کثیرے از علما ومفسرین در روایات عامہ آنکہ رسول خدا صلعم آنرا نحلہ وعطیہ داد بحضرت فاطمہ چون ثعلبی وجوہری ویاقوت شافعی صاحب کتاب معجم البلدان وشہرستانی وصاحب تاریخ آل عباس وواقدی وبشر بن الولید و عبدالرحمن بن صالح وعمر بن شبہ وابن حجر در صواعق وابن ابی الحدید و

۱؎ کسی امتی کو شک و شبہ نہیں کہ باغ فدک رسول اللہ کے لئے مخصوص تھا اور اس میں کسی امتی کا کوئی حق نہ تھا۔ اور عام وخاص لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ نیز آیت کی ظاہری تفسیر اکثر علماء ومفسرین نے یہی کی ہے کہ رسول اللہ نے حضرت فاطمہ کو بطور عطیہ سرفراز فرمایا۔

۲؎ جیسے ثعلبی اور قاضی بن عبداللہ موسیٰ وغیرہ۔

marfat.com

ابو ہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل و حاکم ابوالقاسم الحسکانی و حاکم ابو محمد واحمد بن عثمان بغدادوے و قاضی عبداللہ ابن موسیٰ انہ لما نزلت آیۃ وآت ذاالقربیٰ حقہ اعطے رسول اللہ فاطمۃ فدک فقط اس میں مؤلف نے روایت ہبہ فدک اور دعویٰ فدک کو مختلط کر دیا ہے۔ اور ان کی روایتوں اور اقوال کو نقل نہیں کیا۔ مگر سوائے ثعلبی کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اوپر ہو چکا نام بھی نہیں لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۲۵۸ میں اس کتاب کے باین الفاظ بیان کی گئی ہے کما فیہ "وثعلبی کہ[1] از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سُدّی و دیلمی روایت کردہ است کہ حضرت علی ابن الحسین یکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلی۔ فرمود در سورۂ بنی اسرائیل ایں آیۃ خواندہ کہ وآت ذا القربی حقہ آں شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربی کہ حق سبحانہ وتعالیٰ امر فرمودہ کہ حق آنہا را برسانند فرمود بلے۔"

ان کتابوں کے علاوہ ایک اور کتاب ایران میں بالفعل چھپی ہے اور اس کا نام غایۃ المرام وحجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام اس کے مصنف سید ہاشم معروف بالعلامہ ہیں۔ اور ان کی نسبت صاحب الحدائق شیخ یوسف بحرانی نے اپنی کتاب مسمی بلؤلؤۃ البحرین میں لکھا ہے۔ کان السید المذکور فاضلا محدثا جامعا متتبعا للاخبار بما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسی کانت وفاتہ للسنۃ السابعۃ بعد المائۃ والالف وصنف کتبا علیہا تشہد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ یعنی سید موصوف بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور ایسے حاوی احادیث واخبار پر ہیں کہ مثل ان

[1] ثعلبی سنیوں کا زبردست مفسر ہے اس نے سُدّی و دیلمی کے ذریعہ روایت کی ہے کہ علی بن حسین (امام زین العابدین) نے ایک شامی سے پوچھا کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ اس پر فرمایا سورۂ بنی اسرائیل میں یہ آیت پڑھی ہے کہ رشتہ دار کو اس کا حق دے دو۔ اس پر اس شامی نے کہا مگر آپ اور اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کے حقوق ادا کر دیں۔ اس پر امام نے جواب دیا۔ ہاں۔

marfat.com

گئے اگلے لوگوں میں سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہیں ہوا اور ان کی بہت تصنیفات ہیں جن سے ان کی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے۔ فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت کے ثابت کرنے میں لکھی ہے۔ اور اس میں تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے۔ اور ہر آیت کے متعلق جتنی روائتیں اور حدیثیں ہیں خواہ اہل سنت کی خواہ شیعوں کی ان سب کو نقل کیا ہے۔ اور انہوں نے اس کتاب کے دیباچہ میں ان تمام کتابوں کے نام لکھے ہیں جن سے انہوں نے روائتیں نقل کیں ہیں۔ اور بلا شبہ یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود ان کے مولف کی غزارت علم اور کمال واقفیت کی شاہد ہے اس کتاب کے مقصد دوم کے سترھویں اور اٹھارویں باب میں آیۂ وآت ذاالقربی حقہ کے متعلق جتنی حدیثیں اور روائتیں فریقین کی ہیں مگر باوجود اس جامعیت کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری روایت انہوں نے سینوں کی طرف سے بیان نہیں کی۔ البتہ گیارہ حدیثیں شیعوں کی نقل کی ہیں۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۳۲۳ میں یہ لکھا ہے

الباب السابع عشر قوله تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقه والمسکین الآیة من طریق العامة وفیه حدیث واحد للثعلبی فی تفسیره فی هذه الآیة قال عنی بذلك قرابة رسول الله صلعم ثم قال الثعلبی روی عن السدی عن ابی الدیلمی قال قال علی بن الحسین لرجل من اهل الشام اقرأت القرآن قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائیل وآت ذا القربیٰ حقه والکم القرابة التی امر الله تعٰ ان یؤتی حقه قال نعم۔ فقط اس کا ترجمہ جو کفایہ میں بزبان فارسی ہے وہ ابھی اوپر ہم لکھ چکے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں الباب الثامن عشر فی قوله تعٰ وآت ذا القربیٰ حقه والمسکین الآیة من طریق الخاصة وفیه احد عشر حدیثاً کہ امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق گیارہ حدیثیں ہیں۔ اور اس میں عطیہ عوفی کی وہ روائتیں بھی منقول ہیں جس کو بعض سینوں کی کتابوں سے علماء امامیہ نے نقل کی ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں الثامن العیاشی باسناده من عطیة

marfat.com

العوفی قال لما فتح رسول اللہ خیبر و أفاء اللہ علیہ فدکا و انزل اللہ علیہ وآت ذا القربی حقہ قال یا فاطمۃ لک فدک۔ التاسع العیاشی باسنادہ عن عبدالرحمن بن صالح کتب المامون الی عبد اللہ بن موسی العبسی یسألہ عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبداللہ بن موسی بھذا الحدیث۔ العاشر العیاشی باسنادہ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ ان المامون رد فدکا علی ولد فاطمۃ۔

منشی سبحان علی خان صاحب نے جو فن ادب میں مشہور ہیں۔ ایک کتاب امامت میں لکھی ہے۔ اس کے دوسرے حصہ کے صفحہ۲ میں فدک کی بحث ہے۔ مگر اس میں خان صاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اسی کے مضمون کو الٹ پھیر کے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات حق بضعۃ الرسول بر ہمان کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ بہ تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از ماجری فیہا البطال خلافت خلیفہ اول وثانی کہ بانی مبانی ایں اعتدا مشار الیہ است می سازد فقط۔ اس میں کوئی روایت جدید منقول نہیں ہے جو قابل نقل ہو۔

ہم نے جو کچھ اوپر بیان کیا۔ اس سے اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہو گا کہ چوتھی صدی سے لے کر تیرھویں صدی تک جتنی مشہور کتابیں شیعوں کی اس بحث کے متعلق تھیں۔ ان سب سے ہم نے ان روایتوں کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابوں سے انہوں نے نقل کی تھیں بلفظہ لکھ دیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابیں ہونگی۔ جو ہمیں نہیں مل سکیں۔ مگر ایسے مشہور اور نامور عالموں نے جیسے کہ جناب علم الہدی اور علامہ علی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ تستری اور مولنا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالباً ان کے مطالعے سے کوئی اور روایت رہ نہ گئی ہو گی خصوصاً مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اس لیے ہم کو اس یقین کرنے کی وجہ ہے

کہ جو کچھ انہوں نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ ان کے پاس نہ تھا۔ اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ یہ ثبوت نہ عقلاً و نقلاً شہادت میں داخل کرنے کے لائق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت ہے اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ اس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا۔ بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ ایک ہی شخص اس تمام زنگاری پردے میں چھپا ہوا ہے۔ جس کے مختلف رنگ دوسروں نے لئے ہیں اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہریں نکلی ہیں اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہاں سے ساری شاخیں پھوٹی ہیں۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ علماء شیعہ جن کو ان روایتوں پر بہت کچھ ناز ہے اور جنہوں نے اس کی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے۔ اور جس کی بنا پر بہت بڑے الزام حضرات شیخین پر لگائے ہیں۔ اور بہت دردناک تقریروں میں ان کا ظلم وستم ظاہر کیا ہے۔ اور جناب سیدۃ النسا فاطمہ زہرا کے دعوی ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوکے میں ڈالنے والی باتیں بنائی ہیں۔ اپنے پیش کئے ہوئے ثبوت کی حقیقت فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہم اسے فاش کرتے ہیں حیران اور ششدر رہو جائیں گے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نور اللہ تستری نے کشف الحق کے شائع ہونے کے بعد سنیوں کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اوپر صادق سمجھیں گے ای یتمنون ان یکونوا جمادا او شجرا ویبھتون کانہم القموا احجرا یعنی تمنا کریں گے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جائیں اور ایسے مبہوت ہو جائیں گے گویا ان پر پتھر پڑ گئے ہیں۔

علماء امامیہ کی مذکورۂ بالا کتابوں میں جو حدیثیں اور روایتیں پیش کی گئی ہیں جن کو وہ سنیوں کی روایت کہتے ہیں ان کی تکرار اور نقل در نقل کو حذف کرکے دو قسم کی مفصلۃ الذیل روائتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ جن میں پوری تفصیل راویوں کی لکھی گئی ہے۔ دوسری وہ جس میں یا صرف منقول عنہ کتاب کا نام ہے۔ یا بجائے پوری سند بیان کرنے کے صرف بعض راویوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ اوّل قسم میں چار اور دوسری قسم میں پانچ روائتیں ہیں۔ اوّل قسم کی روائتیں یہ ہیں۔

marfat.com

ایکؔ وہ روایت جو طرائف میں سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے۔ جس کو عماد الاسلام اور دوسری کتابوں میں بھی نقل کیا ہے۔ اس کے بیان کرنے والے راوی حسب ذیل ہیں۔ اول محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ ہمدانی دوسرے قاضی ابو نصر شعیب بن علی تیسرے موسیٰ بن سعید چوتھے ولید بن علی پانچویں عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عباس ساتویں فضیل آٹھویں عطیہ نویں ابو سعید جن پر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسریؔ وہ روایت جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی میں بہ تفصیل اسناد بیان کی گئی ہے اور اس کے راوی یہ ہیں۔ اول سید ابو حمید مہدی بن نزار حسینی دوسرے حاکم ابو القاسم بن عبد الحسکانی تیسرے حاکم الوالد ابو محمد چوتھے عمر بن احمد بن عثمان۔ پانچویں عمر بن حسین ابن علی بن مالک، چھٹے جعفر بن محمد احمسی ساتویں حسن بن حسین، آٹھویں ابو معمر بن سعید، نویں ابو علی قاسم کندی، دسویں یحییٰ بن یعلی گیارھویں علی بن مسہر، بارھویں فضیل بن مرزوق، تیرھویں عطیہ کوفی، چودھویں ابو سعید خدری۔ تیسریؔ، وہ روایت جس کو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور انہوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ اس کے راوی۔ اول محمد بن سلیمان اعبدی ہیں۔ دوسرے ہیثم بن خلف دوری۔ تیسرے عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث، چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا، پانچویں عباد بن یعقوب، چھٹے علی بن عابس (یہ حقیقت میں علی بن عباس ہے) ساتویں جعفر بن محمد حسینی، آٹھویں علی بن منذر طریقی، نویں فضیل بن مرزوق۔ دسویں عطیہ عوفی۔ گیارھویں ابو سعید خدری چوتھیؔ وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھی ہے۔ اُس کے اوّل راوی محمد بن عباس ہیں۔ دوسرے علی بن عباس مقالعی۔ تیسرے ابو کریب۔ چوتھے معاویہ، پانچویں فضیل بن مرزوق۔ چھٹے عطیہ۔ ساتویں ابو سعید خدری۔

۱؎ یہ روایت صفحہ ۱۷ میں ہے۔ ۱۲ منہ۔ ۲؎ یہ روایت صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۵ میں ہے۔ ۱۲ منہ۔

۳؎ دیکھو صفحہ ۹ اس کتاب کا۔ ۱۲ منہ۔ ۴؎ دیکھو صفحہ ۹ اس کتاب کا۔ ۱۲ منہ۔

اور دوسری قسم کی روایتیں یہ ہیں۔

پہلی[1] وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام میں نقل کی ہے۔ اس کو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور اُس میں اور راویوں کے نام منقول ہیں۔ ایک ابراہیم بن محمد بن میمون۔ دوسرے علی بن عابس بن النجار۔ ان راویوں نے اپنی سند کا سلسلہ ابو سعید تک پہنچایا ہے۔

دوسری[2] وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ میں در منثور سیوطی سے بلا حوالہ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح میں اُس پر اتنا اور بڑھایا ہے کہ بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے اسے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔

تیسری[3] جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہیں کہ مامون نے عبید اللہ بن موسیٰ سے فدک کا حال تحریراً دریافت کیا تو انہوں نے اسی حدیث کو جس کا ذکر سید مہدی بن نزار حسینی نے کیا ہے لکھ بھیجا اور اُس کو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں دو نام مذکور ہیں۔ ایک فضیل بن مرزوق، دوسرے عطیہ۔

چوتھی[4] وہ روایت ہے جو طرائف میں بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بیان کی ہے، جس میں سلسلۂ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالۂ واقدی قاضی نور اللہ تستری نے احقاق الحق میں نقل کیا ہے۔

پانچویں[5] وہ روایت جو معارج النبوت اور مقصد اقصی سے عماد الاسلام وغیرہ میں نقل کی گئی ہے۔

یہ ہے کل مایۂ ناز علماء امامیہ کا۔ اور یہ ہے مجموعہ ان تمام روایتوں کا جس کو وہ بہت بڑے زور و شور سے سنیوں کے مقابلے میں ہبہ فدک کے ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اور چونکہ یہ روایتیں مختلف طور سے اور مختلف موقع پر بحث فدک میں بیان کی جاتی ہیں۔ بیچارے ناواقف سنی اُنہیں دیکھ کر گھبرانے لگتے ہیں۔ اور یہ سمجھ کر کہ یہ روایتیں تو ہماری ہی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں اور غالباً صحیح ہوں گی، حیران رہ جاتے ہیں۔ اور اکثر لوگوں کو خلجان

---

[1] دیکھو صفحہ ۹ اس کتاب کا۔ ۱۲ منہ
[2] دیکھو صفحہ ۹۔۱۰۔ ۱۲ منہ
[3] دیکھو صفحہ ۱۵ ۱۲ منہ
[4] دیکھو صفحہ ۱۵ ۱۲ منہ
[5] دیکھو صفحہ ۱۷ ۱۲ منہ

marfat.com

اور اپنے عقائد میں شبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب کہ ہم نے اُن سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اس سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو سکے گا کہ سلسلہ ان تمام روایتوں کا ابو سعید پر ختم ہوتا ہے۔ اور ابو سعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے۔ اور انہیں سے اس روایت کا سلسلہ آئندہ بڑھا ہے۔ غرضکہ جو کچھ پھل پھول اس میں لگائے گئے ہیں، اُس کی جڑ ابو سعید ہیں۔ مگر ابو سعید کے نام میں ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے۔ جس سے ناظرین کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ ابو سعید، ابو سعید خدری ہیں جو صحابی تھے، حالانکہ یہ ابو سعید، ابو سعید خدری نہیں ہیں۔ بلکہ یہ وہ ابو سعید ہے جو کلبی کے خطاب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہیں۔ اُنکے بہت سے نام اور مختلف کنیتیں ہیں۔ اور اسی سبب سے لوگوں کو اکثر ان کے نام میں دھوکا ہو جاتا ہے، کبھی ان کا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے، اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہکر پکارے جاتے ہیں۔ اور ان کی تین کنیتیں ہیں، ایک ابو النصر اور دوسری ابو ہشام اور تیسری ابو سعید اور انہیں سے عطیہ عوفی روایت کرتے ہیں، اور چونکہ عطیہ راوی شیعہ تھے، وہ اسی قسم کی حدیثوں کو اپنے شیخ ابو سعید کلبی سے اس طور پر روایت کرتے ہیں، کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابو سعید خدری صحابی سے روایت ہے کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابو سعید کہکر چپ ہو جاتے ہیں، کلبی یا اور مشہور نام انکا نہیں لیتے، تاکہ لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے ہیں، وہ ابو سعید خدری صحابی ہیں چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا اور انکی یہ ہوشیاری کھل گئی۔ تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال اور اصلی اعتقاد ظاہر ہو جائے اور یہ امر کہ عطیہ کی روایت ابو سعید کلبی سے ہے نہ کہ ابو سعید خدری سے کھل جائے۔ ہم اول عطیہ کا اور پھر ابو سعید کلبی کا حال اسماء الرجال کی کتابوں سے بیان کرتے ہیں، اور اس پردے کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتوں پر پڑا ہوا تھا۔ اٹھاتے ہیں۔ عطیہ، جنہوں نے اس روایت کو ابو سعید سے بیان کیا ہے۔ اُن کی نسبت تقریب میں جو معتبر کتاب اسماء الرجال کی ہے۔ لکھا ہے کہ وہ روایت میں خطا بھی کرتے تھے۔ اور تدلیس بھی فرماتے تھے اور شیعہ بھی تھے۔

اول تو ان کی روایت بہ سبب اس کے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہیں دوسرے بوجہ تدلیس کے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے بہ لحاظ شیعہ ہونے کے یہ روایت شیعوں کی ہے، نہ کہ سُنیوں کی۔

روایت میں خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزیں محتاج بیان نہیں ہیں۔ مگر تدلیس کیا چیز ہے

marfat.com

اور راوی میں یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے۔ البتہ قابل بیان ہے۔ تاکہ ناظرین اس روایت کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکیں۔ ابن جوزی تدلیس کو روایت میں اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہیں کہ وہ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں۔ ومن تلبیس ابلیس علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیر ان یبینوا انہ موضوع وھذا خیانۃ منھم علی الشرع ومقصودھم تنفیق احادیثھم وکثرۃ روایاتھم وقد قال النبی من روی عنی حدیثا یری انہ کذب فھو احد الکاذبین ومن ھذا الفن تدلیسھم فی الروایۃ فتارۃ یقول احدھم فلان عن فلان او قال فلان عن فلان یوھم انہ سمع منہ ولم یسمع وھذا قبیح لانہ یجعل المنقطع فی مرتبۃ المتصل انتہی۔ یعنی علماء محدثین کو ابلیس حدیث موضوع کی روایت کرنے میں یہ دھوکا دیتا ہے کہ وہ یہ بیان نہیں کرتے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ حالانکہ یہ بات انکی شرع میں خیانت ہے اور ان کا اپنی احادیث کا جاری کرنا اور کثرت سے روایات کا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ اور پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرف سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ خود بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔ اور فن حدیث میں روایت کی تدلیس یہ ہے کہ راوی یہ کہے فلاں نے فلاں سے یا فلاں نے کہا فلاں سے، جس سے وہم دلاتا ہے کہ فلاں نے فلاں سے سنا ہے۔ حالانکہ نہیں سنا تو یہ بہت بری بات ہے اس لئے کہ راوی حدیث منقطع کو (جس کا راوی بیچ میں سے چھوٹا ہو) متصل کے (جس کے راوی برابر مسلسل ہوں) برابر کرنا چاہتا ہے۔ انتہی۔

اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے عطیۃ بن سعد العوفی الکوفی تابعی شہیر ضعیف قال سالم المرادی کان عطیۃ یتشیع وقال احمد ضعیف الحدیث وکان ھشیم یتکلم فی عطیۃ وروی ابن المدائنی عن یحیی قال عطیۃ وابو ھارون وبشر بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطیۃ کان یاتی الکلبی فیاخذ عنہ التفسیر کان یکنیہ بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوھم انہ الخدری وقال النسائی وجماعۃ ضعیف یعنی عطیہ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ اُن کی حدیث ضعیف ہے۔ اور سالم مرادی کہتے ہیں کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔

marfat.com

اور ہشیم کو عطیہ میں کلام ہے ۔ اور ابن مدینی نے یحیٰی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عطیہ اور ابوہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہیں ۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور اُن سے تفسیر لیتے اور اُسے ابوسعید کے نام سے لکھ دیتے اور یوں کہتے کہ ابوسعید نے ایسا کہا ہے ۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مقصود ان کا یہ ہوتا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ابوسعید خدری ہیں ۔ اور نسائی اور ایک جماعت نے اُن کو ضعیف بتایا ہے ۔ اور سخاوی نے رسالہ منظومہ جزری میں جو اصول حدیث میں ہے ۔ باب من له اسماء مختلفة ونعوت متعددة میں جہاں کلبی کا ذکر لکھا ہے ۔ وہاں یہ بیان کیا ہے ۔ وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیة العوفی موھما انه الخدری کہ یہی کلبی ابوسعید کی کنیت سے بھی پکارے جاتے ہیں ۔ اور عطیہ عوفی اُن سے جو روایت کرتے ہیں وہ اسی کنیت سے یعنی قال ابوسعید کہہ کر روایت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ خیال ہو کہ یہ ابوسعید خدری ہیں ۔

اس حقیقت سے جو ہم نے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب روز روشن کے یہ بات کھل گئی کہ یہ روایت ابوسعید خدری سے جو صحابی رسول تھے نہیں ہے ۔ بلکہ ابوسعید کلبی سے ہے جو مفسر تھے ۔

اب ہم ابوسعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حضرت جن پر ان تمام روایتوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے ۔ جھوٹے اور حدیثوں کے بنانے والے اور شیعہ تھے ۔ ان کی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالہ منظومہ جزری میں اُس باب میں جس کا اوپر ذکر ہوا یہ لکھا ہے ۔ کہ اُن لوگوں میں سے جن کے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتیں ہیں ۔ ایک محمد بن سائب کلبی مفسر ہیں ۔ انہیں کی کنیت ابوالنضر ہے ۔ اور اس کنیت سے ابن اسحاق اُن سے روایت کرتے ہیں اور اُنہیں کا نام حماد بن سائب ہے ۔ اور ابواسامہ اسی نام سے اُن سے روایت کرتے ہیں ۔ اور انہیں کی کنیت ابوسعید ہے ۔ اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی ان سے روایت کرتے ہیں ۔ تاکہ لوگوں کو شبہ میں ڈالیں کہ یہ ابوسعید خدری ہیں ۔ اور انہیں کی کنیت ابوہشام بھی ہے اور اس کنیت سے قاسم بن الولید اُن سے روایت کرتے ہیں ۔ اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہیں ۔ ان من امثلته (ای من له اسماء مختلفة ونعوت متعددة) محمد بن السائب

marfat.com

الکلبی المفسر ھو ابوالنضر الذی روی عنه ابن اسحاق وھو حماد بن السائب روی عنه ابو اسامة وھو ابو سعید الذی روی عنه عطیة الکوفی ھوھما انه الخدری وھو ابو ھشام روی عنه القاسم بن الولید ۔ اور تقریب میں ان کی نسبت یہ لکھا ہے محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ابوالنضر الکوفی انسابة المفسر متھم بالکذب ورمی بالرفض من السادسة مات سنة مائة وست واربعین ۔ کہ محمد بن سائب کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹے اور رفض سے متہم ہیں اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے ۔ محمد بن السائب الکلبی ابوالنضر الکوفی المفسر النسابة الاخباری قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل انك تروی عنه قال انا اعرف صدقه من کذبه قال البخاری ابوالنضر الکلبی ترکه یحیی و ابن مھدی ثم قال البخاری قال علی حدثنا یحیی عن سفیان قال لی الکلبی کلما حدثتك عن ابی صالح فھو کذب قال یزید بن زریع حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابومعاویة قال الاعمش تق ھذا لا السبائیة فانی ادرکت الناس و انما یسمونھم الکذابین وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئك الذین یقولون ان علیا لم یمت وانه راجع الی الدنیا ویملأھا عدلا کما ملئت جورا وان راو سحابة قالوا امیر المؤمنین فیھا وعن ابی عوانة سمعت الکلبی یقول کان جبریل یملی الوحی النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم الخلاء جعل یملی علی علی وقال احمد بن زھیر قلت لاحمد بن حنبل یحل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا وقال الجوزجانی وغیرہ کذاب وقال الدارقطنی و جماعة متروك وقال ابن حبان وضوح الکذب فیه اظھر من ان یحتاج الی الاعراف وفی وصفه یروی عن ابی صالح عن ابن عباس التفسیر وابو صالح لم یرو ابن عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما احتیج الیه اخرجت له الارض افلاز کبدھا لا یحل ذکرہ فی الکتب فکیف الاحتجاج بہ کہ محمد بن سائب کلبی جن کی کنیت ابوالنضر ہے وہ کوفی ہیں اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہیں ۔ امام ثوری انکی نسبت کہتے ہیں کہ کلبی سے بچنا چاہیے اس پر اُن سے کسی نے کہا کہ آپ تو خود اُن سے روایت کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اُس کے جھوٹ کو اُس کے سچ سے جُدا کرلیا جانتا ہوں ۔ اور بخاری نے کہا ہے کہ یحیی اور ابن مہدی نے اُنکی روایت قابل ترک بتلائی ہے ۔ اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحیی سے اور انہوں نے سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صالح سے جو میں تم سے روایت کروں ۔ وہ جھوٹی ہے

marfat.com

اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے کہ وہ عبداللہ بن سبا کے فرقے کا تھا اور ابو معاویہ کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا ہے کہ اس سبائیہ فرقے سے بچنا چاہیئے، کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہیں۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ کلبی سبائی تھا۔ یعنی اُن لوگوں میں سے جو کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ نہیں مرے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کریں گے اور اُسے انصاف سے اُسی طرح بھر دیں گے۔ جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ اور جب کہ وہ بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیرالمومنین اسی میں ہیں۔ اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کلبی کو یہ کہتے سُنا ہے۔ کہ جبرئیلؑ پیغمبرؐ خدا صلعم پر وحی بیان کرتے۔ اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت کے لئے بیت الخلا جاتے تو جبرئیلؑ علیؑ پر اُس وحی کو املا کرتے۔ یعنی اُن سے کہتے۔ اور احمد بن زہیر کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست ہے۔ اُنہوں نے کہا نہیں۔ اور جوزجانی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دار قطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے۔ یعنی اس کی روایت لینے کے لائق نہیں ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ اُس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اور ان حضرت کے صفات میں سے یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ تفسیر کو ابی صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے۔ نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے سُنا۔ مگر جب اُن کو تفسیر میں کچھ بیان کرنے کی حاجت ہوتی، تو اپنے دل سے نکال لیتے۔ ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب میں جائز نہیں ہے، نہ کہ اُس سے سند لینا

اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے اُن کے فرزند ارجمند[1] ہشام بن کلبی کا جہاں بیان لکھا ہے وہاں ان کے پدر بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور ان کے فرزند کو اس قسم کے متروکین میں سے کہ جس کو حفاظ حدیث میں داخل بھی نہیں کیا۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ ھشام بن الکلبی الحافظ احد المتروکین لیس بثقۃ فلھذا لم ادخلہ بین حفاظ الحدیث وھو ابوالمنذر ہشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابۃ اور یاقوت حموی نے معجم الادبا میں، جہاں محمد بن جریر طبری کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ لکھا ہے۔

---

[1] اور ان دونوں باپ بیٹوں کی نسبت انساب سمعانی مؤلفہ ابو سعید عبدالکریم ابن محمد المروزی الشافعی (باقی صفحہ ۲۲۰ پر)

marfat.com

ولو یتعرض ای الطبری تفسیر غیر موثوق بہ فانہ لم یدخل فی کتابہ شیئا عن کتاب محمد بن السائب الکلبی ولا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانہم عندہ اظناء کہ طبری نے غیر معتبر تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب میں بیان نہیں کی. اور اسی لئے اپنی کتاب میں کچھ بھی محمد بن سائب کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی کتابوں سے نہیں لیا۔ کیونکہ یہ لوگ ان کے نزدیک مشکوکین میں سے ہیں۔ اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں کلبی کی نسبت لکھا ہے۔ قد قال احمد فی تفسیر الکلبی من اولہ الی اخرہ کذب لا یحل النظر فیہ ؛

یہ حالت ہے ابوسعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہم نے بیان کی ہے کہ بلحاظ عقائد کے عبداللہ بن سبا کے فرقے میں سے ہیں، اور رجعت کے قائل اور جناب امیر کے بادلوں میں چھپے

(بقیہ ۲۱۹کا) میں یہ لکھا ہے۔ وابو النضر محمد بن السائب ابن بشر بن عمرو بن الحارث بن عبد العزے بن امری القیس بن عامر بن النعمان ابن عامر بن عبدود بن کنانہ بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ ابن ثور بن کلب صاحب التفسیر من اہل الکوفۃ یروی عنہ الثوری ومحمد بن اسحاق ویقولان ثنا ابو النضر حتی لا یعرف وہو الذی کناہ عطیۃ العوفی ابا سعید فکان یقول حدثنی ابو سعید یرید بہ الکلبی فیتوہمون انہ اراد بہ ابا سعید الخدری وکان الکلبی یقول اسابا من اصحاب عبداللہ بن سبا من اولئک الذین یقولون ان علیا لم یمت وانہ راجع الی الدنیا قبل قیام الساعۃ فیملاہا عدلا کما ملئت جورا وان رأوا سحابۃ قالوا امیر المومنین فیہا حتی بیرا فذ منہم وذال شعر ومن قوم اذا ذکروا علیا ؛ یصلون الصلوۃ علی السحاب ؛ مات الکلبی ۱۴۶ھ۔ وابنہ ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب بن بشر الکلبی من اہل الکوفۃ صاحب النسب یروی عن ابیہ ومعروف مولی سلیمان الغرائب والعجائب والاخبار التی لا اصول لہا روی عنہ شباب العصفری وابنہ العباس بن ہشام ومحمد بن سعید کاتب الواقدی وعلی بن حرب الموصلی وعبداللہ بن الضحاک البدادی وابو الاشعث احمد بن المقدام العجلی وکان غالیا فی التشیع اخبارہ فی الاغلوطات اشہر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفہا وکان ہشام بن الکلبی یقول حفظت مالم یحفظ احد ونسیت مالم ینسہ احد کان لی عم یعاتبنی علی حفظ القرآن قد خلت بیتا وحلفت ان لا اخرج منہ حتی احفظ القرآن فحفظتہ فی ثلاثۃ ایام ونظرت فی المرأۃ وقبضت علی لحیتی لاخذ مادون القبضۃ فاخذت مافوق القبضۃ قال عبداللہ بن احمد بن حنبل سمعت ابی یقول ہشام بن محمد بن السائب الکلبی من یحدث عنہ انما ہو صاحب سمر ونسب ماظننت ان احدا یحدث عنہ مات سنۃ اربع اوست ومائتین ۔ ۱۲

ہونے کے معتقد۔ اور بلحاظ صدق کے ایسے اعلٰے درجے پر ہیں کہ جن کو نہ دیکھا اور جن سے نہ کچھ سُنا اُن سے برابر روایت کرتے ہیں۔ اور جس موقع پر جو چاہا اُسے اپنے دل سے گڑھ کر بیان کر دیتے ہیں۔ اور اعتبار کی یہ کیفیت ہے کہ معتبر اور محقق تفسیر لکھنے والے مثل طبرسی کے اپنی کتاب میں ان کی کسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور یہی ہیں واضع یا ناقل حدیث ہبہ فدک کے جس کو عطیہ نے کہ وہ بھی مدلس اور شیعی تھے اپنے مذہبی عقائد کی حمایت کے لئے ان سے روایت کیا اور ان کے دیگر نام اور کنیتیں چھوڑ کر حدثنا ابوسعید لکھکر لوگوں کو اس شبہ میں ڈالا کہ یہ ابوسعید خدری ہوں گے۔

اس بات کا ثبوت کہ ابوسعید جن پر سلسلہ ان حدیثوں کا ختم ہوتا ہے۔ ابوسعید خدری نہیں ہیں صرف خیالی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریروں اور روایتوں سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً کنز العمال میں جو روایت حاکم کی تاریخ سے منقول ہے اور عماد الاسلام وغیرہ میں بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت جو طرائف اور عماد الاسلام وغیرہ میں منقول ہے، اور درمنثور سیوطی اور بزار اور ابویعلی اور ابن حاتم کی روایتوں میں صرف ابوسعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ اس کے آگے نہیں ہے۔ یہ لفظ اسی وہم کے سبب سے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا پیچھے بڑھایا گیا۔

اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد ہبہ فدک کی روایت کا غلط اور جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور ثابت بھی اس طور پر کہ اس میں کچھ شبہ نہیں رہا۔ اور اس بات کی ضرورت باقی نہ رہی کہ اور راویوں سے بحث کی جائے مگر ہم روایت اور راویوں سے بھی بحث کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور مجہولین اور کاذبین اور رافضیین سے کم و بیش بھرے ہوئے ہیں۔ اور جن کو دیکھئے اُس میں کچھ نہ کچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بو پائی جاتی ہے۔

پہلی روایت جو طرائف کی سید الحفاظ ابن مردویہ سے ہم نے نقل کی اُس کے آخری راوی ابوسعید ہیں اور جس سے اُن سے روایت کی ہے۔ یعنی عطیہ اُن کا حال تو معلوم ہو گیا۔ اب فضیل کا حال سنئے جنہوں نے عطیہ سے روایت کی ہے۔ ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے۔ الفضیل بن مرزوق الکوفی رمی بالتشیع کہ فضیل بن مرزوق بسبب تشیع کے چھوڑ دیئے گئے۔ اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابوحاتم صدوق یھم کثیرا کہ فضیل بن مرزوق

marfat.com

کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کہ بڑے کٹر شیعہ تھے۔ اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ سچے تھے مگر وہم بہت کرتے تھے اور تہذیب میں ان کی نسبت لکھا ہے یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف کہ ان کی حدیث لکھ لی جائے مگر قابل حجت نہیں ہے اور نسائی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں اور میزان الاعتدال میں ہے وقال ابو عبد اللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من شرط الصحیح عیب علی مسلم اخراجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا کان ممن یخطئ علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ قال ابن عدی عندی انہ اذا وافق الثقات یحتج بہ وروی احمد ابن ابی خیثمۃ عن ابن معین ضعیف۔

یعنی ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہیں کہ فضیل بن مرزوق میں شرط صحت نہیں ہے۔ اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ انہوں نے اس کو ثقہ لوگوں میں بیان کیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے۔ اور ثقات پر خطا لگایا کرتے تھے۔ اور عطیہ سے موضوعات روایت کرتے ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں عطیہ تو ان سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب ثقات کی موافقت کریں تو ان سے احتجاج کیا جائے۔ اور احمد بن ابی خیثمہ نے ابن معین سے ان کا ضعیف ہونا روایت کیا ہے۔

اور فضیل بن مرزوق سے اس خبر کو علی بن عباس نے روایت کیا ہے۔ ان کا حال سنئے۔

میزان الاعتدال میں ہے۔ علی بن عباس الازرق الاسدی الکوفی عن العلاء بن المسیب وابن ابی سلیم وغیرہما روی عباس عن ابن معین لیس بشئ وقال الجوزجانی والنسائی والازدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک القاسم بن زکریا ثنا عباد بن یعقوب ثنا علی بن عباس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وات ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک قلت ھذا باطل ولو کان وقع ذلک لما جاءت فاطمۃ تطلب شیئا ھو فی حوزھا وملکھا وفیہ غیر علی من الضعفاء۔ کہ علی بن عباس ازرق اسدی کوفی علاء بن مسیب اور ابن ابی سلیم وغیرہما سے روایت کرتے ہیں۔ اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے۔ کہ یہ کچھ نہیں ہیں۔ اور جوزجانی اور نسائی اور ازدی اُن کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ایسی خطائیں فاحش کرتے تھے، جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوئے۔ قاسم بن زکریا نے کہا

marfat.com

کہ عباد بن یعقوب نے ہم سے بیان کیا، اور اُن سے علی بن عباس نے، اور اُس سے فضیل بن مرزوق نے اور اس سے عطیہ نے، اور اُس سے ابوسعید نے کہ جب آیہ وات ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو بلاکر فدک دے دیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اگر آپ فدک دے دیتے تو حضرت فاطمہؓ پھر کچھ طلب نہ فرمائیں۔ اس لئے کہ فدک آپ کے قبضے اور ملک میں ہوتا۔ اور اس حدیث میں سوائے علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہیں۔

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہیں، ان حضرت کا حال معلوم کیجیے تقریب میں یہ لکھا ہے۔ عباد بن یعقوب الرواجنی بتخفیف الواو وبالجیم المکسورۃ والنون الخفیفۃ ابوسعید الکوفی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترک۔ یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے۔ ان کی ایک حدیث بخاری میں ہے جس کی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے اور مغنی مولد صاحب مجمع البحار میں ہے ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون فقیل علیہ ھو یستحق الترک۔ اور تہذیب التہذیب میں ہے عباد بن یعقوب الاسدی ابوسعید الرواجنی احد رؤس الشیعۃ .... قال بن عدی فیہ غلو روی احادیث منکرۃ فی فضائل اہل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان کہ عباد بن یعقوب شیعوں کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان میں تشیع کا غلو تھا۔ فضائل اہل بیت میں بہت سی حدیثیں منکر روایت کرتے ہیں۔ اور صالح بن محمد کہتے ہیں کہ یہ حضرت عثمان غنیؓ کو برا کہا کرتے تھے۔ اور میزان الاعتدال میں ہے۔ عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من غلاۃ الشیعۃ ورؤس البدع لکنہ صادق فی الحدیث عن شریک والولید بن ابی ثور وخلق وعنہ البخاری حدیثا فی الصحیح مقرونا بآخر وقال ابن خزیمۃ حدثنا الثقۃ فی روایتہ والمتہم فی دینہ عباد وروی عبدان الاھوازی عن الثقۃ ان عباد بن یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی یروی احادیث فی الفضائل انکرت علیہ وقال صالح جزرہ کان عباد بن یعقوب یشتم

marfat.com

عثمان وسمعتہ یقول اللہ اعدل من ان یدخل طلحۃ والزبیر الجنۃ قاتلا علیا بعد ان بایعاہ وکان داعیۃ الی الرفض ومع ذلک یروی المناکیر عن المشاہیر فاستحق الترک وقال الدارقطنی عباد بن یعقوب شیعی صدوق۔ یعنی عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی غالیان شیعہ اور بدعتیوں کے رئیسوں میں سے ہیں۔ لیکن حدیث میں صادق ہیں شریک اور ولید بن ابی ثور اور بہت سی خلق سے روایت کرتے ہیں۔ اور اُن سے بخاری نے ایک حدیث جو دوسرے راوی سے مقرون ہے روایت کی ہے۔ اور ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص جو روایت میں ثقہ اور دین میں متہم ہو کر ہم سے حدیث بیان کرتا ہے۔ وہ عباد ہے۔ اور عبدان اہوازی نے ثقہ سے روایت کی ہے کہ یہ سلف کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ اور ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ فضائل میں احادیث منکر روایت کرتے ہیں۔ اور صالح جزرہ کہتے ہیں کہ عباد عثمان غنیؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ اور میں نے اُس کو یہ بھی کہتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو جنت میں داخل کرے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کرنے کے بعد قتال کیا۔ اور یہ رفض کی طرف لوگوں کو بلایا کرتا تھا۔ اور باوجود اس کے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اس لئے مستحق ترک ہوا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ عباد پکا شیعہ ہے۔

اس روایت کے سلسلے میں جن لوگوں کے نام اسماء الرجال کی اُن کتابوں میں ہم کو ملے جو ہمارے پاس ہیں اُن میں پانچ نام پائے گئے اور خدا کے فضل سے پانچوں شیعہ نکلے یعنی عبّاد بن یعقوب۔ علی بن عباس۔ فضیل۔ عطیہ۔ ابوسعید۔ اور ان سب کے بزرگ جو بانی اس روایت کے ہیں، وہ ابوسعید کلبی ہیں جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے کہ وہ حضرت علیؓ کی موت کے بھی قائل نہیں بلکہ اُن کی رجعت کے معتقد ہیں۔

دوسری روایت جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی میں بہ تفصیل سناد سید ابوحمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابوسعید خدری پر منتہی ہوتی ہے اُس کے اخیر تین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور ابوسعید کلبی ہیں، جن کو غلطی سے، یا دھوکے سے ابوسعید خدری جانا ہے۔ باقی اس سلسلے میں ایک یحییٰ بن یعلیٰ ہیں ان کی نسبت تقریب میں ہے یحیی بن یعلے الاسلمی کوفی شیعی ضعیف من التاسعۃ اور تہذیب التہذیب

marfat.com

میں ہے یحیی بن یعلی الاسلمی ابوزکریا الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب و الاعمش وعنہ جندل ابن والق وقتیبۃ قال ابن معین لیس بشیئ وقال ابوحاتم ضعیف الحدیث کہ یحیی بن یعلی شیعی ضعیف ہیں اور ابن معین کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہیں، اور ابوحاتم کہتے ہیں کہ ضعیف الحدیث ہیں۔ باقی راویوں کی حقیقت نہ موجود کتابوں میں نکلی اور نہ ان کے تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنی ثقہ بھی ہوں، تاہم سلسلہ روایت اُن تین پر ختم ہوتا ہے جو شیعی اور مدلس ہیں، اور اخیر کے راوی جو بانی حدیث ہیں۔ اور جن کو ابوسعید خدری غلطی یا دھوکے سے لکھا ہے، وہ کاذب اور واضع حدیث اور شیعی غالی ہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ سوائے اس کے یہ روایت جو بحار الانوار میں لکھی ہے اُس میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں، کہ جس کی طرف رجوع کی جائے، کیا تعجب ہے، بلکہ گمان غالب ہے۔ کہ یہ روایت شیعوں ہی کی ہو، اور ملا باقر مجلسی نے یا صاحب مجمع البیان نے اپنے یہاں کی کتابوں سے نقل کیا ہو۔

تیسری روایت جس کو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اُنہوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے اس روایت کو لیا ہے۔ اُس کی نسبت اول تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہیں۔ منتہی المقال[1] فی اسماء الرجال کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علماء ومفسرین شیعہ میں سے ہیں، جیسا کہ ان کے ترجمہ کتاب مذکور میں لکھا ہے محمد بن عباس بن علی بن مروان بن الماھیار ابو عبد اللہ البزاز المعروف بابن الحجام ثقۃ فی اصحابنا عین سدید کثیر الحدیث لہ کتاب المقنع فی الفقہ کتاب الدواجن کتاب ما نزل من القرآن فی اھل البیت وقال جماعۃ من اصحابنا انہ کتاب لم یصنف فی معناہ مثلہ وقیل انہ الف ورق حسن الاذکر الکتابین الاولین وفی ست اجزنا بکتبہ وروایاتہ جماعۃ من اصحابنا عن ابی محمد ھارون بن موسی التلعکبری عنہ اقول فی مشکا ابن عباس بن علی بن مروان

---

[1] یہ کتاب اسماء الرجال میں شیعوں کے یہاں نہایت معتمد ہے اور اُس درجے کی ہے، جیسے کہ میزان الاعتدال سنیوں کے یہاں۔ ۱۲ منہ۔

marfat.com

الثقۃ عنہ التلعکبری کہ محمد بن عباس ثقہ ہیں۔ اور ہمارے اصحاب میں سے ہیں۔ نہایت کثرت سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ اور بہت کتابیں ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔ اُن میں سے ایک تفسیر میں اُن آیات قرآنی کے ہے جو اہل بیت کی شان میں نازل ہوئیں۔ اور جس کی نسبت ہمارے بہت سے عالموں نے کہا ہے، کہ اس قسم کی کتاب اس باب میں کبھی تصنیف نہیں ہوئی۔ اور اس کے ہزار ورق ہیں ۱۰ اس لئے اس تفسیر میں لکھا ہونا تو صرف شیعوں کو مقبول ہوگا نہ کہ سنیوں کو۔ اور ان حضرت نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا نہیں کہ اس روایت کو سنیوں کی کتاب سے لیا ہے یا شیعوں کی، مگر یہ بھی وہی روایت ہے جس کو ہم اوپر بیان کر چکے۔ اس لئے کہ اس میں دو طریقوں سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ ایک تو محمد بن محمد اور ہیثم بن خلف اور عبداللہ بن سلیمان اور محمد بن قاسم سے۔ کہ یہ چاروں کہتے ہیں حدثنا عباد بن یعقوب یعنی یہ حدیث ان کو عباد بن یعقوب سے پہنچی، اور عباد بن یعقوب کو علی بن عباس سے۔ (جس کو غلطی سے عابس لکھا ہے) اور دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ جعفر بن محمد حسینی روایت کرتے ہیں۔ علی بن منذر طریقی سے اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن عباس سے۔ پس یہ دونوں سلسلے علی بن عباس پر ختم ہوتے ہیں۔ اور علی بن عباس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ فضیل پر، اور اُن کا عطیہ پر، اور اُن کا ابو سعید پر۔ اور ان تینوں کا حال بخوبی معلوم ہو چکا ہے۔ اُن سے ایک سلسلہ جو علی بن منذر طریقی سے چلا ہے، اُس کی کیفیت یہ ہے، کہ علی بن منذر اگرچہ صدوق تھے، مگر شیعہ جیسا کہ تقریب میں لکھا ہے۔ علی بن منذر الطریقی بفتح المھملۃ وکسر الراء بعدھا تحتانیۃ ساکنۃ ثم قاف الکوفی صدوق یتشیع اور میزان الاعتدال میں ذہبی ان کی نسبت کہتے ہیں قال النسائی شیعی محض ثقۃ اور جب کہ علی بن منذر شیعہ تھے تو ان کی ایسی روایت پر جو ان کے عقائد کی تائید کرنے والی ہو، جو کچھ اعتبار ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے، اور علی بن منذر طریقی سے اس روایت کو جعفر بن محمد حسینی نے روایت کیا ہے اور یہ نہ صرف معمولی شیعہ ہیں، بلکہ نہایت صدوق اور ثقہ من مشائخ الاجازہ شیعوں کے ہیں جیسا کہ منتھی المقال میں جو اسماء الرجال میں نہایت معتبر کتاب شیعوں کی ہے۔ ان کی نسبت لکھا ہے جعفر بن محمد بن ابراہیم الحسینی الموسوی المصری یروی عنہ التلعکبری و

marfat.com

کان سماعہ عنہ سنۃ اربعین وثلاث مائۃ بمصر ولہ منہ اجازۃ وزاد فی بعض النسخ ابوالقاسم فی الاول فانظر انہ یکنی بہ وکناہ بہ الشیخ ایضاً فی محمد بن ابی عمیر وعلی عنہ بن شریف الصالح وفی عبد اللہ احمد بن نہیک ایضاً کونہ من مشائخ الاجازۃ وذلک الامارۃ و ذلک امارۃ الوثاقۃ۔ اور عبداللہ بن احمد بن نہیک کے ذکر میں لکھا ہے۔ الشیخ الصدوق ثقہ اور انہیں کے تذکرے میں لکھا ہے۔ اخبرنا القاضی ابوالحسین محمد بن عثمان بن الحسن قال اشتملت اجازۃ ابی القاسم جعفر بن محمد بن ابراھیم الموسوی انتہیٰ۔

دوسرے سلسلے میں ایک راوی محمد بن قاسم بن زکریا ہیں، ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے۔ محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی الاصل لقبہ کاوکذبوہ یعنی یہ حضرت جھوٹوں میں داخل ہیں۔ اور رجعت پر ایمان لانے والے تھے۔ اس سے بڑھ کر ان کے تشیع کی اور کیا دلیل ہوگی۔ کما قال فی میزان الاعتدال محمد بن القاسم بن زکریا المحاربی الکوفی عن علی بن منذر الطریقی وجماعۃ تکلم فیہ وقیل کان یؤمن بالرجعۃ وقد حدث بکتاب النہی عن حسین بن نصر بن مزاحم ولم یکن لہ فیہ سماع ومات سنۃ ست وعشرین وثلاث مائۃ۔ اور ایک راوی اس میں محمد بن محمد بن سلیمان ہیں۔ یہ وضع حدیث میں متہم ہیں۔ اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ محمد بن محمد بن سلیمان عن الطبرانی بخبر موضوع اتھم بہ۔ اور ایک راوی عبداللہ بن سلیمان بن اشعث ہیں ان کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ اول میں منسوب بناصبیت تھے۔ اس لئے یہ بغداد سے نکال دیئے گئے، مگر پھر علی بن عیسیٰ کے زمانے میں واپس آئے۔ اور اس داغ کے مٹانے کے لئے اپنے خیال سے بنا بنا کر فضائل کی حدیثیں بیان کیں، اور اُن میں کے ایک شیخ بن گئے۔ الفاظ میزان کے یہ ہیں، عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث السجستانی ابوبکر الحافظ الثقۃ صاحب التصانیف وثقہ الدارقطنی فقال ثقۃ الا انہ کثیر الخطاء فی الکلام علی الحدیث وذکرہ ابن عدی وقال لولا ما شرطنا والا لما ذکرتہ الیٰ قولہ سمعت ابا داؤد یقول ابنی عبد اللہ کذاب قال ابن سعد کفانا ما قال ابوہ فیہ ثم قال ابن عدی سمعت موسی بن القاسم یقول حدثنی ابوبکر سمعت ابراھیم الاصبہانی یقول

marfat.com

ابوبکر بن ابی داؤد کذاب قال ابن عدی کان فی الابتداء نسب الی شئ من النصب
نفاہ ابن الفراط من بغداد فردہ علی بن عیسی فحدث واظہر فضائل من
تخیئل قصاد شیخا منہا۔ یہ حال تو ہے اُن دو طریقوں کا جو سید ابن طاؤس نے تفسیر
محمد بن عباس سے نقل کی ہے، اور لکھا ہے کہ بیس طریقوں سے یہ حدیث منقول ہے، غالباً یہی
کیفیت باقی سلسلوں کی بھی ہوگی۔ بشرطیکہ کوئی اور سلسلے نام کے لئے بھی بیان کئے گئے ہوں ہم
کو تو ملا باقر مجلسی کی عادت سے یقین نہیں آتا کہ اور کوئی سلسلہ بیان بھی کیا گیا ہوگا۔ کیونکہ اگر
بیان کیا گیا ہوتا تو وہ اپنی کتاب بحار الانوار میں جو ایک دریائے ناپیدا کنار ہے، لکھنے سے
دریغ نہ فرماتے، بلکہ ضرور لکھتے، تاکہ دیکھنے والوں کو روایت کی عظمت معلوم ہو۔

چوتھی روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھی ہے اُس کے اول محمد بن عباس ہیں،
دوسرے علی بن عباس بقانتی، تیسرے ابوکریب، چوتھے معاویہ بن ہشام، پانچویں فضیل بن مرزوق
چھٹے عطیہ۔ ساتویں ابوسعید خدری ہیں۔

یہ سلسلہ بھی فضیل بن مرزوق اور عطیہ اور ابوسعید پر منتہی ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اس
روایت کو بھی اگرچہ اس کے درمیانی راوی دوسرے ہیں، دوسری روایت نہیں خیال کرتے، اور
کیونکر خیال کریں، جب کہ آخری راوی تو وہی فضیل اور عطیہ اور ابوسعید ہیں۔ ان میں سے ایک
درمیانی راوی ابوکریب ہیں، وہ بھی مجاہیل سے ہیں۔ جیساکہ تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔

ابوکریب الاسدی قال ابوحاتم مجہول۔

قسم اول جس میں چار روائتیں تھیں ان کا حال ہم بیان کر چکے، اور یہ بات ہم نے صاف
صاف دکھادی، کہ یہ ایک ہی روایت ہے۔ جس کے آخری راوی شیعی ہیں۔ دوسرے قسم کی
روائتوں کا بھی یہی حال ہے۔

کنز العمال سے جو روایت عماد الاسلام میں نقل کی ہے وہ صرف یہ ہے۔ عن ابی سعید، نہ لفظ
خدری کا ابوسعید کے آگے ہے اور نہ سلسلہ اسناد کا اُس میں مذکور ہے۔ اور صاحب کنز العمال
نے اُس کو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے۔ اور حاکم نے اس کی نسبت کہا ہے کہ اس روایت کو صرف
ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت بھی مثل دوسری

marfat.com

روایتوں کے تعجب خیز اور نفرت انگیز ہے۔ اس لیے کہ اول تو حاکم خود مائل بہ تشیع تھے۔ بلکہ اس سے بھی کسی قدر بڑھے ہوئے اور ان کی کتابوں میں موضوع حدیثیں منقول ہیں۔ اور الفاظ رافضی خبیث بھی اُن کی نسبت استعمال کیے گئے ہیں، جیساکہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں لکھا ہے۔ قال الخطیب ابوبکر ابو عبد اللہ الحاکم کان ثقۃ یمیل الی التشیع فحدثنی ابراہیم بن محمد الموی و کان صالحا عالما قال جمع الحاکم احادیث وزعم انہا صحاح علی شرط البخاری و مسلم منہا حدیث الطیر و من کنت مولاہ فعلی مولاہ فانکرہا علیہ اصحاب الحدیث ولم یلتفتوا الی قولہ ولا ریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہ احادیث موضوعۃ شان المستدرک باخراجہا فیہ قال ابن طاہر سألت ابا اسمعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاہر کان شدید التعصب للشیعۃ فی الباطن اور انہوں نے جو ابراہیم بن محمد بن میمون سے روایت کی ہے، وہ خود ان کے تشیع کو ثابت کرتی ہے۔ اس لیے کہ ان کی نسبت منتہی المقال فی اسمار الرجال میں جو کہ شیعوں کی معتمد کتاب سے ہے۔ لکھا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن میمون کو میزان الاعتدال میں اجلاء شیعہ سے لکھا ہے۔ کما قال ومن کتاب میزان الاعتدال انہ من اجلاء الشیعۃ روی عن علی بن عابس انتہی ولعلہ ابن میمون الاٰتی ۔ اور پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ ابراہیم بن میمون الکوفی صدوق ویاتی فی ترجمۃ عبد اللہ بن مسکان ان ابراہیم ہذا حمل جواب مسائل عبد اللہ عن ابی عبد اللہ فیظہر ان الامام کان یعتمد علیہ فہو معتمد علیہ دفاقا للجمع اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معمولی شیعہ نہ تھے۔ بلکہ امام جعفر صادقؑ کے معتمد علیہ تھے۔ ان حضرت نے روایت کی ہے علی بن عابس سے جو حقیقت میں علی بن عباس ہیں۔ اور علی بن عباس کا حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ انہ کان من الضعفاء والمتروکین اور ان حضرت کا سلسلہ ابوسعید تک پہنچتا ہے۔ اور خیریت سے اس میں خدری کا لفظ بھی نہیں ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابوسعید، ابوسعید خدری نہیں ہیں، بلکہ وہی ابوسعید کلبی ہیں۔

دوسری وہ روایت ہے جو عماد الاسلام میں تفسیر درمنثور سیوطی سے اور طعن الرماح میں تفسیر مذکور اور نیز بزار اور ابویعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلا حوالہ سند نقل کیا ہے۔ اور لکھا

marfat.com

ہے کہ ابو سعید خدری سے یہ روایت منقول ہے۔ اس روایت کا سلسلہ اگرچہ منقول نہیں ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہی روایت ہے جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے اوپر نقل ہو چکی۔ اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک تالیف میں اس کی اسناد بیان کی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا ابو یحیی التیمی حدثنا فضیل ابن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید اس میں بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہیں ہے۔ اور جس سے تصدیق اس بات کی ہوتی ہے۔ جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابو سعید کلبی ہیں۔ اور عطیہ انہیں سے روایت کرتے ہیں۔ اور سوائے ابو یحیی تیمی سب راوی اس کے شیعی ہیں، جن کی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہو چکی۔ اور ابو یحیی تیمی کی نسبت تہذیب میں لکھا ہے۔ ضعفہ ابو حاتم کہ یہ بھی ضعفا میں سے ہیں۔ غرضیکہ یہ روایت بھی کوئی جدید روایت نہیں ہے، بلکہ وہی ابو سعید کلبی کی روایت ہے۔

تیسری روایت وہ ہے جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبدالرحمٰن بن صالح کہتے ہیں۔ کہ مامون کے پوچھنے پر ہبہ فدک کے متعلق عبید اللہ بن موسیٰ نے وہ حدیث لکھ بھیجی جس کو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت از سرتاپا شیعوں کی روایت ہے۔ ابتدا بھی اس کی شیعی سے اور انتہا بھی اُس کی شیعی پر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ روایت عبدالرحمٰن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے۔ اُن کی نسبت میزان الاعتدال ذہبی میں لکھا ہے۔ عبد الرحمٰن بن صالح الازدی ابو محمد الکوفی کان شیعیا وقال ابو داؤد الف کتابا فی مثالب الصحابۃ رجل سوء وقال ابن عدی احترق بالتشیع مات سنۃ خمس وثلاثین ومائتین اور تقریب میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ عبد الرحمٰن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق یتشیع وقال ابو داؤد وضع مثالب فی الصحابۃ کہ یہ حضرت شیعہ تھے۔ اور نہ صرف معمولی شیعہ، بلکہ تشیع میں غرق تھے۔ یہاں تک کہ صحابہ کے معائب اور مطاعن میں حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر ان سے کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کریں۔ اور بالفرض اگر یہ سنی بھی ہوتے تو چونکہ جس قصے کو یہ بیان کرتے ہیں۔ بشرط صحت اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مامون کو جو جواب عبید اللہ ابن موسیٰ نے لکھا، اُس میں وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور عطیہ سے منقول

marfat.com

ہے۔ اور ان حضرات کا حال ہم اوپر بالتفصیل بیان کر چکے۔ اس لئے وہ روایت قابل سند نہیں ہے۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف اور احقاق الحق میں واقدی اور بشر بن الولید اور بشر بن غیاث سے بحذف سلسلہ اسناد منقول ہے۔ غالباً یہ بھی وہی روایت ابوسعید اور عطیہ اور فضیل کی ہوگی۔ اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث سے طرائف اور احقاق الحق میں بیان کیا ہے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ واقدی اُن بزرگوار مصنفوں میں ہیں کہ اُن کی کتابیں نہ صرف ضعیف روایتوں بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبروں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور اُن کی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علما کا اتفاق ہے۔ اور بشر بن غیاث کی شان واقدی سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ اُن کو محققین نے زندیق تک کا خطاب دیا ہے۔

اول واقدی کا حال سنیئے ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے۔ عمر بن واقدی المدانی القاضی نزیل البغداد متروک مع سعۃ علمہ کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونے کے متروک ہیں۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ البحر لم اسق ترجمتہ ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ وھو من اوعیۃ العلم لکنہ لا یتقن الحدیث وھو راس فی المغازی والسیر ویروی من کل ضرب یعنی واقدی بڑے حافظ ہیں۔ میں اُن کے ترجمے کو یہاں اس لئے نہیں لکھتا کہ محدثین نے ان کے متروک الحدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ اگرچہ یہ زبردست عالم ہیں لیکن حدیث میں احتیاط نہیں کرتے۔ مغازی اور سیر خوب جانتے ہیں، مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہیں۔ اور تہذیب التہذیب میں بھی یہی ان کی صفت لکھی ہے۔ اور پھر لکھا ہے۔ قال البخاری متروک اور تہذیب میں ہے وقال احمد ھو کذاب وقال ابن معین ھو ضعیف اور میزان الاعتدال میں اُن کی نسبت لکھا ہے۔ محمد بن عمر بن واقدی الاسلمی صاحب التصانیف واحد اوعیۃ العلم علی ضعفہ وحسبک ان ابن ماجۃ لا یجوان یسمیہ قال احمد بن حنبل ھو کذاب یقلب الاحادیث یلقی حدیث ابن اخی الزھری

علی معمر ونحو ذا وقال ابن معین لیس بثقة وقال مرة یکتب حدیثہ وقال البخاری وابو حاتم متروك وقال ابو حاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثہ غیر محفوظة والبلاء منه وقال ابو غالب بن بنت معاویة بن عمرو سمعت ابن المدینی یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابو داؤد بلغنی ان علی بن المدینی قال کان الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب قال المغیرة بن محمد المهلبی سمعت ابن المدینی یقول الهیثم ابن عدی اوثق عندی من الواقدی لا ارضاہ فی الحدیث ولا فی الانساب ولا فی شیٔ قلت وقد سبق جملة من اخبار الواقدی وجودہ وغیر ذلك فی تاریخی الکبیر ومات وهو علی القضاء سنة سبع ومائتین فی ذی الحجة واستقر الاجماع علی وهن الواقدی ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت بڑے عالم تھے۔ اور بڑے صاحب تصنیف مگر بالکل نامعتبر یہاں تک کہ ان کے وھن اور متروک الحدیث ہونے پر سب متفق ہیں۔ اور اس سے زیادہ اور کیا عیب ہو سکتا ہے کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور تیس ہزار حدیث غریب اُن سے منقول ہیں۔ اُن کی روایت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معتبر مفسرین ان کی روایت کے نقل کرنے سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ جیسا کہ تفسیر طبری کی نسبت ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اُس کے مفسر نے کلبی اور واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر میں نہیں لیا۔ اس لئے کہ یہ لوگ ضعیف اور غیر معتبر تھے۔ اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضوں نے بیان کیا ہے کہ اس کے نام سے جو کتابیں مشہور ہیں وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحاق مدنی کی ہیں جو کہ روات اور مصنفین شیعہ سے ہیں ان کی کتابوں کو واقدی نے نقل کیا اور اپنے نام سے اُسے مشہور کیا۔ اس لئے اس کی کتابیں درحقیقت شیعوں کی کتابیں سمجھنا چاہئیں جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو معتبر کتابوں میں سے شیعوں کی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل میں لکھا ہے۔ کما یقول ابراهیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی عبد الله وکان خصیصا والعامة لهذه العلة تضعفه وحکی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین ان کتب الواقدی سائرها انما هی کتب ابراهیم بن محمد بن ابی یحیی نقلها الواقدی وادعاها وفی فهرست الشیخ وابن محمد بن یحیی ابو اسحاق مولی اسلم مدنی روی عن ابی

جعفر وابی عبد اللہ وکان خاصا بحدیثنا والعامۃ تضعفہ لذلک ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخہ فی اسباب تضعیفہ عن بعض الناس انہ سمعہ ینال من الاولین ذکر بعض ثقات العامۃ ان کتب الواقدی سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن یحیی نقلہا الواقدی وادعاھا وذکر بعض اصحابنا ان لہ کتابا مبوبا فی الحلال والحرام عن ابی عبد اللہ الحسین بن محمد الازدی الی قولہ وما مر من ان العامۃ تضعفہ لذلک ویشہد لہ ما من صاحب میزان الاعتدال وھو کذاب ۱۲ انتہی۔

(دیکھو صفحہ ۲۵ منتہی المقال مطبوعہ ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت میں پیش کرنا اور اُس سے ایسے معرکۃ الآرا بحثوں میں استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس باب میں حضرات امامیہ کو نہیں ملی۔ اور ملے کیونکر جب کہ اُس کا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ اور جب کہ واقدی کی کتابوں کی نسبت یہ مانا جائے کہ اُس نے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ کی کتابوں کو نقل کر کے اپنے نام سے مشہور کیا تو پھر کیا شبہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابیں اصل میں شیعوں کی ہیں۔

بشر بن غیاث کا بھی حال سُن لیجئے۔ میزان الاعتدال میں اُن کی نسبت لکھا ہے۔

بشر بن غیاث المریسی مبتدع ضال لا ینبغی ان یروی عنہ وقال ابو النضر ھاشم بن القاسم کان والد بشر المریسی یھودیا قصابا صباغا فی سویقۃ نصر بن مالک وقال المروزی سمعت ابا عبد اللہ ذکر بشرا فقال کان ابوہ یھودیا وکان بشر یستغیث فی مجلس ابی یوسف فقال لہ ابو یوسف لا تنتھی او تفسد خشبۃ یعنی تصلب وقال قتیبۃ بن سعید بشر المریسی کافر وقال الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعۃ اساء اھل العلم قولھم فیہ وکفرہ اکثرھم لاجلھا قال ابو زرعۃ الرازی بشر المریسی زندیق۔ کہ بشر بن غیاث مریسی بدعتی گمراہ ہے۔ اس لائق نہیں کہ اُس سے روایت کی جائے ابو نضر ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار میں تھا۔ اور مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابو یوسف کی مجلس میں استغاثہ کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے

marfat.com

کہاکہ تو باز نہ آئے گا۔کیا سولی کو خراب کیا چاہتا ہے۔یعنی سولی دیدیں گے۔اگر تو باز نہ آئے گا۔اور قتیبہ بن سعید کا قول ہے کہ یہ کافر تھا۔اور خطیب کہتے ہیں کہ اس سے بڑے اقوال منقول ہیں جن کی وجہ سے علما نے اس کو کافر کہا ہے۔اور ابو زرعہ رازی کہتے ہیں کہ یہ زندیق تھا۔

پانچویں روایت معارج النبوت کی ہے جو عماد الاسلام میں نقل کی گئی ہے۔اس روایت سے استدلال کرنے پر ہم کو تعجب ہے کہ جناب مجتہد امام مولنا سید دلدار علی صاحب سے محقق اور متبحر عالم اسے سند میں پیش کرتے ہیں۔معارج النبوت کا حال فارسی پڑھنے والے طالب علم تک جانتے ہیں کہ مولود کے رسالوں سے بڑھ کر کوئی قدر اور قیمت اُس کی علما کے نزدیک نہیں ہے۔وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کیلئے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اُس کی وقعت نہیں ہے۔یہ اُس قسم کے مؤرخین میں سے ہیں۔کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لئے جو خشک و تر ایندھن اُن کو ملا اُسے کام میں لائے اور سامعین کے متعجب اور مسرور اور محفوظ کرنے کے لئے اُسے عمدہ الفاظ میں بیان کیا۔مگر اس کو آج تک کسی نے اس قابل نہیں سمجھا ہے کہ اُس سے کوئی سند پیش کی جائے۔نہ سوائے رسالوں مولود کے کسی بحث میں آج تک اُس سے کوئی سند پیش کی گئی۔لہذا اُس میں مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی روایت سے استدلال کرنا شان علماء سے نہایت ہی بعید ہے اور بالفرض اگر وہ اور اُس کا مصنف معتبر و معتمد ہوتے تو اس روایت سے استدلال کرنا اور بھی بعید تھا کیونکہ خود اُس میں اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ موجود ہے۔وجہ اول صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات کے اس روایت ہبہ کو واقعہ نہیں قرار دیا ہے۔بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت کو جو اس روایت کے منافی ہے۔واقعہ قرار دیا ہے۔وجہ دوم صاحب معارج نے اس روایت کو وضعاً موخر اور اُس کے منافی روایت کو وضعاً مقدم کیا ہے۔۔۔۔ وجہ سوم اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے۔اور اس کے منافی روایت کو بحوالہ مقصد اقصیٰ لکھا ہے۔وجہ چہارم اس روایت کو بغیر عنوان واقعہ و بدون حوالہ بلفظ بعضے گویند

marfat.com

نقل کیا ہے جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر دال ہے اور اس کی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر دال ہے۔ پس بخوبی واضح ہو گیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ کر دیا ہے۔ لہذا معارج مع اپنے مصنف کے معتبر و معتمد ہونے کی تقدیر پر بھی اُس میں موجود ہونے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا ہے۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ ہم اس کی نسبت کچھ بھی لکھیں۔ بجز اس کے کہ اس کو علما کی شان سے بعید سمجھیں۔

ہم نے تمام روایتوں کی حقیقت بیان کر دی اور سب راویوں کا حال لکھ دیا۔ اور رشافی کے تصنیف ہونے کے زمانے سے اب تک جس کو نو سو برس ہوئے جتنی روایتیں ہبہ کی تائید میں پیش کی گئی تھیں اُن سب کو دکھا دیا۔ اور یہ مثل کہ ہرگاہ دم بر داشتم مادہ برآمد ان روایتوں پر ثابت کر دی۔ اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ ابو سعید کلبی تک پہنچتا ہے۔ اور اُس کی روایت بسبب اُن عیبوں کے جو اس میں تھے۔ ہرگز قابل لحاظ نہیں اور باوجود اس کے کہ یہ ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہے۔ ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور جناب مولانا دلدار علی صاحب سے محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جرأت کی کہ قد روی من طرق مختلفة غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انه لما نزل قوله تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقه دعا النبی فاطمة فاعطاها فدک[1] واذا کان ذلک مرویاً فلا معنی لدفعه بغیر حجة کیا یہ بات تعجب انگیز نہیں ہے سید مرتضیٰ ایک طریقے سے بھی اس روایت کو بیان نہ فرمائیں اور صرف اُس روایت کو جواباً عن حدٍ شیعوں میں مشہور تھی۔ اور جس کا ذکر قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی میں کیا تھا کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں۔ کافی سمجھ کر اپنی طرف سے صرف یہ لکھ دیں کہ اور مختلف طریقوں سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اور پھر کیا اُس سے کم یہ بات تعجب کرنے والی ہے۔ کہ علم الہدیٰ کے زمانے سے لے کر اب تک باوجودیکہ ہزاروں عالم اس مدت میں گذرے اور سیکڑوں کتابیں اس بحث میں لکھی گئیں اور بڑے بڑے دعوے کیے گئے اور نہایت

فصیح و بلیغ اور دردانگیز تقریروں میں یہ دعویٰ بیان کیا گیا اور علمارِ شیعہ نے سنیوں کی ساری کتابیں چھان ڈالیں۔ نہ متن چھوڑا نہ حاشیہ نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت بھی اس دعویٰ کے ثبوت میں اہل سنت کی کتابوں سے پیش نہ کرسکے اور یہ تمنا اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ اگر یہ نامور علما اور یہ مشہور متکلمین جن کے علم و فضل کا غلغلہ آسمان تک پہنچا اور جنہوں نے اپنے گروہ میں سنیوں پر فتح و ظفر حاصل کرنے کی خوب شہرت پائی۔ بجائے فصیح و بلیغ تقریریں کرنے اور زورِ قلم دکھانے کے ایک صحیح روایت پیش کردیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے اور ہزار قوت بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ موزوں ہوتا۔ مگر ایسا نہ کرنے سے خود انہوں نے دنیا پر ثابت کردیا کہ کوئی روایت ایسی موجود ہی نہیں ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلے میں صحیح اور قابل اعتبار قرار دے کر پیش کرسکتے۔ شافی۔ اور کشف الحق۔ اور طرائف اور بحارالانوار۔ اور عمادالاسلام۔ اور طعن الرماح۔ اور تشئید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین سوا اس کے اور کچھ نہ کرسکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی روایت کلبی سے پائی تھی۔ اور آئندہ مشہور کی تھی اُسی کو پیش کرتے اور اُسی سے استدلال کرتے۔ اور ہم نہ صرف پچھلے لوگوں پر کسی حدیث صحیح کے پیش نہ کرنے کا الزام دیتے ہیں بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہیں اور ہندوستان اور ایران اور لکھنو اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعوں کو مقابلے پر بلاتے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جس کے بانی اور راوی شیعہ نہ ہوں اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ۔[1]

چونکہ اب ہم اچھی طرح اُن روایتوں کی تکذیب اور تردید کرچکے جو ہماری کتابوں سے شیعوں نے پیش کی تھیں۔ اب ہم اُس تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہیں جو خود شیعوں کی

---

[1] پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرو گے تو بچو آگ سے جس کی چھپٹیاں ہیں۔ آدمی اور پتھر طیار ہے منکروں کے واسطے ۱۲۔ موضوع پارہ ۱، سورہ بقر رکوع ۳،

روایتوں میں ہے۔ اور جس سے اُن کا دعویٰ خود اُن کے یہاں کی روایتوں سے ثابت نہیں ہوتا۔

تناقض اور اختلاف شیعوں کی ان احادیث اور اخبار میں جو اس باب میں بیان کی گئی ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہ رضہ کو ہبہ کر دیا تھا

ہبہ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی اُن حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جس میں فدک کے دیئے جانے کا ذکر ہے۔ بعد اُس کے اُس کا تناقض اور اختلاف بیان کریں گے۔

(۱) جب[1] آیہ وآتِ ذاالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ فاطمہ رضہ کو بلاؤ وہ بلائی گئیں۔ آپ نے کہا کہ اے فاطمہ رضہ فدک اُن میں سے ہے۔ جن پر لشکر نے چڑھائی نہیں کی اور وہ خاص میرا ہے۔ مسلمانوں کا اُس میں کچھ حق نہیں ہے۔ اور میں وہ تمہیں دیتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے۔ پس اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے لئے لو۔ (بحار الانوار کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک صفحہ ۸۹ مطبوعہ ایران از عیون الاخبار)

(۲) دوسری[2] روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں امام جعفر صادق ؑ سے مروی ہے۔ یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ میں اپنے ہمراہیوں

---

[1] اصل عبارت عربی کی یہ ہے۔ فیما احتج الرضا فی فضل العترۃ الطاہرۃ قال والآیۃ الخامسۃ قال اللہ عزوجل وآت ذالقربیٰ حقہ خصوصیۃ خصہم العزیز الجبار بہا واصطفاہم علی الامۃ فلما نزلت ہذہ الآیۃ علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ادعوا لے فاطمۃ رض فدعیت لہ فقال یا فاطمۃ ع قالت لبیک یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال فدک ہی مالم یوجف علیہ بخیل ولارکاب وہی لی خاصۃ دون المسلمین وقد جعلتہا لک لما امرنی اللہ بہ فخذیہا لک ولولدک۔ ۱۲

[2] اصل عبارت یہ ہے روی عن ابی عبداللہ ان رسول اللہ خرج فی غزاۃ فلما انصرف راجعا نزل فی بعض الطریق فبینا رسول اللہ یطعم والناس معہ اذا اتاہ جبریل ؑ فقال یا محمد قم فارکب فقام النبی فرکب (باقی صفحہ ۲۲۸ پر)

کیساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ اٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوئے اور جبریلؑ آپؐ کے ساتھ تھے۔ زمین آپ کے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی۔ جس طرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے۔ جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک میں پہنچ گئے۔ اہل فدک نے ڈر کر دروازے بند کر لئے اور کنجیاں ایک بڑھیا کو دیدیں۔ جبریلؑ نے اُس سے کنجیاں لے کر شہر کے دروازے کھولے اور آنحضرت صلعم نے اندر داخل ہو کر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اُس وقت جبریلؑ نے کہا کہ یا محمد هذا ما خصك الله به واعطاك دون الناس یہ وہ ہے جسے خدا نے آپ کے لئے مخصوص کیا۔ اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اس میں آپ کا شریک نہیں پھر جبریلؑ نے دروازے شہر کے بند کر دیئے اور کنجیاں آپ کے حوالے کیں جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو فاطمہؓ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے میری بیٹی خدا نے فدک مجھے

(بقیہ صفحہ ۲۲۷ کا) جبریلؑ معہ فطویت لہ الارض کطی الثوب حتی انتہی الی فدک فلما سمع اہل فدک ...... وقع الخیل فظنوا ان عدوہم قد جاءہم تغلقوا ابواب المدینۃ ودفعوا المفاتیح الی عجوز لہم فی بیت لہم خارج من المدینۃ ولحقوا برؤس الجبال فاتی جبریلؑ العجوز حتی اخذ المفاتیح ثم فتح ابواب المدینۃ ودار النبی فی بیوتہا وقراتہا فقال جبریلؑ یا محمدؐ ہذا ما خصک اللہ بہ واعطاک دون الناس وہو قولہ تعالیٰ ما آفاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللّٰہ وللرسول ولذی القربیٰ وذلک قولہ فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط علی من یشاء۔ ولم یعرف المسلمون ولم یطوہا ولکن اللہ افاءہا علی رسولہ وطوف بہ جبریلؑ فی دورہا وحیطانہا وغلق الباب ودفع المفاتیح الیہ فجعلہا رسول اللہ فی غلاف سیفہ وہو معلق بالرحل ثم رکب وطویت لہ الارض کطی الثوب فاتاہم رسول اللہ وہم علی مجالسہم ولم تیغرقوا ولم یبرحوا فقال رسول اللہؐ قد انتہیت الی فدک انی وقد افاءہا اللہ علی فغمز المنافقون بعضہم بعضا فقال رسول اللہ ہذہ مفاتیح فدک ثم اخرج من غلاف سیفہ ثم رکب رسول اللہ ورکب معہ الناس فلما دخل المدینۃ دخل علی فاطمۃؑ فقال یا بنیۃ ان اللہ قد آفاء علی ابیک بفدک واختصہ بہا فہی لہ خاصۃ دون المومنین افعل بہا ما اشاء وانہ قد کان لامک خدیجۃ علی ابیک مہر وان اباک قد جعلہا بذلک وانحلتکہا لک ولولدک بعدک فدعا بادیم ودعا علی ابی طالبؑ فقال اکتب لفاطمۃ بفدک نحلۃ من رسول اللہ فشہد علی ذلک علی بن ابی طالب ومولی لرسول اللہ وام ایمن فقال رسول اللہؐ ان ام ایمن امراۃ من اہل الجنۃ وجاء اہل فدک الی النبی فقاطعہم علی اربعۃ وعشرین الف دینار فی کل سنۃ ۱۲ ؂

دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں وانه قد کان لامك خدیجۃ علی ابیك مهر وان اباك قد جعلها لہ بذلك وانحلتکها لك ولولدك بعدك کہ تمہاری ماں کا مہر تمہارے باپ پر واجب الادا ہے۔ اس میں بدلے تمہیں اور بعد تمہارے تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہوں۔ پھر حضرت علیؓ کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہ کے لئے لکھ دو۔ چنانچہ ہبہ نامہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علیؓ نے لکھا اور اس پر حضرت علیؓ اور ام ایمن کی گواہی بھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس آئے اور ان کو چوبیس ہزار دینار سالانہ پر اس کا اجارہ دیدیا گیا۔ بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۔

(۳) تیسری روایت میں بعد بیان اس امر کے کہ کس طرح فدک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آیا لکھا ہے کہ آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اس وقت جبریلؑ نے فرمایا۔ اعط فاطمۃ فدکا وهی من میراثها من امها خدیجۃ ومن اختها هند بنت ابی هالہ کہ فاطمہؓ کو فدک دیدیجئے کہ وہ ان کی ماں خدیجہ اور ان کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ پھر آپؐ نے جو کچھ اس میں سے مال لیا تھا اس کو لے کر فاطمہ کے پاس آئے اور اس آیت کی خبر کی۔ فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میں آپ کی زندگی میں کوئی نئی کاروائی نہ کروں گی بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ تم پر عار رکھ کر اس کو میرے بعد تم سے چھین لیں اور تم کو نہ دیں۔ فاطمہؓ نے کہا تو اچھا آپ اپنا حکم جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔ آپ نے لوگوں کو ان کے گھر میں بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہؓ کا ہے اور پھر اس کی ان میں تفریق کر دی، اور ہر سال ایسا

لہ اصل عبارت یہ ہے فنزل وآت ذا القربیٰ حقہ قال وما ہو قال اعط فاطمۃ فدکا وہی من میراثہا من امہا خدیجۃ ومن اختہا ہند بنت ابی ہالۃ فحمل الیہا النبیؐ ما اخذ منہ واخبرہا بالآیۃ فقالت لست احدث فیہا حدثا وانت حی انت اولی بی من نفسی ومالی لک فقال اکرہ ان یجعلوہا علیک سبۃ فیمنعوک ایاہا من بعدی فقالت انفذ فیہا امرک فجمع الناس الی منزلہا واخبرہم ان ہذا المال لفاطمۃ ففرقہ فیہم وکان یفعل کل سنۃ کذلک ویاخذ منہ قوتہا فلما دنا وفاتہ دفعہ الیہا۔

marfat.com

ہی کرنے کہ فاطمہؓ کی قوت کے بقدر رہے ۔ اور جب آپ کی وفات قریب پہنچی تو آپ نے فدک بالکل ان کو دے دیا ۔ بحار الانوار صفحہ ۹۱ ۔ از مناقب ابن شہر آشوب ۔

(۴) چوتھی[1] روایت یہ ہے کہ جب آیہ وآت ذالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ مسکین تو میں جانتا ہوں ذوالقربیٰ کون ہیں ۔ جبرئیل نے کہا ھم اقاربک وہ آپ کے رشتہ دار ہیں ۔ تب آپ نے حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؓ کو بلا کر کہا کہ خدا مجھے حکم دیتا ہے کہ جو خدا نے فیٔ مجھے عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہے وہ تمہیں دوں ۔ اس لئے میں تمہیں فدک دیتا ہوں ۔ بحار الانوار از تفسیر عیاشی صفحہ ۹۱ ۔

(۵) عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادقؑ سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے جس کو ہم مفصل دعویٰ ہبہ فدک میں نقل کریں گے ۔ اس میں جہاں شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے ۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ جب آپ کو جبرئیلؑ فدک کے حدود بنانے کے لئے لے گئے اور واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے ۔ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل مجھے فدک کے حدود بنانے لے گئے تھے ۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا ۔ یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق بھا علی فقال ھی صدقۃ علیک فقبضتھا کہ اے میرے باپ میں بعد آپ کے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی ہوں ، فدک مجھے دے دیجئے آپ نے فرمایا ۔ اچھا یہ تمہارے اوپر صدقہ ہے ۔ یعنی تمہارے لئے عطیہ ہے ۔ پس فاطمہؓ نے اس پر قبضہ کر لیا ۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن اور علیؓ سے کہا کہ تم اس پر گواہ رہو ۔ بحار الانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱ ۔

یہ روایتیں جو اوپر ہم نے بیان کیں ، کچھ جزئی اور غیر ضروری باتوں ہی میں باہم مختلف نہیں ہیں ، بلکہ ان کا تخالف ان اہم امور میں ہے ۔ جو نفس واقعہ پر مؤثر ہے اور

---

[1] اصل عبارت یہ ہے لما انزل اللہ تعالیٰ فآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا جبرئیل قد عرفت المسکین فمن ذوالقربیٰ قال ھم اقاربک فدعا حسنا وحسینا وفاطمۃ علیھم السلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان ربی امرنی ان اعطیکم مما افاء علی قال اعطیتکم فدک ۱۲ ۔ عیاشی ۱۲-۱۲

ان کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واضعین روایت نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتیں بنائی ہیں مگر ان کی کثرت ہی نے وہ تناقص پیدا کر دیا کہ اس کا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت میں جو بحوالہ عیون الاخبار بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ کو بلاؤ اور وہ بلائی گئیں۔ اور دوسری روایت میں جو بحوالہ تفسیر قمی بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے یہ ہے کہ جب آپ کنجیاں فدک کی لے کر مدینہ میں داخل ہوئے تو خود فاطمہ رض کے پاس آئے اور کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں جو مجھ پر واجب الادا ہے تمہیں اور تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہوں۔

اور نیز پہلی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فاطمہ رض سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ تم کو فدک دیدوں۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور میرے لئے مخصوص کر دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں اور اس اختیار کی وجہ سے آپ نے کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں اسے دیتا ہوں۔

تیسری روایت میں جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ہم نے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے کہ آیہ مذکورہ کے نازل ہونے پر آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ حق ذوا لقربیٰ کا کیا ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ فاطمہ رض کو فدک دیدیجئے کہ وہ ان کی ماں خدیجہ اور ان کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی میراث میں فدک فاطمہ رض کو دیا گیا۔ اور دوسری روایت میں لکھا ہے کہ ماں کے مہر میں دیا گیا۔ غالباً جبرئیل امین نے میراث اور مہر کو ایک تصور کیا ہوگا یا ان سے سہو ہو گیا ہوگا۔ سوائے اس کے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار دینار سالانہ بتائی گئی ہے۔ اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا یہاں کچھ ذکر نہیں۔ شاید چوبیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر ہی مہر میں قرار پائی ہو گی۔

پھر اسی تیسری روایت میں یہ ہے کہ جب آپ نے فدک فاطمہ رض کو دینا چاہا تو انہوں

نے عرض کیا کہ آپ کی زندگی میں کوئی نئی کارروائی نہیں کرنی چاہتی۔ آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تم کو نہ دیں، تب فاطمہؓ نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے ہیں کیجئے۔ اس پر آپ نے لوگوں کو ان کے گھر میں بلا کر سب سے کہہ دیا کہ یہ مال فاطمہؓ کا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کرکے فدک کے دینے کا اعلان فرما دیا تھا، مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ ان روایتوں میں جن میں یہ ذکر ہے کہ جب فاطمہؓ سے شہادت طلب کی گئی۔ یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے ام ایمن اور علی مرتضیٰ اور حسنینؓ کو شہادت میں پیش کیا اور کسی دوسرے مرد کو شہادت میں پیش نہ کیا۔ اگر واقعی یہ واقعہ بہت سے لوگوں کے سامنے ہوا تھا تو بہت سے گواہ اس وقت زندہ اور موجود ہوں گے۔ پھر طلب کرنے کے وقت ان میں سے دو چار کے نام اگر لئے جاتے اور وہ آکر شہادت دیتے تو یا فدک فاطمہ کو مل جاتا، یا انکی حجت ابوبکرؓ پر تمام ہو جاتی۔ کیونکہ وہ توجیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ نصاب شہادت کی تکمیل چاہتے تھے پھر وہ تکمیل کیوں نہ کر دی گئی۔ اس تیسری روایت سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے جو اس معاملے میں نہایت اہم ہے۔ وہ یہ کہ فدک بعد ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں رہا اس کا کل انتظام آپ ہی فرماتے تھے اور اُس کی آمدنی آپ ہی جس مصرف میں چاہتے تھے۔ صرف کرتے تھے۔ اور حضرت سیدہ کو اس کی آمدنی سے فقط بقدر قوت آپ ہی دیتے تھے۔ پس ہبہ بغیر قبضہ ہوا لہٰذا اس ہبہ سے فدک حضرت سیدہ کا ملک نہیں ہو سکتا ہے اور جس روایت میں بعد ہبہ فدک پر حضرت سیدہ کا قبضہ ہونا اور انہیں کا وکیل اس پر مامور ہونا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اس وکیل کو نکال دینا مذکور ہے۔ وہ روایت اس تیسری روایت سے باطل ہو گئی۔

اور اسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فاطمہؓ کے گھر پہ بلا کر کہہ دیا کہ یہ مال فاطمہؓ کا ہے۔ اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے ہبہ نامہ فاطمہؓ کے نام لکھا دیا تھا اور اس پر شہادت علیؓ اور ام ایمن کی کرائی تھی۔

marfat.com

تعجب ہے کہ اس خیال سے کہ آئندہ لوگوں کو موقع فاطمہ رض کے محروم کرنے کا باقی نہ رہے یہاں تک تو آپ نے دور اندیشی فرمائی، کہ لوگوں کو بلاؤ اور ان کو جتایا کہ یہ مال فاطمہ رض کو دیا جاتا ہے۔ مگر ہبہ نامہ حضرت علی رض سے لکھوایا اور صرف ام ایمن کی گواہی کرائی اُن لوگوں میں سے جو بلائے گئے تھے۔ کسی کی گواہی نہ لکھوائی۔ حالانکہ ان میں سے دو چار کی گواہی کرانا زیادہ مناسب اور زیادہ ضروری تھا۔ تاکہ شہادت پر بقول شیعوں کے جو اعتراض ہوا وہ نہ ہوتا، اور غیروں کی گواہی سن کر شیخین رض کو بھی دعویٰ تسلیم ہی کرنا پڑتا۔

اور گو اس تیسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ وقت وفات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک فاطمہ رض کو واپس کر دیا، مگر پھر اس کی کوئی تفصیل نہیں بیان کی گئی کہ کس طرح واپس کیا اور کیونکر فاطمہ رض کو قبضہ کرایا۔ اب اس امر کا ثبوت پیش کرنا شیعوں پر ہے کہ یہ کاروائی فدک پر فاطمہ رض کے قبضہ کرانے کی کس وقت اور کیوں کر اور کن کے سامنے ہوئی۔

چوتھی حدیث دیگر احادیث کے بالکل متناقض ہے۔ اس لئے کہ اور حدیثوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ذوالقربیٰ کے معنی آپ نے جبریل ع سے پوچھے تو جبریل ع نے خدا کی طرف سے بالتخصیص حضرت فاطمہ رض کا نام لیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا نام ہی نہیں لیا۔ بلکہ اس قدر تخصیص ظاہر کر دی کہ مراد اس سے آپ ہی کے رشتہ دار ہیں۔ یعنی امت کے اقارب مراد نہیں۔ اور یہ امر کہ وہ اقارب کون ہیں اور کن کو ان کا حق دینا چاہیئے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور آپ کے عدل نے یہی تقاضا کیا کہ جو کچھ ہے اور سب اقارب کو چھوڑ کر حسنین اور فاطمہ رض ہی کو وہ دیدیں۔ اور حدیثوں میں تو حضرت فاطمہ رض کی تخصیص کا یہ جواب ہو سکتا تھا کہ آنحضرت نے یہ تخصیص نہیں کی، بلکہ خدا ہی نے ایسا حکم دیا اور آپ صرف اس کی تعمیل کرنے والے تھے۔ مگر اس حدیث میں جو تخصیص آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اس کا جواب کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس واسطے کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ عدل نفرمائیں اور تمام اقارب میں سے صرف اپنے نواسوں اور ایک بیٹی کو منتخب کریں۔ اور معاذاللہ اس طور پہ دوسروں کے حقوق تلف کئے جائیں۔ معلوم نہیں کہ حضرات امامیہ پیغمبر صاحب کے اس داغ کو جو ان کے اس قول اور خیال سے لگتا

ہے. کیونکر دور کرسکیں گے۔ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا پیغمبرؐ کے عدل اور انصاف اور بے طرف داری اور بے غرضی کی یہی شان تھی کہ وہ اوروں کو چھوڑ کر تین رشتہ داروں کو صرف اس لئے کہ انہیں زیادہ چاہتے تھے چن لیں اور جو کچھ اس وقت اُن کو ملا ہو وہ سب کا سب انہیں کو دے دیں۔ معلوم نہیں کہ حضرات امامیہ اس کا کیا جواب دیں گے، ہمارے تو رونگٹے اس سے کھڑے ہوتے ہیں اور پیغمبرؐ کی شان میں اسے ایک نہایت بے ادبی اور گستاخی بلکہ ان پر ایک قسم کا اعتراض سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ھذا سوائے اس کے اکثر روایتوں میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکرؓ کی شہادت طلب کرنے پر حضرت فاطمہؓ نے حسنینؓ کو بھی پیش کیا اور انہوں نے بھی گواہی دی۔ اس کا بھی بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کی رو سے تو فقط فاطمہؓ دعویٰ کرنے والی نہیں ہوسکتی تھیں بلکہ حسنینؓ کا بھی مدعیوں میں شریک ہونا چاہیئے تھا۔ پھر وہ کیونکر مدعی ہو کر گواہوں میں پیش کئے جا سکتے تھے۔

پانچویں روایت سے تو سارا بنا بنایا گھر شیعوں کا گر جاتا ہے اور سارا تانا بانا اُن کا ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ جو شہادت ام ایمن کی اس میں بیان کی گئی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اے میرے باپ میں آپ کے بعد افلاس اور احتیاج سے ڈرتی ہوں، فدک مجھے عطا کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا، اچھا یہ تم پر صدقہ یعنی عطا ہے۔" اس پر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے ام ایمن اور اے علیؓ تم گواہ رہنا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے خود فدک کی درخواست کی اور آپ کے بعد مفلسی کا خوف بتا کر آپ سے فدک مانگا اور ان کے مانگنے پر آنحضرت نے فدک ان کو دے دیا اس روایت سے آیہ وآت ذاالقربی حقہ کا دربارہ فدک نازل ہونا اور جبرئیلؑ سے ذوالقربی کے معنے پوچھ کر بحکم آیہ وآت ذاالقربی حقہ۔ حضرت فاطمہ علیہم السلام کو فدک ہبہ کر دینا باطل ہو گیا۔ اور وہ روایتیں بھی جس میں یہ بیان ہے کہ فدک حضرت فاطمہؓ کو اُن کی ماں کے مہر یا میراث میں دیا گیا تھا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی روایتوں کے ہوتے ہوئے حضرت امامیہ کس طرح فدک کے ہبہ کو ثابت کر سکتے ہیں اور کس منہ سے باوجود

marfat.com

ان متناقض روایتوں کے ہبۂ فدک کا نام زبان پر لاتے ہیں۔

ان متناقض اور مختلف روایتوں کے علاوہ ایک اور روایت کافی میں حضرت امام جعفر صادقؓ سے منقول ہے جس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقربیٰ سے مراد علیؓ تھے اور حق اُن کا وہ وصیت تھی جو ان کو کی گئی۔ اور نیز اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوت جو اُن کو دیئے گئے۔ یہ حدیث باب شصت وچہارم کتاب الحجۃ میں کافی کے منقول ہے۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے۔ جس میں اس بات کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فضائل اہل بیت اظہار فرماتے اور جو کچھ قرآن میں ان کی نسبت بیان ہوا ہے اسے ظاہر کرتے۔

آپ نے آیہ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا [1] کا بیان کیا اور پھر فرمایا کہ خدا کہتا ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى [2]۔ اور اس کے بعد آپ نے فرمایا جس کو بالفاظ ذیل کافی میں بیان کیا ہے۔ ثم قال جل ذکرہ وآتِ ذا القربیٰ حقہ فکان علی وکان حقہ الوصیۃ التی جعلت لہ والاسم الاکبر ومیراث العلم وآثار علم النبوۃ اور اس کا ترجمہ صافی شرح اصول کافی میں ان لفظوں سے کیا ہے (بعد از آں [3] گفت جل ذکرہ در سورہ بنی اسرائیل بدہ صاحب نزدیک تر را حق او پس حاضر شد علیؓ برائے اخذ حق خود وبود حق او وصیتی از رسول کہ گردانیدہ شد برای او ومعنی اینکہ آں حق باو رسانیدہ شد واسم اکبر ومیراث علم وآثار علم نبوت)۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ آیت حضرت علیؓ

---

[1] اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں۔ اے گھر والو اور ستھرا کرے تم کو ایک ستھرائی سے ۱۲ موضح پارہ ۲۲۔ سورہ احزاب رکوع ۵۔ [2] اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ چیز ہو اللہ کے واسطے، اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے اور قرابت والے کے۔ ۱۲ موضح پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۵۔

[3] اس کے بعد اللہ نے سورۂ بنی اسرائیل میں کہا ہے کہ پاس والے دوست کو اس کا حق دیدیجیئے۔ اس پر حضرت علیؓ اپنا حق لینے آئے۔ اور ان کا حق وہ وصیت رسول تھی جس سے انہیں موسوم کیا گیا تھا یعنی ان کا حق جو اسم اکبر میراث علم اور آثار علم نبوت تھا وہ ان کو دے دیا گیا۔

marfat.com

کے حق ادا کرنے کے لئے نازل ہوئی اور ذوالقربیٰ سے بھی وہی مراد ہیں اور اس صورت میں وہ روایتیں باطل ہوتی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ یہ آیت فدک کے دینے کے لئے نازل ہوئی شاید حضرات شیعہ یہ فرمائیں کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ذوالقربیٰ سے فاطمہؑ بھی مراد ہیں اور ان کا حق فدک۔ اور جناب امیرالمومنین بھی مقصود ہیں اور ان کا حق وصیت اور میراث علم اور اسم اکبر تھا۔ مگر یہ کہنا صحیح نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اور روایتوں سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقربیٰ اور حق ذوالقربیٰ کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اس لئے آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھا اور جبرئیلؑ نے بحکم خدا بتایا کہ اس سے مراد فاطمہؑ اور حق سے مراد فدک ہے۔ دونوں روایتیں کسی طرح سے مطابق نہیں ہو سکتیں۔ اس حدیث کو تفسیر صافی میں ذیل آیہ وآت ذاالقربیٰ سورۂ بنی اسرائیل میں بھی نقل کیا ہے۔ اور چونکہ صاحب تفسیر کو خیال گذرا کہ یہ روایتیں متناقض ہیں۔ اس لئے بطور دفع دخل مقدر یہ فرمایا اقول لاتنافی بین هذا الحدیث وبین الاحادیث السابقة ولا بینهما وبین تفسیر العامة کما یظهر للمتدبر العارف بمخاطبات القرآن ومعنی الحقوق ومن الذی له الحق ومن الذی لاحق له والحمد لله۔ کہ کچھ اختلاف اس حدیث میں اور پچھلی حدیثوں میں نہیں ہے۔ اور نہ ان حدیثوں میں اور سنیوں کی تفسیر میں اختلاف ہے، جیسا کہ غور کرنے والے اور مخاطبات قرآن اور معنی حقوق اور مستحق اور غیر مستحق کے جاننے والے پر ظاہر ہے۔ مگر وجہ عدم اختلاف کچھ بیان نہ کی۔ الحمد للہ کہہ کر ساکت ہو گئے اور متدبر و عارف بالقرآن کے رائے پر رفع تناقض کو چھوڑ دیا۔ مگر متدبر اور عارف بمعنی القرآن کے نزدیک جو کچھ ظاہر ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ ساری روایتیں غلط اور یہ تمام باتیں بنائی ہوئی اور خلاف سوق قرآن کے ہیں۔

چونکہ ہم شیعوں کی روایتیں بیان کر کے اس بات کو ثابت کر چکے کہ ان روایتوں میں باہم ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ ایک پر بھی یقین کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ جو شخص سوق اور مخاطبات قرآنی پر غور کرے گا اور جس کو یہ علم ہوگا کہ یہ آیت مکی ہے نہ مدنی، وہ ان بیانات کو جو حضرت امامیہ نے اس آیت کے متعلق کئے ہیں ایک

marfat.com

نوع کی تحریف معنوی سمجھے گا۔

آیہ وآت ذاالقربی حقہ کے موقع نزول اور طرز بیان پر غور کرنے سے ہبہ فدک کا ثابت نہ ہونا

جو روایتیں ہبۂ فدک کے متعلق حضرات امامیہ کے یہاں منقول تھیں، ان کو نقل کر کے ہم نے ثابت کر دیا کہ ان میں ایسا اور اتنا تناقص ہے کہ از روئے اصول شہادت کے وہ قابلِ اعتبار نہیں ہیں، اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ بوجوہ مفصلۂ ذیل شیعوں کے دعویٰ کے مفید یا اس سے متعلق نہیں ہے۔

وجہ اول۔ یہ آیت دو جگہ قرآن مجید میں آئی ہے۔ ایک سورۂ بنی اسرائیل میں دوسرے سورۂ روم میں، اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ اور مکے میں فدک کہاں تھا۔ فدک تو ساتویں سال ہجرت کے آنحضرتؐ کے قبضے میں آیا تھا۔

تحفہ اثنا عشریہ کے باب دوم میں کید سی و دوم کے ذکر میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ جمعے[1] کثیر از علماء ایشان سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب احادیث کہ شہرت ندارند و نسخ آں کتب متعدد بدست نمی آید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیاں باشد الحاق نمایند۔ چنانچہ قصہ فدک در بعضے تفاسیر داخل نمودہ اند و سیاق حدیث چنیں روایت کردہ اند و لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمہ و اعطاھا فدک۔ اما بحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد بیاد شاں نماند کہ ایں آیہ مکی است

---

[1] اکثر و بیشتر شیعہ علماء نے اس امر کی کوشش کی کہ غیر مشہور احادیث کی کتابوں اور ان کتابوں میں جو نایاب ہیں وہ جھوٹی اور من گھڑت احادیث شامل کر دیں، جو سنیوں کے مذہب کو باطل ٹھہرائیں جیسا کہ باغِ فدک کا قصہ جسے بعض تفاسیر میں داخل و شامل کر دیا ہے اور پھر حدیث کا سیاق و سلسلہ یوں روایت کرتے ہیں، کہ وہ جب رشتہ دار کو حق ادا کرنے کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر باغِ فدک انہیں دے دیا۔ اور چونکہ جھوٹے کو یاد نہیں رہتا۔ اس لئے شیعوں کو یہ یاد نہ رہا کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور باغ فدک مکہ میں نہیں تھا۔ (اور وہ اس آیت و حکم الٰہی کے نازل ہوتے ہی باغ فدک دینا لکھ گئے۔ از مترجم

ودر مکہ فدک کجا بود) اور حاشیہ پر اس کے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہے۔ ۱ لسورۃ الروم مکیۃ الا قولہ تعالی فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ بجواب اس کے تقلیب المکائد میں مولانا محمد قلی صاحب فرماتے ہیں کہ مجمع البیان میں بہت سے قول اہلسنت کے بھی بطریق نقل وحکایت کے مسطور ہیں اور یہ بھی کہ اطلاق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے اور اس کی نظیر قرآن میں بہت ہے۔ اور نیز یہ کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ مرتبہ اول مکے میں اور مرتبہ دوم مدینے میں جیسا کہ فخر الدین رازی نے سورۂ فاتحہ کے شان نزول میں کہا ہے۔ اور یہ بھی کہ مکی اس کو کہتے ہیں جو مکے میں نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے۔ فتح مکے کے سال میں یا حجۃ الوداع کے سفر میں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ان سب باتوں سے درگذر کریں تو ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ اگرچہ فدک مکے میں نہ تھا۔ لیکن چونکہ خدائے تعالیٰ کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ پیغمبر خدا کو بعد ہجرت کے مدینے میں اور بعد فتح خیبر کے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ہاتھ سے ہو گی فدک ملے گا حکم اس کا پہلے ہی نازل کر دیا اور نزول حکم میں کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جو آئندہ زمانے میں آئے گی۔ قبل اس کے وقوع کے کچھ حرج نہیں ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ[۱] کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کو خواب میں دیکھا تھا۔ اس طور پر کہ بندر آپ کے منبر پر اچھلتے کودتے ہیں اور پھر فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ یہ قول ابن عباس کا ہے مگر مشکل اس میں یہ ہے کہ یہ آیت تو مکی ہے اور مکے میں منبر نہ تھا۔ اور پھر اس کا جواب اس طور پر دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ مکے میں ان کو دکھایا جائے کہ مدینے میں منبر قائم ہو گا۔

چونکہ ضروری بات قابل بحث کے آخری جواب صاحب تقلیب المکائد کا ہے اس لئے اسی کے الفاظ ہم یہاں نقل کرتے ہیں باقی کل تقریر جسے دیکھنی ہو وہ صفحہ ۲۳۷

---

[۱] اور وہ دکھاوا جو تجھ کو دکھلایا ہم نے سو جانچنے کو لوگوں کے ۱۲ موضح پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۶۔

marfat.com

کید سی و دوم تقلیب المکائد مطبوعہ مطبع اردو اخبار دہلی کو ملاحظہ کرے۔

وؔاگر ازیں ہمہ مراتب تنزل کنیم پس ممکن ست کہ جواب دادہ شود کہ اگرچہ فدک در مکہ نبود لیکن چوں حق تعالیٰ شانہ بعلم ازلی میدانست کہ رسول خدا را بعد از ہجرت بمدینہ و فتح جنگ خیبر از دست حق پرست امیر المومنین علی بن ابی طالب فدک بدست خواہد آمد حکم آن از پیشتر نازل کردہ و در نزول حکم امریکہ در استقبال خواہد آمد از وقوع آں مانعتی نیست و امثال آں بسیار ست۔ و فخر الدین رازی در تفسیر کبیر در تفسیر قولہ تعالیٰ۔ وَمَا جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس گفتہ القول الثالث فی الرؤیا قال سعید بن المسیب رای رسول اللہ بنی امیۃ ینزون علی منبرہ نزو القردۃ فساءہ ذلک وھذا قول ابن عباسؓ فی روایۃ والاشکال فیہ ان ھذہ الایۃ مکیۃ وما کان لرسول اللہ بمکۃ منبر قال ویمکن ان یجاب عنہ بانہ لا یبعد ان یری بمکۃ ان لہ بالمدینۃ منبر یتداولہ بنو امیۃ۔

یہ کہنا کہ مجمع البیان میں بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہیں کافی جواب نہیں ہے۔ کم سے کم اپنے ہی یہاں کی روایتوں سے اس کو ثابت کرنا تھا کہ یہ سورت مکی نہیں ہے بلکہ مدنی ہے۔ نہ یہ جواب کافی ہے کہ اطلاق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے۔ تا وقتیکہ اس کا ثبوت نہ دیا جائے کہ کونسی آیتیں اس میں مکی ہیں اور کونسی مدنی۔

اور یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ مرتبہ اول مکے میں اور مرتبہ دوم مدینے میں تعجب انگیز ہے اس لئے کہ دو مرتبہ تو یہ آیت نازل ہی ہوئی ہے۔ ایک

لے اور اگر ان تمام واقعات سے ہم تھوڑی دیر کے لئے پہلو تہی کریں تو ممکن ہے کہ شیعہ یہی جواب دیں گے کہ باغ فدک تو مکہ میں نہ تھا لیکن اللہ کو بہ شان علم ازلی معلوم تھا کہ رسول اللہ کی مدینہ میں ہجرت کے (ساتویں سال) بعد حضرت علیؑ کے ہاتھوں جنگ خیبر میں فتح ہوگی اور باغ فدک رسول اللہ کے ہاتھ آئے گا تو ان تمام واقعات کے رونما ہونے سے پہلے ہی آیت مذکورہ نازل فرمادی۔ اور نزول حکم میں اس امر کا ذکر جو زمانہ مابعد میں ہوگا بیان کر دینا ممنوع نہیں ہے۔ اور اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ جیسا کہ فخر الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

marfat.com

سورۂ روم میں اور دوسری بنی اسرائیل میں۔ اور خیبر سے دونوں مکی ہیں۔ اس لئے یہ فرمانا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت تین مرتبہ نازل ہوئی ہو۔

اور یہ فرمانا کہ مکی اُسے کہتے ہیں جو مکے میں نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے فتح مکے کے سال ہیں یا حجۃ الوداع میں۔ کچھ مفید مطلب نہیں ہے اس لئے کہ مکے ہیں فدک فاطمہؓ کو نہیں دیا گیا۔ بلکہ مدینے میں اور فوراً بعد قبضے ہیں آنے فدک کے۔ اس لئے ان سب جوابوں سے بہتر بظاہر صاحب تقلیب المکائد کو یہی جواب معلوم ہوا۔ جو اخیر میں فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ اگرچہ فدک مکے میں نہ تھا۔ لیکن موافق علم ازلی کے پیش از وقوع خدا نے حکم دیدیا۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ جب فدک تمہارے قبضے ہیں آئے تو اسے فاطمہؓ کو دیدینا مگر اس سے بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جو روایتیں حضرات شیعہ نے فدک دینے کی بیان کی ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اسی وقت آپ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ ذوالقربی کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ بلکہ احادیث شیعہ صاف اس بات پر دال ہیں کہ یہ آیت بعد فتح خیبر اور فدک کے قبضے میں آنے کے نازل ہوئی ہے۔ نہ قبل اس کے۔ جیساکہ تفسیر صافی میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔ وفی الکافی عن الکاظم فی حدیث لہ مع المھدی ان اللہ تعالیٰ لما فتح علی نبیہ فدک وما والاھا لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ وآت ذا القربی حقہ ولم یدر رسول اللہ صلعم من ھم فراجع فی ذلک جبرئیل وراجع جبرئیل ربہ فاوحی اللہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمۃ الخ۔ یعنی امام موسیٰ کاظمؑ سے یہ حدیث منقول ہے کہ جب فدک فتح ہوا بغیر لڑائی کے تب خدا نے پیغمبرؐ پر یہ آیت نازل کی کہ وآت ذا القربی حقہ۔ اور پیغمبرؐ خدا انہیں جانتے تھے کہ وہ اقارب کون ہیں تب آپ نے جبریلؑ سے پوچھا اور جبرئیل نے خدا سے، اور وحی آئی کہ فدک فاطمہؓ کو دے دو اس حدیث سے اور دیگر حدیثیں جو عیون اخبار رضا وغیرہ ہیں منقول ہیں۔ یہی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کے قبضے ہیں آنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے صاحب تقلیب المکائد کا فرمانا کہ بطور پیش بندی از قبضہ فدک مکے

marfat.com

میں یہ آیت نازل ہوئی ہو گی۔ احادیث ائمہ کی تکذیب کرنا ہے۔

غرضکہ کسی طرح بات بنائے نہیں بنتی اور یہ مصنوعی روایت کسی پہلو سے صحیح نہیں ہو سکتی اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ فرمانا کہ بحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد صادق آتا ہے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ خطاب وآت ذاالقربی حقہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر سیاق قرآنی صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خطاب عام ہے تمام امت سے۔ نہ مخصوص ہے صرف آپ کی ذات مبارک پر۔ اس لئے کہ یہ آیت جو سورۂ بنی اسرائیل میں ہے اس میں توحید اور احسان اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا بیان ہے۔ اور آیات ماقبل ومابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تخصیص نہیں ہے، بلکہ تعمیم ہے۔ چنانچہ آیات ماقبل و ما بعد یہ ہیں۔ وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ ؕ اِنْ تَکُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْھُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ تَرْجُوْھَا فَقُلْ لَّھُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا ۝ اب ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ کہ تیرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت مت کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو نہ کہہ ان سے ہوں اور نہ ان کو جھڑک اور نہ کہہ ان سے ادب کی بات۔ اور جھکا ان کے سامنے بازو عاجزانہ اور نیازمندانہ اور یہ دعا مانگ کہ اے رب ان پر رحم کر جس طرح کہ انہوں نے مجھے چھٹ پن میں پرورش کیا۔ تمہارا رب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں

marfat.com

ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشتا ہے۔ اور دے قرابت والے کو اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اڑا فضول خرچی میں فضول خرچ بھائی ہیں شیاطین کے۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور اگر کبھی تو ان سے تغافل کرے بوجہ چاہنے اپنے رب کے رحمت کی جس کی تجھے امید ہے تو ان سے بات نرمی کی ہی کہہ دے۔ اور مت باندھ لے اپنے ہاتھ گردن میں (یہ کنایہ ہے بالکل خرچ نہ کرنے سے) اور نہ بالکل فراخ دستی کر کہ بیٹھ رہے ملامت زدہ اور پشیمان۔ تیرا رب تو جس کو چاہتا ہے۔ رزق خوب سا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے) کم دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار ہے۔

ان آیتوں سے پہلے بھی وہ آیتیں ہیں جن میں شرک اور معاصی سے نہی اور توحید اور عبادت کا امر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا۔ کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت ملاؤ کہ ملامت زدہ اور پشیمان ہو کر بیٹھ رہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول خداوند تعالیٰ نے شرک اور معاصی کی برائیاں بیان کیں اور بعد اس کے توحید اور عبادت ارشاد کیا۔ اور اس کے پیچھے احسان اور تبرع اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا ذکر فرمایا۔ پس گویا اس سورت میں جو یہ آیتیں ہیں وہ بیان میں توحید اور عبادت اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق اور سلوک اور احسان اور ادائے حقوق کے ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ دراصل امت کی ہدایت اور عمل کے لئے بیان کی گئی ہیں اور گویا وہ ایک قانون ہے جس میں انسان کی اخلاقی صفات کا بیان اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ سب آیتیں تو عام ہوں اور ان کا خطاب امت کی طرف اور ایک آیت یعنی وآت ذاالقربیٰ حقہ صرف مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ اور پھر وجہ خصوصیت بھی کوئی موجود نہ ہو۔ مجمع البیان طبرسی میں بھی ان آیتوں کے معنی میں علامۂ طبرسی فرماتے ہیں کما تقدم النھی عن الشرك والمعاصی عقبه سبحانه بالامر بالتوحید والطاعات فقال سبحانه وقضی ربك الاتعبدوا الا ایاہ اور پھر وآت ذاالقربی حقه کی آیت سے لے کر تا آیہ انه کان بعبادہ خبیرا بصیرا۔ جو پانچ آیتیں ان کی تفسیر میں علامۂ موصوف فرماتے ہیں ثم حث سبحانه نبیه علی ایتاء الحقوق

marfat.com

لمن یستحقہا وعلی کیفیۃ الانفاق فقال وآت ذا القربی حقہ معناہ وآت القربات حقوقہم التی اوجبہا اللہ لہم فی اموالکم۔ یعنی خداوند تعالیٰ نے اول شرک ومعاصی سے ممانعت کی اس کے بعد توحید وعبادت کا حکم بیان فرمایا۔ پھر اپنے پیغمبر کو ان لوگوں کے حقوق کو جو اس کے مستحق ہیں دینے اور خرچ کرنے کے طریقوں پہ آگاہ کیا اور فرمایا کہ ذوی القربیٰ کو ان کا حق عطا کر۔ یعنی رشتہ داروں کو ان کے حقوق جو خدا نے ان کے لئے تمہارے مالوں میں مقرر کئے ہیں عطا کر۔ پس ان سب آیتوں کے دیکھنے اور سیاق قرآنی پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی موقع کسی خاص بات میں پیغمبر صاحب کی تخصیص کا نہیں ہے۔ اور اگر خاص آیت وآت ذا القربی حقہ کی تخصیص پیغمبر کے ساتھ کی جائے تو سارا کلام مہمل اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ حضرات امامیہ کو آیہ وآت ذا القربی حقہ میں صرف ایک بات سے اس کا موقع ملا کہ اس آیت کے حکم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص خیال کریں اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب بصیغۂ واحد ہے لیکن علم معانی وبیان کے جاننے والے بیک طرف معمولی سمجھ کے آدمی اور قرآن کے ترجمہ جاننے والے بھی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کا طرز بیان ایسا واقع ہوا ہے کہ اکثر خطاب خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت مراد اس سے امت ہوتی ہے۔ بہت دور جانے اور قرآن کے اور مقامات دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اسی رکوع میں جو طرز بیان خدا کا ہے۔ اس سے اس کا ثبوت ہوتا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے۔ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا۔ کہ خدا کے ساتھ دوسرے کو معبود نہ بنا، نہیں تو ذلیل اور عاجز ہو جائے گا۔ کیا ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ یہ خطاب خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور اسی لئے مفسرین شیعہ نے بھی اس خطاب کو عام مانا ہے، جیسا کہ علامہ طبرسی فرماتے ہیں۔ ان الخطاب للنبی والمراد بہ امتہ۔ کہ یہ خطاب پیغمبر سے ہے اور مراد امت ہے۔

اس آیت کے سوا یہ آیت بھی اسی رکوع میں ہے۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ کہ اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے بڑھاپے کو ماں باپ میں سے ایک یا دونوں تو ان سے اف کر کے بات نہ کر اور نہ ان

marfat.com

کو جھڑکی دے اور ان سے ادب کی بات کر۔ کیا کوئی۔ نادان اس خطاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سمجھے گا جب کہ آنحضرتؐ کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ تھی کہ آپ کو ایسی بُرائی سے بچانے کے لئے نصیحت کی جاتی۔ آپ کے والدین چھٹ پن ہی میں گذر گئے تھے، اور ان کے مرنے کے چالیس برس بعد خدا کا کلام نازل ہوا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھی امت ہی کی طرف ہے اور سوائے اس کے اور آیتیں جو بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ کہ اسراف نہ کر اور اپنے ہاتھوں کو باندھ نہ لے۔ یعنی بخل نہ کر اور نہ زیادہ فضولی ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں ہے کہ مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ باوجودیکہ یہ سب خطاب بصیغہ واحد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کئے گئے ہیں اور ان میں کوئی موقع اور محل شیعوں کو بھی انکار کا نہیں ہے۔ پس ان تمام آیتوں میں سے صرف ایک آیت کو مخصوص کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر کسی مرجح اور مخصص وجہ کے قابل مضحکہ ہے۔ خصوصاً جب کہ آیہ وآت ذا القربی کی پہلی آیت کو دیکھا جائے جس میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل بیان اس کا ہے جو ہدایت انسان کو اخلاق اور احسان اور صلہ رحم اور ادائے حقوق کے متعلق کی گئی ہے۔ اس میں اول بیان کیا کہ خدا کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد بتایا کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا لازم ہے۔ اس کے بعد فرمایا قرابت داروں اور مسکینوں اور مسافروں کے حق ادا کرنے چاہئیں اور پھر اسی کے ساتھ اعتدال کی بھی ہدایت فرمائی کہ نہ بخشش ایسی ہو کہ اسراف کے درجے پر پہنچ جائے اور نہ ایسا بخل کہ آدمی اپنے ہاتھ باندھ لے اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی کہ اگر اتنی استطاعت نہ ہو کہ ان کے ساتھ کچھ سلوک کیا جا سکے تو ان سے اخلاق اور نرمی سے بات چیت کرنی چاہیئے جیسا فرمایا ہے۔ فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ○ اگر آیہ وآت ذا القربی میں مراد خدا کی یہ ہوتی کہ فدک فاطمہؓ کو دیدیا جائے تو معلوم نہیں کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ○ کیوں کہا جاتا۔ اور پھر تبذیر کی بُرائی اور اس کا خوف بھی نہایت سخت لفظوں میں کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ کیوں دلایا جاتا۔ اور یہ کیوں کہا کہ اگر تمہارے پاس دینے کو نہ ہو تو ان سے وعدہ ہی کر لو کہ جب خدا تم کو دے گا تو تم ان سے سلوک

marfat.com

کروگے۔ اگر کوئی اس آیت کو ہبہ فدک کے متعلق سمجھے تو آیہ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ٥ اس موقع پر مہمل ہوئی جاتی ہے مفسرین شیعہ نے بھی اس آیت کے وہی معنی لکھے ہیں جس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ صاحب مجمع البیان طبرسی فرماتے ہیں۔ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ای وان تعرض عن هولاء الذین امرتك باداء حقوقهم عند مسالتهم ایاك لانك لا تجد ذلك حیاء منهم ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا ای لتبتغی الفضل من الله والسعة التی یمکنك معها البذل بامل تلك السعة وذلك الفضل فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ٥ ای عدهم عدة حسنة وقل لهم قولا سهلا لینا یتیسر علیك وروی ان النبیؐ کان لما نزلت هذه الایة اذا سئل ولم یکن عنده ما یعطے قال یرزقنا الله وایاکم من فضله۔ یعنی اگر ان لوگوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے دینے سے تم مجبور ہو اور ان کے سوال پورا کرنے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو اور شرم کے مارے ان سے اعراض کرو تو نہیں چاہیئے کہ خدا کے فضل پر امید رکھ کر ان سے وعدہ کرو اور اچھے لفظوں میں ان سے کہہ دو کہ جب خدا تمہیں دے گا تو تم ان کے ساتھ سلوک کروگے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہی کیا کرتے کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا اور آپ کے پاس کچھ دینے کو نہ ہوتا تو یہ فرماتے کہ اللہ اپنے فضل سے ہم کو اور تم کو رزق دے۔

یہ بیان تو سورہ بنی اسرائیل کا کیا گیا۔ اب سورہ روم پر غور کرنا چاہیئے کہ وہاں یہ آیت کس موقع پر آئی ہے۔ آیات ماقبل ومابعد یہ ہیں۔ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ٥ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ یعنی جب لوگوں کو ہم رحمت پہنچاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ان کے اعمال کے سبب ان کو کوئی برائی پہنچ جاتی ہے تو وہ نا امید ہو جاتے ہیں، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے روزی فراخ دیتا ہے۔

marfat.com

اور جس کو چاہتا ہے) کم دیتا ہے ، اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے پس دے رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو، یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

اس میں بھی تخصیص باطل ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اس طرح پر شروع کیا ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جس کو چاہے روزی فراخ دے اور جس پر چاہے تنگ کر دے یہ مضمون عام ہے اسی پر آگے چل کر تفریع کی ہے اور فرمایا ہے کہ اے پیغمبرؐ تو قرابتیوں اور مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دینا رہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں تعمیم مراد ہے خصوصاً اس آیت کے اخیر لفظوں سے تو تعمیم میں کوئی شک ہی نہیں رہتا۔ اور وہ الفاظ ہیں۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کہ یہ بات بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا کی رضامندی چاہتے ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ یہ ارشاد اسی وقت باموقع اور برمحل صحیح ہو سکتا ہے جب کہ حکم عام ہو اور خطاب مومنین سے ورنہ قرآن جو ایک کلام فصیح و بلیغ ہے مہمل سمجھا جائے گا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو یہ گمان ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ ان حقوق کے دینے میں تامل فرماتے یا ان کو اس حکم پر عمل کرنے کے لئے ترغیب اور ترہیب کی ضرورت ہوتی اور ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ کہنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑتی۔ یہ اسی وقت باموقع سمجھا جا سکتا ہے جب کہ خطاب عام اور مومنین کی طرف سمجھا جائے کہ امت ہی کے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو پورے طور پر حقوق ادا کرنے کے لئے ترغیب و ترہیب کی ضرورت ہوتی ہے اور ذاتی اغراض اور شخصی محبت کو دخل نہ دینے کے لئے اس قسم کے بیان سے ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔ پس جو شخص ذرا بھی قرآن کو غور سے دیکھے گا اور اس آیت کے ماتقدم اور ماتاخر اور طرز بیان اور سیاق عبارت پر نظر کرے گا، وہ ذرا شبہ نہیں کر سکتا کہ قربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہیں۔ کما قیل انه خطاب له ولغیره والمراد بالقربیٰ قرابة الرجل وهو امر بصلة الرحم بالمال۔

وجہ سوم یہ کہ اگر شیعوں کے خیال کے موافق تسلیم کیا جائے کہ آیہ وآت ذا القربیٰ حقه

marfat.com

ہیں ذوالقربیٰ سے مراد فاطمہؓ اور حقہ سے مراد فدک ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کی پوری تعمیل یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ خود نہیں کی یا خدا نے نہیں کرائی۔ اس لئے کہ اس آیت میں تین لوگوں کے حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک ذوالقربیٰ دوسرے مسکین تیسرے مسافر ذوالقربیٰ کی نسبت تو شیعوں نے یہ بات بنالی کہ آپ اس کے معنی نہیں سمجھے اور جبرئیلؑ سے بتایا کہ ذوالقربیٰ فاطمہؓ ہیں اور ان کا حق بھی دریافت کر لیا اور ادا بھی کر دیا گیا مگر باقی اشخاص ویسے ہی محروم چھوڑے گئے۔ پھر ذوالقربیٰ کا حق جس طرح ادا کیا گیا، وہ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے کہ لفظ تو ذوالقربیٰ کا عام ہے اور سب رشتہ داروں کو مشتمل اور تخصیص کر دی گئی صرف ایک کی۔

سوائے اس کے ذوالقربیٰ کا لفظ قرآن مجید میں اسی آیت میں نہیں آیا بلکہ تیرہ جگہ متعدد آیتوں اور مختلف سورتوں میں آیا ہے۔ اور ایسے موقع پر آیا ہے جہاں کہ ادائے حقوق کی ہدایت اور اس کی ترغیب ہے اور اکثر اس کے ساتھ دیگر اشخاص مساکین اور ابن السبیل وغیرہ شریک ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں ایسے موقع پر یہ لفظ آیا ہے وہاں مراد ان سب کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی خبر لینا اور ان کی مدد کرنا ہے۔ مثلاً سورۂ بقر میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ یعنی جب کہ عہد لیا ہم نے بنی اسرائیل سے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہنا! ور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا پھر تم پھر گئے اس عہد سے مگر تم میں سے چند لوگ! ور اب بھی تم اعراض کرتے ہو۔

اس آیت میں بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے ہم نے ان باتوں کا عہد لیا تھا کہ خدا کے سوا عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھلائی۔ اور سب سے اچھی بات کرنا مگر انہوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا۔ چونکہ بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑ دیا تھا۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے اس موقع پر اس کا ذکر اس لئے کیا

marfat.com

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو تنبیہ ہو کر وہ ایسا نہ کرے۔ اور پھر اسی کی تشریح اور تصریح سورہ بنی اسرائیل میں کر دی۔ یعنی بتا دیا کہ جن باتوں کا بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ انہیں کے ساتھ مخصوص نہ تھیں، بلکہ حسن اخلاق اور حسن معاشرت اور حسن معاملے کے لئے یہ باتیں ہر انسان پر لازم ہیں اور ان کا کرنا ضروری ہے اور انہیں باتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے آپ کی اُمت کو بتلایا اور ان لفظوں سے وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الخ فرمایا کہ خدا نے تمہارے اوپر لازم اور واجب کر دیا ہے کہ اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان اور ذا القربٰی اور مسکین اور ابن سبیل کا حق ادا کرو۔ گویا یہ آیتیں انہیں آیتوں کا صاف صاف بیان ہیں جو سورۂ بقر میں بنی اسرائیل پر واجب کی گئی تھیں۔ وہاں واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل فرمایا اور یہاں وقضی ربك جس کے معنی قریب قریب ایک ہوتے ہیں یعنی ان باتوں کا کرنا واجب کر دیا گیا پھر وہاں فرمایا۔ لاتعبدون الا اللہ اور یہاں ارشاد کیا ان لاتعبدوا الا ایاہ پھر وہاں تو فرمایا تھا۔ وبالوالدین احسانا۔ یہاں بھی وہی فرمایا۔ وبالوالدین احسانا اور اس کی اور بھی زیادہ تشریح کر دی اور احسان کا ادنیٰ درجہ تک بھی بیان کر دیا کہ ان سے اُف تک نہ کہو۔ پھر وہاں بیان فرمایا۔ وذی القربٰی والیتمٰی والمسکین یہاں فرمایا وآت ذا القربٰی حقه والمسکین وابن السبیل اور پھر اعتدال کی بھی یہاں نصیحت فرمائی کہ لاتبذر تبذیرا الخ اور پھر وہاں فرمایا وقولوا للناس حسنا، اور یہاں فرمایا کہ فقل لهم قولا میسورا۔ پس دیکھو کیسا مسلسل اور مرتب بیان ان دونوں آیتوں کا ہے۔ اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیتیں کیسی اور تصریح انہیں احکام کی ہیں۔ جو بنی اسرائیل کو دیئے گئے تھے۔

ذوا لقربٰی کا لفظ سورۂ بقر میں ایک اور آیت میں آیا ہے اور وہ یہ ہے لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ یعنی نیکی یہ نہیں ہے کہ تم پورب پچھم کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور آخرت اور فرشتوں اور کتاب اللہ اور

marfat.com

پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور خدا کی محبت میں مال رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرنے میں دے۔

اس میں بھی بر اور احسان کا بیان حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور گویا یہ بھی دوسرے لفظوں میں انہیں احکام کا تذکرہ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل میں بیان کئے گئے ہیں کہ نیکی یہی نہیں ہے کہ اپنے منہ پورب پچھم کی طرف کرو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پہ ایمان لاؤ۔ اور خدا کی محبت میں اپنا مال ذوی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اور سائلین کے دینے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں صرف کرو۔

سورۂ نساء میں بھی ذی القربیٰ کا لفظ اسی موقع پر آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ واعبدوا اللہ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۔ یعنی عبادت کرو اللہ کی اور اس کا شریک کسی کو مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ دار اور یتیم اور مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور دوست و رفیق اور مسافر اور باندی غلاموں سے بھلائی کرو۔ اللہ کو اچھا نہیں معلوم ہوتا وہ شخص جو اترائے اور بڑائی کرے۔

اور سورۂ نحل میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۔ یعنی اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور برے کام اور سرکشی کرنے سے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

ان تمام آیتوں کے دیکھنے سے وہی ایک سلسلہ بیان کا اور وہی ایک قسم کی تعلیم احسان اور سلوک کی معلوم ہوتی ہے۔ جو سورۂ بنی اسرائیل میں بیان کی گئی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ اصل اصول اخلاق کے ہیں جن کی تعلیم خدا کو منظور تھی اور جس کو طرح طرح سے بیان کیا کبھی پچھلی امتوں کے میثاق اور عہد کی یاد دلا کر۔ کبھی اس کی خوبیاں بتا کر۔ اور کبھی بطور حکم اور ہدایت کے۔ پس جب کہ لفظ ذی القربیٰ کا متعدد جگہ آیا ہوا اور

marfat.com

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے معنی کبھی پہلے استفسار نہ فرمائے ہوں تو اس موقع پر کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لفظ کے معنی پوچھنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ یا یہ لفظ جو اپنے عام معنوں میں استعمال کیا گیا ہو اور جس میں خطاب کا عام ہونا صاف ظاہر ہوتا ہو وہ ایک اس موقع پر ایسا مغلق اور مشتبہ ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے معنی معلوم نہ ہوں اور پھر ان کے ساتھ احسان کرنا اور ان کے حقوق کا ادا کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص سمجھا جائے اور تمام اقارب میں سے ایک ہی رشتہ دار مستثنیٰ کر لیا جائے۔ یہ بات خدا کے رسول کی شان سے بہت بعید اور سیاق قرآن کے بالکل مخالف اور عام ہدایت کے سراسر متناقض ہے۔

سورہ انفال میں بھی ذوالقربیٰ کا لفظ آیا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ الآیۃ کہ جو کچھ غنیمت میں تمہارے ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول اور ذی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافرین کے لئے ہے۔ اس آیت پر اگر حضرات امامیہ غور فرمائیں تو ان کو اس کہنے میں کہ آیہ وآت ذا القربی حقہ مدینے میں خیبر کے فتح ہونے کے بعد نازل ہوئی بہت مشکل پیش آئے گی بلکہ ان کا سارا عنکبوتی گھر برباد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ کوئی اس باب میں شبہ نہیں کر سکتا کہ آیہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ فتح خیبر سے پہلے نازل ہوئی۔ اس لئے کہ غنیمت کا مال خیبر کے فتح ہونے سے پہلے آیا کرتا تھا اور اس کی تقسیم ہوا کرتی تھی اور اس آیہ واعلموا انما غنمتم میں اس کی تفصیل بھی ہے۔ پس جنگ بدر سے لے کر خیبر کے فتح ہونے تک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آیہ واعلموا انما غنمتم کے مال غنیمت کے حصے میں سے اقارب اور مساکین اور مسافرین کو انکے حقوق دیا کرتے تھے۔ اور دینا ہو نہیں سکتا جب تک کہ معلوم نہ ہو کہ اقارب اور مساکین وغیرہ کون ہیں اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کو ذوالقربی کے معنی اور یہ کہ اقارب کون ہیں معلوم تھے تو بعد خیبر کے فتح ہونے اور فدک ملنے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل سے ذوالقربی اور حقہ کے معنی دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہوئی اگر ضرورت

marfat.com

ہوتی تو اس آیہ واعلموا انما غنمتم کے نازل ہونے کے وقت ہو سکتی تھی تا کہ غنیمت کی تقسیم میں غلطی نہ ہو۔ اور اگر تسلیم کیا جائے کہ آیہ وآت ذا القربیٰ میں مراد ذی القربیٰ سے صرف حضرت فاطمہؓ ہیں تو آیہ واعلموا انما غنمتم میں بھی جو لفظ ذی القربیٰ کا آیا ہے اس سے بھی مراد حضرت فاطمہؓ ہوں گی۔ اور خمس بھی صرف انہیں کا حق ہوگا۔ اور بجز ان کی اولاد کے تمام بنی ہاشم خمس سے محروم ہوں گے ولم یقل بہ احد یہ خود مذہب شیعہ کے خلاف ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ خمس میں سے نصف امام وقت کا اور باقی نصف یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل کا ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں مجمع البیان طبرسی میں لکھا ہے اختلف العلماء فی کیفیۃ قسمۃ الخمس ومن یستحقہ علی اقوال احدھا ما ذھب الیہ اصحابنا وھو ان الخمس یقسم علی ستۃ اسھم فسھم للّٰہ وسھم للرسول وھذان السھمان مع سھم ذی القربیٰ للامام القائم مقام الرسول وسھم لیتامی آل محمد وسھم لمساکینھم وسھم لابناء سبیلھم لا یشرکھم فی ذلک غیرھم لان اللّٰہ سبحانہ حرم علیھم الصدقات لکونھا اوساخ الناس وعوضھم من ذلک الخمس۔ روی ذلک الطبری عن علی بن الحسین زین العابدین ومحمد بن علی الباقر واختلف فی ذوی القربیٰ فقیل ھم بنو ھاشم خاصۃ من ولد عبد المطلب لان ھاشما لم یعقب الا منہ عن ابن عباس ومجاھد والیہ ذھب اصحابنا۔ یعنی کیفیت قسمت خمس میں علما کا اختلاف ہے اور ان لوگوں میں کہ اس کے کون کون مستحق ہیں۔ ہمارے علما کا یہ مذہب ہے کہ خمس کے چھ حصے کیے جائیں۔ ایک حصہ اللہ کا اور ایک حصہ رسول کا۔ اور یہ دونوں حصے مع ایک حصہ ذی القربیٰ کے امام کا ہے جو قائم مقام رسول ہے اور ایک سہم آل محمد کے یتیموں کا اور ایک انہیں کے مساکین کا اور ایک انہیں کے مسافرین کا۔ آل محمد کا کوئی اور شریک اس میں نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کو۔ بوجہ لوگوں کے میل ہونے کے آل محمد پر حرام کر دیا ہے اور اس کے عوض میں ان کو بھی خمس دیا ہے طبری نے امام زین العابدین اور امام باقرؒ سے یہ روایت کی ہے۔ دوسرا اختلاف ذوالقربیٰ میں ہے کہ اس سے کون مراد ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس سے مراد خاص بنی ہاشم اولاد عبد المطلب ہیں، کیونکہ ہاشم کی نسل عبد المطلب ہی سے چلی ہے۔ یہ مروی ہے ابن عباس اور مجاہد سے،

marfat.com

اور یہی مذہب ہے ہمارے علما کا۔

اور تفسیر قمی میں ہے۔ فمن الغنیمة یخرج الخمس و یقسم علی ستة اسهم سهم لله وسهم لرسول الله وسهم للامام فسهم الله وسهم الرسول برثه الامام فیکون للامام ثلاثة اسهم من ستة وثلاثة اسهم لایتام آل الرسول و مساکینهم وابناء سبیلهم۔

غرضکہ کسی پہلو یہ بات ٹھیک نہیں بیٹھتی کہ ذوالقربیٰ کے معنی پیغمبر نہ جانتے ہوں اور ان اقارب کو جن کا حق دینا چاہیئے آپ نہ پہچانتے ہوں اور باوجود نازل ہونے متعدد آیات کے جو متعلق احسان ذی القربیٰ کے ہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیہ وآت ذاالقربیٰ کے نازل ہونے پر جبریل امینؑ سے پوچھنے پر مجبور ہوئے ہوں۔ اور خدا نے فرمایا ہو کہ ذوالقربیٰ سے مراد فاطمہؑ ہیں اور فدک جس کی آمدنی سالانہ چالیس یا ستر ہزار دینار تھی، ان کو دے کر پیغمبر خدا صلعم ادائے حقوق سے سبکدوش ہو گئے ہوں اور باقی تمام رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کو محروم چھوڑ دیا ہو۔ وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل هذا و یبدل کلام الله من تلقاء نفسه و یحرفه عن موضعه سبحانک هذا بهتان عظیم

کیا یہ بات قیاس میں آ سکتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک جس کی آمدنی چوبیس ہزار دینار کہی جاتی ہے حضرت فاطمہؑ کو دے دیا ہو

روایتوں اور حکایتوں کو ایک طرف رکھ کر اور ان کے تناقص اور باہمی اختلاف سے بھی قطع نظر کر کے اس بحث کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا اور ایک منصف غیر متعصب آدمی کی طرح اس پر غور کرنا چاہیئے۔ تاکہ معلوم ہو کہ آیا اسی زمانے میں جب کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا غنیمت یا فئے یا خراج یا اور کسی قسم کی آمدنی ایسی کافی و وافی تھی کہ جس سے اخراجات جو اس وقت اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی حفاظت اور کفار کے حملوں سے بچانے اور ان پر جہاد کرنے اور وفود یعنی ایلچیوں اور مہمانوں کے ٹھہرانے اور

marfat.com

تحف و ہدایا دینے کے لئے ضروری تھے۔ بغیر کسی وقت کے ادا ہو سکتے۔ اور موجودہ حالت اس زمانے کی ایسی تھی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار کی سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخش دیتے۔ اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور عادت ایسی تھی کہ مہاجرین و انصار اور عامۂ مسلمین کا خیال نہ کرکے اور ان کو تنگی اور افلاس میں چھوڑ کر جو کچھ آپ کے حصے میں آیا تھا (بلکہ اس کو ہم آپ کا ذاتی حصہ سمجھیں) وہ اپنے رشتہ داروں میں سے کسی ایک چہیتے رشتہ دار کو دیدیتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ان باتوں پر خیال کرنے سے ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی آدمی ہبہ کی روایت کو صحیح نہ سمجھے گا اور نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور خصلت اور سیرت اور حالت کے مطابق پائے گا۔ اس لئے کہ فدک ساتویں برس ہجرت کے پیغمبر خدا صلعم کے قبضے میں آیا۔ اور وہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ فاقے پہ فاقے کرتے اور بھوک کی تکلیف سے دو دو دن تک شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ نان جویں کو محتاج تھے اور ضروری حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے بھی کچھ سرمایہ نہ رکھتے تھے مہاجرین گھر بار چھوڑے ہوئے مدینے میں دوسروں کے یہاں پڑے ہوئے تھے اور وہ اپنے اوپر تنگی اٹھا کر اور ایثار علی النفس کرکے ان کی مدد کرتے تھے۔ اور حالت اسلام کی یہ تھی کہ چاروں طرف سے دشمنوں کا ہجوم تھا اور ہر جانب سے حملہ اور لڑائی کا اندیشہ۔ ہر روز جہاد کی ضرورت پیش آتی۔ اور ہر وقت دشمنوں کا کھٹکا لگا رہتا اسلام کے لشکر کی تیاری اور اُن کے لئے آلات حرب و ضرب تیار کرنے کے لئے پیغمبر خدا صلعم کو ہر دم فکر لگی رہتی۔ وفود اور ایلچی اور قاصد چاروں طرف سے چلے آتے اور انکی مہمانداری ان کی حالت کے مطابق کرنی پڑتی۔ اور نیز تحف اور ہدایا جو وہ لاتے اس کے موافق انہیں آپ کو بھی دینا پڑتے اور ان اخراجات کے لئے مسلمانوں سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی اور اس کام میں اعانت کرنے کے لئے خدا کی طرف سے رغبت دلانے والی آیتیں نازل ہوتی رہتیں۔ اور مسلمان جو کچھ استطاعت رکھتے تھے وہ اپنے حوصلے اور استطاعت کے موافق مال سے اثاث البیت سے کپڑے سے غلے سے غرضکہ ہر طرح سے مدد کرتے یہاں تک کہ جو مفلس اور فقیر تھے وہ بھی بوقت ضرورت اپنے اوپر خود فاقہ کرتے اور جو کچھ اُن کے پاس کھانے کو ہوتا وہ فی سبیل اللہ آنحضرت صلعم کے

سامنے لاکر رکھ دیتے۔ تو کیا ایسی تنگی کے زمانے میں کسی معمولی آدمی سے بھی جو کسی گروہ کی سرداری کا دعویٰ کرتا ہو یا کسی قسم کی اولوالعزمی کے خیال رکھتا ہو اور اپنے گروہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ جو کچھ اس کو ملے وہ بجائے اس کے کہ ان اغراض ومقاصد میں کام میں لائے جو اس کے پیش نظر ہوں اپنے رشتہ داروں کو دے دے۔ اور پھر رشتہ داروں میں بھی سب کے ساتھ انصاف نہ کرے۔ بلکہ سب کے حقوق تلف اور ضائع کرکے صرف اپنے ایک چہیتے فرزند کو دے دے۔ تو کیا ایسے شخص کو دنیاوی لحاظ سے بھی کوئی سرداری کے قابل سمجھے گا یا اس کے لشکری اسے سردار مانیں گے۔ یا کچھ بھی ایسے شخص کی عزت اُن کے دل میں ہو گی یا سوائے خود غرضی اور نفس پروری کے کوئی دوسرا خیال اس کی نسبت کیا جائے گا۔ چہ جائے اس کے کہ ایک ایسی ذات پاک کی نسبت یہ امر منسوب کیا جائے جو دین کا پیشوا اور تمام دنیا کا سردار اور سارے خلق میں برگزیدہ اور خدا کا پیارا ہو۔ اور جس کو خدا نے اخلاقی مکارم کی تکمیل کے لئے بھیجا ہو۔ اور جس نے خود غرضی اور نفس پروری کو بیخ وبن سے اکھاڑ دیا ہو۔ اور جس نے ہمیشہ ایثار علی النفس پر خود عمل کیا ہو اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہر حالت اور ہر موقع پر اسی بات کی نصیحت کی ہو۔ اور ان سے ہمیشہ اس کی تعمیل کرائی ہو۔ اور جس کے عزیز اور رشتہ دار بھی ایسے ہوں جن کے زہد اور پرہیزگاری و زہد ترک دنیا پر خداوند تعالیٰ نے اظہار خوشنودی اور رضامندی فرمایا ہو۔ اور جو فیض اور سخاوت اور دوسروں کے آرام دینے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے رہے ہوں اور جو دنیا کے تعلقات سے نفرت رکھنے اور دنیا سے بے تعلق رہنے میں زمین پر انسانوں میں ضرب المثل اور آسمانوں میں خدا کے فرشتوں کے سامنے ممدوح اور بے غرضی اور نفس کشی میں سارے دنیا کے لئے ایک نمونہ ہوں۔ کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ سب کا خیال چھوڑ کر جو کچھ ملے وہ اپنے ایک عزیز کو دے دے۔ اور کیا اس کے عزیزوں سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ اور سب کو عسرت و تنگی کی حالت میں چھوڑ کر جو کچھ اس کے باپ کا حصہ ہو اُسے تنہا اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے لینا پسند کرے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ درحقیقت اگر ہبہ فدک کی روایت صحیح مانی جائے۔ اور فدک کا خراج جو بیس یا ستر ہزار دینار تسلیم کیا جائے تو منکرین نبوت کو آپ

marfat.com

کی نبوت میں شکوک پیدا کرنے کا اچھا موقع ملے گا اور دشمنوں کے ہاتھ میں گویا یہ ایک عمدہ ہتھیار دینا ہوگا۔ حضرات امامیہ اہل بیت کی محبت میں گو ایسے مستغرق ہوں کہ ان کو اس قسم کی باتوں کے بُرے نتائج سمجھ میں نہ آویں۔ اور صحابۂ کرام کے اوپر الزام لگانے کے لیئے جیسی روایتیں چاہیں بنا کر پیش کریں مگر ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ہم تو اس قسم کے خیال سے جس سے پیغمبر خدا کی شان میں ذرا بھی داغ آئے لاکھوں کوس بھاگتے ہیں۔

اب ہم اس کو ثابت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا کا زمانہ تنگی و افلاس کا تھا اور جہاد کے لیئے کافی سامان مہیا نہ تھا اور نہایت تکلیف اور تنگی سے جہاد کا سامان جمع کیا جاتا تھا چنانچہ[1] خود شیعوں کے یہاں سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور انکی تواریخ میں لکھا ہے کہ آخری غزوہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا تبوک ہے۔ جو ۹ھ میں ہوا۔ اس وقت ایسی تنگی اور مصیبت مسلمانوں پر تھی کہ اس غزوے کا نام جیش العسرہ ہو گیا۔ اور خدا کی طرف سے آیات ترغیب و ترہیب نازل

---

[1] یہ مضمون اگرچہ اکثر کتابوں میں ہے مگر ہم نے اس کو ناسخ التواریخ سے جو ابھی حال میں ایران میں چھپی ہے اور جس کا مصنف بڑا عالم شیعوں کا ہے لیا ہے چنانچہ اصل عبارت اس کی منتخباً یہ ہے (صفحہ ۴۱ جلد اول کتاب دوم ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران ۱۳۰۹ھ) ذکر غزوۂ تبوک۔ و این لشکر را جیش العسرہ گفتند چہ در تنگی و سختی زحمت فراوان دیدند بالجملہ این غزوہ واپسین غزوات رسول خدا است ... مع القصہ رسول خدا فرمود ہاں اے مردم دنیا با آخرت آں مقدار ندارد کہ سر انگشت خویش را بآب فرو برے و الایش آں را با تمامت دریا بمیزان بری لاجرم دولتی بزرگ را از بہر چیزے اندک از دست مگذارید و در کار جہاد سبک خیز و استوار باشید چنانچہ خدا فرماید انفروا خفافا و ثقالا الآیہ۔ ... مع القصہ چوں پیغمبر لختے تحریص جہاد سخن کرد در مردم مدینہ جنبش پدید گشت لاجرم عثمان بن عفان کہ ایں وقت دو صد شتر و دو صد اوقیہ سیم از بہر تجارت شام ساز کردہ بود تمامت بحضرت رسولؐ آورد و برائے تجہیز لشکر پیش داشت پیغمبر فرمود لا یضر عثمان اعمل بعد ہذا۔ و بروایتی سی صد شتر با ساز و برگ و ہزار مثقال زر سرخ حاضر کرد پیغمبر فرمودہ اللہم ارض عن عثمان فانی منہ راض۔ و نیز گفتہ اند کہ از سی ہزار تن لشکر کہ سفر تبوک کردہ، دو بہرہ را عثمان تجہیز داد ... عمر بن خطاب گوید کہ من با خود اندیشیدم کہ امروز بر ابوبکر سبق گیرم و یک نیمہ مال خود را بحضرت رسولؐ بردم تا کار لشکر بسازد فرمود یا ابن الخطاب از بہر اہل خود چہ ذخیرہ نہادہ عرض کردم ہم بدیں مقدار برائے اہل خویش گذاشتہ ام، ایں ہنگام ابوبکر برسید اندوختہ خویش را بتمامت پیش داشت۔

ہونے لگیں۔ اور مسلمان جو ایمان میں صادق تھے مدد کرنے لگے۔ چنانچہ جب آیہ اِنْفِرُوْا[1]
خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ
کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم نے جہاد کی تحریص اور جان و مال سے مدد دینے
کی ترغیب شروع کی تو مدینے میں ایک ہل چل مچ گئی حضرت عثمانؓ نے دو سو اونٹ اور دو سو
اوقیہ چاندی کے شام کی تجارت کے لئے جمع کئے تھے، وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
تجہیز لشکر کے لئے حاضر کر دیئے۔ جس پر پیغمبر خدا نے فرمایا لایضر عثمان ما عمل بعد ھذا اور
ایک روایت میں یہ ہے کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور ہزار مثقال زر سرخ پیش کیا اس
پر پیغمبر خدا نے فرمایا۔ اللّٰھم[2] ارض عن عثمان فانی عنہ راض حضرت عمرؓ نے آدھا مال اپنا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل وعیال کیلئے کیا چھوڑا ہے
حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اتنا ہی ان کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آئے اور کل مال
و متاع اپنا تمام پیغمبر[3] صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا کہ اپنے اہل وعیال کے لئے

---

[1] نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے، یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے ۱۲
مونم پارہ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۶۔ [2] اے اللہ راضی ہو عثمان سے پس بے شک میں اس سے راضی ہوں ۱۲ [3]
پیغمبر فرمود برائے اہل خود چہ نہادہ عرض کرد اذخرت اللہ ورسولہ یعنی خدا و رسول را از بہر ایشاں ذخیرہ نہادم عمر
گفت اے ابوبکر ہیچ گاہ بر تو پیشی نتوانستم گرفت ..... عبدالرحمٰن بن عوف چہل اوقیہ زر و بروایتی چہار ہزار درہم آورد
وگفت مرا ہشت ہزار درہم بود یک نیمہ ابقرض پروردگار خویش دادم و نیم دیگر را از بہر عیال خود گذاشتم ..... بالجملہ عباس
بن عبدالمطلب و طلحہ بن عبیداللہ و سعد بن عبادہ و محمد بن سلمہ ہر یکے مبلغی حاضر کردند و عاصم بن عدی انصارے
صد وسق خرما از بہر تجہیز لشکر بذل کرد۔ ابو عقیل انصاری نیم صاع خرما یا ماعی آورد و گفت دوش تا بامداد با ریسمان
آب کشیدم و دو درز مزدور مردم بودہ ام و دو صاع خرما اجرت دادہ اند یکی را برائے عیال نہادم و آں دیگر را
از بہر ساز ابطال آوردم پیغمبر فرمود تا آں صاع را بر فراز دیگر صدقات نثر کردہ اند منافقان بر قلت صدقہ
او عیب گرفتند و اغذاں را نا ستودہ شمردند و گفتند ایں صدقہ از بہر آں آورد کہ از اموال صدقات چیزی بستاند خدا ایں آیت
فرستاد الذین یلمزون المطوعین الخ ـــ این ہنگام سالم بن عمیر و عتبہ بن زید الحارثی و ابولیلی، عبدالرحمٰن بن کعب مازنی
و عمرو بن عنمہ اسلمی و سلمہ بن صخر از بنی زریق و عرباض بن ساریہ اسلمی و عبداللہ بن مغفل و بروایتے مغفل بن یسار یا ہدی

باقی صفحہ ۲۶۷ پر

marfat.com

کیا رکھا ہے۔ جواب میں عرض کیا۔ اذخرت اللہ و رسولہ یعنی خدا اور رسول کو ان کے لئے چھوڑا ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے چالیس اوقیہ اور ایک روایت میں چار ہزار درہم پیش کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے۔ آدھا خدا کو قرض دیا اور آدھا اپنے اہل وعیال کے لئے چھوڑا۔ اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب و طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن عبادہ اور محمد بن سلمہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق رقم حاضر کی اور چونکہ ضرورت شدید تھی اور جہاد کے سامان جمع کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت فکر تھی۔ اس لئے جن مسلمانوں کے پاس روپیہ نہ تھا، نہ مال ومتاع، انہوں نے کھانے کا سامان جو کچھ مل سکا وہی حاضر کر دیا۔ چنانچہ عاصم بن عدی انصاریؓ نے سو وسق خرمے لشکر کے سامان کے لئے پیش کئے۔ اور ابو عقیل انصاریؓ نے آدھا صاع یعنی سوا سیر یا ایک صاع یعنی ڈھائی سیر چھوارے[1] ہی حاضر کئے اور کہا کہ کل صبح تک میں نے پانی بھرا اور دو دن مزدوری کی اس میں مجھے دو صاع خرما یعنی پانچ سیر چھوارے ملے ہیں ایک اپنے عیال کے لئے رکھا ہے اور دوسرا آپ کے سامنے حاضر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے پیش کئے ہوئے خرمے کو سب مال کے اوپر رکھیں اس پر منافقوں نے بنظر حقارت اس کے صدقے کو دیکھا اور اس کی کمی پر عیب لگایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی[2] اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچی کہ عورتوں نے اپنا زیور اتار اتار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور بعض لوگ ایسے بھی رہ گئے جن کے پاس نہ مال تھا نہ اثاث البیت۔ اور لشکر کے ساتھ جانے کے لئے سواری تک نہ تھی۔ چنانچہ ان میں سے سالم بن عمیر و عتبہ بن زید و ابو لیلیٰ و عمرو بن عنمہ اسلمی اور عبداللہ بن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۶۔ بن عبدالرحمٰن و نیز گفتہ اند عمرو بن الحمام بن الجموح و بروایتے صخر بن خنسا گفتند یا رسول اللہ لیس بنا قوۃ ان نخرج معک مارا الضاعتی و عدتی نیست کہ با تو توانیم کوچ داد از ہر قوتی و ثروتی دست ما تہی است ۱۲

[1] الصاع اربعۃ امداد و مد بالضم پیمانہ و ہو رطل وثلث ۱۲ [2] وہ جو طعن کرتے ہیں دل کھول کر خیرات کرنے والے مسلمانوں کو اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کو دکھ کی مار ہے ۱۲ موضح پارہ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۱۰۔

marfat.com

مغفل وغیرہ تھے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ لیس بنا قوۃ ان نخرج معک کہ نہ ہمارے پاس کچھ سرمایہ ہے نہ کچھ سامان کہ آپ کے ساتھ ہم چل سکیں ہر طرح کی قوت و ثروت سے ہمارا ہاتھ خالی ہے۔ ہمیں کچھ سواری عنایت فرمایئے۔ تاکہ ہم ہمراہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ یعنی بوجہ تنگی اور کمی سامان کے کوئی زائد سواری نہ تھی جو آپ ان کو دیتے۔ چنانچہ یہ لوگ یہ جواب سن کر روتے ہوئے باہر نکلے اور بکائین کی جماعت سے ملقب ہوئے۔ اور یہ آیت ان کی شان میں

لے کنون ما را مرکبی بذل فرما کہ پیادہ گا ہیم فرمود آنچہ شما طلب می کنید بدست نیست ایشان از نزد پیغمبر بیرون شدند و گریاں بودند ازیں رہ بجماعت بکائین ملقب گشتند واین آیت مبارک در صفت ایشان آمد ولا علی الذی اذا ما اتوک لتحملھم الخ.... بالجملہ ابن یامین بن عمرو کعب نضری ابولیلی وابو مغفل را دیدار کرد و ستری بدلیشان اوگنوبت برنشیندو از بہر زاد ھائی خرما عطا کرد.... مع القصہ رسول خدا طریق تبوک پیش داشت و لشکر کوچ بودند در ہیچ سفر چندیں سختی و صعوبت بر مسلمانان نرفت چہ بیشتر لشکریان ہر دہ تن یک شتر بر زیادت نداشتند وآں را بنوبت بری نشستند و چنداں از زاد و توشہ تہی دست بودند کہ ہر روز دو کس بیک خرما قوت می ساختند یک نحتی می مکید و یک نیمہ را از بہر صاحب خود می گذاشت و از قلب بضاعت بدیں قدر ضاعت می کردند و طے مسافت می نمودند متعرست کہ دہ تن از مسلمین از قفای رسول خدا بیرون شدند و ایشان را یک شتر بود کہ ہر ساعت یک تن بر می نشست وکان زادھم الشعیر المسوس والتمر المدید والاھالۃ السخۃ و زاد ایشان جو کرم زدہ و تمر خوشیدہ و چربش بدبوی شدہ بود و چند تن از ایشان را تمر تیز بود و دفع را بدیں گونہ می دادند فاذا بلغ الجوع من احدھم اخذ التمرۃ فلاکھا حتی یجد طعمہا ثم یعطیھا صاحبہ فیمصھا ثم یشرب علیھا جرعۃ من ماء کذلک حتی یاتی علی آخرھم فلا یبقی من التمرۃ الا النواۃ یعنی چوں شدت گرسنہ و جوعاں می شدند یک تن از ایشاں تمرہ بر می گرفت و اندک می مکید بداں اندازہ کہ ادراک طعم آں می کرد پس برفیق خویش می گذاشت تا او نیز اندکی می مکید و جرعہ آب در می کشید بدیں گونہ ہر یک ازاں تمر می گرفتند چندانکہ جز نوی آں بجای بماند دیگر آنکہ باحدت ہوا و سورت گرما آب در منازل ایشاں نایاب بود چندانکہ باایں ہمہ قلت راحلہ شتر خویش می گشتند و رطوبات احشا و امعا آں را بجائے آب می نوشیدند ازیں روئے ایں لشکر را جیش العسرہ می نامیدند کہ ملاقات سہ عسرت شگرف ہمی کردند خداوند بداں می فرماید۔ لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رؤف رحیم ۱۲۔

marfat.com

نازل ہوئی ۔ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ [1]

آخر ابن یامین نے ابو لیلیٰ اور ابو مغفل کو ایک اونٹ دیا تا کہ باری باری وہ اس پر بیٹھیں اور اُن کی زاد راہ کے لئے ایک صاع یعنی ڈھائی سیر خرمے بھی دیئے ۔ غرضکہ اس طرح پر سامان جمع کیا گیا اور لوگوں نے مدد کی ۔ اس پر بھی منجملہ تیس ہزار آدمی کے صرف ہزار آدمیوں کے پاس سواری تھی باقی سب پیادہ ۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آخری غزوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا تکلیف دہ تھا اور اخیر زمانے میں آپ پر اور آپکے لشکر پر ایسی تنگی اور تکلیف تھی کہ لوگ سیر سیر بھر خرمے تجہیز لشکر کے لئے پیش کرتے اور وہ قبول کیا جاتا اور باوجود ہر طرح کی مدد و اعانت کے کافی سامان مہیا نہ ہو سکتا اور لوگ بوجہ سواری نہ ملنے کے لشکر کے ساتھ نہ جا سکتے ۔ اور بے استطاعتی سے مایوس ہو کر روتے رہ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی قسم کی مدد سواری وغیرہ سے نہ کر سکتے ۔

پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خود یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ [2] آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کوٹھری کو دیکھا جس میں آپ کا سامان رہتا تھا تو سوائے ڈھائی سیر جو کے اور چند دباغت کی ہوئی کھالوں کے کچھ نہ دیکھا ۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اے ابن خطاب تم کیا دیکھتے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں اور یہ کل خزانہ آپکا ہے ۔ حالانکہ قیصر و کسریٰ اور مردمان روم و فارس کے کیسی زندگی

---

[1] اور نہ اُن پر کہ جب تیرے پاس آئے تا اُن کو سواری دے تو نے کہا مجھ کو پیدا نہیں جو تم کو سواری دوں اُلٹے پھرے اور ان کی آنکھوں سے بہتے ہیں آنسو اس غم سے کہ ان کو پیدا نہیں جو خرچ کریں راہ الزام کی ، اُن پر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے اور مال دار ہیں خوش لگا کہ رہ جاویں ساتھ پچھلی عورتوں کے اور مہر کی اللہ نے ان کے دل پر سو وہ نہیں جانتے ۱۲ موضح پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۲ ۔

[2] دیکھو صفحہ ۲۰۰۴ ناسخ التواریخ جلد اول از کتاب دوم مطبوعہ ایران ۱۲ ۔

بسر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔

یہ نہ خیال کیا جائے کہ آپ پر مصارف کی تنگی ابتدائے زمانے میں تھی اور آخیر میں غنائم اور فئے وغیرہ کی آمدنی سے کچھ تکلیف کم ہو گئی ہو گی، بلکہ اخیر وقت تک عسرت کا وہی حال رہا۔ اور اگرچہ کسی قدر مداخل غنائم اور فئے سے ہونے لگے۔ لیکن مخارج اس قدر بڑھ گئے تھے کہ کسی طرح پورے نہ ہوتے تھے، اور شب و روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں ہم ایک روایت کافی کی پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ بعد حجۃ الوداع کے جو آخری سال آپ کی زندگی کا ہے۔ آپ کی مالی حالت کیسی تھی۔ کتاب مذکور کے جزو سوم کتاب الحجہ کے باب شصت و چہارم میں جس کا عنوان مانص اللہ و رسولہ علی الائمہ واحد اواحد اہے۔ ایک طویل حدیث امام جعفر صادق ؑ سے درج ہے۔ جس میں یہ لکھا ہے کہ جب رسول خدا حجۃ الوداع سے لوٹے اور مدینے میں داخل ہوئے تو انصار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خداوند تعالیٰ نے ہم کو یہ عزت بخشی کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائے اور اپنے آنے سے ہم کو مشرف کیا۔ اور آپ کی بدولت خدا نے ہمارے دوستوں کو خوش اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کیا۔ آپ کے پاس باہر سے ایلچی آتے ہیں اور آپ کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آپ ان کو کچھ عطا فرما دیں اس پر آپ کے دشمن ہنستے ہیں اور شماتت کرتے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایک تہائی مال ہمارا قبول فرمائیے تاکہ آپ ان ایلچیوں کی مدارات اور دعوت اور تحف

ف۱ یہ دنیا کا جینا تو یہی ہے جی بہلانا اور کھیلنا، اور پچھلا گھر جو ہے، سو یہی ہے جینا، اگر یہ سمجھ رکھتے ۱۲ موضح پارہ ۲۱ سورہ عنکبوت۔ رکوع ۷۔ ف۲ اصل عبارت یہ ہے۔ فلما رجع رسول اللہ من حجۃ الوداع الی قولہ فلما قدم المدینۃ الانصار فقالو یا رسول اللہ۔ ان اللہ شرفنا بک و بنزولک فقد فرح اللہ لعدو بغضا وکبت عدونا وقد تاتیک وفود فلا تجد ما تعطیہم فیشمت بک العدو فنحب ان تاخذ ثلث اموالنا حتی اذا قدم ابیک وفد مکۃ وحدت ما تعطیہم فلم یرد رسول اللہ شیئا وکان ینتظر ما یاتیہ من ربہ فنزل علیہ جبریل ؑ وقال قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی الخ ۱۲ کافی کتاب الحجۃ۔

marfat.com

اور بدایا میں خرچ کریں۔ آپ نے یہ سن کر انتظار فرمایا اور جبریل امین ؑ یہ آیت لائے۔
قُل لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی الآیتہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب زمانہ وفات تک آپ کو استطاعت معمولی مصارف کے ادا کرنے کی بھی نہ تھی تو کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایسی تنگی کے زمانے میں اور ایسی تکلیف کے وقت میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فئے کے مال میں سے ایک بڑی جاگیر جس کی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو، وہ اپنی بیٹی کو بخش دیں۔ اور ان تکالیف کا کچھ لحاظ نہ کریں۔ اگر حضرات شیعہ یہ کہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آیندہ کے خیال سے یہ جاگیر حضرت فاطمہؓ کو بخش دی تھی، مگر آمدنی اس کی آپ ہی صرف فرماتے اور خود حضرت سیدہ قوت مالایموت کے بقدر لے کر سب فی سبیل اللہ خرچ کر دیا کرتیں مگر یہ جواب قابل اطمینان نہ ہوگا۔ اس لئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر منظور نہ تھا کہ حضرت فاطمہؓ اس سے متمتع ہوں یا فراغ حاصل کریں تو ضرورت ہی کیا تھی کہ نام کے لئے جاگیر اُن کے نام کر دیتے۔ اور آئندہ کے خیال سے اپنے اس عمل سے ایک ایسا نمونہ قائم کرتے جو بظاہر نبوت کی شان کے خلاف تھا، اور نیز آئندہ کے خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر دینے کا آپ کو خیال کیوں ہوتا جب کہ خود خداوند تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہو جیسا کہ خود شیعوں کی روایت سے ظاہر ہے کہ یا احمدؐ ان اجبت ان تکون اورع الناس فازھد فی الدنیا وارغب فی الاخرۃ وخذ من الدنیا خفا من الطعام والشراب واللباس ولا تدخر لغد واجعل نومک صلوۃ وطعامک الجوع وقال اللہ یا احمد ان المحبۃ للفقراء والتقرب الیھم قال یارب ومن الفقراء قال رضوا بالقلیل وصبروا علی الجوع وشکروا

ؐ یعنی اے احمد اگر تم یہ چاہتے ہو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی ہو تو دنیا کو چھوڑ دو اور آخرت کی رغبت کرو۔ اور طعام و پانی و لباس دنیا کی اشیا سے کم حاصل کرو۔ اور کل کے لئے جمع مت کرو۔ اپنی نیند کو نماز کر دو اور بھوک اپنا طعام اور کہا اللہ تعالیٰ نے کہ اے احمدؐ فقراء کی محبت اور ان سے تقرب اختیار کرو۔

آپؐ نے عرض کیا کہ فقرا کون لوگ ہیں فرمایا وہ ہیں، جو تھوڑی شے پر راضی ہوں اور بھوک پر صبر کریں اور فراخی میں شکر کریں اور اپنی بھوک اور پیاس کی شکایت نہ کریں ۱۲
ناسخ التواریخ کتاب اول از کتاب دوم صفحہ ۴۴۷

علی الرخاء ولم یشکوا جوعھم ولا ظماھم اور نیز من لایحضرہ الفقیہ میں منجملہ اُن وصایا کے جو آپ نے حضرت علی رض کو کی تھیں۔ ایک یہ وصیت بھی لکھی ہے۔ یا علی ثلاث من حقائق الایمان الانفاق من الاقتار و انصافک الناس من نفسک و بذل العلم للمتعلم اور نیز یہ حدیث بھی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ تکون امتی فی الدنیا علی ثلاثۃ اطباق اما الطبق الاول فلا یحبون جمع المال وادخارہ ولا یسعون فی اقتناء واحتکارہ وانما رضوا من الدنیا سد جوعۃ وستر عورۃ وغناھم فیھا ما بلغ بھم الاخرۃ فاولئک الامنون الذین لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یعنی میری امت دنیا میں تین قسم کی ہو گی اول وہ کہ جمع مال اور ثروت کو پسند نہ کریں گے اور دنیا کی اشیا سے صرف بقدر سد جوع اور ستر عورت کی کفایت کریں گے اور دولت عقبیٰ کو شرط غنا جانیں گے۔ یہی لوگ ایمان والے ہیں جن پر نہ کچھ خوف اور نہ غم ہوگا۔

اگر بالفرض ہم ان باتوں میں سے کسی بات کو خیال میں نہ لائیں اور یہ سمجھ کر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ کا خیال فرما کر اور خلیفوں کے ظلم و ستم سے جس کا علم ان کو شیعوں کے قول کے موافق تھا۔ اندیشہ کر کے حضرت فاطمہ رض کو فدک دے دیا ہو اور اس سے گو یہ مقصود نہ ہو کہ وہ خود اپنی ذات میں اسے صرف کریں بلکہ آپ کو اطمینان تھا کہ وہ سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کریں گی۔ مگر عزت اور حرمت قائم رکھنے کے لئے فدک کا دینا مصلحتاً مناسب جانا ہو۔ مگر سیرت نبوی اس خیال کو ہمارے دل میں آنے نہیں دیتی۔ اس لئے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا برتاؤ اپنے عزیزوں کے ساتھ کیا تھا اور ان کے لئے کچھ آئندہ کی فکر نہیں فرماتے تھے۔ اور کسی خیال سے بھی زہد اور توکل اور ایثار علی النفس کے سوائے کچھ اُن کے واسطے جمع نہ کرتے تھے تو ہمارے خیال میں کسی طرح نہیں آتا کہ آپ نے کسی خیال سے بھی ایسی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو عطا کر دی ہو۔ جب ہم آپ کی سیرت پر غور کرتے ہیں تو آپ کی ساری زندگی میں ہم یہی دیکھتے ہیں کہ آپ نے توکل اور ایثار علی النفس کا خود اپنی ذات سے ایک عمدہ نمونہ قائم کیا اور اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی اس کا عمدہ سبق سکھلایا اگر خمس ملا تو اس میں سے صرف بقدر قوت لایموت کے اپنے اور اپنے عزیزوں کے لئے لے کر

marfat.com

باقی سب خدا کی راہ میں صرف کر دیا۔ اور ملکی مصالح اور جہاد کی ضرورتوں میں صرف فرمایا اگر فئے میں سے کوئی جائداد ہاتھ آئی تو اس کی آمدنی بھی خدا کی ہی راہ میں خرچ کی۔ نہ یہ کہ شیعوں کے عقیدے کے مطابق ہم آپ کی سیرت میں یہ پاتے ہوں کہ اگر خمس ملا تو وہ بھی اپنے رشتہ داروں کے لئے مخصوص کر دیا۔ اگر فئے میں سے بڑی آمدنی کی جائداد ہاتھ آئی تو وہ بھی اپنے ہی پیاروں کو دے دی۔ اور ایسے وقت میں جب کہ مصیبت اور تنگی چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے تھی اور ہر جانب سے الجوع الجوع کی صدا آرہی تھی۔ ایک طرف تو مسلمان بے سواری کے پیادہ پا جہاد کو چلے جاتے تھے۔ دوسری جانب سے اصحاب صفہ اور فقرا اور مساکین پر دو دو روز کے فاقے ہوتے تھے۔ نہ ان کے بدن پر کپڑا تھا کہ ستر عورت کرتے۔ اور نہ ان کے پاس ہتیار تھے کہ جہاد میں شریک ہوتے۔ ایسی حالت میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور پیغمبر بھی ایسے پیغمبر جو دنیا کو ترک دنیا کی تعلیم دے رہے ہوں اور ایثار علی النفس کا سبق خلق خدا کو سکھا رہے ہوں۔ اس فکر میں کہ اُن کے رشتہ داروں کو آئندہ تکلیف نہ ہو اور ان کے پیچھے اُن کے بعد تکلیف نہ اُٹھائیں اور اس خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر ان کے لئے علیحدہ کر دیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ باتیں آپ کی سیرت مبارک سے کیونکر مطابق ہوں گی اور نبوت کی شان اس سے کیونکر ظاہر ہوگی اور دنیا پر آپ کی نبوت کا عمدہ اثر کیونکر پڑے گا۔

اب رہا یہ امر کہ آیا سیرت نبوی وہی تھی جس کا ہم نے نقشہ کھینچا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ شیعوں اور سنیوں کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں۔ اور کوئی بات اس کے خلاف معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ اور باتوں کو جانے دو وہ معاملہ جو خود حضرت فاطمہؓ سے پیش آیا اسی سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں ہم چند روایتیں لکھتے ہیں۔

(۱) کتاب قرب الاسناد میں امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جناب امیر المومنین اور حضرت فاطمہؓ پیغمبر خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ گھر کی خدمت باہم ان کی تقسیم کر دی جائے۔ آپ نے گھر کے اندر کا کام حضرت فاطمہؓ کے اور باہر کا جناب امیر کے متعلق کیا فقط۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر اور باہر کا کام خود دونوں

marfat.com

حضرات کرتے تھے۔ کوئی خادم یا خادمہ بہت دنوں تک مدد دینے کے لئے بھی نہ تھے۔

(۲) کتاب علل الشرائع میں حضرت امام حسنؑ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ فاطمہؓ کو دیکھا کہ جمعے کی شب کو محراب میں کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں اور صبح تک رکوع اور سجود فرماتی رہیں۔ بعد ختم نماز کے آپ نے مومنین و مومنات کے لئے دعا کی تو میں نے کہا کہ اے مادر مہربان آپ اپنے لئے کچھ دعا کیوں نہیں مانگتیں۔ حضرت سیدہ نے جواب دیا کہ یا بنی الجار ثم الدار اول ہمسایہ کا کام کرنا چاہیئے پھر اپنا فقط۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت سیدہ کو ایثار علی النفس کا درجہ یہاں تک حاصل تھا کہ اپنے کام پر ہمسائے کے کام کو مقدم سمجھتی تھیں۔ اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی تھیں۔

(۳) علل الشرائع میں حضرت امیر المومنینؓ سے مروی ہے کہ آپ نے قبیلۂ بنی سعد کے ایک آدمی سے کہا کہ میں تمہیں اپنے اور فاطمہؓ کے حال سے خبر دیتا ہوں کہ ان کو پیغمبر خدا صلعم سب سے زیادہ چاہتے تھے اور اس پر وہ سارا گھر کا کام خود کرتی تھیں۔ یہاں تک آپ نے پانی کے گھڑے اٹھائے کہ آپ کے سینہ مبارک پر اس کا نشان پڑ گیا۔ اور یہاں تک چکی پیسی کہ آپ کے دست ہائے مبارک کی کھال سخت پڑ گئی۔ اور یہاں تک گھر میں جھاڑو دی کہ آپ کے سب کپڑے غبار آلودہ ہو جاتے اور کھانا پکانے کے لئے اس قدر آگ سلگانے کی محنت فرمائیں کہ اس کے دھوئیں سے آپ کے کپڑے سیاہ ہو جاتے۔ اسی طرح ہر قسم کی تکلیف آپ اٹھاتیں۔ تب میں نے آپ سے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو تو کسی قدر تمہاری یہ تکلیف کم ہو جائے۔ اس پر وہ پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ مگر آپ کو لوگوں سے بات چیت کرتے دیکھ کر مارے شرم کے واپس چلی آئیں۔ حضرت رسول خدا صلعم سمجھ گئے کہ فاطمہؓ کسی غرض سے آئی تھیں اور بے کہے لوٹ گئیں۔ دوسرے دن آپ تشریف لائے اور پوچھا کہ اے فاطمہؓ کل تم کس غرض سے آئی تھیں۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک خادم کے مانگنے کے لئے آئی تھیں، تاکہ اس محنت اور تکلیف سے جو ان کو پانی بھرنے اور چکی پیسنے اور جھاڑو دینے میں ہوتی ہے، کچھ نجات ملے۔ یہ سن کر

marfat.com

رسول اللہ صلعم نے فرمایا، کیا میں تم دونوں کو وہ چیز نہ بتادوں جو خادم سے تم دونوں کے حق میں بہتر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو، اس پر تین دفعہ حضرت فاطمہؓ نے کہا۔ رضیت عن اللہ و رسولہ کہ میں خدا اور اس کے رسول سے راضی ہوئی۔ فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس محبت کے جو انہیں حضرت فاطمہؓ کے ساتھ تھی اور باوجود دیکھنے اس تکلیف اور محنت کے جو انہیں گھر کے کام کاج کرنے میں ہوتی تھی، نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان غریبوں اور مسکینوں کو چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کے لئے آسائش کا سامان مہیا کردیں اور ایسے وقت میں جب کہ اور بہت سے ضروری کام درپیش تھے اور مسلمان مفلس و محتاج۔ تو آپ اپنی بیٹی کو ایک خادم دیتے شان نبوت یہی تھی، اور رسالت کی تصدیق اور اہل بیت کی عظمت اور آل رسول کے مکارم اخلاق کا ثبوت انہیں باتوں سے ہوتا ہے۔

(۴) کتاب عیون الاخبار میں حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ اسما بنت عمیس کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلعم حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور اُن کی گردن میں ایک گلوبند سونے کا دیکھا جسے علی بن ابی طالبؑ نے فئے میں سے ان کے لئے خریدا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ کیا لوگ نہ کہیں گے کہ فاطمہؑ محمدؐ کی بیٹی جبابرہ یعنی مغرور امیروں کا سا زیور پہنتی ہے یہ سنتے ہی حضرت فاطمہؑ نے اسی وقت اُسے توڑ دیا اور بیچ ڈالا۔ اور اس سے ایک غلام خرید کر کے اُسے آزاد کر دیا۔ اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے۔

(۵) کافی میں زرارہ امام باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے ہر ایک گھر والے سے رخصت ہوتے۔ مگر سب سے آخر حضرت فاطمہؑ کو الوداع کہتے اور انہیں کے گھر سے سفر کو تشریف لے جاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پہلے حضرت فاطمہ کے دیکھنے کو تشریف لاتے۔ ایک وقت

marfat.com

ایسا ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر گئے اور جناب امیرؑ نے فیئے سے کچھ حصہ پایا اور اُسے فاطمہؑ کو دے دیا اور پھر خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ جناب امیر کی غیبت میں حضرت فاطمہؑ نے دو کنگن چاندی کے بنائے اور ایک پردہ اپنے دروازے پر لٹکایا جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پھر مدینے میں واپس تشریف لائے اور مسجد سے موافق اپنی عادت کے سیدھے فاطمہؑ کے گھر میں آئے فاطمہؑ خوش خوش آپ کی طرف دوڑیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جوں ہی آپ کے ہاتھ میں وہ کنگن دیکھے اور دروازے کے پردے پر نظر کی ویسے ہی بغیر اس کے کہ بیٹھیں واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؑ اسے دیکھ کر رونے لگیں اور سوچیں کہ ان چیزوں سے پہلے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت نہ تھی۔ اس لئے فوراً پردے کو دروازے سے اتار لیا اور دونوں کنگن ہاتھ سے نکال لئے اور حسنینؑ کو بلا کر ایک کے ہاتھ میں کنگن اور دوسرے کے ہاتھ میں پردہ دیا اور فرمایا کہ اسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور بعد سلام کے میری طرف سے عرض کرو کہ آپ کے پیچھے ان چیزوں کے سوا ہم نے کچھ نہیں بنایا ہے اب یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں جو چاہئے کیجئے۔ جب حسنینؑ ان چیزوں کو لے کر پہنچے اور اپنی ماں کا پیغام ادا کیا، تو آپ نے دونوں کے منہ چومے اور زانوئے مبارک پہ بٹھلا لیا اور حکم دیا کہ دونوں کنگن چاندی کے توڑ دیئے جائیں اور پھر اہل صفہ کو جو منجملہ مہاجرین کے تھے اور مسجد نبوی کے حجرے میں بوجہ مسکینیت اور نہ ہونے گھر کے پڑے رہتے تھے، بلایا اور ان پر وہ چاندی کے ٹکڑے تقسیم کر دیئے۔ پھر انہیں اصحاب صفہ میں سے ایک آدمی کو کہ ننگا تھا جس کے پاس کوئی کپڑا بدن چھپانے کے لئے بھی نہ تھا۔ آگے بلایا اور اس دروازے کے پردے میں سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اُسے دیدیا اور اسی طرح ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا باندازہ کمر اور ستر عورت کے ایک ایک پارچہ اس پردے کا عنایت کیا، اور پھر آپ نے فرمایا کہ خدا رحمت بھیجے فاطمہؑ پر اور ان کو حلّہائے جنت عطا کرے، بعوض اس بخشش کے جو انہوں نے کی، اور بعوض اس پردے کے جس سے چند مسلمانوں کی ستر پوشی ہوئی اور جنت کا زیور پہنائے، بعوض ان کنگنوں کے جو انہوں نے غربا میں تقسیم کئے۔

جس طرح پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کو خادمہ کے مانگنے کے بدلے

marfat.com

تسبیح سکھائی اور اسے نعم البدل دنیاوی آرام کا بتایا، یہی معاملہ آپ نے اپنے دوسرے عزیز جعفر طیار رض کے ساتھ بھی کیا اور اس کا قصہ یہ ہے کہ جس دن خیبر فتح ہوا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رض جو مکے سے حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے آئے، اور یہ ایک عمدہ اتفاق تھا کہ ان کا آنا اور خیبر کا فتح ہونا ایک ہی دن ہوا جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کی فتح اور اسی کے ساتھ جعفر بن ابی طالب رض کے آنے کا مژدہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان دونوں خوشیوں میں سے کس کو ترجیح دوں، جعفر کے آنے کو یا خیبر کے فتح ہونے کو، جب جعفر رض آپ کے پاس پہنچے آپ نے اٹھ کر ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کو چوما اور فرمایا کہ اے جعفر کیا تمہیں کچھ نہ دوں اور کیا میں تمہیں کچھ عطا نہ کروں۔ جعفر رض نے کہا ضرور، یا رسول اللہ ؐ۔ اس پہ لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان کو سونا چاندی دیں گے اور لوگ مشتاق ہوئے کہ دیکھیں آپ کیا عطا فرماتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا اے جعفر میں تم کو ایسی نماز نہ سکھاؤں کہ اگر تم اسے پڑھو اور گو تم جہاد سے بھی بھاگ گئے ہو اور مثل سمندر کے جھاگ کے گناہ ہوں، تب بھی وہ اس کے پڑھنے سے بخش دیئے جائیں۔ حضرت جعفر رض نے عرض کیا کہ ہاں۔ اس پر آپ نے ان کو وہ نماز سکھائی جو جعفر طیار رض کی صلوٰۃ سے مشہور ہے۔ اس میں چار رکعتیں ہیں دو دو سلاموں سے۔ جس کی پہلی رکعت میں بعد الحمد کے سورہ زلزال اور دوسری میں بعد الحمد والعادیات تیسری میں سورۂ نصر اور چوتھی میں قل ہو اللہ۔ اور بعد قرأت کے ہر رکعت میں پندرہ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔ اور ہر رکوع میں اور سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اسی کو دس مرتبہ پڑھنے کا ارشاد ہے۔

پس کیا کوئی انصاف پسند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس برتاؤ کو جو آپ کا اپنے عزیزوں کے ساتھ تھا، دیکھ کر ایک لحظہ کے لیے بھی یہ خیال کر سکے گا کہ وہ پاک رسول ؐ جو ذرا چاندی کے کنگن اپنی بیٹی کے ہاتھ میں دیکھ کر ان کے پاس سے چلے آئیں اور اس کا دیکھنا گوارا نہ کریں۔ اور وہ دنیا سے نفرت دلانے والا پیغمبر جو اپنے جگر گوشہ کے دروازے پر ایک پردے کا پڑا ہونا دیکھ نہ سکے اور اسے ناپسند کرے اور وہ زہد و توکل اور ایثار علی النفس کی تعلیم دینے والا باپ جو اپنی بیٹی کے پانی بھرنے کے داغ سینہ پہ دیکھ کر اور اس کے مبارک

اور پیارے ہاتھ چکی کے پیسنے سے خستہ دیکھنے پر بھی ایک خادم سے مدد نہ کرے۔ اور اپنے بھائی جعفرؓ کے حبشہ سے واپس آنے پر خیبر کی فتح سے کم خوش نہ ہو اور اس خوشی میں بجائے دراہم ودنانیر دینے کے انہیں خاص نماز کی تعلیم دیں اور اسی کو وہ تمام دنیا کی دولت سے بڑھ کر سمجھے۔ اور وہ نبی اپنی اولاد کی بزرگی اور عزت اور فضیلت کے سامان اسی بات میں دیکھے اور ان کو دنیاوی تکالیف سے روحانی آسائش اور وجدانی اطمینان حاصل کرنے کے لئے عبادت اور تسبیح سکھائے۔ اور اسی کو تمام رنجوں اور مصیبتوں کا نعم البدل سمجھے۔ اور جو کچھ اسے ملے وہ فقرا اور مساکین اور خدا کی راہ اور اعلاء کلمۃ اللہ اور ادائے فرائض جہاد وغیرہ میں صرف کرے۔ اس کی نسبت کوئی یہ گمان کر سکے گا یا اس کی ایسی پاک ذات سے اس بات کی امید ہوگی کہ وہ ایک ایسی بڑی جاگیر جس کی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخش دے اور سب کو اُن کے حقوق سے محروم کرے۔ لا واللہ لا واللہ لا واللہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ۔

چونکہ آیہ وآت ذا القربی حقہ کے متعلق ہم پوری بحث کر چکے۔ اس لئے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ آیا فدک حضرت فاطمہ زہراؓ کے قبضے میں تھا اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ غصب کر لیا گیا اور حضرت سیدہؓ نے اس کا دعویٰ ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کیا اور اُن سے شہادت مانگی گئی۔ اور وہ رد کی گئی اور فدک اُن کو واپس نہ دیا گیا۔ اس کے متعلق حضرات امامیہ کیا ثبوت ہمارے یہاں کی روایتوں سے پیش کرتے ہیں۔ اور خود اُن کے یہاں اس کے متعلق کیا روائتیں بیان کی گئی ہیں۔

کیا فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قبضے میں تھا

علمائے امامیہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کیا تو اس کا ہبہ نامہ بھی لکھ دیا اور قبضہ بھی کرا دیا مگر کوئی روایت جس سے ثابت ہو۔ کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ تھا۔ سنیوں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی۔ مجرد دعویٰ ہی کہا گیا ہے۔ جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شافی میں فرماتے ہیں کہ صاحب کتاب یعنی قاضی عبدالجبار جو اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ فدک حضرت سیدہ کے قبضے میں تھا

marfat.com

ہم اس کے اس انکار پر کوئی حجت نہیں دیکھتے۔ اور گو جیسا وہ کہتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ اگر فدک آپ کے قبضے میں ہوتا تو وہ انہیں کا سمجھا جاتا۔ لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ اُن کے قبضے سے نہیں نکال لیا گیا۔ اور جب کہ یہ بات طرق مختلفہ سے ثابت ہے کہ آیہ وات ذاالقربی حقہ کے نازل ہونے پر پیغمبر خدا نے آپ کو فدک دیدیا تو بغیر حجت کے اُس کے آپ کے قبضے میں ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر کوئی ثبوت اس بات کا کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ تھا اور ان کی طرف سے کوئی وکیل انتظام کے لئے مامور تھا اور اس کی آمدنی آپ کے پاس آتی تھی ہمارے یہاں کی کتابوں سے پیش نہیں کیا۔

اور جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی سوائے قیاسی دلیل کے کوئی روایت عماد الاسلام میں بیان نہیں فرمائی جو کچھ انہوں نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے۔ المسئلۃ الثانیۃ ان فدک کانت فی ید فاطمۃ یدل علیہ اطباق الامامیۃ وروایاتھم کما مرت وایضا یدل علیہ انک قد عرفت ان روایات العامۃ والامامیہ تدل ان النبی کان ماموراباعطاء فاطمہ فدک وکان واجبا علیہ ان یرفع یدہ عنھا ویجعلھا تحت ید فاطمہ وعقد الھبۃ بدون تسلیم فدک لھا لایصح ولا یخرج رسول اللہ عما فی ذمتہ من اداء امر اللہ تعالیٰ لان الھبۃ بدون القبض والتسلیم کلاھبۃ وایضا یدل علیہ ما مر من عبارۃ علمائھم المسطور فی الطرائف وایضا یدل علیٰ کون فدک فی ید فاطمہ انہ استشھد ابوبکر فاطمۃ علیٰ ما دعتہ من النحلۃ فلو لم یکن فی یدھا لکان الاستشھاد عبثا لانہ معلوم ان الھبۃ بدون القبض کلاھبۃ ثم کان کافیا لابی بکر ان یقول انک وان کنت صادقۃ فی ذلک لکنک تعلمین ان الھبۃ بدون القبض لاتفید بل کان ھذا اولیٰ لان فی الاستشھاد من بنت رسول اللہ ورد شھادۃ امرأتین من اھل الجنۃ قباحۃ لایقدر احد علی اخفائھا

یعنی دوسرا مسئلہ اس بیان میں ہے کہ فدک حضرت فاطمہؓ کے قبضے میں تھا اور اس پر تمام امامیہ متفق اور ان کی روایتیں اس پر شاہد ہیں اور نیز یہ بات بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ سنیوں اور شیعوں کی روایت سے یہ معلوم ہو چکا کہ پیغمبر مامور تھے کہ حضرت فاطمہؓ کو

marfat.com

فدک عطا کریں اور ان پر واجب تھا کہ اپنا قبضہ اُٹھا کر اُسے فاطمہ رض کے قبضے میں دے دیں کیونکہ عقد ہبہ بغیر اس کے کہ فدک فاطمہ رض کو تسلیم کر دیا جائے پورا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تعمیل حکم الٰہی سے بغیر اس کے سبکدوش ہو سکتے تھے۔ اس لئے کہ ہبہ بغیر قبض و تسلیم کے مثل ہبہ نہ کرنے کے ہے۔ اور سوا اس کے اس بات کے ثبوت میں وہ بھی ہے جو سنیوں کے علماء کی عبارت سے طرائف میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نیز قبضہ فدک کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابو بکر نے فاطمہ رض سے شہادت مانگی اگر فدک آپ کے قبضے میں نہ ہوتا تو شہادت کا طلب کرنا عبث ہوتا اس لئے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ہبہ بغیر قبض کالعدم ہے۔ اور ایسی حالت میں ابوبکر کو یہ کہہ دینا کافی تھا کہ گو آپ اپنے دعویٰ میں سچی ہیں، مگر اتنا تو آپ بھی جانتی ہیں کہ ہبہ بغیر قبض کے مفید نہیں۔ اور یہ کرنا بہ نسبت طلب اور رد کرنے شہادت کے بہتر تھا، فقط اس میں جناب مجتہد صاحب نے کچھ اشارہ طرائف کی طرف کیا ہے مگر وہ کتاب بھی اس وقت ہمارے سامنے ہے اس میں کوئی روایت بھی ہمارے یہاں کی منقول نہیں ہے جس سے فدک پر حضرت فاطمہ رض کے قبضے کا ثبوت ہوتا ہو اگر کوئی روایت اس میں ہوتی تو ہم ضرور جہاں طرائف کی روایتوں کا ذکر ہے، وہاں لے بیان کرتے۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ طرائف دیکھے اور کوئی ایک روایت بھی اس میں سے اس کے متعلق پیش کرے۔

حضرت مجتہد صاحب قبلہ کا کسی روایت کا نقل نہ کرنا خود ظاہر کرتا ہے کہ کوئی روایت متعلق قبضۂ فدک کے انہوں نے نہیں پائی، اگر جھوٹی سچی قوی یا ضعیف اصلی یا وضعی کوئی بھی وہ روایت پاتے اُسے نقل کرنے سے نہ چھوڑتے۔ رہا یہ قیاس آپ کا کہ اگر حضرت فاطمہ رض کا قبضہ نہ کرا دیا ہوتا تو عقد ہبہ کیونکر پورا ہوتا، کیونکہ بغیر قبضے کے ہبہ کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، اس بنیاد پر تھا کہ آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ کے نازل ہونے پر فدک حضرت فاطمہ رض کو دے دیا گیا۔ مگر جب ہم نے اس بنیاد ہی کا باطل ہونا ثابت کر دیا تو جو کچھ آپ نے یہ قیاس لگایا تھا وہ بھی باطل ہو گیا اور قبضہ کا نہ ہونا اس وجہ سے ہمارے بیان کا مؤید ہوا اس لئے کہ اگر حقیقت میں آپ نے فدک ہبہ کر دیا ہوتا تو ضرور حضرت فاطمہ رض اس پر قابض ہوتیں اور قبضہ ایک

marfat.com

ایسی جاگیر پر جس کی آمدنی چالیس یا ستر ہزار دینار کی ہو اور تین چار برس تک حضرت فاطمہ رض اس پر قابض رہی ہوں اور ان کے کارندے اس پر مامور رہوں اور جاگیر کی آمدنی اور غلہ ان کے پاس آتا رہا ہو ایسا معاملہ نہ تھا کہ وہ پوشیدہ رہتا یا کسی کے چھپائے چھپ سکتا۔ بلکہ شہادت وغیرہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ اگر حضرت ابوبکر صدیق رض نے شہادت طلب فرمائی ہوتی تو اس کا یہ جواب کافی تھا کہ القبض دلیل الملک اور اسی کو آپ مہاجرین و انصار کے سامنے نہایت مدلل طور پر بیان فرما سکتی تھیں کہ خلیفہ وقت کا ظلم وستم میرے اوپر دیکھو کہ کل تک جس جاگیر پر میرا قبضہ تھا اور جس کا محاصل میرے پاس آتا تھا اسے انہوں نے غصب کر لیا اور میرا قبضہ اٹھا دیا اور مجھ سے شہادت مانگتے ہیں کیا قبضے سے بڑھ کر کوئی شہادت ہو سکتی ہے۔ اور کیا میرا قبضہ کوئی پوشیدہ امر تھا۔ کیا آپ کے اس ارشاد سے صحابہ پر اثر نہ ہوتا اور وہ خلیفہ وقت کے حکم کو ظالمانہ اور جابرانہ نہ سمجھتے۔ اور بالفرض اُن سب نے ستانے ہی پر کمر باندھی تھی اور سب اس ظلم کرنے پر آمادہ یا شریک تھے تو آپ کی حجت تو ختم ہو جاتی۔ جب کہ ایسی بڑی شہادت ہوتے ہوئے آپ نے پیش نہیں فرمائی اور قبضے پر زور نہیں دیا اور اپنے تصرف کا اظہار نہیں فرمایا تو یہ امر خود اس بات کے لئے کافی ہے کہ حقیقت میں قبضہ آپ کا فدک پر ہوا ہی نہ تھا اور جب قبضہ نہ تھا تو ہبہ کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔

آیا فدک کے ہبہ کا دعویٰ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رض کے سامنے کیا یا نہیں !!

جتنی کتابیں امامیہ کی ہم نے اوپر بیان کی ہیں ان سب پر ہم ایک نظر ڈالتے ہیں کہ ان میں متعلق اس دعویٰ کے حضرات علمائے امامیہ نے ہماری طرف سے کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

شافی میں بجواب مغنی کے جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا مضمون زیادہ تر یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رض فدک کے دعویٰ میں حق پر تھیں اور ان کا مانع اور شہادت کا طلب کرنے والا خطا پر۔ کیونکہ بوجہ

marfat.com

معصوم ہونے کے آپ شہادت کی محتاج نہ تھیں، مجرد آپ کا دعویٰ ہی کافی تھا اور پھر آپ کی عصمت پر قرآنی شہادت آیۂ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِیۡرًا سے پیش کی ہے اور خزیمہ ذوالشہادتین کا قصہ نقل کر کے بہت پر درد تقریر میں اس بات کو بیان کیا ہے کہ کیا حضرت فاطمہؓ ان سے بھی کم تھیں۔ اور کیا سوائے حق کہنے کے دوسرا شبہ ان کی طرف ہو سکتا تھا، مگر کوئی صحیح روایت کہ جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آپ نے فدک کے ہبہ کا دعویٰ کیا اور اس پر شہادت طلب کی گئی پیش نہیں فرمائی۔ البتہ دو بے سروپا روایتیں پیش کی ہیں مگر ان کی نسبت بھی یہ نہیں لکھا کہ وہ کس کتاب سے انہوں نے لی ہیں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایتیں خود شیعوں کی ہیں۔

چنانچہ پہلی روایت جو صفحہ ۲۳ شافی مطبوعۂ ایران میں درج ہے۔ یہ ہے کہ مروی ہے[1] کہ جب امیر المومنین علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی گواہی دی تو ابوبکر نے ان کو فدک دینے کو لکھ دیا اور عمر نے ان کے حکم پر اعتراض کر کے اس کو پھاڑ ڈالا چنانچہ ابراہیم بن محمد ثقفی نے روایت کی ہے۔ ابراہیم بن میمون سے اور اس نے عیسیٰ بن عبداللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور عیسیٰ نے اپنے باپ عبداللہ سے اور عبداللہ نے اپنے باپ محمد سے اور محمد نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے کہ فاطمہؓ ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے فدک دیا تھا اور اس کے گواہ علی اور ام ایمن ہیں۔

---

[1] اصل عبارت یہ ہے وقد روی ان ابابکر لما شہد لہا امیر المومنین کتب بتسلیم فدک الیہا فاعترض عمر قضیتہ فخرق ما کتبہ روی ابراہیم ابن محمد الثقفی عن ابراہیم بن میمون قال حدثنا عیسی بن عبداللہ بن محمد ابن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ عن جد ابیہ علی قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر وقالت ان ابی اعطانی فدک وعلی یشہد و ام ایمن قال ماکنت تقولی الا الحق نعم قد اعطیتک ایاہا ودعا بصحیفۃ من ادیم فکتب لہا فیہا فخرجت فلقیت عمر فقال من این جئت یا فاطمۃ قالت من عند ابی بکر اخبرتہ ان رسول اللہ اعطانی فدکا وعلی یشہد وام ایمن فاعطانیہا وکتبہا لی فاخذ عمر منہا الکتاب ثم رجع الی ابی بکر فقال اعطیت فاطمۃ فدکا وکتبت بہا لہا قال نعم قال عمر علی یجر الی نفسہ وام ایمن امرأۃ وبصق فی الصحیفۃ ومحاہا وقد روی ہذا المعنی من وجوہ مختلفۃ من اراد الوقوف علیہا واستقصاءہا اخذہا من مواضعہا ولیس لہم ان یقولوا انہا اخبار آحاد وان کانت کذلک فاقل احوالہا ان یوجب الظن ویمنع من القطع علی خلاف معناہا ۱۲ شافی۔

marfat.com

ابوبکر نے کہا کہ آپ بھی تو سچ ہی فرماتی ہیں اچھا میں اس کو آپ کو دیتا ہوں اور پھر ایک چمڑے کا کاغذ منگا کر اس پر لکھ دیا۔ وہاں سے فاطمہؓ نکلیں تو عمر سے ملاقات ہوئی۔ عمر نے کہا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں، آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کے پاس سے۔ میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دے دیا تھا اور علی اور ام ایمن اس کے گواہ ہیں تو ابوبکر نے فدک مجھے دے دیا اور وثیقہ لکھ دیا۔ عمر ان سے اس وثیقہ کو لے کر ابوبکر کے پاس لوٹ کر آئے اور کہا کہ تم نے فاطمہؓ کو فدک دے کر وثیقہ بھی لکھ دیا۔ ابوبکر نے کہا ہاں، عمر نے کہا علی تو اپنے ہی لئے چاہتے ہیں اور ام ایمن صرف ایک عورت ہے اور وثیقہ پر تھوک کر اس کو مٹا دیا۔ یہ روایت مختلف طور سے مروی ہے جو شخص معلوم کرنا چاہے وہ دوسری کتابوں میں دیکھے۔ اہل سنت یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ از اخبار احاد ہے، اور اگر ہو بھی تو کم سے کم اس کا حال یہ تو ہوگا کہ ظن کے موجب ہوگی اور اپنے خلاف مضمون کے یقینی ہونے کی مانع ہوگی انتہی۔

دوسری روایت عمر بن عبد العزیز کی رد فدک کے متعلق ہے جیسا کہ فرماتے ہیں کہ محمد بن زکریا غلابی اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے شیوخ ابوالمقدام ہشام بن زیاد مولی آل عثمان سے کہ ہشام کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے

لہ اصل عبارت یہ ہے وقد روی محمد بن زکریا الغلابی عن شیوخہ عن ابی المقدام ہشام بن زیاد مولی آل عثمان قال لما ولی عمر بن عبد العزیز رد فدک علی ولد فاطمۃ وکتب الی والیہ علی المدینۃ ابی بکر عمرو بن حزم یامرہ بذالک فکتب الیہ ان فاطمۃ قد ولدت فی آل عثمان وآل فلان وآل فلان فکتب الیہ اما بعد فانی لو کنت کتبت الیک امرک ان تذبح شاۃ لسالتنی جماء او قرناء او کتبت الیک ان تذبح بقرۃ لسالتنی ما لونہا فاذا ورد علیک کتابی ہذا فاقسمہا بین ولد فاطمۃ من علی قال ابو المقدام فنقمت بنو امیۃ ذلک علی عمر بن عبد العزیز دعا بنوہ فیہ وقالوا لہ ہجنت فعل الشیخین وخرج الیہ عمر بن عبس فی جماعۃ من اہل الکوفۃ فلما عاتبوہ علی فعلہ قال انکم جہلتم وعلمت ونسیتم وذکرت ان ابا بکر محمد بن عمرو بن حزم حدثنی عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ قال فاطمۃ بضعۃ منی یسخطنی ما یسخطہا ویرضینی ما یرضیہا وان فدک کانت صافیۃ علی عہد ابی بکر وعمر ثم صار امرہا الی مروان فوہبہا لابی عبد العزیز فورثتہا انا واخوتی فسالتہم ان یبیعونی حصتہم منہا فمنہم من باعنی ومنہم من وہب لی حتی استجمعتہا فرایت ان اردہا علی ولد فاطمۃ فقالوا ان ابیت الا ہذا فامسک الاصل واقسم الغلۃ ففعل ۱۲ شافی صفحہ ۲۳۶۔

marfat.com

آل فاطمہؑ پر فدک رد کر دیا۔ اور ابوبکر عمرو بن حزم والی مدینے کو یہ لکھ بھیجا کہ اگر میں تجھ کو یہ لکھوں کہ ایک بکری ذبح کرنا تو تو پوچھا۔ کہ منڈی ہو یا بیلنگ دار یا یہ لکھوں کہ ایک گائے ذبح کرنا تو تو اس کا رنگ دریافت کرنا۔ جب میرا یہ پروانہ تیرے پاس پہنچے تو فدک کو اولاد فاطمہؑ و علیؑ پر تقسیم کر دے۔ ابوالمقدام کہتے ہیں کہ بنوامیہ نے اس امر سے عمر بن عبدالعزیز پر نہایت شور مچایا اور کہا کہ تم نے شیخین کے فعل کی حقارت کی اور عمر بن عبس ایک لشکر کوفہ کا لے کر ان پر چڑھ آیا۔ جب لوگوں نے بہت غوغا کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ تم لوگ کچھ نہیں جانتے اور میں جانتا ہوں تم کو یاد نہیں، مجھے یاد ہے مجھ سے ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے ان کے دادا سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ میری جگر پارہ ہے۔ جس سے اسکو رنج پہنچے اس سے مجھ کو پہنچا ہے اور جس شئے سے وہ خوش ہوئی اس سے میں خوش ہوتا ہوں۔ اور فدک ابوبکر و عمر کے زمانے میں کسی کا نہ تھا۔ پھر مروان اس کا مالک ہوا اور اس نے اس کو میرے باپ عبدالعزیز کو ہبہ کر دیا۔ پھر اس کے وارث میں اور میرے بھائی ہوئے میں نے اُن سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنا حصہ میرے ہاتھ فروخت کر دیں ان میں سے بعض نے میرے ہاتھ فروخت کر دیا اور بعض نے مجھے ہبہ کر دیا۔ یہاں تک کہ میں سب کا مالک ہو گیا اب میں نے بہتری یہ دیکھی کہ میں اس کو اولاد فاطمہؑ پر رد کر دوں۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اگر تم نے یہ کیا ہے تو اس کی اصل اپنے قبضے میں رہنے دو اور غلے کو تقسیم کرا دو تو عمر بن عبدالعزیز نے یوں ہی کرا دیا۔

صاحب تلخیص شافی نے بھی انہیں دونوں روایتوں کو بیان کیا ہے۔ مگر انہوں نے بھی منقول عنہ کتاب کا حوالہ نہیں دیا، جس سے معلوم ہو کہ انہوں نے سنیوں کی کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اور ان دو روایتوں کے نقل کرنے کے بعد بلا حوالہ سند مامون کا قصہ کہ انہوں نے فدک آلِ فاطمہؑ کو واپس کیا لکھا ہے۔ کما قال ومما یدل علی صحۃ دعوھا النحل وان ذلک کان معروفا شائعا ما کان من عمر بن عبد العزیز من رد فدک علی ولدھا لما تبین ان الحق کان معھا وکذلک فعل المامون فانہ نصب لھا وکیلا ووکیلا لابی بکر وجلس للقضاء وحکم لھا بذلک ولو لم یکن الامر معھ وفاعلوا ماکما فعلوا ذلک۔ مع

موضعهم من الخلافة وسلطانهم الذی ارادوا حفظ قلوب الرعیة وان لا یفعلوها یؤدی الی تنفیرهم ولیس لاحد هم ان ینکر ذلک ویدفعه لان الامر فی ذلک اظهر من ان یخفی۔ کہ حضرت فاطمہ رض کے دعویٰ ہبہ کی صحت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک عمر بن عبدالعزیز کا قصہ ہے کہ انہوں نے فاطمہ رض کی اولاد کو فدک واپس کر دیا جب کہ ان پر یہ ثابت ہو گیا کہ فاطمہ رض حق پر تھیں اور اسی طرح مامون نے کیا کہ انہوں نے ایک مجلس قائم کی اور اس میں ابوبکر و فاطمہ رض دونوں کی طرف سے وکیل مقرر کئے اور خود فیصلہ کیا اور فدک آل فاطمہ رض کو واپس کیا۔ اگر یہ بات کہ فدک کا دعویٰ فاطمہ رض نے کیا ہے۔ مشہور اور معلوم نہ ہوتی تو باوجود خلیفہ ہونے اور صاحب سلطنت ہونے کے وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ کیونکہ خیال رعایا کے دلوں کا اُن کو کرنا ضروری تھا۔ اور ایسی بات جس سے وہ شور مچاویں، کبھی نہ کرتے۔ اگر ان کے نزدیک وہ بات حق نہ ہوتی۔ اور اس بات کا کوئی انکار تو کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ چھپائے چھپ نہیں سکتی۔ (دیکھو صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ ایران)

علامہ حلی نے کتاب کشف الحق میں ایک روایت واقدی کی لکھی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ واقدی[۱] اور دوسرے ناقلین اخبار اہل سنت نے روایت اور اخبار صحیحہ میں ذکر کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کو فتح کیا تو ایک گاؤں یہود کے دیہات سے اپنے لئے خاص کر لیا اور فاطمہ رض کو بحکم خدا دیدیا۔ (ضمناً حصہ متعلق ہبہ کے تھا وہ اوپر ہم نقل کر چکے) بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک سے فاطمہ رض کو روکا اس پر حضرت فاطمہ رض

---

[۱] وروی الواقدی وغیرہ من نقلة الاخبار عندهم وذکروہ فی الاخبار الصحیحة ان النبی لما افتتح خیبر اصطفی قری من قری الیهود فنزل جبرئیل بهذه الآیة وآت ذا القربی حقه فقال محمد ومن ذو القربی وما حقه قال فاطمة تدفع الیها فدک والعوالی فاستغلتها حتی توفی ابوها علیه الصلوٰة والسلام فلما بویع ابوبکر منعها وکلمته فی ردها الیها وقالت انها لی فانی دفعها الیها فقال ابوبکر فلا امنعک ما دفع الیک ابوک فاراد ان یکتب لها کتابا فاستوقفه عمر بن الخطاب وقال انها امرأة فطالبها بالبینة علی ما ادعت فامرها ابوبکر فجاءت بام ایمن واسماء بنت عمیس مع علی فشهدوا بذلک فکتب لها ابوبکر فبلغ ذلک عمر فاخذ الصحیفة فمحاها فحلفت ان لا تکلمهما وماتت وهی ساخطة علیهما ۱۲۔ احقاق الحق صفحہ ۱۴۸۔

marfat.com

نے اس کی واپسی کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے۔

ابو بکر نے اس کی واپسی سے انکار کیا۔ پھر ابو بکر نے کہا کہ جو آپ کے باپ نے آپ کو دیا ہے اسے میں نہیں روک سکتا اور ارادہ کیا کہ ان کو اس کے متعلق سند لکھ دیں مگر عمر بن خطاب نے ان کو اس سے روکا اور کہا کہ فاطمہ رض ایک عورت ہیں جس بات کا وہ دعویٰ کرتی ہیں اس کے لئے اُن سے شہادت مانگنی چاہئے اس پر ابو بکر نے شہادت پیش کرنے کا حکم دیا تب حضرت فاطمہ رض ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علی رض کے لائیں اور ان سب نے شہادت دی۔

تب ابو بکر رض نے سند لکھ دی مگر جب یہ خبر عمر کو پہنچی تو انہوں نے اس کاغذ کو لے کر مٹا دیا اس پر جناب سیدہ نے قسم کھائی کہ ان دونوں سے بات نہ کریں گی اور ہمیشہ ان سے ناراض رہیں۔

دوسری روایت مامون کی لکھی ہے جس میں کسی کتاب یا سند کا حوالہ نہیں اور وہ یہ ہے جمع المامون الف نفس من الفقہاء وتناظروا وادی بحثہم الی رد فدک علی العلویین من ولدہا فردہا علیہم۔ کہ مامون نے ہزار فقیہوں کو جمع کیا اور فدک کے متعلق مباحثہ کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک حق فاطمہ رض کا ثابت ہوا اور مامون نے اسے فاطمہ رض کی اولاد کو واپس کر دیا۔

تیسری روایت متعلق قصہ عمر بن عبدالعزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو ہلال عسکری نے کتاب اخبار الاوائل میں ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اول ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے فدک فاطمہ رض کے وارثوں کو واپس کیا۔

علامہ فضل بن روز بہان نے اپنی کتاب ابطال الباطل میں جو کشف الحق کے جواب میں لکھی

لہ ذکر ابو ہلال العسکری فی کتاب اخبار الاوائل ان اول من رد فدک علی ورثۃ فاطمۃ عمر بن عبدالعزیز وکان معاویۃ قطعہا لمروان بن الحکم وعمر بن عثمان ویزید ابنہ اثلاثا ثم غضبت فردہا علیہم السفاح ثم غضبت فردہا علیہم المہدی ثم غضبت فردہا علیہم المامون ثم قال عن ابی ہلال ثم غضبت فردہا علیہم الواثق ثم غضبت فردہا علیہم المستنصر المتحم ثم غضبت فردہا المعتضد ثم غضبت فردہا الراضی مع ان ابابکر اعطی جابر بن عبداللہ عطیۃ ادعاہا علی رسول اللہ من غیر بینۃ وحضر جابر بن عبداللہ وذکر ان النبی وعدہ ان یجثو لہ ثلاث حثیات من مال البحرین فاعطاہا ذلک ولم یطالبہ البینۃ مع ان العدۃ لا یجب الوفاء بہا والہبۃ لکونہا مع التصرف توجب التملیک فانظر المراتب انہ کان تجری فاطمہ مجراہما ۱۲ احقاق الحق صفحہ ۱۴۸۔

ہے۔ ان بے بنیاد فصول کی نسبت یہ جواب دیا ہے۔ واما دعوی فاطمة فلم یصح فی الصحاح ویذکرونہا نقلۃ الاخبار من ارباب التواریخ ومجرد نقلہم لا یصیر سببا للقدح فی الخلفاء۔ کہ حضرت فاطمہ رض کا دعویٰ کرنا صحاح میں ثابت نہیں ہے اور جو کچھ اہل تواریخ اور ناقلان اخبار ذکر کرتے ہیں فقط ان کے غلط سلط نقل کر دینے سے خلفا پر الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اس کے جواب میں قاضی نور اللہ تستری نے احقاق الحق میں کوئی مستند روایت پیش نہیں کی اور دو بے سروپا قول نقل کئے ہیں ایک معجم البلدان سے کہ اس میں فدک کے ذکر میں یہ لکھا ہے۔

وھی التی قالت فاطمة رض ان رسول اللہ نحلنیہا فقال ابوبکر اریدبذلک شہودا ولہا قصۃ۔ کہ فدک وہی ہے جس کے لئے فاطمہ رض نے دعویٰ کیا تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہبہ کر دیا ہے اور جس پر ابوبکر نے کہا تھا کہ اس کے لئے شہادت چاہیئے اور اس کا ایک قصہ ہے۔

دوسرے عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے رد فدک کا قصہ۔ مگر اس میں بھی کسی منقول عنہ کتاب یا سند کا ذکر نہیں کیا۔ مجملا یوں لکھا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عامل مدینہ کو فدک کے واپس کرنے کو اولاد فاطمہ پر لکھ بھیجا۔ پھر فدک خلافت عمر بن عبدالعزیز میں اولاد فاطمہ رض ہی کے قبضے میں رہا۔ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے پھر لے لیا اور پھر بنو امیہ کے ہی قبضے میں رہا۔ یہاں تک کہ ابوالعباس سفاح خلیفہ ہوا کہ اس نے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو دیدیا اور وہی اس کے منتظم رہے اور علویوں میں اس کو تقسیم کرتے رہے۔ جب منصور خلیفہ ہوا اور اس پر اولاد حسن نے خروج کیا تو اس نے ان سے پھر لے لیا۔ پھر جب مہدی بن

لہ لما ولی عمر بن عبدالعزیز الخلافۃ کتب الی عاملہ بالمدینۃ بامرہ برد فدک الی ولد فاطمۃ فکانت فی ایدیہم ایام عمر بن عبدالعزیز فلما ولی یزید بن عبدالملک قبضہا فلم تزل فی ایدی بنی امیۃ حتی ولی ابوالعباس السفاح الخلافۃ فدفعہا الی الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب فکان ہو القیم علیہا یفرقہا فی بنی علی بن ابی طالب فلما ولی منصور وخرج علیہ بنو الحسن قبضہا عنہم فلما ولی المہدی بن المنصور الخلافۃ اعادہا علیہم ثم قبضہا موسی الہادی ومن بعدہ الی ایام المامون فجاز بنو علی فطالبہا فامر ان یسجل لہم بہا فکتب السجل وقرا علی المامون فقام دعبل وانشد شعرا ے اصبح وجہ الزمان قد ضحکا : برد مامون ہاشما فدکا : وفی فدک اختلاف کثیر فی امرہا بعد النبی من رواۃ اخبرہا بحسب الاہوا وشدۃ المراء انتہی کلام المعجم ۱۲ احقاق الحق صفحہ ۱۱۳

منصور والی خلافت ہوا تو اس نے اس کو ان پر واپس کر دیا۔ پھر اس کو موسیٰ ہادی نے لے لیا اور جو اس کے بعد خلیفہ ہوئے زمانہ مامون تک اسی طرح رہا۔ پھر مامون کے پاس اولاد علی رضؓ نے آکر اس کا مطالبہ کیا تو اس نے حکم دیا کہ یہ ایک وثیقہ پہ لکھ دیا جائے اور وہ لکھ کر مامون کو سنا دیا گیا دعبل شاعر کھڑا ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھا ؎ اصبح وجہ الزمان آلخ، یعنی آج زمانہ بہت خوش ہے کہ مامون نے بنی ہاشم کو فدک دیدیا۔ اور فدک کے باب میں بہت سا اختلاف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد راویوں کی وجہ سے ہوا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی خواہش کے موافق روایت کرتا ہے معجم البلدان کی عبارت یہاں تک تھی۔

اور ایک روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء سے لکھی ہے جس میں عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کا مختصراً بیان ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ اَمر خلاف ہے اس روایت کے بھی جو شیخ جلال الدین سیوطی شافعی نے تاریخ الخلفاء میں لکھی ہے کہ ابوبکر و عمر کے زمانہ میں فدک ویسا ہی رہا پھر اس میں مروان نے قطع و برید کی۔ اور عمر بن عبدالعزیز نے فدک بنی ہاشم کو لوٹا دیا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اولاد فاطمہ کو لوٹا دیا انتہیٰ[۲]۔

اور سوائے اس روایت کے اگرچہ اور کوئی سند جناب قاضی نور اللہ نے پیش نہیں کی مگر اجمالاً ایک مقام پر لکھا ہے کہ اور بھی بہت طریقوں سے ہبہ کے دعوی کی روایتیں بیان کی گئی ہیں۔ کما قال و اما دعوی النحلۃ فقد مر نقلا عن کتاب المعجم و قد روی من عدۃ طرق من طریق غیرہ ایضا۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲۔

---

[۱] کما قال و ایضا ینا قض ذلک ما رواہ الشیخ جلال الدین السیوطی الشافعی فی تاریخ الخلفاء من ان فدکا کان بعد ذلک حیوۃ ابی بکر ثم عمر اقتطعہا مروان عمر بن عبدالعزیز تذررو فدکا الی بنی ہاشم و روے ایضا انہ ردہا الی اولاد فاطمہ انتہی ۱۲ ۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲۔

[۲] قاضی نور اللہ شستری نے اوپر کی روایت بالکل غلط بیان کی ہے بلکہ تاریخ الخلفاء میں عمر بن عبدالعزیز کا بیان درج ہے کہ رسالتمآب کی رحلت کے بعد باغ فدک حضرات شیخین کی نگرانی میں رہا۔ اور تو گواہ رہنا کہ جس طرح اس باغ کی ملکیت رسول اکرم کے عہد مبارک میں تھی اب بھی اسی طرح جمہور مسلمانوں کی ملکیت رہے گی۔ مترجم تاریخ الخلفاء اقبال الدین احمد۔

marfat.com

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ فاطمہؑ کا دعوئ فدک کا[1] ایسا مشہور ہے کہ کتب صحاح میں اس کی صحت کے طلب کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی خبر تمام علماء اور جہلا اور عوام وخواص سب کو معلوم ہے اور ساب سے پانچ سو برس پہلے بعض حکماء شعرا نے بھی اس کو مثل میں بیان کیا ہے۔

ملک نبخشا ئیندہ در حرمان میبو اخدمتت ۔ چوں خلافت بی علی بودست بی زہرا فدک

مجیب نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ صرف ارباب تواریخ کا نقل کر دینا قدح خلفا کے لئے کافی نہیں تو اس میں یہ بات ہے کہ اگر کتب تواریخ میں وہ امور نقلی ہیں جو اور کتابوں سے بھی ثابت ہوتے ہیں تو وہ ضرور ثابت صحیح ہوں گے اور اصول میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ نقلیات میں ایک شخص عادل کی خبر کافی ہوتی ہے اور اگر شہرت اور تواتر معنوی کی حد کو پہنچ جائے تو تعدیل کی بھی ضرورت نہیں رہتی مصنف حلی نے یہاں صرف واقدی ہی کی روایت سے تمسک نہیں کیا بلکہ اوروں کو بھی تصریح کی ہے اور ان اخبار کا اشارہ کیا ہے جو خصم کے نزدیک صحیح مانے گئے ہیں اور اس کی تائید اس مناظرے سے کی ہے جو ایام مامون میں اس بارہ میں ہزار فقہا کے سامنے ہوا تھا اور ان

---

[1] واما دعوی فاطمۃ فدکا فاشہر من ان یطلب صحتہا فی کتب الصحاح از قدعم خبرہا العلماء والجہال والسادۃ والاتباع والرؤس والاذناب وقد مثل بہ قبل ذلک بخمس مائۃ سنۃ بعض حکماء الشعراء بقولہ ۔ ملک نبخشا ئیندہ در حرمان میبون خدمتت : چوں خلافت بی علی بودست بی زہرا فدک ۔ واما ماذکرہ من ان مجرد نقل اہل التواریخ لا یصیر حجۃ وسببا للقدح فی الخلفا ففیہ ان ما اشتمل علیہ کتب التواریخ من جملۃ العلوم النقلیۃ فیثبت ما ثبت بہ غیرہ من الامور النقلیۃ وقد تقرر فی الاصول ان خبر العدل الواحد فی النقلیات فیثبت بہ واذا بلغ الی حد الشہرۃ والتواتر المعنوی استغنی عن التعدیل والمص لم یتمسک ہہنا بمجرد روایۃ الواقدی بل صرح بغیرہ واشار الی کثرۃ الاخبار المحکوم علیہا بالصحۃ عند الخصم و ایدہ بما روی من مناظرۃ الف نفس من الفقہا ایام المامون نے ذلک واکملہ بالحدیثین المرویین عن سید الحفاظ اہل السنۃ وصدر ائمتہم ولیس علیہ الا تصحیح النقل ان انکر اناصب وجودہ والا فلیترک شنعہ وجحودہ انتہی کلامہ سید الحفاظ کی روایت کا جو احقاق الحق میں ذکر کیا ہے وہ متعلق دعوئ فدک کے نہیں ہے بلکہ ہبہ فدک کے ہے جیسے ہم اوپر ذکر کر چکے اور صدر الائمہ کی روایت بھی دعوی ہبہ سے غیر متعلق ہے چنانچہ یہ دونوں روایتیں جو کشف الحق میں بیان کی گئی ہے یہ ہیں وقد روی سید الحفاظ ابن مردویہ باسنادہ الی ابی سعید قال لما

دو حدیثوں سے جو سید الحفاظ اور صدر الائمہ اہل سنت سے مروی ہیں اس کی تکمیل کی ہے مصنف محلی کے ذمہ اسی قدر ہے کہ نقل کی تصحیح کر دیں اگر خصم انکار کرے اور نہ خصم کو چاہئے کہ اپنے انکار سے باز آئے ۔ انتہیٰ ۔ اگرچہ اس میں قاضی نور اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مصنف نے اور روایتوں کا بھی حوالہ دیا ہے ۔ مگر ہمیں تو کوئی روایت کتاب کشف الحق میں نہیں ملی سوائے ان کے جن کو ہم نے نقل کیا ہے ۔ اور نہ قاضی صاحب نے اپنی احقاق الحق میں سوائے مجرد دعوی شہرت کے کوئی روایت یا کوئی سند پیش فرمائی ہے ۔ دونوں کتابیں ایران کے چھاپے کی موجود ہیں جو کوئی چاہئے دیکھ لے ۔

طرائف میں بھی اگرچہ جناب ثقۃ الاسلام نے بہت کچھ قلم کا زور دکھایا اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے مگر کوئی صحیح روایت اور کوئی معتبر سند آپ نے بھی متعلق دعویٰ ہبہ فدک کے پیش نہیں فرمائی ۔ ان کی طرائف مطبوعہ بمبئی میں صفحہ ۷۶ سے تا صفحہ ۸۰ فدک کا بیان ہے ۔ مگر اس میں متعلق اس دعویٰ کے سوائے ماموں کے قصے اور عمر بن عبد العزیز کی حکایت کے ایک روایت بھی درج نہیں ہے ۔ جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت سیدہ نے فدک کا دعویٰ ابو بکر صدیق رض کے سامنے کیا اور انہوں نے شہادت طلب کی اور اسے رد کیا ۔ صرف معمولی سب و شتم پر کفایت کی ہے ۔ اور عوام کے دلوں میں شبہ پیدا کرنے کے لئے قوت بیانیہ کا زور دکھایا ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رض معصوم تھیں اور باوجودیکہ حضرت علی رض نے شہادت دی اور حضرت ام ایمن نے بھی تصدیق کی مگر ابو بکر نے ان سب کو جھوٹا قرار دیا اور ان کے دعویٰ کی نسبت یہ خیال کیا کہ وہ اپنے جلب منفعت کے لئے حقوق مسلمین کا غصب کرنا چاہتی ہیں ۔ تاکہ ان باتوں کو سن کر لوگ پریشان ہوں اور ان کے دلوں میں حضرت ابو بکر کی طرف سے شبہ پیدا ہو ۔ مگر جب کہ نہ دعویٰ ہبہ کا پیش ہوا نہ شہادت مانگی گئی نہ اس کی تردید ہوئی ۔ بلکہ یہ سب جھوٹی باتیں اور بنائی ہوئی کہانیاں ہیں اور جن علمائے اہل سنت نے اس کا جواب دیا ہے وہ محض علی سبیل التسلیم والفرض ہے تو یہ ساری

بقیہ صفحہ ۲۸۹ نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاہا فدک وقد روی صدر الائمۃ اخطب خوارزم الموفق بن احمد المکی قال ومما سمعت فی المعاویہ باسنادی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم یا علی ان اللہ زوجک فاطمۃ وجعل صداقہا الارض فمن مشی علیہ منغضا الہاشمی حراما ۱۲ احقاق الحق صفحہ ۱۴۸ - ۱۲ منہ

خوش تقریریں لغو اور فضول ہیں۔ ان کا کام تھا کہ اول بنیاد ثابت کرتے اور کوئی ایک بھی صحیح روایت متعلق اس دعویٰ کے ہمارے یہاں سے پیش فرماتے پھر جو دل چاہتا وہ لکھتے۔ اور جو کچھ قلم کا زور دکھانا تھا وہ دکھاتے۔ بے بنیاد بات اور جھوٹے قصے پہ ساری لن ترانیاں ہنسنے کے قابل ہیں۔

ان کی کتاب طرائف میں جو روایت متعلق قصہ مامون کے ہے اسے وہ یوں لکھتے ہیں۔ کہ عجیب وغریب ماجرا یہ ہے کہ باوجودیکہ فاطمہؓ بنت رسول کی بزرگی اور جلالت وطہارت کا اقبال کرتے بھی تھے مگر ان پہ طرح طرح کے ظلم وستم کئے اور ان کی اور ان کے باپ کی حرمت کو پامال کیا۔ اور باوجودیکہ حضرت فاطمہؓ کا زنان اہل جنت کی سیدہ ہونے کی تصدیق کرتے تھے۔ مگر ان کو ایذادی اور طرح طرح سے ستایا۔ چنانچہ اہل تواریخ نے ایک طویل رسالے میں جو مامون خلیفہ عباسی کے حکم سے موسم حج میں لکھا اور پڑھا گیا۔ اس کا بیان کیا ہے۔ صاحب تاریخ عباسی نے اسے لکھا ہے۔ اور رومی فقیہ صاحب تاریخ نے بھی اُن حوادث میں جو ۲۱۲ھ میں ہوئے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ اولاد حسنینؑ نے اپنے قضیئے کا مرافعہ خلیفہ مامون کے سامنے اس دعویٰ سے پیش کیا کہ فدک ادعوائی ان کی والدہ فاطمہؓ بنت محمدؐ نبی کا تھا۔ ابوبکر نے ان کے قبضے سے اس کو ناحق لے لیا۔ اب ہم اپنا انصاف اور ظلم کا انکشاف چاہتے ہیں اسی پہ مامون نے علماء حجاز وعراق کے دوسو علما کو جمع کیا اور نہایت تاکید کی کہ اداے امانت اور اتباع صدق کریں۔ اور ورثہ فاطمہؓ نے جو قضیہ پیش کیا تھا ان سے بیان کی اور پوچھا تمہارے نزدیک اس باب میں کوئی حدیث صحیح ہے۔ اور اسی باب میں بہت لوگوں نے بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے حدیثیں روایت کی ہیں کہ یہ سب ان احادیث کو اپنے نبی محمدؐ تک پہنچاتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوگیا تو آپ نے یہود کے گاؤں میں سے ایک گاؤں اپنے لئے خاص کر لیا۔ پھر جبریل نازل ہوئے اور یہ آیت لائے۔ وات ذالقربیٰ حقہ۔ آپ نے پوچھا کہ ذی القربیٰ کون لوگ ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ جبریل نے کہا فاطمہؓ ہیں۔ پھر آپ نے فدک ان کو دے دیا۔ اس کے بعد پھر ان کو عوالی دیا۔ اور یہ مستقل طور پہ فاطمہؓ کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ ان کے والد بزرگوار محمدؐ نے وفات پائی۔ جب ابوبکر سے بیعت ہوئی، تو انہوں نے کہا کہ میں اس شے کو

marfat.com

جس کو تمہارے باپ نے تم کو دی ہے روک نہیں سکتا اور یہ چاہا کر ان کو ایک وثیقہ لکھ دیں۔ کہ ابوبکر کو عمر بن خطاب نے ہوشیار کیا اور کہا کہ یہ ایک عورت ہیں ان سے گواہ طلب کرو۔ ابوبکر نے حکم دیا کہ گواہ لاؤ۔ تو فاطمہ رض ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علی بن ابی طالب کے گواہ لائیں۔ پھر یہ خبر عمر کو پہنچی تو وہ ابوبکر کے پاس آئے۔ اور ابوبکر نے اس ماجرے کو ان سے کہا کہ ان سب نے گواہی ان کے دعوی کی دی اور فاطمہ رض کے لئے ایک وثیقہ لکھ دیا۔ عمر نے وہ وثیقہ لے لیا اور کہا کہ فاطمہ رض ایک عورت ہیں اور علی ان کے شوہر ہیں اپنا نفع چاہتے ہیں اور شہادت دو عورتوں کی بے مرد کے درست نہیں ہوتی۔ ابوبکر نے اس خبر کو فاطمہ رض سے کہلا بھیجا۔ آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا وہ ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ ان لوگوں نے شہادت حق ادا کی تھی۔ پھر ابوبکر نے کہا کہ شاید آپ سچی ہوں لیکن اور گواہ لے آؤ جو اپنا نفع نہ چاہتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ تم نے میرے باپ رسول اللہ صلعم سے یہ نہیں سنا کہ فرماتے تھے کہ اسماء بنت عمیس اور ام ایمن اہل جنت سے ہیں۔ دونوں نے کہا ہاں آپ نے کہا کہ وہ عورتیں کہ اہل جنت سے ہوں وہ باطل گواہی دے سکتی ہیں پھر آپ خفا ہوتی ہوئی گھر کو لوٹ آئیں۔ اور اپنے باپ سے پکار کر کہتی تھیں کہ میرے باپ نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ سب سے اول میں ان سے ملوں گی قسم ہے خدا کی کہ میں اس کی شکایت ان سے کروں گی۔ پھر وہ مریض ہو گئیں اور علی کو وصیت کی کہ ابوبکر و عمر ان کی نماز نہ پڑھیں اور آپ نے ان دونوں کو چھوڑ دیا اور ان سے بات نہ کرتی تھیں یہاں تک کہ آپکا انتقال ہوا۔ اور علی اور عباس نے آپ کو رات میں دفن کیا۔ پس مامون نے اسی مجلس میں اسی دن اولاد فاطمہ رض کو فدک دیدیا۔ پھر دوسرے دن ایک ہزار علماء و فقہا کو بلایا اور ان سے صورت حال بیان کی اور انکو اللہ کا خوف دلایا اور ان سب نے آپس میں مناظرہ کیا۔ پھر ان کے دو فریق ہوئے۔ ایک فریق ان میں یہ کہتا تھا کہ ہمارے نزدیک شوہر اپنا نفع چاہتا ہے تو اس کی شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن ہم خیال کرتے ہیں کہ حلف فاطمہ رض نے ان کے دعوی کو ثابت کر دیا تھا مع دو عورتوں کی شہادت کے اور ایک فریق یہ کہتا تھا کہ ہم یمین و شہادت پر حکم لازم نہیں سمجھتے۔ لیکن زوج کی شہادت جائز ہے اور ہم اس کو اپنا نفع چاہنے والا نہیں خیال کرتے اور ان کی شہادت دو عورتوں کی شہادت پر فاطمہ رض کے دعوی کو ثابت کرتی ہے۔ غرض ان دونوں فریق کا باوجود اختلاف کے اس امر پر اتفاق تھا کہ فدک دعوالی کا استحقاق فاطمہ رض کو تھا۔ اس کے بعد مامون نے ان سے

marfat.com

فضائل علیؓ کو دریافت کیا۔ تو انہوں نے یہاں طرفہ جلیل بیان کیا ہے جو رسالۃ ماموں میں مذکور ہے۔ اور پھر ان سے فاطمہؓ کا حال دریافت کیا تو انہوں نے ان کے باپ سے اُن کے بہت سے فضائل بیان کئے پھر ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کا حال دریافت کیا تو انہوں نے اپنے نبی محمدؐ سے روایت کی کہ یہ دونوں اہل جنت سے ہیں۔ ماموں نے کہا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جائے یا اعتقاد کیا جائے کہ علی بن ابی طالبؓ باوجود ورع و زہد کے فاطمہؓ کے لئے جھوٹی گواہی دیں۔ حالانکہ خدا و رسول ان کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے علم و فضل کا اعتقاد رکھ کر یہ کہا جائے کہ وہ ایسی شہادت دینے کو تیار ہو جائیں، جس کا خود حکم نہ جانتے ہوں۔ اور کیا یہ جائز ہو سکتا ہے کہ فاطمہؓ باوجود عبادت و عصمت اور نساء عالمین و نساء اہل جنت کے سیدہ ہونے کے جس کی تم روایت کرتے ہو ایسی شے طلب کریں جو ان کی نہ ہو اور تمام مسلمانوں پر ظلم پسند کریں اور اس پر اللہ لا الہ الا ہو کی قسم کھائیں۔ یا یہ جائز ہے کہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس جھوٹی گواہی دیں حالانکہ وہ اہل جنت سے ہوں۔ بے شک فاطمہؓ پر طعن کرنا کتاب اللہ پر طعن کرنا ہے اور دین میں الحاد ہے۔ کبھی ہو نہیں سکتا کہ یہ بات اس طرح ہوئی ہو۔ پھر ماموں نے ان سے معارضہ اس حدیث سے کیا جس کو انہوں نے روایت کیا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ نے بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہؐ پر قرضہ ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے۔ تو بہت سے لوگ آپ کے پاس آئے اور انہوں نے جو بیان کیا آپ نے بے گواہ طلب کئے اُن کو دے دیا۔ اور ابوبکر نے بھی اس قسم کی منادی کرائی تو جریر بن عبداللہ نے آکر پیغمبرؐ پر ایک دعویٰ کیا کہ ان سے پیغمبرؐ نے وعدہ کیا تھا کہ ان کو مال بحرین میں سے ایک تہائی دیں گے۔ جب مال بحرین کا آپ کی وفات کے بعد آیا تو ان کو ابوبکر نے ایک تہائی مال دیدیا۔ ان دونوں نے دعویٰ بے گواہ کے کیا تھا۔ عبدالمحمود کہتے ہیں کہ اس حدیث کو حمیدی نے الجمع بین الصحیحین افراد مسلم کی نویں حدیث مسند جابر میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہ جابر نے کہا کہ میں نے جو ان کا شمار کیا تو پانچ سو تھے تو ابوبکر نے جابر سے کہا کہ اتنے ہی اور لے لو۔ عبدالمحمود کہتے ہیں کہ رسالہ ماموں میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ماموں نے نہایت تعجب کیا اور کہا، کیا فاطمہؓ اور ان کے گواہ جریر اور جابر پسران عبداللہ کے برابر بھی نہ تھے۔ پھر ماموں نے اس رسالے کے لکھے جانے کی نہایت

marfat.com

تاکید کی اور یہ کہ موسم حج میں علی رؤس الاشہاد پڑھا جائے۔ اور فدک اور عوالی کو محمد بن یحیی بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن الحسن بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے قبضے میں کر دیا کہ اس میں وہ کاروبار کرتے اور ورثۂ فاطمہ رض پر تقسیم کر دیتے۔

عمر بن عبدالعزیز کا قصہ رد فدک کا ابوہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے اسی طرح پر لکھا ہے جیسا کہ کشف الحق میں لکھا ہے۔

بحار الانوار میں بھی کوئی روایت معتبر متعلق دعوئ ہبہ فدک ہمارے یہاں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی۔

عماد الاسلام میں جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی کوئی روایت باسناد صحیح ثبوت میں اس دعوئ کے پیش نہیں فرمائی۔ آپ نے جو کچھ عماد الاسلام میں ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں ایک روایت تو وہ ہے جس میں مامون کے مباحثہ اور فدک کے رد کا قصہ ہے۔ اور اسے آپ نے طرائف سے بعینہٖ نقل فرمایا ہے جیسا کہ خود چوتھے فائدے کے پہلے مسئلے میں لکھتے ہیں۔

وقال السید علی بن طاءس فی الطرائف ومن الطرائف العجیبۃ الخ۔

اور پھر آگے چل کر صواعق محرقہ اور جواہر العقدین سے ایک روایت حافظ ابن شبہ کی نقل کرتے اور فرماتے ہیں کہ تیسرا مسئلہ[1] اس بیان میں ہے کہ آیا فاطمہ رض نے ہبہ کا دعوی کیا یا نہیں

[1] اصل عبارت یہ ہے المسئلۃ الثالثۃ ہل فاطمۃ ادعت النحلۃ ام لا ویدل علی صحۃ وقوع تلک الدعوی ما فی الباب الثانی من الصواعق المحرقۃ وفی الادب المسابع من الذکر الخامس عشر من القسم الثانی ومن جواہر العقدین للسید السمہودی اخرج الحافظ ابن شبہ عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی ہو اخو الباقر وانا ارید ان اہجن امرابی بکر ان ابابکر انتزع من فاطمۃ رض فدک فقال ان ابابکر کان رجلا رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ رسول اللہ فاتتہ فاطمۃ فقالت لہ ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال ہل لک علی ہذا بینۃ فجاءت بعلی فشہد لہا ثم جاءت بام ایمن فقالت الیس تشہد انی من اہل الجنۃ قال بلی قالت فاشہد ان النبی اعطاہا فدک فقال ابوبکر برجل او امرأۃ تستحقینہا الی آخر القصۃ وفی الفصل الخامس من الباب الاول من کتاب الصواعق المحرقۃ ودعواہا انہ صلی اللہ علیہ وآلہ نحلہا فدکا لم یات بنیۃ الا بعلی وام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ علی ان فی قبول شہادۃ الزوج لزوجتہ خلافا بین العلماء وعدم حکمہ بشاہد ویمین اما لعلہ لکونہ ممن لا یراہ ککثیرین من العلماء واما لم تطلب الحلف مع من شہد لہا وزعمہم ان الحسن والحسین وام کلثوم شہدوا لہا باطل علی ان شہادۃ الفرع والصغیر غیر مقبولۃ وفی المقصد الرابع من المرصد الرابع من الموقف السادس من شرح المواقف فان قیل ادعت باقی بر صفحہ ۲۹۵

marfat.com

اور اس دعویٰ کی صحت اس سے ہوتی ہے کہ صواعق محرقہ کے دوسرے باب اور اسی کتاب کے دوسرے حصے کے ساتویں ادب اور پندرھویں ذکر میں اور نیز سید سمہودی کی جواہر العقدین میں یہ روایت لکھی ہے کہ حافظ ابن شبہ نمیر بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے جو امام باقرؓ کے بھائی تھے بارادہ تہجین تذلیل ابوبکر کے پوچھا کہ ابوبکر نے فاطمہؓ سے فدک چھین لیا تھا تو حضرت نے نے جواب دیا کہ ابوبکر ایک نرم دل آدمی تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی چیز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ تغیر و تبدیل کریں۔ ان کے پاس حضرت فاطمہؓ آئیں اور فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فدک مجھے دے دیا ہے۔ ابوبکر نے کہا۔ کیا اس پر تمہارے پاس کوئی گواہ ہے۔ وہ علی کو لائیں انہوں نے شہادت دی پھر ام ایمن کو انہوں نے پیش کیا اُنہوں نے اول تو یہ کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ میں اہل جنت سے ہوں۔ ابوبکر نے کہا بے شک۔ تب انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ فدک پیغمبر خدا نے فاطمہؓ کو عطا کیا تھا۔ اس پہ ابوبکر نے کہا کیا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے الیٰ آخر القصہ۔ اس کے آگے کا پورا قصہ بیان نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو میں بھی اس میں وہی حکم دیتا جو ابوبکر نے دیا تھا۔ اور صواعق محرقہ کے باب کی پانچویں فصل میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا دعویٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک ان کو بخش دیا تھا ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ سوائے علی اور ام ایمن کے وہ اس پہ اور کوئی گواہ نہیں لائیں۔ اور نصاب شہادت پورا نہیں ہوا۔ سوا اس کے علماء میں اختلاف ہے کہ زوج کی شہادت زوجہ کے لئے قبول ہو سکتی ہے یا نہیں اور یہ گمان اُن کا کہ حسنین اور ام کلثوم نے شہادت دی باطل ہے۔ سوا اس کے فرع کی شہادت اور نابالغ کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور شرح مواقف کے چوتھے مقصد میں یہ لکھا ہے کہ اگر یہ بات کہی جائے کہ فاطمہؓ نے ہبہ فدک کا دعویٰ کیا اور علی و حسنین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے ام ایمن نے شہادت دی اور ابوبکر نے اسے رد کیا تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا۔ انتہیٰ۔

حاشیہ صفحہ ۲۹ ۔ فاطمہؓ ان صلی اللہ علیہ وآلہ نحلہ شہید علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابوبکر شہادتہم قلنا اما الحسن واما الحسینین ام کلثوم فلقصور ہما عن نصاب البینۃ ۱۲

marfat.com

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔ اور چونکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے یہ دلیل بھی حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے پیش کی تھی، کہ فدک میرے قبضے میں تھا۔ اُمید ہوتی تھی کہ اس کے متعلق جناب ممدوح عماد الاسلام سے مبسوط اور مشہور کتاب میں کوئی سند ہمارے یہاں سے پیش کریں گے مگر جو کچھ انہوں نے بیان فرمایا اس سے ثابت ہو گیا کہ اس باب میں کوئی ضعیف اور غیر معتبر روایت نام کے واسطے بھی انہوں نے نہیں پائی۔

عماد الاسلام کے بعد طعن الرماح جناب سید محمد صاحب قبلہ کی ایک ایسی کتاب ہے جس کی نسبت خیال گذر سکتا ہے کہ اس میں ضرور دعوی ہبۂ فدک کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت درج ہو گی۔ مگر افسوس ہے کہ یہ توقع بھی متوقعین کی اس کے دیکھنے سے مبدل بہ یاس ہوتی ہے۔ جناب ممدوح نے سوائے اعادہ ان تاریخی اخبار کے جو ان کے متقدمین اور والد ماجد نے لکھے ہیں یا حوالہ دینے بعض اسی قسم کی روایتوں اور اقوال کے کوئی ایک خبر یا ایک روایت بھی باسناد صحیح ایسی پیش نہیں فرمائی جس سے اس دعوے کا ثبوت ہوتا۔ اور جس کی وجہ سے یہ کتاب بقول ان کے ہم مشربوں کے لاجواب سمجھی جاتی۔ بہر حال جناب ممدوح نے طعن الرماح میں جن اقوال اور روایات کو اپنے متقدمین کی کتابوں سے نقل کیا ہے اور جو تازہ اقوال خود پیش کیے ہیں ان میں سے ایک روایت تو نمیر بن حسان کی ہے جس میں حضرت زید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ ابن حجر در باب ثانی صواعق محرقہ و سید سمہودی در جواہر العقدین از حافظ ابن شبہ روایت کردہ واللفظ للاخر عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اھجن ابابکر الخ۔ اور بعد لکھنے ان الفاظ کے جو عماد الاسلام میں مذکور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ این[2] روایت صریح ست در یں کہ جناب سیدہ نزد ابی بکر آمدہ

---

[1] ابن حجر نے صواعق محرقہ کے دوسرے باب میں اور سید سمہودی نے جواہر العقدین میں حافظ ابن شبہ سے نمیر بن حسان کی زبانی یہ روایت کی ہے کہ میں نے زید بن علی سے کہا میرا ارادہ یہ ہے کہ ابوبکر کو میں معیوب بناؤں [2] یہ روایت بالکل صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے ابوبکر کے پاس موہوبہ باغ فدک کا دعویٰ کیا اور ابوبکر نے گواہ شہادت طلب کئے اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رض اور ام ایمن گو بنا بر حدیث نبوی جنتی تھے انہوں نے شہادت ہبہ دی مگر ابوبکر نے یہ شہادت قبول نہیں کی اور فرمایا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے ثبوت حق نہیں ہوتا۔

marfat.com

دعویٰ ہبہ فرمودہ داد گواہ و شاہد طلب نمود جناب باب مدینۃ العلم و نفس رسول و ام ایمن کہ بنا بر حدیث متفق علیہ نبوی مبشر بہشت بود و ابوبکر نیز بآن اقرار نمود اوای شہادت کردند پس او قبول نکرد و گفت از گواہی یک مرد و یک زن ثبوت حق نمی شود۔ انتہی۔

دوسری روایت ابوبکر جوہری کی جناب مجتہد صاحب نے شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ وایضا ابوبکر جوہری کہ کینت شریفش شاہد عدل نصب و نسبش اوست روایت کردہ قالت فاطمۃ ان ام ایمن تشھد ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال لھا یا بنت رسول اللہ واللہ ما خلق اللہ خلقا احب الی من رسول اللہ ابیک لو وددت ان السماء تقع علی الارض یوم مات ابوک الی ان قال ان ھذا المال لم یکن للنبی انما کان مال من اموال المسلمین یحمل بہ الرجال وینفقہ فی سبیل اللہ فلما توفی رسول اللہ ولیتہ کما کان یولیہ قالت واللہ لا کلمتک ابدا قال لا ھجرتک ابدا قالت واللہ لادعون اللہ علیک قال واللہ لادعوت اللہ لک فلما حضرتھا الوفاۃ اوصت ان لا یصلی علیھا فدفنت لیلا انتھی علی مانقلہ ابن ابی الحدید۔ یعنی ابوبکر جوہری نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہیں کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیا تھا۔ تو ابوبکر نے ان سے کہا کہ اے بنت رسول اللہؐ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کی کوئی مخلوق میرے نزدیک تمہارے باپ رسول اللہؐ سے زیادہ محبوب نہیں۔ اور میں بہت چاہتا رہا کہ جس روز تمہارے باپ نے انتقال فرمایا کہ آسمان زمین پر گر پڑے۔ یہاں تک کہ ابوبکر نے کہا کہ یہ مال خاص پیغمبرؐ کا نہ تھا بلکہ مسلمانوں کا ہے۔ آپ اس مال سے لوگوں کو جہاد کا سامان دیتے اور راہ خدا میں صرف فرماتے۔ اب رسول اللہ نے وفات فرمائی تو میں بھی اس میں اسی طرح کروں گا جس طرح آپ کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں تم سے کبھی بات نہ کروں گی۔ ابوبکر نے کہا کہ میں کبھی تم کو نہ چھوڑوں گا۔ فاطمہؓ نے کہا کہ میں اللہ سے تمہارے لئے بددعا کروں گی۔ ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ جب حضرت فاطمہؓ کی وفات قریب پہنچی تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ ابوبکر ان کی نماز نہ پڑھیں اس لئے وہ شب میں دفن کر دی گئیں انتہیٰ۔

marfat.com

تیسرے مجتہد صاحب نے عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کا ذکر ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے کیا ہے اور اس میں انہیں باتوں کو نقل فرمایا ہے جن کو ان کے والد ماجد نے عماد الاسلام میں اور قاضی نور اللہ تستری نے بیان فرمایا ہے۔

چوتھے خلیفہ مامون کی مجلس قائم کرنے اور فدک واپس دینے کی روایت جو طرائف میں منقول ہے اور طرائف سے عماد الاسلام میں نقل کی گئی پھر نقل در نقل کی ہے۔ صرف یہ تصرف کیا ہے کہ بجائے عربی عبارت کے اس کا ترجمہ فارسی میں کر دیا ہے۔

پانچویں وہ روایت معارج النبوت کی جناب مجتہد صاحب نے نقل کی ہے جو عماد الاسلام میں بیان کی گئی ہے جس میں ذکر ہے کہ پیغمبر خدا نے فدک کی سند حضرت فاطمہ رض کو لکھ دی تھی اور یہ وہی وثیقہ تھا کہ بعد وفات آنحضرت کے حضرت فاطمہ نے ابوبکر رض کے سامنے پیش کیا اور اُسے یوں لکھا ہے کہ وایضا در روضۃ الصفا و ہم در کتاب معارج النبوت کہ مشہور بسیر ملا معین ہروی است از مقصد اقصی نقل کردہ کہ بعضی می گویند الخ (باقی عبارت وہی ہے جو عماد الاسلام سے آیہ وات ذاالقربی حقہا کی بحث میں ہم پہلے نقل کر چکے)

چھٹے ملل ونحل شہرستانی کا بھی حوالہ ہے کہ شہرستانی در ملل ونحل گفتہ الخلاف الثالث فی امر فدک والتوارث عن النبی ودعوی فاطمۃ علی نبینا وعلیہا السلام وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری حتی دفعت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ عن النبی نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کہ تیسرا اختلاف امر فدک میں ہے اور پیغمبر خدا کی وراثت میں اور فاطمہ رض کے دعویٰ کی نسبت کہ کبھی وراثتاً کیا اور کبھی ملکیت کا اور اس سے وہ محروم کی گئیں، اس حدیث کی بنیاد پر کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ پیغمبروں کے ہیں، ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

ساتویں مواقف اور شرح مواقف کا اس دعویٰ کی تائید میں حوالہ دیا ہے اور جو کچھ عماد الاسلام میں لکھا تھا اُسے نقل کر دیا ہے۔

آٹھویں امام رازی کی نہایۃ العقول کی سند پیش کی ہے اور عماد الاسلام سے جو کہ نہایۃ

marfat.com

العقول کے جواب میں لکھی گئی ہے عبارت نقل کی ہے۔ وہو ہذہ۔ الفائدة الرابعة فیما یتعلق بنحلة النبی قال الرازی مجیبا عما ذکرہ من قبل الامامیة ثانیا منعها فدکا بانہ لو وجب علیہ تصدیقها فی ہذہ الدعوی لکان ذلک اما لما یذکرونہ من وجوب عصمتها و قد سبق الکلام علیہ اوللبینة لکن البینة الشرعیة ما کانت حاصلة لایقال فیلزم ان تکون طالبة عن ذلک من غیر بینة و ذلک لایلیق بها لانا نقول لعلها کانت تذہب الی ان الحکم بالشاہد الواحد والیمین جائز کما ذہب الیہ بعضهم وان ابا بکر ما کان یذہب الی ذلک۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چوتھا فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہبہ کرنے کے بیان میں ہے۔ امام رازی جواب میں اس سوال کے جو امامیہ کی طرف سے بیان کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ دوسری یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رض کو فدک سے روکا گیا اور یہ اس طرح ہے۔ کہ اگر حضرت فاطمہ رض کی اس دعوی میں تصدیق ابوبکر رض پر واجب ہوتی تو یا اس خیال سے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ معصومہ تھیں اور عصمت کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے یا اس خیال سے کہ شہادت گذری، لیکن شرعی شہادت حاصل نہیں ہوئی۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ بغیر شاہد کے طلب کرتی تھیں۔ کیونکہ یہ آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ شاید آپ کی رائے یہ ہو کہ ایک گواہ اور قسم پر حکم دینا کافی ہے جیسا کہ بعضوں کی رائے ہے اور ابوبکر رض کی یہ رائے نہ تھی۔

تشئید المطاعن میں جناب مولانا سید محمد قلی صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں پچیس کتابوں سے اس سند کے پیش کرنے کا دعوی کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اما آنچہ گفتہ[1]

---

[1] تحفۂ اثنا عشریہ نے جو یہ دعوی کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رض کا دعوائے باغ فدک اور حضرت علی رض و ام ایمن یا حسنین رض کا گواہی دینا کہ یہ باغ رسول اللہ نے ہبہ فرمایا تھا۔ یہ دعوی سنیوں کی کتابوں میں بالکل موجود نہیں، اور یہ سب شیعوں کی من گھڑت ہے۔ اور اسے اہل سنت کے خلاف لانا اور ان پر الزام قائم کر کے اُن سے جواب طلب کرنا یہ شیعوں کی مکمل بے وقوفی و نادانی۔ مشادر یہ محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز کا قول ناقابل قبول ہے اور سنیوں کی کتابوں میں اس دعوی و شہادت کا انکار صرف دشمنی اور تعصب کی وجہ سے ہے حالانکہ یہ دعوی اہل سنت کی اکثر معتبر کتابوں اور تاریخوں میں موجود ہے۔

marfat.com

جواب ازیں طعن آنکہ دعویٰ ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آں طلبیدن کمال سفاہت ست۔ پس مردود است یا بنکہ انکار وجود ایں دعوی و شہادت در کتب اہل سنت ناشی از کمال عناد و عصبیت ست زیرا کہ ایں دعوی در کتب کثیرہ از کتب معتمدہ و اسفار معتبرۃ الشان مذکور است مثل تصانیف[1] عمر بن شبہ۔ و مجد[2] مورخ۔ و ابوبکر جوہری[3]۔ و مغنی[4] قاضی القضاۃ۔ و ملل و نحل شہرستانی[5]۔ و کتاب[6] الموافقہ ابن سمان۔ و معجم البلدان[7] یاقوت حموی۔ و محلی ابن[8] حزم۔ و نہایۃ[9] العقول۔ و تفسیر کبیر مسمی[10] بمفاتیح الغیب۔ و ریاض[11] النضرہ۔ و کتاب[12] الاکتفا۔ و فصل[13] الخطاب۔ و مواقف[14]۔ و شرح[15] مواقف و جواہر[16] العقدین۔ و وفاء[17] الوفا۔ و خلاصۃ[18] الوفا۔ ہر سہ از سید سمہودی۔ و حاشیہ صلاح[19] الدین رومی بر شرح عقائد نسفی از تفتازانی۔ و صواعق[20] محرقہ۔ و براہین[21] قاطعہ۔ و مقصد[22] اقصی۔ و معارج[23] النبوت و حبیب[24] السیر۔ و روضۃ[25] الصفا۔ و در بسیاری[1] ازیں کتب وقوع ایں شہادت ہم بریں دعویٰ مذکور ست۔ یہ لکھ کر پھر اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ہر ایک کتاب کی عبارت لکھی ہے۔ اگرچہ صاحب تشئید المطاعن نے پچیس کتابوں کے نام لکھ دیئے مگر حقیقت میں ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی ایک روایت ایسی نہیں ہے جو صحیح ہو اور بسلسلۂ اسناد بیان کی گئی ہو۔ اس میں اکثر کتابیں تو وہی ہیں جن کا ذکر عماد الاسلام اور طعن الرماح میں ہے۔ اور وہی عبارتیں ہیں جو اُن میں نقل کی گئی ہیں اور بعض کتابیں جن کا ذکر ان میں نہیں ہے۔ اُن میں نہ کسی روایت کا بیان ہے نہ سوائے نام گنانے کے اس سے کچھ حاصل ہے۔ چنانچہ عمر بن شبہ میں سے خود ان کی کسی تصنیف کا نام نہیں لکھا، نہ اس میں سے کوئی عبارت نقل کی ہے، بلکہ جواہر العقدین میں جو روایت حافظ عمر بن شبہ سے منقول ہے اسی کو آپ نے لکھا ہے۔ اور سید نور الدین سمہودی کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ سے اسے نقل کیا ہے جیسا کہ تشئید المطاعن صفحہ ۲۳۰ اور ۲۳۱ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ وہ روایت ہے جس میں حضرت زید شہید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے۔ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید میں ابوبکر

---

[1] اور ان تمام بیشتر کتابوں میں یہ دعویٰ اور اس کی شہادت تحریر ہے۔

marfat.com

جوہری سے بھی وہی روایت زید بن علی کی منقول ہے۔ اور مجد مورخ کی تصانیف کا جو ذکر ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کی کسی خاص کتاب کا نہ آپ نے نام لکھا ہے نہ اس سے عبارت نقل کی ہے۔ بلکہ کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفٰے میں جو سید نور الدین سمہودی کی تصنیف ہے، اس سے یہ نقل کیا ہے۔ ذکر المجد فی ترجمۃ فدک ما تقتضی ان الذی دفعہ عمر الی علی وعباس ووقعت الخصومۃ فیہ ہو فدک فانہ قال فیہا وہی التی کانت فاطمۃ ادعت ان رسول اللہ اعطاہا فقال ابوبکر اریدبذلک شہودا فشہد لہا علی فطلب لہا شاہدا اخر فشہدت لہا ام ایمن فقال علمت یا بضعۃ رسول اللہ انہ لا یجوز الا بشہادۃ رجل وامراتین فانصرفت ثم ادی اجتہاد عمر الی ردہا لما ولی وفتحت الفتوح وکان علی یقول ان النبی جعلہا فی حیاتہ لفاطمۃ وکان العباس یابی ذلک فکانا یختصمان الی عمر فیابی ان یحکم بینہما ویقول انتما اعرف بشانکما۔ یعنی مجد نے ترجمۂ فدک میں بیان کیا ہے کہ مراد فدک سے وہی ہے جس کو حضرت عمر نے حضرات علیؓ وعباسؓ کو دیا تھا اور جس میں ان دونوں کا جھگڑا ہوا تھا۔ اس لئے کہ مجد نے فدک کا حال یہ بیان کیا ہے کہ فدک وہ ہے جس کا دعویٰ فاطمہؓ نے کیا تھا کہ رسول اللہؐ نے ان کو دیا تھا اور ابوبکر نے کہا تھا کہ میرے سامنے اس کے گواہ پیش کرو۔ اول حضرت علیؓ نے گواہی دی۔ پھر ابوبکر صدیقؓ نے دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے گواہی دی ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ اے جگر پارۂ رسول تم جانتی ہو کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے حق ثابت نہیں ہوتا اس کے لئے ایک مرد اور دو عورتیں ہونا چاہئیں حضرت فاطمہؓ یہ سن کر چلی گئیں۔ جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور فتوحات بہت ہونے لگے تو ان کی رائے اس کے لوٹا دینے کے لئے قرار پائی۔ حضرت علی تو یہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی حیات میں فاطمہؓ کو دیدیا تھا اور حضرت عباس اس سے انکار کرتے تھے پھر ان دونوں حضرات نے اس جھگڑے کو حضرت عمر کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے ان میں کچھ حکم کرنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ تم دونوں اپنے معاملات آپ ہی خوب جانتے ہو۔ اور کتاب الموافقہ ابن السمان کا اگرچہ نام لکھا ہے مگر اس کی عبارت خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب سے نقل کی

marfat.com

ہے اور وہ یہ ہے ۔ وقال ای ابن السمان فی کتاب الموافقہ فی ذکر فاطمۃ وابی بکر جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وھبھا لی فقال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکنی رایت رسول اللہ یقسمھا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منھا قوتکم فما تصنعین بھا قالت افعل فیھا کما کان یفعل فیھا ابی رسول اللہ ۔ یعنی ابن سمان کتاب الموافقہ میں جہاں ذکر فاطمہؓ اور ابوبکر کا کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضہ نے ابوبکر صدیق رضہ کے پاس آکر یہ کہا کہ مجھ کو فدک دے دو کہ وہ مجھے رسول اللہ صلعم نے ہبہ کر دیا تھا۔ ابوبکر رضہ نے جواب دیا کہ اے دختر رسول تم سچ کہتی ہو۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلعم کو اس میں سے تقسیم کرتے ہوئے اور فقراء اور مساکین اور مسافر کو دیتے ہوئے دیکھا ہے اور پہلے اس میں سے تمہاری قوت تم کو دے دیا کرتے تھے تو تم اس کو کیا کرو گی فاطمہ رضہ نے کہا کہ میں بھی اس میں وہی کروں گی جو میرے باپ رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے ۔

اور حاشیہ صلاح الدین رومی سے جو شرح عقائد پر ہے یہ عبارت نقل کی ہے ومن منع الارث وفدک بالنحلۃ وقع بین فاطمۃ وابی بکر بغض وتشاجر ولم تتکلم معہ مدۃ حیاتھا ۔ اور تفسیر کبیر سے یہ پیش کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں ۔ فلما مات صلعم ادعت فاطمۃ انہ صلعم کان نحلھا فدک فقال ابوبکر انت اعز الناس علی فقرا واحبھم الی غنی لکنی لا اعرف صحۃ قولک ولا یجوز ان احکم بذلک فشھد لھا ام ایمن ومولی رسول اللہ فطلب منھا ابوبکر الشاھد الذی یجوز قبول شھادتہ فی الشرع فلم یکن فاجری ابوبکر ذلک علی ما کان یجریہ فی رسول اللہ صلعم وینفق منہ علی کان ینفق علیہ رسول اللہ ویجعل ما یبقی فی السلاح والکراع ۔ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو فاطمہ رضہ نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ نے فدک مجھے دے دیا تھا ابوبکر رضہ نے کہا کہ فقر و مسکنت کو تمہارے لئے سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہوں اور غنی و تونگری کو تمہارے لئے سب سے زیادہ چاہتا ہوں لیکن آپ کے قول کی صحت کو میں نہیں جانتا اور نہ مجھے یہ جائز ہے کہ میں اس طرح پر

marfat.com

کوئی حکم دے سکوں پھر اُم ایمن اور ایک غلام رسول اللہ نے فاطمہؑ کے دعویٰ کی گواہی دی تو ابو بکر صدیق ؓ نے ان سے اور گواہ طلب کیا جس کی شہادت شرع میں قبول ہو سکے تو اور گواہ نہ ملا۔ تو انہوں نے فدک کے باب میں وہی حکم جاری رکھا جو رسول اللہؐ اس میں رکھا کرتے تھے اور انہیں لوگوں پر خرچ کرتے، جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے اور جو کچھ بچتا اس کو سلاح و ہتیار وغیرہ میں خرچ کرتے۔

اور ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی کی کتاب الاکتفا سے وہی روایت زید بن علی کی نقل کی ہے جو ابن شبہ سے دوسری کتابوں میں نقل کی گئی ہے۔

اور ابن حزم اندلسی کی کتاب محلی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ سادی ان علی بن ابی طالب شھد لفاطمه عند ابی بکر الصدیق ومعه ام ایمن نقال ابوبکر لو شهد معك رجل او امراة اخری لقضیت بها بذلك۔ اور ریاض النضرہ سے محب طبری کی یہ روایت نقل کی ہے۔ وعن عبد الله بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیه قال جاءت فاطمة الی ابی بکر فقالت اعطنی فدك فان رسول الله وهبها لی قال صدقت یا بنت رسول الله ولکنی رایت رسول الله یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها تونکم فما تصنعین بها الخ اور اس کے بعد اسی کتاب سے زید بن علیؓ کا وہ قول نقل کیا ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا۔ اور طبقات کبریٰ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے۔ اخبرنا محمد بن عمر ثنا هشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیه قالت (فاطمه) جاءتنی ام ایمن فاخبرتنی انه اعطانی فدکا کہ حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر صدیق ؓ سے کہا کہ ام ایمن میرے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فدک عطا کیا ہے۔

ان کتابوں کے سوا المتعۃ البیضا اور بحر الجواہر اور ناسخ التوارنخ اور کفایۃ الموحدین میں کوئی اور روایت منقول نہیں ہے جس کو ہم بیان کریں حالانکہ ان کتابوں میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔

الحاصل جو روایتیں اور اقوال ہم نے اوپر بیان کئے اور جن کے سوا ہم نے کوئی اور

marfat.com

قول اس دعویٰ کے ثبوت میں نہیں پایا اگرچہ تجزیہ کی جائیں تو وہ تین قسم کی معلوم ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن میں راویوں کے نام جیسا کہ روایت اور خبر کا قاعدہ ہے منقول ہیں، دوسرے وہ کہ جن میں تاریخی واقعات کے طور پر جیسا کہ مورخین کا قاعدہ ہے بلا سند اس دعویٰ کا ذکر ہے تیسرے وہ کہ ضمناً کسی اعتراض کے جواب میں یا کسی بیان کے ذیل میں اس دعویٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔

مگر جیسا کہ ہم چوتھے مقدمہ میں اس کتاب کے بیان کر چکے ہیں۔ ایسے معاملات کی شہادت میں وہی روایت پیش کی جا سکتی ہے جو بقاعدۂ احادیث اور اخبار کے بیان کی گئی ہو اور جس کی صحت بعد تنقیح اور رعایت ان اصول کے جو اخبار کی صحت کے لئے فریقین میں قرار دیئے گئے ہیں پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہو۔ مگر وہ اقوال اور قصے جو بغیر سند کسی روایت کے تاریخ کی کتابوں یا دوسری تصنیفات میں لکھے گئے ہوں جن کا نہ ماخذ معلوم ہو نہ جس کی سند بیان کی گئی ہو اس قابل نہیں ہوتے کہ ایسے مباحث میں ان پر کچھ بھی توجہ کی جائے گو وہ کتابیں کیسے ہی مشہور اور نامور شخص کی تصنیفات سے ہوں۔ اس لئے کہ جو واقعہ تیرہ سو برس پہلے گذرا ہو اس کی صحت قیاس سے تو ہو نہیں سکتی نہ کسی کا مجرد قول اس پر یقین کرنے کے لئے کافی ہے۔ وہ تو از قسم اخبار ہے اور خبر میں جھوٹ اور سچ دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے سچ ثابت کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اس کے بیان کرنے والوں کا سلسلہ وار بیان کرے اور وہ سلسلہ اس حد تک پہنچ جائے جس پر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے اور جس سے رویت یا سماعت اپنی بیان کی ہو اور پھر یہ بھی شرط ہے کہ اور راوی بھی ایسے ہوں جن پر بھروسہ ہو اور جن کی سچائی اور دیانت داری پر اطمینان۔ اگر ایسا سلسلہ موجود بھی ہو مگر راوی ایسے ہوں کہ جن کے حالات سے کچھ اچھی طرح آگاہی نہ ہو یا ایسے ہوں کہ جو مسائل مذہبی میں مختلف تھے اور جن پر یہ شبہ ہو کہ اپنے مذہب کی حمایت میں انہوں نے کوئی روایت پیش کر دی ہو گی یا ایسے راوی ہوں جن کی طبیعت شکی اور وہمی تھی یا حافظہ کے ضعیف یا مجہول تو ان کی روایتیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اور اگر ان میں کوئی راوی ایسا ہو جو جھوٹا یا حدیثوں کا بنانے والا بیان کیا گیا ہو تو اس کی روایت تو جھوٹی ہی سمجھی جائے گی۔ اور جس خبر میں روایت کا سلسلہ متصل نہ ہو بلکہ منقطع ہو تو وہ روایت شہادت سے خارج کرنے کے لائق ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں

marfat.com

کہ مشہور اور نامور علمائے امامیہ نے جو روایتیں اور اقوال دعوی ہبہ کے ثبوت میں پیش کئے ہیں اور جن سے اپنی تصنیفات کا حجم بڑھایا ہے اس میں ایک روایت بھی قسم اول کی نہیں ہے۔ اور اس لئے ایک بھی ان میں سے ایسے بڑے دعوٰی کی شہادت میں نہ پیش کرنے کے لائق ہے اور نہ سماعت اور قبول کے قابل۔

اب ہم ان روایتوں اور اقوال سے جو اوپر بیان کئے گئے بحث کرتے ہیں

ان روایات اور اقوال میں سے وہ روایتیں جن میں کچھ بھی راویوں کے نام بیان کئے گئے ہیں اور جن کو ہم نے قسم اول میں داخل کیا ہے چھ ہیں۔

ایک[1] وہ روایت ہے جو شافی میں بیان کی گئی ہے اور جس کو ابراہیم بن محمد ثقفی نے ابراہیم بن میمون سے اور انہوں نے عیسٰی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے اپنے پر دادا سے نقل کی ہے جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے ہبہ کا دعوٰی کیا اور ابوبکر صدیق نے انہیں سند بھی لکھ دی، مگر عمر فاروق نے اسے چاک کر دیا۔

دوسری[2]۔ جو شافی میں عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کے متعلق بیان کی ہے جس کو محمد بن زکریا غلابی نے اپنے شیوخ سے اور انہوں نے ابوالمقدام ہشام بن زیاد سے روایت کیا ہے۔

تیسری[3]۔ وہ روایت ہے جو طرائف میں واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن ولید سے بیان کی گئی ہے۔ جس میں خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک آل فاطمہ پہ رد کرنے کا بیان ہے۔

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۰۷، ۱۰۹ اس کتاب کا ۱۲ منہ [2] دیکھو صفحہ ۱۰۸ ۱۲ منہ

[3] دیکھو صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷ - ۱۲ منہ

marfat.com

چوتھی[1]۔ وہ روایت جو جواہر العقدین سید سمہودی اور صواعق محرقہ کے باب دوم اور کتاب وفا الوفا باخبار دار المصطفیٰ اور کتاب خلاصۃ الوفا اور کتاب ریاض النضرہ محب طبری اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے بیان کی گئی ہے اور جس کو حافظ ابن شبہ نے روایت کیا ہے۔ اور جس میں زید بن علی سے فدک کے متعلق سوال کرنے اور ان کے جواب کا ذکر ہے۔

پانچویں[2]۔ روایت ریاض النضرہ کی ہے جو عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور جس کو صاحب تشئید المطاعن نے نقل کیا ہے جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت سیدہؑ نے ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ پیغمبر خدا نے ان کو فدک عطا کیا تھا۔

چھٹی[3]۔ وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن میں طبقات کبری سے نقل کی ہے اور جس کو محمد بن عمر نے ہشام بن سعد سے اور انہوں نے زید بن اسلم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے بیان کی ہے۔ اور جس میں یہ بیان ہے کہ جناب سیدہ مع امیر المومنینؑ کے ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور اول اپنے میراث کا اور آخر میں ہبہ کا دعویٰ کیا اور فرمایا کہ ام ایمن نے مجھ سے کہا تھا کہ رسول خدا نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے۔

یہ چھ روایتیں ہیں جو بعد حذف تکرار اور نقل در نقل کے شیعوں کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور جن میں مسلسل یا منقطع سلسلہ راویوں کا بیان کیا گیا ہے۔ اب ہم ہر ایک روایت کی حقیقت کہ وہ کہاں تک اعتبار کے لائق ہے بیان کرتے اور اس بات کو دکھاتے ہیں کہ ان میں سے ایک روایت بھی ایسی نہیں ہے جو ذرا بھی توجہ کے لائق ہو یا جس کے جھوٹ ہونے میں کچھ بھی شبہ ہو۔

پہلی روایت کی نسبت اول تو یہی معلوم نہیں کہ شافی میں کس کتاب سے نقل کیا ہے اور یہ روایت سنیوں کی ہے یا شیعوں کی۔ لیکن اگر فرض کیا جائے کہ یہ سنیوں کی کسی کتاب سے لی گئی ہے تب بھی بلحاظ راویوں کے اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ بلکہ شیعوں کی روایت ہے۔ اس لئے کہ ابراہیم بن محمد ثقفی مجہولین سے ہیں اور ان کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۱۸ و ۱۲۷ ۱۲ منہ [2] دیکھو صفحہ ۱۲۷ اس کتاب کا ۱۲ منہ [3] دیکھو صفحہ و ۱۲۷ ۱۲ منہ

marfat.com

میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے ۔ ابراھیم بن محمد الثقفی قال ابن ابی حاتم هو مجھول وقال البخاری لم یصح حدیثه ۔

اور انہوں نے ابراہیم بن میمون سے روایت کی ہے ۔ اور ابراہیم بن میمون کا حال ہم ذکر ہبہ فدک اور شان نزول آیہ وآت ذا القربی حقه میں جہاں کنز العمال کی روایت سے جو عماد الاسلام میں ہے بحث کی ہے لکھ چکے ہیں کہ وہ اجلائے شیعہ سے ہیں اور منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو معتبر کتاب شیعوں کی ہے ان کی نسبت لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادق کے معتمد علیہ تھے اور سب متفق ہیں کہ وہ قابل اعتماد ہیں ۔

اور ابراہیم بن میمون نے عیسےٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے عیسےٰ بن عبداللہ کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے ۔ قال الدارقطنی متروك الحدیث وقال ابن حبان یروی عن آبائه اشیاء موضوعة کہ دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے ۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادا سے احادیث موضوع روایت کرتا ہے ۔ پس کیا اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایت شیعوں کی نہیں ہے یا کوئی بھی اسے روایت سنیوں کی کہہ سکتا ہے ۔ جس کے راوی باقرار علمائے امامیہ اجلائے شیعہ سے ہوں اور جن کی نسبت ان کی اسماء الرجال کی کتاب میں لکھا ہے ۔ و هو معتمد علیه وفاقا للجمیع ۔

دوسری روایت جوشافی میں منقول ہے اس کے اول راوی محمد بن زکریا غلابی ہیں اور یہ ضعیف اور حدیث کے وضع کرنے والوں میں سے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے ۔ و هو ضعیف وقال الدارقطنی یضع الحدیث ۔

اور انہوں نے ابو المقدام ہشام بن زیاد سے روایت کی ہے ۔ جن کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے هشام بن زیاد ابو المقدام البصری ضعفه احمد وغیره قال النسائی متروك وقال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات وقال ابوداؤد کان غیر ثقة وقال البخاری یتکلمون فیه ۔ کہ امام احمد وغیرہ نے ان کو ضعیفوں میں لکھا ہے اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہیں ۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ موضوع حدیثیں

marfat.com

ثقات کے نام سے روایت کرتے ہیں اور ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہیں۔ اور بخاری نے کہا کہ لوگ ان کی نسبت کلام کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔ جب ایسے ضعیف اور متروک الحدیث بلکہ حدیث بنا کے ثقات کی طرف منسوب کرنے والے راوی ہوں۔ تو اس حدیث کے جھوٹ اور غیر صحیح ہونے کی بالفرض اگر کوئی تصریح نہ کرے تاہم اس کی صحت کیونکر مانی جا سکتی ہے اور ان کی خبر کس طرح شہادت میں پیش ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ روایت ثابت بھی ہوتی اور صحیح بھی تب بھی اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبہ فدک کا دعویٰ کیا تھا۔ البتہ یہ ضمناً نکلتا ہے کہ جو کچھ شیخینؓ نے کیا وہ ٹھیک نہ تھا۔

اور اسی وجہ سے صاحب شافی نے اس روایت کو کچھ بہت قوی دلیلوں میں سے ثبوت میں دعویٰ ہبہ فدک کے خیال نہیں کیا۔ اس لئے کہ قاضی عبد الجبار نے مغنی میں لکھا تھا کہ عمر[1] بن عبد العزیز کا فعل یعنی فدک آل فاطمہؑ پر رد کرنا ہبہ فدک کے دعوی کو ثابت نہیں کرتا یعنی ہبہ کے طور پر رد کیا ہو بلکہ انہوں نے وہی عمل کیا جو عمر بن خطابؓ نے کیا تھا کہ حضرت امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دے دیا تھا تاکہ وہ اس کے غلے کو اسی موقع پر صرف کریں۔ جہاں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ایک مدت تک جناب امیر المومنینؑ نے کیا پھر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے اخیر سال میں واپس لے لیا۔ اسی طرح سے عمر بن عبد العزیز نے بھی کیا اور اگر ثابت بھی ہو کہ عمر بن عبد العزیز نے خلاف سلف کے کیا تو ان کا فعل قابل سند نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں جناب علم الہدیٰ شافی میں لکھتے ہیں کہ اول[2] تو ہم عمر بن عبد العزیز

---

[1] اصل عبارت یہ ہے فاما فعل عمر بن عبد العزیز فلم یثبت انہ ردہ علی سبیل النحل بل عمل فی ذلک ما فعلہ عمر بن الخطاب بان اقرہ فی ید امیر المومنین لیصرف غلاتہا فی الموضع الذی کان یجعلہا رسول اللہ فیہ فقام بذلک مدۃ ثم ردہا الی عمر فی آخر سنیہ وکذلک فعل عمر بن عبد العزیز ولو ثبت انہ فعل بخلاف ما فعلہ السلف لکان ہو المحجوج بقولہم وفعلہم واحد ما یقوی ما ذکرناہ ان الامر لما انتہی الی المومنین ترک فدک علی ما کانت ولم یجعلہا میراثا لفاطمۃ ۱۲ شافی صفحہ ۲۳۴

[2] فاما انکارہ ان یکون عمر بن عبد العزیز رد فدکا علی وجہ النحل ثم ادعاؤہ انہ فعل فی ذلک بمثل ما فعلہ عمر بن الخطاب من اقرارہا فی ید امیر المومنین لیصرف غلاتہا فی جہاتہا فاول ما فیہ انا لا نحتج علیہ بفعل عمر بن عبد العزیز علی وجہ وقع لانہ فعلہ لیس بحجۃ ولو اردنا الاحتجاج بہذا الجنس من الحجج لذکرنا فعل المامون فانہ رد فدک بعد ان جلس مجلسا مشہورا حکم فیہ بین خصمین نصبہما احدہما باقی صفحہ نمبر ۳۰۸

کے فعل پر کسی طرح سے بھی حجت نہیں کرتے، کیونکہ ان کا فعل کچھ حجت نہیں ہے۔ اور اگر ہم اس قسم کی باتوں سے احتجاج کریں اور اس طرح کی حجتیں اور دلیلیں لاویں تو ہم ماموں کے فعل کو بھی پیش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خلیفہ ماموں نے بھی ایک مجلس قائم کر کے اور مباحثہ کرا کے فدک کو واپس کیا تھا۔ سوائے اس کے صاحب مغنی عمر بن عبدالعزیز کے اس فعل کا انکار کرتے ہیں جو کہ اہل نقل میں بلا اختلاف معروف و مشہور ہے فقط۔ اور اس پر انہوں نے روایت محمد بن زکریا غلابی کی پیش کی ہے۔ جس سے ہم بحث کر رہے ہیں۔

اسی قصے کو عمر بن عبدالعزیز کے ابوہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح اور تشئید المطاعن میں بھی نقل کیا ہے اور ان تمام روایتوں کا ماحصل بھی صرف یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے فدک آل فاطمہ کو رد کر دیا اس سے کہیں یہ نہیں ثابت ہوتا کہ فدک کے ہبہ کا دعویٰ حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے سامنے کیا تھا۔ اس لئے یہ جتنی روایتیں پیش کی گئی ہیں وہ کچھ بھی مفید مطلب کے نہیں ہیں بلکہ برخلاف اس کے جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے مشکوٰۃ سے بروایت ابوداؤد لکھا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کا آل مروان کو جمع کر کے یہ کہنا ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس امر سے رسول اللہؐ نے فاطمہؑ کو منع کیا تھا میں کب اس کا مستحق ہو سکتا ہوں اس لئے میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اس کو اسی حال پر لوٹاتا ہوں جس حال پر کہ وہ رسول اللہؐ اور ابوبکر و عمر رضؓ کے زمانے میں تھا چنانچہ اصل روایت متعلق اس کے تحفہ میں منقول ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ۔

تیسری روایت جو طرائف میں واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن الولید سے نقل کی گئی ہے اور جس میں خلیفہ ماموں کے مجلس قائم کرنے اور فدک کے مقدمہ میں بحث کرنے اور آخرکار ایک رسالہ لکھ کر موسم حج میں شائع کرنے کا ذکر ہے وہ بھی سراپا جھوٹی اور شیعوں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۰۔ لفاطمۃ والاعرابی بحر ورد ہا بعد قیام الحجۃ ووضوح الامر و مع ذلک انہ انکر من فعل عمر بن عبدالعزیز ما ہو معروف مشہور بلا خلاف بین اہل النقل فبہ وقد روی محمد بن زکریا الغلابی عن شیوخہ عن ابی المقدام ہشام بن زیاد۔۱۲۔ (شافی صفحہ ۲۴۶)

marfat.com

کی بنائی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس کے راوی واقدی اور بشر بن غیاث ہیں جن میں سے ہر ایک کا حال ہم اوپر آیہ وآت ذا القربی حقہ کی بحث میں لکھ چکے ہیں کہ واقدی کذابین اور واضعین حدیث میں سے ہیں۔ اور بشر بن غیاث زنادقہ میں سے۔ اور اسی روایت کو عماد الاسلام میں مولانا دلدار علی صاحب نے طرائف سے نقل کیا ہے اور مجتہد سید محمد صاحب نے طعن الرماح میں اس کا ترجمہ لکھا ہے، اور ان دونوں مجتہدوں سے افسوس ہے کہ ایسے کاذبین اور واضعین حدیث اور زندیقین کی روایتیں پیش کر کے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ان کی روایتوں کو اہل سنت کے اخبار صحاح میں سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ کوئی روایت صحیح تو دعویٰ ہبہ کے متعلق ہے نہیں اس لئے اس قسم کی جھوٹی اور بنائی ہوئی باتوں کو جو جھوٹوں اور حدیث کے بنانے والوں کو زندیقوں نے اسلام میں رخنہ ڈالنے کے لئے مشہور کر رکھی ہیں طرح طرح سے پیش کرتے ہیں۔ کبھی کچھ سند کا حوالہ دے کر کبھی کسی کتاب کا نام لے کر کبھی کسی تاریخ سے نقل فرما کر۔ مگر ان کا جھوٹ کسی طرح چھپ نہیں سکتا اور جس رنگ میں وہ اُسے دکھائیں اصلی جلوہ نظر آجاتا ہے۔ ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش کہ من آں جلوۂ قدمی شناسم !!

چوتھی روایت وہ ہے جو جواہر العقدین سید سمہودی وغیرہ سے نقل کی گئی ہے۔ اور جس کو حافظ عمر بن شبہ نے نمیر بن حسان سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت پوری عماد الاسلام سے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ اس میں دو راویوں کے نام لکھے ہیں، ایک عمر بن شبہ دوسرے نمیر بن حسان۔ باقی راویوں کے مذکور نہیں ہیں۔ دیگر راویوں کے نام یا سید سمہودی نے چھوڑ دیئے ہوں، یا حضرات مجتہدین نے نقل کرنے میں تخفیف فرمائی ہو۔ مگر پتہ چلانے سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا اصلی ماخذ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید کی ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے اسے ابوبکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے اور وہ اصلی روایت یہ ہے کہ ابن ابی الحدید فرماتے ہیں۔ قال ابوبکر اخبرنا ابو زید قال ثنا محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال ثنا فضیل بن مرزوق قال ثنا البختری (غالباً نمبر ہوگا)

marfat.com

بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اھجن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع فدك من فاطمۃ فقال ان ابا بکر الخ باقی عبارت وہ ہے جو عماد الاسلام میں نقل کی گئی ہے اور جس کے آخر الفاظ جو انہوں نے چھوڑ دیئے تھے اُسے ہم نے اس کے بعد نقل کر دیئے ہیں۔ اس روایت میں آٹھ باتیں غور طلب ہیں۔ اول تو ابن ابی الحدید اس کے ناقل ہیں اور وہ خود معتزلی اور شیعی ہیں گو شیعوں نے ان کو علمائے اہل سنت سے بیان کیا ہے اور غرض اس سے یہ ہے کہ لوگوں کو دھوکا ہو اور انہیں علمائے اہل سنت سے سمجھ کر ان کی بیان کی ہوئی روایتوں سے لوگ شبہ میں پڑیں مگر معتزلی ہونا ان کا تو ایسا کھلا ہوا ہے۔ کہ اس سے کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا اور ان کے تشیعہ ہونے یا کم سے کم شیعوں کے سے عقائد رکھنے پر ان کی کتاب شرح نہج البلاغت شاہد ہے۔ دوسرے اس روایت کو ابن ابی الحدید نے ابو بکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے۔ اور یہ کتاب کہ آیا ابو بکر جوہری کی ہے یا نہیں، یا کوئی کتاب اس نام کی ہے بھی یا نہیں، خود معرض بحث میں ہے اور سوائے ابن ابی الحدید کے کسی اور مشہور عالم نے نہ اس کا ذکر کیا ہے، نہ کسی مشہور کتاب میں اس سے کچھ لیا گیا ہے اس لئے ایسی گم نام کتاب کی روایت کب قابل اعتنا اور لائق توجہ ہے ہم کو اس روایت کے پیش کرنے پر نہایت تعجب آتا ہے، کیونکہ مولانا دلدار علی صاحب نے محجاج السالکین کی روایت پیش کرنے سے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم پر نہایت غصہ ظاہر فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ تا حال نام ایں کتاب بگوش کسی از شیعیان نرسیدہ و بکتاب مجہول کہ مصنف آن نیز مجہول ست احتجاج و استدلال نتوان نمود چہ مستبعد ست کہ نام کتاب را خودش بدروغ ساختہ باشد پس در مقابلہ آں اگر کسی بگوید کہ در اعوجاج الھالکین شخصے از مروم بخارا نوشتہ کہ ابو بکر اعتراف بکفر خود کردہ می تواند گفت و بالفرض اگر کتابی مسمی بایں اسم از

ہ اب تک اس کتاب کے نام سے کسی شیعہ کا کان واقف نہیں اور ایک مجہول کتاب ہے جس کا مصنف بھی غیر معروف ہے کسی قسم کا استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ ممکن ہے کہ جھوٹ موٹ ایک کتاب کا نام یہ گھڑ لیا ہو۔ اس دروغ ساختہ کے مقابلہ میں اگر کوئی کہے کہ اعوجاج الھالکین میں ایک بخاری نے لکھا کہ ابو بکر نے اپنے کافر ہونے کا خود اقرار کیا ہے، تو ایسا کہا جا سکتا ہے اور اگر بفرض محال محجاج السالکین نامی کوئی کتاب شیعوں کی ہو اور اس میں یہ روایت بھی موجود ہو تب بھی یہ کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ اسے سنیوں کی کتاب سے نقل کیا گیا ہے اور انکے شرار نے دیدہ یا دانستہ شیعوں پر فریب کا الزام نہ لگایا ہو۔

marfat.com

کتب شیعہ بودہ باشد و ایں روایت دراں مندرج پس از کجا معلوم شد کہ نقل از کتب اہل سنت نکردہ باشد و ایں ناصب و خواجۂ او ندیدہ یا دیدہ و دانستہ عذر و فریب تا سیا با ماہیہ النادرین نمودہ باشند انتہی صفحہ ۵۲ صوارم ۔ اور سید محمد صاحب نے طعن الرماح میں خطبہ بنت ابی جہل کی روایت کی نسبت سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے کلام کو نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ ھذا الخبر باطل موضوع غیر معروف ولا ثابت عند اھل النقل و انما ذکرہ الکرابیسی طاعنا بہ علی امیرالمومنین و معارضا بذکرہ لبعض شیعتہ من الاخبار فی اعدائہ وھیہات ان یشتبہ الحق بالباطل ۔ بعد ازاں کلامی کہ فرمودہ است[1] محصل آں این ست کہ اگرامری دیگر دریں روایت نبودہ باشد پس ہمیں کہ راوی آں کرابیسی است داد معلن بعداوت اہل بیت و ناصبی شقی بودہ کافی ست در توہین و تکذیب آں صفحہ ۳۹ طعن الرماح ہم امید کرتے ہیں کہ حضرات شیعہ جو کچھ ان دو مجتہدوں نے فرمایا اسی کو ہماری طرف سے سمجھیں گے اور بہ تبدیل الفاظ ہمارے اس کہنے کو گوش دل سے سن کر اُسے تسلیم کریں گے ۔ اور ایسی روایتوں کے جھوٹے ہونے میں شبہ نہ فرمائیں گے ۔ تیسرے ابوبکر جوہری نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ روایت ابوزید سے لی ہے ۔ اور ابوزید کنیت ہے عمر بن شبہ کی جیسا کہ تقریب میں بیان کیا گیا ہے "عمر بن شبہ بن عبیدہ بن زید النمیری ابو زید"، اور گو عمر بن شبہ معتبرین سے ہیں مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ حقیقت میں ابوبکر جوہری نے جو روایت ان سے بیان کی ہے اور ابوبکر جوہری کے نام سے جو کچھ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے وہ جعل سے خالی ہے تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں جہاں عمر بن شبہ بن عبیدہ سے روایت سننے والوں کا نام ہے وہاں ابوبکر جوہری کا نام ہم ان مشاہیر میں سے نہیں پاتے جنہوں نے عمر بن شبہ سے سنا تھا جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی لکھتے ہیں۔ عمر بن شبہ بن عبیدۃ الحافظ العلامۃ الاخباری ابوزید النمیری البصری صاحب التصانیف عن یوسف بن عطیۃ الی قولہ وعنہ ابن ماجتا

---

[1] اس کے بعد جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دوسری بات اس روایت میں نہ ہوتی تو یہی کہہ دینا کافی تھا کہ اس کا راوی ایک معمولی شخص ہے جو اہل بیت کی عداوت کا اعلان کرتا ہے ۔ اور ان کی تکذیب و توہین کرنے والا یہ شخص شقی اور بدبخت ہے ۔

marfat.com

وابن صاعد والمحاملی ومحمد بن احمد الاثرم ومحمد بن مخلد وخلق۔ فقط اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر جوہری نے گو حافظ عمر بن شبہ سے سنا ہو مگر وہ مشاہیر میں سے نہیں ہیں اور اسی لئے ابوبکر جوہری کا مستقل ترجمہ اور ان کا حال ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ البتہ ابوالفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی نے جوہری سے روایتیں کیں ہیں اور اس میں جوہری کی روایتیں عمر بن شبہ بلکہ صرف انہیں سے پائی جاتی ہیں مگر ان کو مشاہیر محدثین اور ائمہ میں سے کہنا سراسر غلط ہے۔ اور ابوالفرج اصفہانی شیعہ تھا اور علمائے شیعہ نے باوجود زیدیہ ہونے کے اُسے علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے جیسا کہ مرزا محمد باقر بن حاجی زین العابدین موسوی نے جن کو زبدۃ المجتہدین اور حجۃ الاسلام والمسلمین کہا گیا ہے اپنی کتاب روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات کے صفحہ ۸، ۴۷ مطبوع ایران ۱۳۰۷ھ ہجری میں اس طور پر لکھا ہے ں بن الحسین ابوالفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی۔ ذکرہ مولینا العلامۃ الحلی فی خلاصتہ فی القسم الثانی فقال انہ شیعی زیدی واوردہ صاحب الامل ایضا فی عداد علماء الشیعۃ وکان عالما روی عن کثیر من العلماء۔ وکان شیعیا خبیرا بالاغانی والآثار والاحادیث المشہورۃ والمغازی انتہی وکان اشتہار تشیعہ بین جماعۃ من اصحابنا من جہۃ مداناۃ مذہب الشیعۃ مع الزیدیۃ و مشارکتہما فی القول بان الامامۃ غیر خارجۃ عن الفاطمیۃ۔ جو تھے ابوزید نے اسکو محمد بن عبداللہ بن الزبیر سے روایت کیا ہے اور یہ حضرت شیعہ تھے جیسا کہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال العجلی کوفی ثقۃ یتشیع وقال ابوحاتم لہ اوھام اور انہوں نے فضیل بن مرزوق سے روایت کی ہے۔ اور فضیل بن مرزوق کا حال ہم بحث آیہ وآت ذاالقربی حقہ میں مفصل لکھ چکے ہیں کہ وہ پکے شیعہ تھے۔ اور انہوں نے نمیر بن حسان سے روایت کی ہے مگر اس میں غلطی معلوم ہوتی ہے خواہ وہ چھاپے کی ہو یا نقل کی۔ اس لئے کہ عماد الاسلام اور طعن الرماح میں ان کا نام نمیر بن حسان لکھا ہے اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید میں البختری بن حسان۔ مگر ہم کو ان دونوں ناموں میں سے کوئی نام تقریب اور تہذیب اور تذہیب اور میزان الاعتدال میں نہیں ملا۔ بہرحال اگر اور تمام راوی ثقہ اور صدوق بھی ہوتے مگر جب کہ اس روایت میں فضیل بن مرزوق داخل ہیں تو یہ

marfat.com

روایت۔ بجز اس کے کہ یہ روایت شیعوں کی سمجھی جائے اور کچھ نہیں خیال کی جا سکتی۔ اگر سارے سلسلہ میں ایک راوی بھی جھوٹا اور متہم اور مخالف العقیدہ ہو تو ساری روایت باطل اور جھوٹی سمجھی جاتی ہے۔ اور علاوہ اس کے اخیر راوی اس کے خواہ نمیر بن حسان ہوں یا بختری بن حسان خود ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب بڑے کٹے شیعہ اور دشمن صحابہ تھے اس لئے کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے پوچھا کہ میری خواہش یہ تھی کہ اس سے ابوبکرؓ کے فعل پر عیب لگاؤں۔ اور اس کی برائی کروں۔ اس لئے کہ اس نے اہجن کا لفظ استعمال کیا ہے اور تہجین کے معنی منتہی الارب میں ہیں۔ زشت وعیب ناک گردانیدن۔ اور قاموس میں ہے۔ الھجنۃ من الکلام ما یعیبہ والھجین اللئیم والتھجین التقبیح۔

پانچویں روایت جو تشئید المطاعن میں ریاض النضرہ سے نقل کی ہے۔ اس کے راوی عبداللہ بن ابوبکر بن عمرو بن حزم ہیں اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس میں اس روایت کا نہ سر ہے نہ دم اس لئے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عبداللہ بن ابی بکر سے کس نے یہ روایت کی ہے اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابی بکر کے باپ نے کس سے اس روایت کو سنا ہے جب تک کہ پوری روایت اور تمام راوی بیان نہ کئے جائیں اس قسم کی روایتوں پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔

چھٹی وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن میں طبقات کبری سے نقل کی ہے اس کے راوی محمد بن عمر ہیں اور انہوں نے ہشام بن سعد سے اور ہشام بن سعد نے زید بن اسلم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اس میں راوی اول محمد بن عمر ہیں اور یہ وہ ہیں جو واقدی کے نام سے مشہور ہیں اس لئے کہ یہی ہشام بن سعد ہیں اور ہشام بن سعد زید بن اسلم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔
اس میں راوی اول محمد بن عمر ہیں اور یہ وہ ہیں جو واقدی کے نام سے مشہور ہیں اس لئے کہ یہی ہشام بن سعد ہیں اور ہشام بن سعد زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ اور واقدی کا حال اور ان کے تمام صفات ہم اوپر آیہ وآت ذالقربیٰ

خفر کی بحث میں مفصل لکھ چکے ہیں کہ وہ حدیثوں کے بنانے والوں میں سے ہیں۔ اور کسی بات میں ان کی کوئی روایت حدیث یا انساب یا کسی چیز میں بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور ایسے متروک الحدیث ہیں کہ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے ان کی نسبت لم استق ترجمتہ ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ لکھ کر ان کا ترجمہ نہیں لکھا۔ دوسرے راوی ہشام بن سعد ہیں ان کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ کان یحیی بن القطان لایحدث عنہ وقال النسائی ضعیف اور تقریب میں لکھا ہے لہ اوھام ورمی بالتشیع اور تہذیب میں ہے۔ قال ابوحاتم یکتب حدیثہ ولایحتج بہ۔

قسم اول کی روایتوں کا حال اب ہم بیان کر چکے اور ان کے راویوں کا غیر معتبر اور جھوٹا ہونا ثابت کر دیا۔ اور اس لئے ان روایتوں پر وہ مقولہ صادق آتا ہے جو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا ہے کہ خبر غیر صحیح چوں گوز شتر ست۔ اب باقی رہیں اور اقسام کی روایتیں اُن کی نسبت اگرچہ ہم کو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم یہ تفصیل چوتھے مقدمہ میں اس کتاب کے بیان کر چکے ہیں کہ ایسے واقعات کے متعلق کسی کی رائے یا کسی کا قیاس یا کسی کا بیان اس واقعہ کی صحت اور تصدیق کے لئے کافی نہیں ہے گو اس کا بیان کرنے والا کسی فن کا امام ہو اور گو وہ بڑا مشہور عالم اور کسی خاص علم میں بڑا ماہر اور نامی ہو۔ ان واقعات کی تصدیق کے لئے روایت متصل السند اور صحیح السند ہونی چاہیئے۔ اگر ہزار عالم غلطی یا بے خبری یا ناواقفیت یا بے خیالی سے کسی واقعہ کا اس طور پر ذکر کریں کہ اس سے اس واقعہ کی تصدیق بظاہر پائی جاتی ہو تو واقعہ کی تصدیق کے لئے کچھ مفید نہیں ہے۔ بیش ازیں نیست کہ یہ خیال کیا جائے کہ اس عالم نے اس خبر کی تحقیق اور تنقیح نہیں کی اور بغیر غور اور تحقیق کے اسے لکھ دیا۔ خصوصاً متکلمین کہ جو اعتراضوں کے جواب دینے میں بہت کچھ رائے اور قیاس کو دخل دیتے ہیں اور جواب دینے کے خیال میں پڑ جاتے ہیں اور علی سبیل التسلیم والفرض جواب دینے لگتے ہیں جس سے مخالفین کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ روایت صحیح ہے اور ایسے شبہ کو دھکا دینے کیلئے پرزور تقریروں میں ظاہر کرتے ہیں۔ یہی حال ان اقوال کا ہے جو علمائے امامیہ نے اس باب میں نقل کئے ہیں۔ اور نہ ہونا مسلسل روایت کا اس کے عدم صحت کے ثبوت میں کافی ہے مگر ہم اپنی کتاب کے ناظرین کے

marfat.com

اطمینان کے لئے ان اقوال سے بھی بحث کرتے ہیں تاکہ یہ ناقلین کی بے اعتباری یا ان کی عدم واقفیت یا ان کا فن حدیث سے ماہر نہ ہونا معلوم ہوجائے کہ یہی وجوہ ہیں جن سے اس قسم کی روایتیں کتابوں میں درج ہوگئیں اور علمائے امامیہ کو عوام کو مغالطے میں ڈالنے کا موقع ملا۔

اس قسم کی روایتیں شافی سے لے کر طعن الرماح کے زمانے تک جو کچھ بیان کی گئی ہیں وہ اوپر ہم نقل کر چکے۔ اب ہم ان کا مختصر حال لکھتے ہیں وہ روایتیں یہ ہیں۔

(۱) واقدی کی روایت جو علامہ حلی نے کتاب کشف الحق میں نقل کی ہے اور جس کا یہ خلاصہ ہے کہ ابوبکر صدیق رض نے حضرت فاطمہ رض کے دعوے پر انہیں سند لکھ دینے کا ارادہ کیا، مگر حضرت عمر رض مانع ہوئے۔

(۲) معجم البلدان کی روایت جس کو احقاق الحق میں بیان کیا ہے۔ اور جس میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے رد فدک کا حال ہے۔

(۳) روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا کی ہے جو احقاق الحق میں نقل کی گئی ہے، اور جس میں عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کا ذکر ہے۔

(۴) ابوبکر جوہری کی روایت شرح نہج البلاغت سے جس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے ابوبکر صدیق رض سے کہا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا۔

(۵) صواعق محرقہ کی روایت متعلق دعوی ہبہ کے ہے جس کو عماد الاسلام اور طعن الرماح اور تشئید المطاعن میں نقل کیا ہے۔

(۶) ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر کی روایت ہے جس میں دعوی ہبہ کا بیان ہے۔

(۷) معارج النبوت و مقصد اقصی اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا کی روایت ہے۔

اب ان روایتوں کا حال سنیئے کہ واقدی کی روایت محتاج بیان نہیں۔ واقدی کا حال اس تفصیل سے ہم لکھ چکے ہیں کہ ہر شخص اس کی روایت کو جھوٹی سمجھے گا اور اس روایت کے پیش کرنے والے پر تعجب کرے گا۔

marfat.com

معجم البلدان کی روایت جس میں عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا ذکر ہے۔
اس کی پوری بحث ہم طرائف کی روایت میں کر چکے ہیں اور مامون کے رد فدک کی حقیقت ہم نے تفصیل سے اس طرح پر بیان کر دی کہ اس کے غلط ہونے میں یقیناً کسی کو شبہ نہ رہے گا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں متعلق فدک صرف ایک روایت[1] ہے احوال عمر بن عبد العزیز میں حاصل اس کا یہ ہے کہ مغیرہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے بنی مروان سے کہا کہ فدک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اس سے بنی ہاشم کے بچوں کی اور بیواؤں کی اعانت کرتے تھے۔ فاطمہؓ نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا۔ اسی طرح ابوبکر وعمر کے زمانے میں رہا مروان نے اس کو جاگیر بنا لیا پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں فدک کو اس طرح کرتا ہوں جیسا کہ زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا انتہی ملخصاً۔

چونکہ تاریخ الخلفاء میں سوائے اس ایک روایت کے اور کوئی روایت متعلق فدک نہیں ہے اور یہ روایت صریح بتا رہی ہے کہ فاطمہؓ نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا اور فدک کی آمدنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس مصرف میں صرف فرماتے تھے شیخینؓ بھی اسی مصرف میں اُسے خرچ کرتے تھے جس سے ہبۂ فدک و دعویٰ ہبہ فدک بیخ و بن سے منہدم ہو گیا۔ لہذا ہبۂ فدک یا دعویٰ ہبۂ فدک پر تاریخ الخلفاء سے سند پیش کرنے کی نسبت سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ ارباب علم بلکہ اصحاب حیا کی شان سے بعید ہے۔ علاوہ اس کے تاریخ الخلفاء میں بیان حال یا غیر صحیح روایت نہ لکھنے کا التزام نہیں ہے لہذا بجز ناقد بصیر اہل حق کے دوسرا کوئی اس سے استدلال نہیں کر سکتا ہے۔

ابوبکر جوہری کی روایت جو شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح میں نقل کی ہے، اس میں

---

[1] اصل الفاظ روایت یہ ہیں۔ وعن مغیرۃ قال جمع عمر حین استخلف بنی مروان فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک ینفق منہا ویعول منہا علی صغیرۃ بنی ہاشم ویزوج منہا ایمہم وان فاطمۃ سالتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت کذلک حیوۃ ابی بکر ثم عمر ثم قطعہا مروان، ثم صارت لعمر بن عبد العزیز فرایت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فلیس لی بحق وانی اشہدکم انی قد رددتہا علی ما کانت علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۵ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ۱۳۰۴ ہجری۔

جناب مجتہد صاحب نے راوی کا نام چھوڑ دیا ہے تاکہ دیکھنے والے کو کوئی موقع روایت کی اصلیت دریافت کرنے کا نہ ملے مگر اصل کتاب یعنی شرح نہج البلاغت پر رجوع کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کے راوی ہشام بن محمد کلبی ہیں اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جیسا کہ شرح نہج البلاغت جلد دوم مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۹۵ میں اصل روایت یوں لکھی ہے۔ قال ابوبکر و روی هشام بن محمد عن ابیه قال قالت فاطمه لابی بکر ان ام ایمن تشهد الخ (باقی عبارت وہ ہے جو طعن الرماح سے اوپر ہم نقل کر چکے) اور ہشام بن محمد کلبی کے خطاب سے مشہور ہیں اور ان کے باپ بھی اسی لقب سے معروف۔ اور یہ باپ بیٹے نہایت کٹے شیعہ اور جھوٹے اور غیر مستند تھے۔ چنانچہ ان کے باپ کا حال جو ابو ہشام کلبی سے بھی مشہور ہیں بحث آیہ وآت ذالقربی حقہ میں اوپر ہم لکھ چکے ہیں ان کی روایت کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت زرارہ اور احول اور مومن الطاق کی روایتوں کا پیش کرنا۔ اگر زرارہ احول کی روایتیں سنیوں پر حجت ہو سکتی ہوں تو ہشام بن محمد کلبی اور ابو ہشام محمد بن السائب کلبی یعنی ان باپ بیٹوں کی روایتیں بھی ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

صواعق محرقہ کی ایک روایت تو وہ بیان کی گئی ہے جس میں زید بن علی سے سوال کرنے اور ان کے جواب دینے کا ذکر ہے اس کی حقیقت ہم اوپر بیان کر چکے۔ دوسرے ایک مقام پہ انہوں نے ہبہ کے دعویٰ کا یہ جواب دیا ہے کہ نصاب شہادت نہیں تھا۔ اس میں صاحب صواعق محرقہ نے ہبہ کے دعوے کی روایت سے بحث نہیں کی صرف علی سبیل التسلیم والفرض اس کا جواب دیا ہے۔ اور یہ عادت متکلمین کی ہے۔ اس میں انہوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ یہ روایت صحیح ہے جس طرح پر کہ انہوں نے اس کی تکذیب بھی نہیں کی غایت مافی الباب یہ ہے کہ انہوں نے اس روایت کی اصلیت نہیں تحقیق کی اور اس طور پہ جواب دیا ہے جس سے ضمناً اس دعویٰ کے پیش کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور یہ امر اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح ہو۔ روایت کی تصحیح تو روایت کے بیان اور راویوں کی تنقیح پر منحصر ہے۔ اور ہم اوپر نہایت مدلل طور پر اصل روایت کی تکذیب ثابت کر چکے۔

ملل ونحل شہرستانی اور مواقف کے قولوں کو نقل کرنے سے سوائے کتاب کے حجم بڑھانے کے اور کچھ فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ ملل ونحل میں شہرستانی نے کسی روایت کا بیان نہیں کیا صرف یہ دو لفظ لکھے ہیں کہ تیسرا اختلاف امر فدک میں ہے اور پیغمبر خدا صلعم کے ارث میں اور فاطمہؑ کے دعوٰی

marfat.com

کی نسبت کر کبھی وراثتاً کیا اور کبھی ملکیت کا پس یہ دو لفظ کہ تارۃً وراثتاً و تملیکاً اخری کچھ اصل روایت کو ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ غور کرنے سے تملیکاً اخری کے الفاظ بھی مشتبہ معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر خلاف تھا تو توریث میں یعنی اس مسئلہ میں کہ آیا پیغمبر خدا صلعم کے متروکہ میں میراث جاری ہو سکتی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ نہیں تھا کہ کوئی شخص اپنی ملکیت پر قابض رہ سکتا ہے یا نہیں اس لئے اس موقع پر الفاظ دعوئے فاطمہؑ وراثۃً و تملکاً آخری مہمل اور بے معنی ہیں۔ سوائے اس کے جو دلیل بیان کی ہے حتی دفعت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعوی کے نہ سنے جانے کی حدیث نحن معاشر الانبیاء ہے۔ اور یہ متعلق بمیراث ہے نہ متعلق بہبہ و تملیک۔ تملیکاً اخری کے دعویٰ کے ثابت کرنے کیلئے یہ بھی لکھنا ضرور تھا کہ اس وجہ سے یہ دعویٰ نہ سنا گیا کہ شہادت پوری نہیں ہوئی۔ بہر حال ہر ایک غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ ہی مہمل اور بے معنی ہیں۔ علاوہ بریں ملل و نحل کے لکھنے والے شہرستانی ان بزرگوں میں سے ہیں جو خود عقائد میں متہم ہیں جیسا کہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے۔ بل یمیل الشہرستانی کثیرا الی اشیاء من امورھم بل یذکرا حیانا اشیاء من کلام الاسماعیلیۃ منہم و یوجھہ ولھذا اتھمہ بعض الناس بانہ من الاسماعیلیہ وقد یقال ھو مع الشیعۃ بوجہ و مع اصحاب الاشعری بوجہ و بالجملۃ فالشہرستانی یظہر المیل الی الشیعہ ولا یحتج بہ الا من ھو جاھل وان ھذا الرجل یعنی الشہرستانی کان لہ بالشیعہ الماع واتصال وانہ دخل فی اھواءھم بماذکرہ فی ھذا الکتاب یعنی الملل والنحل۔ یعنی شہرستانی اکثر شیعوں کی باتوں کی طرف میل کیا کرتا ہے بلکہ کبھی شیعوں کے فرقہ اسمعیلیہ باطنیہ کا کلام ذکر کرتا ہے پھر اسی کی توجیہ بیان کرتا ہے اس سے بعض لوگوں نے اس کو اسمعیلیوں میں متہم کیا ہے۔ اور کبھی لوگ بھی کہتے ہیں کہ وہ ایک طرح سے شیعوں کے ساتھ ہے اور ایک طرح سے اہل سنت کے ہم خیال ہے۔ غرضکہ شہرستانی کا میل شیعوں کی طرف ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس سے جاہل شخص ہی احتجاج کر سکتا ہے۔ اس شہرستانی کو شیعوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور ان کے خیالات فاسدہ میں سرشار۔

مواقف اور شرح مواقف کے قول جو نقل کئے گئے ہیں وہ خود اس قول کی تضعیف کرتے ہیں اس لئے کہ اس نے فان قیل کے لفظوں سے شروع کیا ہے۔ اور طالب علم تک اس بات کو

marfat.com

جانتے ہیں کہ یہ لفظ قول ضعیف کے ذکر میں استعمال کیا جاتا ہے اور بالفرض والتقدیر او رعلی سبیل التسلیم جواب دینے کے مقام میں، علاوہ بریں صاحب مواقف اور اس کے شارح بلا شبہ علمائے متکلمین اہل سنت سے ہیں مگر حدیث وخبر میں مجرد ان کا قول قابل سند نہیں ہے۔ غایتہ مافی الباب ان عالموں کا درجہ سنیوں میں ایسا سمجھ لینا چاہیے جیسا کہ خواجہ نصیر الدین طوسی کا شیعوں میں ہے صرف خواجہ نصیر الدین طوسی کی روایتوں اور حدیثوں کو کوئی عالم علمائے شیعہ سے مستند اور قابل استدلال نہیں مانے گا۔ جب تک کہ وہ حدیث نقل نہ کرے یا کسی حدیث صحیح پر ان کا قول مبنی نہ ہو۔ گو وہ کیسے ہی فلسفی اور معقولی اور متکلم تھے۔ اور شارح مواقف کا یہ کہنا کہ والصحیح ام ایمن اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں بلکہ اس بات پر دال ہے کہ صحیح یہ ہے۔ کہ اس جھوٹی روایت کے بنانے والے کا لفظ ام کلثوم نہیں ہے بلکہ اس ذات والاصفات کا لفظ بجائے ام کلثوم کے ام ایمن ہے نہ ام کلثوم اس لئے انہوں نے ام کلثوم کے بعد یہ کہا کہ والصحیح ام ایمن۔ اور اس سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے جس سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے کہ صاحب مواقف کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ علمائے شیعہ نے ام ایمن کا نام لکھا ہے، یا ام کلثوم کا اور غلطی سے وہ ام کلثوم لکھ گئے اور چونکہ شارح مواقف اوّل شیعہ تھے اور بعد اس کے سُنی ہوئے اس لئے ان کو ان روایات پہ خوب اطلاع تھی، ان کو یہ غلطی بادی النظر میں معلوم ہو گئی اور اس کی اصلاح کر دی۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے کل روایت کی صحت ثابت کی اور اگر وہ اپنے نزدیک اس روایت کو صحیح سمجھ کر بھی بیان کرتے اور تسلیم کیا جائے کہ انہوں نے اسی لئے بیان کیا ہے تو وہ ان کا خیال ہے اور اس کا جواب صاف ہے کہ وہ خیال ان کا غلط تھا اس لئے کہ یہ چیزیں قیاسی نہیں ہیں بلکہ خبر سے متعلق ہیں اور خبر کے لئے اس کی تصدیق ضرور ہے۔ واذلیس فلیس۔

امام رازی کی نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر سے بھی روایت کی صحت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس میں بھی امام رازی نے جواب اعتراض کا دیا ہے اور تنقیح اصل دعوے کی نہیں کی اور نہ تصحیح اس بات کی کہ روایت جس میں ذکر ہبہ کا ہے شیعوں کی ہے یا سنیوں کی اور اس طرح کے جواب دینے سے کسی عالم کے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح اور ثابت ہو اور نہ یہی

marfat.com

سبب ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں بھی جس کا حوالہ طعن الرماح اور تشئید المطاعن میں دیا ہے بحث روایت سے نہیں کی اور اس کی تصحیح و تنقیح کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ معقولی اور فلسفی تھے اور ایسے مباحث میں معقولی متکلمین کسی طرح نفس مطلب پر رجوع کرنے اور اعتراض کو مانا ہوا تسلیم کر کے اس کا جواب دیتے ہیں وہ ان محدثین اور محققین میں سے نہیں ہیں جن کا قول اخبار اور احادیث میں سند ہو اور خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ضمناً ان کے جواب دینے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہو کہ وہ اس روایت کی تکذیب پر متوجہ نہیں ہوئے۔ اور ہم از روئے اصول مقررہ فریقین کے یہ بات اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اخبار و احادیث میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے گو وہ کیسا ہی مشہور عالم اور مصنف اور محدث ہی کیوں نہ ہو، بلکہ اصل خبر اور نفس روایت دیکھنے کے لائق ہے اور جن راویوں سے وہ بیان کی گئی ہے ان کے حالات کی تنقیح لازم ہے۔ اگر راوی ثقہ معتبر ہوں اور ان پر کوئی الزام نہ لگایا گیا ہو وہ البتہ لائق لحاظ کے ہے۔ اور پھر اس میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ خبر احاد میں سے ہے یا مشہور اور دوسرے صحیح اخبار اور مستند روایتوں کے متناقص ہے کہ نہیں، اور یہ کلام محققین اور اہل فن کا ہے اس لئے چند عالموں کی کتابوں میں سے چند عبارتیں نقل کر دینے سے مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

اگر کوئی حضرات امامیہ سے یہ کہے کہ ایسے مشہور عالموں کی روایتوں کے نہ ماننے سے جو کہ ائمہ اہل سنت سمجھے جاتے ہیں باب مناظرہ ہی بند ہو جاتا ہے اور صرف یہ جواب کہ وہ حدیث میں ماہر اور نقاد نہ تھے یا باوجود محدث ہونے کے ان سے خطا ہو گئی یا انہوں نے غلط اور ضعیف روایت کو تسلیم کر لیا اسے چاہئے کہ اس کتاب کا چوتھا مقدمہ غور سے پڑھے کہ اس سے اس کو اس قسم کے خیالات کا کافی اور تسلی بخش جواب ملے گا۔

جو شہادت ہمارے یہاں کی کتابوں سے حضرات امامیہ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے فدک کے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا پیش کی تھی اس کی حقیقت کہ وہ کہاں تک قابل ماننے کے ہے، بہ تفصیل ہم نے بیان کر دی۔ اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ خود شیعوں کی روایتیں متعلق اس دعویٰ کے ایسی متناقص اور مختلف ہیں کہ ان کا باہمی تناقص اور اختلاف ان کے دعویٰ کو باطل کرتا ہے۔

marfat.com

تناقض اور اختلاف جو شیعوں کی ان روایتوں میں ہے جس میں ہبہ فدک کے دعوی کا ذکر کیا گیا ہے!

تناقض ثابت کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اول ہم شیعوں کی روایتیں جو متعلق دعویٰ ہبہ فدک کے ہیں بیان کریں، پھر ان کا تناقض دکھائیں مفصلہ ذیل روایتیں شیعوں نے اس کے متعلق بیان کی ہیں۔

(۱) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲ ذیل عنوان احتجاج امیرالمومنین ؑ علی ابی بکر و عمر لما منع فاطمۃ الزہراء فدک بالکتاب والسنۃ میں بسند حماد بن عثمان امام جعفر صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے اور تمام مہاجرین وانصار پر پوری طور سے انکی حکومت قائم ہو گئی تو انہوں نے فدک پر اپنا آدمی بھیجا اور اس نے حضرت فاطمہ ؑ کے وکیل کو نکال دیا تب حضرت فاطمہ ؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کیوں تم مجھے میرے باپ کی میراث سے محروم کرتے ہو اور کیوں میرے وکیل کو فدک سے نکال دیا اس پر انہوں نے ان سے گواہ مانگے[1]! اور اسی روایت میں بعد بیان شہادت کے لکھا ہے کہ ابوبکر ؓ نے فاطمہ ؓ کو

---

[1] اصل عبارت یہ ہے عن حماد بن عثمان عن ابی عبداللہ قال لما بویع ابوبکر واستقام لہ الامر علی جمیع المہاجرین والانصار بعث الی فدک من اخرج وکیل فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم منہا فجاءت فاطمۃ الی ابی بکر ثم قالت لم تمنعنی میراثی من ابی رسول اللہ صلعم واخرجت وکیلی من فدک وقد جعلہا لی رسول اللہ صلعم بامر اللہ تعالیٰ فقال ہاتی علی ذلک بشہود فجاءت بام ایمن فقالت لا اشہد یا ابابکر حتی احتج علیک بما قال رسول اللہ صلعم انشدک باللہ الست تعلم ان رسول اللہ صلعم قال ام ایمن امرأۃ من اہل الجنۃ فقال بلی قالت فاشہد ان اللہ عزوجل اوحی الی رسول اللہ صلعم فآت ذی القربیٰ حقہ فجعل فدک لفاطمۃ بامر اللہ فجاء علی فشہد بمثل ذلک فکتب لہا کتابا فدفعہ الیہا فدخل عمر فقال ما ہذا الکتاب فقال ان فاطمۃ ادعت فی فدک وشہدت لہا ام ایمن وعلی فکتبہ لہا فاخذ عمر الکتاب من فاطمۃ فتفل فیہ فمزقہ فخرجت فاطمۃ تبکی فلما کان بعد ذلک جاء علی الی ابی بکر وہو فی المسجد وحولہ المہاجرون والانصار فقال یا ابابکر لم منعت فاطمۃ میراثہا من رسول اللہ وقد ملکتہ فی حیوٰۃ رسول اللہ صلعم فقال ابوبکر ہذا فئی للمسلمین فان اقامت شہودا ان رسول اللہ صلعم جعلہ لہا والا فلا حق لہا فیہ فقال امیرالمومنین یا ابابکر تحکم فینا بخلاف حکم اللہ فی المسلمین قال لا قال فان کان فی ید المسلمین شیئ یملکونہ ثم ادعیت انا فیہ من تسأل البینۃ قال ایاک اسئل البینۃ قال فما بال فاطمۃ سئلتہا البینۃ علی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

سند لکھ دی اور عمر نے اسے چاک کر دیا اور فاطمہؑ روتی ہوئی چلی گئیں۔ فلما کان بعد ذلک جاء علیؑ الی ابی بکر وھو فی المسجد وحولہ المہاجرون والانصار (اس کے بعد حضرت علیؑ ابوبکرؓ کے پاس آئے اور اُن کے پاس مسجد میں مہاجر و انصار جمع تھے۔ اور علیؓ نے آکر کہا کہ کیوں تم فاطمہؓ کو پیغمبر خدا کی میراث سے منع کرتے ہو حالانکہ وہ آنحضرت کی زندگی میں اُس کی مالک تھیں۔ ابوبکر نے کہا یہ مال مسلمانوں کا ہے، اگر وہ گواہ پیش کریں تو ان کو ملے گا۔ ورنہ اُن کا کچھ حق نہیں اس پر امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے ابوبکر کیا تم ہمارے حق میں خدا کے حکم کے خلاف فیصلہ کرو گے، انہوں نے کہا نہیں تو۔ آپ نے کہا کہ اگر کوئی چیز مسلمانوں کے قبضے میں ہو اور وہ اس کے مالک ہوں اور میں اُس پہ دعویٰ کروں تو تم کس سے گواہ مانگو گے انہوں نے کہا تم سے۔ کہا یہ کیا سبب ہے کہ تم فاطمہؑ سے گواہ مانگتے ہو اس چیز کے متعلق جو ان کے قبضہ میں ہے۔ اور جس کی وہ پیغمبر خدا کی زندگی میں اور اس کے بعد مالک تھیں۔ اور مسلمانوں سے تم گواہ نہیں مانگتے کہ وہ اس کا دعویٰ کرتے ہیں یہ سن کر ابوبکر چپ ہو رہے تب عمر نے کہا کہ اے علی یہ باتیں جانے دو کہ ہم تمہاری حجتوں پر غالب نہیں آسکتے۔ اگر تم گواہ عادل پیش کرو گے تو خیر ورنہ یہ مال مسلمانوں کا ہے نہ تمہارا حق ہے نہ فاطمہؑ کا، پھر آخر اسی قسم کی اور چند باتوں کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ حالت دیکھ کر لوگ غصے میں آئے اور بعض نے اس بات کو بہت برا جانا اور کہا کہ واللہ علیؑ سچ کہتے ہیں اور علیؑ اپنے گھر چلے آئے اور فاطمہؑ مسجد نبوی میں تشریف لے گئیں اور اپنے آپ کو باپ کی قبر پہ گرا دیا اور یہ اشعار پڑھنے لگیں ؎ قد کان بعدک انباء وھنبثۃ الخ بعد اس کے اس روایت میں یہ بیان ہے کہ ابوبکر و عمر نے یہ حالت دیکھ کر اور آئندہ کا خوف کر کے ارادہ کیا کہ علی کو قتل کرا دیں، اور اس کے لئے خالد کو تجویز کیا۔ اس کا بیان ہم اپنے موقع پر کریں گے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مافی یدیہا وقد ملکتہ فی حیوۃ رسول اللہ صلعم وبعدہ ولم تسئل المسلمین البینۃ علی ادعوہا شہودا کما سئلتنی علی ما ادعیت علیہم فسکت ابوبکر فقال عمر یا علی دعنا من کلامک فانا لا نقوی علی حجتک فان اتیت بشہود عدول والا فہو فیء للمسلمین لا حق لک ولا لفاطمۃ فیہ قال فدمدم الناس وانکر بعضہم بعضا وقالوا صدق واللہ علی ورجع علی الی منزلہ قال دخلت فاطمۃ المسجد وطافت بقبر ابیہا وھی تقول ؎ قد کان بعدک انباء وھنبثۃ الخ ۱۲ احتجاج طبرسی۔

marfat.com

(۲) علل الشرائع والاحکام[1] تالیف شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کی باب صد و پنجاہ و یکم مطبوعہ ایران صفحہ ۸۶ میں ایک حدیث علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن عمیر سے اور انہوں نے ایک اور راوی سے امام جعفر صادق ع کی یہ بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ابوبکر نے فاطمہ کو فدک سے روکا اور ان کے وکیل کو نکال دیا۔ حضرت علی مسجد میں آئے اور ابوبکر وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے گرد مہاجرین و انصار جمع تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نے کیوں فاطمہ کو روکا اس چیز سے جو رسول اللہ نے اُن کو دیدی تھی اور ان کا وکیل اس پر برسوں سے قابض تھا۔ ابوبکر نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کے لئے فئے ہے۔ اگر وہ شاہد عادل لاویں تو خیر، ورنہ فاطمہ کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔ علی نے فرمایا کہ کیا ہمارے لئے برخلاف اس کے جو اور مسلمانوں کے لئے تم حکم دیتے ہو حکم دوگے تو انہوں نے کہا کہ نہیں، تب آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور میں دعوی کروں تو تم کس سے گواہ مانگو گے۔ ابوبکر نے کہا تم سے۔ علی نے کہا کہ جو چیز میرے ہاتھ میں ہو اور مسلمان اس پر دعوی کریں تو تم مجھ سے گواہ مانگو گے ابوبکر یہ سن کر چپ ہو رہے۔ عمر نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے اور ہم تمہارے جھگڑے کی باتیں نہیں سنتے۔ پھر اس پر اور باتیں ان کے آپس میں ہوئیں، جسے سن کر لوگ رونے لگے اور بصلاح عمر کے ابوبکر نے علی کے قتل کا ارادہ کیا جس کی تفصیل اس روایت میں ہے اور اس کو ہم اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

---

[1] قال حدثنا علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عمن ذکرہ عن ابی عبد اللہ ع قال لما منع ابوبکر فاطمہ فدکا و اخرج وکیلہا جاء امیر المومنین الی المسجد و ابوبکر جالس و حولہ المہاجرون والانصار فقال یا ابابکر لم منعت فاطمہ ما جعلہ رسول اللہ لہا و وکیلہا فیہ منذ سنین فقال ابوبکر ہذا فیٔ للمسلمین فان اتت بشہود عدول والا فلا حق لہا فیہ قال یا ابابکر تحکم فینا بخلاف ما تحکم فی المسلمین قال لا قال اخبرنی لو کان فی ید المسلمین شیٔ فادعیت انا فیہ ممن کنت تسئلہ البینۃ قال ایاک کنت اسئل قال فاذا کان فی یدی شیٔ فادعی فیہ المسلمون تسئلنی فیہ البینۃ قال فسکت ابوبکر فقال عمر ہذا فیٔ للمسلمین ولسنا فی خصومتک فی شیٔ قال فبکی الناس و تفرقوا و دمدموا ۱۲ علل الشرائع۔

(۳) روایت[1] یہ کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور ان سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی بحثوں کے ابوبکر قائل ہوئے اور فدک کی سند فاطمہؑ کے لئے لکھ دی اور حضرت علیؑ اور ام ایمن کی اس پر گواہی ہوئی حضرت فاطمہؑ اس سند کو لے کر باہر نکلیں عمر ان کو ملے اور پوچھا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کے پاس سے اور سند لکھ دینے کا بھی ذکر کیا عمرؓ نے کہا ذرا مجھے دکھایئے۔ آپ نے وہ کاغذ عمرؓ کو دیدیا، عمر نے اس پر تھوک دیا اور اس کو مٹا دیا۔ پھر علیؑ فاطمہؑ کو ملے اور پوچھا کہ اے بنت رسول اللہ کیوں تم غصے میں ہو فاطمہؑ نے بیان کیا جو کچھ عمرؓ نے کیا تھا۔ تب حضرت علیؑ نے فرمایا ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من ھذا۔ کہ ان لوگوں نے میرے حق میں اور تمہارے باپ کے حق میں اس سے بڑھ کر دوسری بات نہیں کی۔ الی آخر القصہ۔ بحار الانوار صفحہ ۹۶ از مصباح الانوار۔

(۴) بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۱ میں کتاب الاختصاص سے بسند[2] عبداللہ بن سنان کے امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب پیغمبر خدا نے وفات پائی اور ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تب حضرت فاطمہؑ آئیں اور کہا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ میرے باپ کے خلیفہ ہو، اور ان کے مقام پر بیٹھے ہو، تم نے باوجود اس بات کے جاننے کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے فدک دے گئے ہیں، میرے وکیل کو نکال دیا۔ حالانکہ اس کے میرے پاس گواہ موجود ہیں۔ ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی

---

[1] اصل عبارت یہ ہے عن ابی جعفر قال دخلت فاطمۃ بنت محمد صلعم علی ابی بکر فسالتہ فدکا قال النبی صلعم لا یورث فقالت قد قال اللہ تعالیٰ وورث سلیمان داؤد فلما حاجتہ امران یکتب لہا وشہد علی بن ابی طالبؑ وام ایمن فخرجت فاطمۃؑ فاستقبلہا عمر فقال من این جئت یابنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت من عند ابی بکر من شان فدک قد کتب لی بہا فقال عمر ہاتی الکتاب فاعطتہ فتفل فیہ ومحاہ عجل اللہ جزاء فاستقبلہا علیؑ فقال مالک یابنت رسول اللہ صلعم غضبی فذکرت لہ ما صنع عمر فقال ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من ۱۲۔ بحار الانوار۔

[2] عن عبداللہ بن سنان عن ابی عبداللہ قال لما قبض رسول اللہ صلعم وجلس ابوبکر مجلسہ بعث الی وکیل فاطمۃ فاخرجہ من فدک فاتتہ فاطمۃ فقالت یا ابابکر ادعیت انک خلیفۃ ابی وجلست مجلسہ وانت بعثت الی وکیلی فاخرجتہ من فدک وقد تعلم ان رسول اللہ صلعم صدق بہا علی وان لی بذلک شہودا فقال ان النبی صلعم لا یورث فرجعت الی علیؑ فاخبرتہ ۱۲ بحار الانوار۔

marfat.com

وارث نہیں ہوتا۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؑ علیؑ کے پاس گئیں اور ان سے یہ سب حال کہا حضرت علیؑ نے اُن کو صلاح دی کہ تم پھر ابوبکرؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا حالانکہ سلیمان داؤد کے اور یحییٰ زکریا کے وارث ہوئے۔ فاطمہؑ نے کہا گو میں

لہ فقال ارجعی الیہ وقولی زعمت ان النبی لایورث وورث سلیمان داود وورث یحییٰ زکریا وکیف لا ارث انا ابی فقال عمر انت معلمۃ قالت وان کنت معلمۃ فانما علمنی ابن عمی وبعلی فقال ابوبکر فان عائشۃ تشہد وعمر انہما سمعا رسول اللہ صلعم وہو یقول النبی لا یورث فقالت ہذا اول شہادۃ زور شہدا بہ فی الاسلام ثم قالت فان فدک انما ہی صدق بہا علی رسول اللہ صلعم ولی بذلک بینۃ فقال لہا ہلمی بنیتیک قال فجاءت بام ایمن وعلی فقال ابوبکر یا ام ایمن انک سمعت من رسول اللہ صلعم یقول فی فاطمۃ فقالت سمعتہ رسول اللہ صلعم یقول ان فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنۃ ثم قالت ام ایمن فمن کانت سیدۃ النساء اہل الجنۃ تدعی مالیس لہا وانا امرأۃ من اہل الجنۃ ماکنت لاشہد بمالم اکن سمعت من رسول اللہ صلعم فقال عمر دعینا یا ام ایمن من ہذہ القصص بای شئی تشہدین فقالت کنت جالسۃ فی بیت فاطمۃؑ ورسول اللہ صلعم جالس حتی نزل علیہ جبرئیلؑ فقال یا محمد صلعم قم فان اللہ تبارک وتعالیٰ امرنی ان اخط لک فدکا بجناحی فقام رسول اللہ صلعم مع جبرئیل فما لبث ان رجع فقالت فاطمۃؑ یا ابہ این ذہبت فقال خط جبرئیلؑ لی فدکا بجناحیہ وحد لی حدودہا فقالت یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق بہا علی فقال ہی صدقۃ علیک فقبضتہا قالت نعم فقال رسول اللہ صلعم یا ام ایمن اشہدی ویا علی اشہد ثم خرجت وحملہا علی اتان علیہ کساء لہ فخل فدار بہا اربعین صباحا فی بیوت المہاجرین والانصار والحسن والحسینؑ معہا وہی تقول یا معشر المہاجرین والانصار انصروا اللہ وابنۃ نبیکم وقد بایعتم رسول اللہ صلعم یوم بایعتموہ ان تمنعوہ وذریتہ مما تمنعون منہ انفسکم وذراریکم ففوا لرسول اللہ صلعم ببیعتکم قال فما اعانہا احد ولا اجابہا ولا نصرہا قال فانتہت الی معاذ بن جبل فقالت یا معاذ بن جبل انی قد جئتک مستنصرۃ وقد بایعت رسول اللہ صلعم علی ان تنصرہ وذریتہ وتمنعہ مما تمنع نفسک وذریتک وان ابابکر قد غصبنی علی فدک واخرج وکیلی منہا قال فمعی غیری قالت لا ما اجابنی احد قال فاین ابلغ من نصرک قال فخرجت من عندہ ودخل ابنہ فقال ما جاء ابنۃ محمد الیک قال جاءت تطلب نصرتی علی ابی بکر فانہ اخذ منہا فدکا قال فما اجبتہا بہ قال قلت وما یبلغ من نصرتی انا وحدی قال فابیت ان تنصرہا قال نعم قال فای شئی قالت لک قال قالت لی واللہ لانازعنک الفصیح من رأسی حتی ارد علی رسول اللہ صلعم قال فقال انا واللہ لانازعنک الفصیح من رأسی حتی ارد علی رسول اللہ صلعم اذلم تجب ابنۃ محمد صلعم قال وخرجت فاطمۃؑ وہی تقول واللہ لا اکلمک کلمۃ حتی اجتمع انا وانت عند رسول اللہ صلعم ثم انصرفت فقال علیؑ لہا ائتی ابابکر وحدہ فانہ ارق من الآخر وقولی ادعیت مجلس ابی وانک خلیفتہ وجلست مجلسہ ولو کانت فدک لہ ثم استوہبتہا

باقی اگلے صفحہ پر

marfat.com

سکھلائی گئی ہوں مگر کس نے مجھے سکھایا ہے، میرے ابن عم علی نے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ عائشہ اور عمرؓ دونوں گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ النبی لا یورث فاطمہؓ نے کہا کہ یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے جو اسلام میں دی گئی۔ تب حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ فدک پیغمبر خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے اور میں اس پر گواہ بھی رکھتی ہوں تو ابوبکر نے کہا اچھا گواہی پیش کرو تو وہ ام ایمن اور علی کو لائیں ابوبکر نے کہا کہ اے ام ایمن کیا تم نے پیغمبر خداؐ سے سنا ہے جو فاطمہؓ کہتی ہیں انہوں نے کہا، ہاں میں نے سنا ہے اور کیا تم نے نہیں سنا کہ پیغمبر خداؐ سے سنا ہے کہ فاطمہؓ سیدہ زنان جنت ہیں تو کیا جو سیدۂ نسائے جنت ہو وہ اس چیز کا دعویٰ کرے گی جو اس کی نہ ہو اور میں ایک عورت اہل جنت سے ہوں، کیا میں وہ گواہی دوں گی جو میں نے پیغمبرؐ سے نہ سنا ہو۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ باتیں چھوڑ دو اور کہو کہ کیا تم گواہی دیتی ہو تو ام ایمن نے کہا میں حضرت فاطمہؓ کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی اور آنحضرتؐ بھی وہاں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں جبریل آئے اور کہا، اے محمدؐ اٹھو، تاکہ بموجب حکم خدا کے میں فدک کی حد بندی اپنے پروں سے کر دوں۔ آپ اٹھے اور جبریل آپ کے ہمراہ ہوئے کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ آپ واپس تشریف لائے۔ فاطمہؓ نے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا جبریل نے فدک کے حدود بنائے اور اس پر خط کھینچ دیا۔ تب حضرت فاطمہؓ نے فرمایا یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق بہا علی فقال ھی صدقۃ علیک فقبضتہا کہ اے میرے باپ میں افلاس اور محتاجی سے آپ کے بعد ڈرتی ہوں۔ یہ فدک مجھے دیدیجیے۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ تمہارے لیے عطیہ ہے اور فاطمہؓ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر آنحضرتؐ نے ام ایمن اور علیؓ سے کہا کہ تم اس پر گواہ رہو۔ اسی روایت میں پھر یہ ذکر ہے کہ حضرت علیؓ فاطمہؓ کو سوار کرا کے چالیس دن رات ... انصار کے گھر پھرے اور کسی نے ہمدردی نہ کی اور پھر معاذ بن جبل کے پاس آئیں اور ان سے مدد چاہی، انہوں نے بھی انکار کیا اور کہا کہ میں تنہا ہوں، پس فاطمہؓ ان سے خفا ہو کر چلی آئیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ منک لوجب ردہا علی فلما اتتہ وقالت لہ ذلک قال صدقت قال فدعا بکتب فکتبہ لہا برد فدک فخرجت والکتاب معہا فلقیہا عمر فقال یا بنت محمد صلعم ماھذا الکتاب الذی معک فقالت کتاب کتب لی ابوبکر وفدک فقال ھلمیہ الی فابت ان تدفعہ الیہ فرفسہا برجلہ وکانت حاملۃ بابن اسمہ المحسن فاسقطت المحسن من بطنہا ثم لطمہا فکانی انظر الی قرط کان فی اذنہا حین نقضہا ثم اخذ الکتاب فخرقہ فمضت ومکثت خمسۃ وسبعین یوما مریضۃ مما ضربہا عمر ثم قبضت ۱۲ بحار الانوار۔

الی آخر القصہ۔

(۵) ملا باقر مجلسی نے کتاب بحار الانوار میں ایک روایت بحوالہ کشکول علامہ کے مفضل بن عمر سے[۵] نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میرے آقا امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ جب ابوبکر رض خلیفہ ہوئے تو عمر رض نے کہا کہ آدمی دنیا کے دل دادہ ہیں اس لئے علی ؑ اور اہلبیت سے خمس اور فئے اور فدک کو روک دو کیونکہ اُن کے یار یہ امر جان جائیں گے تو علی ؑ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا لینے کی غرض سے ہماری طرف رجوع کریں گے۔ ابوبکر نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ابوبکر رض نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ ؐ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو وہ میرے پاس آئے کہ میں اس کو ادا کروں گا۔ اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا۔ تو علی ؑ نے فاطمہ ؑ سے کہا کہ ابوبکر کے پاس جا کر فدک کا ذکر کرو۔ فاطمہ ؑ نے اُن سے فدک اور فئے اور خمس کا ذکر کیا۔ ابوبکر رض نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ فاطمہ ؑ نے کہا کہ فدک کو تو خداوند تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ اس کو مجھے اور میری اولاد کو دیدو۔ یعنی یہ آیت وات ذا القربیٰ حقہ۔ میں اور میری اولاد رسول اللہ ؐ کی سب سے زیادہ اقرب تھے تو آپ نے مجھے اور میری اولاد کو فدک عطا کر دیا تھا۔ جبرئیل ؑ نے پھر اس کے بعد مسکین اور ابن سبیل کو بھی پڑھا تو آپ نے پوچھا

---

[۵] روی العلامۃ فی کشکولہ المنسوب الیہ عن المفضل بن عمر قال قال مولای جعفر الصادق ؑ لما ولی ابوبکر بن ابی قحافۃ قال لہ عمران الناس عبید ہذہ الدنیا لا یریدون غیرہا فامنع عن علی واہل بیتہ الخمس والفئی وفدکا فان شیعتہ اذا علموا ذلک ترکوا علیا علیہ السلام واقبلوا الیک رغبۃ فی الدنیا وایثارا ومحاماۃ علیہا ففعل ابوبکر ذلک وصرف عنہم جمیع ذلک فلما قام ابوبکر بن ابی قحافۃ منادیہ من کان لہ عند رسول اللہ صلعم دین او عدۃ فلیاتنی حتی اقضیہ وانجز لجابر بن عبد اللہ البجلی قال علی ؑ لفاطمۃ صیری الی ابی بکر رض واذکریہ فدکا فصارت فاطمۃ الیہ وذکرت لہ فدکا مع الخمس والفئی فقال ہاتی بنتیہ یا بنت رسول اللہ صلعم فقالت اما فدک فان اللہ عزوجل انزل علیہ نبیہ قرآنا یامر فیہ بان یوتینی وولدی حتی قال اللہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ فکنت انا وولدی اقرب الخلائق الی رسول اللہ صلعم فنحلنی وولدی فدکا فلما تلی علیہ جبرئیل المسکین وابن السبیل قال رسول اللہ صلعم ما حق المسکین وابن السبیل فانزل اللہ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شیء الخ فقسم الخمس علی خمسۃ اقسام فقال ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم فما للہ فہو لرسولہ وما لرسول اللہ فہو لذی القربیٰ ونحن ذوو القربیٰ قال اللہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ فنظر ابوبکر بن ابی قحافۃ الی عمر بن الخطاب وقال ما تقول فقال عمر ومن الیتامیٰ والمساکین وابناء السبیل فقالت فاطمۃ الیتامیٰ الذین یاتمون باللہ وبرسولہ ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۲۰۱۔

کہ مسکین اور ابن سبیل کا کیا حق ہے تو اللہ تعالیٰ نے آیہ ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ نازل کی پھر خمس کے پانچ حصہ لئے اور یہ فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی الخ جو اللہ کے لئے ہے وہ اس کے رسول کا ہے اور جو رسول کے لئے ہے وہ ہم قرابت والوں کے لئے ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ابوبکرؓ نے عمر کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم کیا کہتے ہو ۔ عمرؓ نے پوچھا کہ یتیم اور مسکین اور ابن سبیل کون لوگ ہیں ۔ فاطمہؓ نے کہا کہ یتیم وہ ہیں جو اللہ اور رسول اور ذوالقربیٰ سے یتیم ہوں ۔ اور مسکین وہ ہیں جو ان کے ساتھ دنیا اور آخرت میں رہے ہوں ۔ اور ابن سبیل وہ ہے جو ان کا طریق چلتا ہو عمر نے کہا تو خمس اور فئے سب تمہارا اور تمہارے احباب اور شیعوں کا ہوا ۔ فاطمہؓ نے کہا کہ فدک تو اللہ نے میرے اور میرے بچوں کے لئے کر دیا ہے اس میں احباب اور شیعوں کا کچھ حق نہیں ! اور خمس کو ہم ہیں اور ہمارے احباب میں تقسیم کیا ہے ۔ عمر نے کہا کہ اور تمام مہاجرین و انصار و تابعین باحسان کے لئے کیا ہوگا ۔ فاطمہؓ نے کہا کہ اگر وہ ہمارے احباب میں سے ہیں تو ان کے لئے وہ صدقات ہیں جن کی خدا نے تقسیم کی ہے یعنی اس آیت میں اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ عمر نے کہا کہ فدک تو تمہارا خاص ہوا اور فئے تمہارا اور تمہارے احباب کا ہوا میں نہیں سمجھتا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے راضی ہو جائیں گے

لہ وبذی القربیٰ والمساکین الذین اسکنوا معہم فی الدنیا والآخرۃ وابن السبیل الذی یسلک مسلکہم قال عمر فاذا الخمس والفئ کلہ لکم ولموالیکم ولاشیاعکم فقالت فاطمۃ اما فدک فاوجبہا اللہ لی ولولدی دون موالینا وشیعتنا واما الخمس فقسمہ اللہ لنا ولموالینا واشیاعنا کما یقرأ فی کتاب اللہ قال عمر فما لسائر المہاجرین والانصار والتابعین باحسان قالت فاطمۃ ان کانوا موالینا ومن اشیاعنا فلہم الصدقات التی قسمہا اللہ واوجبہا فی کتابہ فقال عزوجل انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمولفۃ قلوبہم وفی الرقاب الی آخر القصۃ قال عمر فدک لک خاصۃ والفئ لکم ولاولیائکم ما احسب اصحاب محمد یرضون بہذا قالت فاطمۃ فان اللہ عزوجل رضی بذلک ورسولہ رضی بہ وقسم علی الموالات والمتابعۃ لا علی المعاداۃ والمخالفۃ ومن عادانا فقد عادی اللہ ومن خالفنا فقد خالف اللہ ومن خالف اللہ فقد استوجب من اللہ العذاب الالیم والعقاب الشدید فی الدنیا والآخرۃ فقال عمر ہاتی بینۃ یا بنت محمد صلعم علی ما تدعین فقالت فاطمۃ قد صدقتم جابر بن عبد اللہ وجریر بن عبد اللہ ولم تسالوہما البینۃ وبینتی فی کتاب اللہ

marfat.com

فاطمہؑ نے کہا کہ اللہ و رسول تو اس پر راضی ہو چکے اور محبت اور متابعت ہی پر اس کی تقسیم کی ہے نہ عداوت اور مخالف پر۔ جو ہم سے عداوت کرتا ہے وہ خدا سے عداوت کرتا ہے اور جو ہمارا مخالف ہے وہ خدا کا مخالف ہے اور جو خدا کا مخالف ہے تو وہ خدا کی طرف سے عذاب الیم کا دنیا اور آخرت میں مستحق ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ تم جس کا دعویٰ کرتی ہو اس کے گواہ لاؤ۔ فاطمہؑ نے کہا کہ تم نے جابر اور جریر کی تصدیق کی اور ان سے گواہ نہ طلب کئے۔ اور میرا گواہ کتاب اللہ ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ جابر اور جریر نے تو تھوڑی سی شے کا ذکر کیا تھا اور تم تو بہت بڑا دعویٰ پیش کرتی ہو جس سے مہاجرین و انصار مرتد ہو جائیں گے۔ فاطمہؑ نے کہا کہ جو مہاجرین رسول اللہ اور آپ کے اہلبیت کے ساتھ ہیں تو انہوں نے تو ان کے دین کی طرف ہجرت کی ہے۔ اور انصار وہ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور ذوالقربیٰ کے ساتھ احسان کریں۔ تو ہجرت بھی ہمارے لئے ہوئی اور نصرت بھی۔ اور اتباع باحسان

فقال عمر ان جابرا و جریرا ذکرا امرا ھینا و انت تدعین امرا عظیما یقع بہ الردۃ من المہاجرین والانصار فقالتؑ ان المہاجرین برسول اللہ و اہلبیت رسول اللہ ہاجروا الی دینہ والانصار بالایمان باللہ و رسولہ و بذی القربیٰ احسانا فلا ہجرۃ الا الینا ولا نصرۃ الا لنا ولا اتباع باحسان الا بنا و من ارتد عنا فالی الجاہلیۃ فقال لہا عمر دعینا من اباطیلک و احضرینا من یشہد لک بما تقولین فبعث الی علی والحسن والحسین وام ایمن و اسماء بنت عمیس و کانت تحت ابی بکر بن ابی قحافہ فاقبلوا الی ابی بکر و شہدوا لہا بجمیع ما قالت و ادعتہ فقال اما علی فزوجہا واما الحسن والحسین ابناہا واما ام ایمن فمولاتہا واما اسماء بنت عمیس فقد کانت تحت جعفر بن ابی طالب فہی تشہد لبنی ہاشم و قد کانت تخدم فاطمۃ و کل ہؤلاء یجرون الی انفسہم فقال علیؑ اما فاطمۃ فبضعۃ من رسول اللہ صلعم و من اذاہا فقد اذی رسول اللہ صلعم و من کذبہا فقد کذب رسول اللہ واما الحسن والحسین فابنا رسول اللہ و سیدا شباب اہل الجنۃ من کذبہما فقد کذب رسول اللہ اذ کان اہل الجنۃ صادقین واما انا فقد قال رسول اللہ صلعم انت منی و انا منک و انت اخی فی الدنیا والآخرۃ والراد علیک ہو الراد علی من اطاعک فقد اطاعنی و من عصاک فقد عصانی واما ام ایمن فقد شہد لہا رسول اللہ صلعم بالجنۃ و دعا لاسماء بنت عمیس و ذریتہا فقال عمر انتم کما وصفتم بہ انفسکم و لکن شہادۃ الجار الی نفسہ لا تقبل فقال علی اذا کنا نحن کما تعرفون ولا تنکرون و شہادتنا لانفسنا لا تقبل و شہادۃ رسول اللہ لا تقبل فانا للہ و انا الیہ راجعون اذا ادعینا لانفسنا تسئلنا البینۃ فما من معین یعین وقد وثبتم علی سلطان اللہ و سلطان رسولہ فاخرجتموہ من بیتہ الی بیت غیرہ من غیر بینۃ ولا حجۃ و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ثم قال لفاطمۃ انصرفی حتی یحکم اللہ بیننا و ہو خیر الحاکمین ۱۲۔ بحار الانوار صفحہ ۱۰۲

بھی بے ہمارے نہیں ہو سکتا۔ اور جو ہم سے مرتد ہو جائے تو وہ جاہلیت میں جا ملے۔ عمر نے کہا کہ یہ فضول باتیں چھوڑ دو اور گواہ لاؤ۔ فاطمہؓ نے علی و حسنین و ام ایمنؓ و اسماء کو بلوا بھیجا۔ ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی۔ عمرؓ نے کہا کہ علیؓ تو فاطمہؓ کے زوج ہیں اور حسنین بیٹے ہیں اور ام ایمن ان کی محب ہیں اور اسماء پہلے جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھی تو وہ تو بنی ہاشم ہی کی گواہی دے گی اور اب فاطمہؓ کی خدمت کرتی ہے اور یہ سب اپنا نفع چاہتے ہیں۔ علیؓ نے کہا کہ فاطمہؓ تو ایک جزو رسول اللہؐ ہیں جو ان کو ایذا دے گا وہ رسول اللہؐ کو ایذا دیتا ہے اور جو ان کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ کی تکذیب کرتا ہے۔ اور حسنینؓ رسول اللہؐ کے نواسے ہیں اور جوانان جنت کے سردار ہیں جو ان کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اہل جنت صادق ہوتے ہیں اور میری شان میں رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ اور تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے۔ جو تجھ پر رد کرتا ہے، وہ مجھ پر رد کرتا ہے، اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے۔ اور جو تیری نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ اور ام ایمن کے بارہ میں رسول اللہ صلعم نے جنت کی گواہی دی ہے اور اسماء اور اس کی اولاد کے لئے آپ نے دعا دی ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ جو تعریف تم کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن جار کی شہادت مقبول نہیں ہوتی۔ علی نے کہا کہ جب ہم ایسے ہیں جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہیں کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لئے مقبول نہیں اور نہ رسول اللہ صلعم کی شہادت مقبول ہے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہم نے اپنے لئے دعوی کیا تو تم ہم سے گواہ مانگتے ہو۔ اور ہمارا کوئی معین نہیں کہ وہ گواہی دے۔ اور تم لوگوں نے اللہ کے سلطان پر جست کی اور اس کو اس کے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکالا۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ پھر فاطمہؓ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کرے گا۔ وَھُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ۔ بحار الانوار صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲۔

(۶) احتجاج طبرسی اور دوسری کتابوں میں شیعوں کی ایک خطبہ لکھا ہے جو خطبہ فاطمہ زہراؓ کے نام سے مشہور ہے اور جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو جب خبر ہوئی۔ کہ ابوبکر نے فدک سے محروم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ مسجد نبوی میں ابوبکر کے پاس آئیں اور بہت بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا جس میں ان کے ظلموں کی شکایت کی اور آیات قرآنی

marfat.com

اور دیگر حجتوں سے ابوبکر کو ملامت کی اور اپنے حق ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ سعی کا اٹھا نہ رکھا۔ اس خطبہ کو چونکہ بہت بڑا ہے۔ ہم آئندہ موقع پر بیان کریں گے۔ مگر اس میں کچھ ذکر ہبہ فدک کا یا اپنے قبضہ کا اس پر نہیں فرمایا جو کچھ فرمایا وہ میراث کے متعلق ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اس تقریر میں آپ نے فرمایا انتم الان تزعمون ان لا ارث لنا افحکم الجاھلیۃ تبغون یا ابن ابی قحافۃ فی کتاب اللہ ترث اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا۔ افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ ونبذتموہ وراء ظھورکم اذ یقول وورث سلیمان داؤد الخ کہ تم گمان کرتے ہو کہ ہم کو میراث نہیں مل سکتی کیا جاہلیت کا حکم چلاتے ہو۔ اے ابوبکر کیا خدا کی کتاب میں یہ ہے کہ تم اپنے باپ کے وارث ہو اور مجھے میرے باپ کی میراث نہ ملے کیا جان بوجھ کر تم نے خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا اور اسے پس پشت پھینک دیا۔ خدا تو صاف فرماتا ہے کہ سلیمانؑ وارث ہوئے اپنے باپ داؤد کے۔ اور زکریا نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی مجھے اولاد دے جو میری اور اولاد یعقوبؑ کی وارث ہو، باوجود اس کے تم سمجھتے ہو کہ نہ میرا کچھ حق ہے نہ مجھے باپ کی میراث مل سکتی ہے خیر خدا تم سے سمجھے اور قیامت کے دن تم کو معلوم ہو جائے گا۔

(۷) بحار الانوار کے صفحہ ۱۰۴ میں یہ لکھا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ فاطمہؑ[1] ابوبکر کے پاس آئیں اور پوچھا کہ تمہارا کون وارث ہو گا۔ انہوں نے کہا میری اہل اور اولاد۔ آپ نے فرمایا کہ پھر میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں۔ تب انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن میں اسے اسی کام میں صرف کروں گا جس میں پیغمبر خدا خرچ کرتے تھے اور انہیں کو دوں گا، جن کو پیغمبر خدا دیا کرتے تھے تب آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی میں جب تک زندہ رہوں گی، ایک بات بھی تم سے نہ کروں گی اور پھر جب تک زندہ رہیں انہوں نے ابوبکرؓ سے بات چیت نہ کی۔

---

[1] وروی ان فاطمۃؑ جاءت الی ابی بکر بعد وفاۃ رسول اللہ صلعم فقالت یا ابابکر من یرثک اذا مت قال اہلی وولدی فقالت فما لی لا ارث رسول اللہ صلعم ان النبی لا یورث ولکن انفق علی من کان ینفق علیہ رسول اللہ صلعم واعطی ما کان یعطیہ قالت واللہ لا اکلمک بکلمۃ ما حییت فما کلمتہ حتی ماتت ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۰۴۔

marfat.com

(۸) بحار الانوار میں لکھا ہے کہ یہ بھی[1] کہا گیا ہے کہ فاطمہؓ ابوبکر کے پاس آئیں اور میراث کا مطالبہ کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ تو آپ علیؓ کے پاس واپس تشریف لائیں۔ علیؓ نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو کہ پھر سلیمان داؤد کے کیوں وارث ہوئے، زکریا نے کیوں کہا کہ خدایا مجھے ایک ولی دے کہ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ مگر انہوں نے نہ سنا۔

(۹) بحار الانوار میں جابر بن عبداللہ انصاری[2] نے امام باقرؒ سے روایت کی ہے کہ علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ کی میراث کا مطالبہ کرو، اس پر حضرت فاطمہؓ ابوبکر کے پاس آئیں اور کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھے دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا تب آپ نے فرمایا کہ کیا سلیمانؑ داؤد کے وارث نہیں ہوئے۔ اس پر ابوبکر خفا ہوئے اور کہا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا تب فاطمہؓ نے کہا، کیا زکریا نے یہ نہیں کہا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اس پر بھی انہوں نے یہی جواب دیا کہ النبی لایورث پھر فاطمہؓ نے کہا کہ کیا خدا نے نہیں کہا ہے کہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ اس پر بھی انہوں نے یہی کہا کہ النبی لایورث۔

---

[1] وقیل جاءت فاطمۃؑ الی ابی بکر فقالت اعطنی میراثی من رسول اللہ صلعم قال ان الانبیاء لا تورث ما ترکوہ فھو صدقۃ فرجعت الی علیؑ فقال ارجعی فقولی ما شان سلیمانؑ ورث داؤد وقال زکریا فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب فابوا ابی ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۰۴۔

[2] وعن جابر بن عبداللہ الانصاری عن ابی جعفرؑ ان ابابکر قال لفاطمۃ النبی لا یورث قالت قد ورث سلیمان داؤد وقال زکریا فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب فنحن اقرب الی النبیؐ من زکریا الی یعقوب وعن ابی جعفرؑ قال قال علی علیہ السلام لفاطمۃ انطلقی فاطلبی میراثک من ابیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت الی ابی بکر فقالت اعطنی میراثی من ابی رسول اللہ صلعم قال النبی لا یورث فقالت الم یرث سلیمان داؤد فغضب وقال النبی لا یورث فقالت الم یقل زکریا فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب فقال النبی لا یورث فقالت الم یقل یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فقال النبیؐ لا یورث ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۰۴۔

marfat.com

(۱۰) بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے کے لیے آئیں۔ ابو بکر نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم سوائے سچ کے کچھ نہ کہو گی لیکن گواہ لاؤ اس پر وہ علیؑ کو لے گئیں اور انہوں نے گواہی دی پھر ام ایمن کو لے گئیں، انہوں نے بھی شہادت دی، اس پر ابو بکرؓ نے کہا کہ ایک مرد یا عورت اور لاؤ تو میں فدک کی سند لکھ دوں۔

(۱۱) احتجاج طبرسی میں لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابو بکر نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کر دیا تب آپ نے ان کو یہ خط لکھا۔ شُقُّوا متلاطماتِ اَمواجِ الفِتَنِ بِحَيَازِيمِ سُفُنِ النَّجاةِ وَحُطُّوا تِيجانَ اَهلِ الفَخرِ بِجَمعِ اَهلِ الغَدرِ وَاستَضاءُوا بِنُورِ الاَنوارِ وَاقتَسِمُوا مَوارِيثَ الطّاهِراتِ الاَبرارِ وَاحتَقِبُوا ثِقلَ الاَوزارِ بِغَصبِهِم نِحلَةَ النَّبِيِّ المُختارِ فَكَاَنِّي بِكُم تَتَرَدَّدُونَ فِي العَمى كَما يَتَرَدَّدُ البَعيرُ فِي الطّاحُونَةِ اَما وَاللهِ لَو اُذِنَ لِي بِما لَيسَ لَكُم بِهِ عِلمٌ لَحَصَدتُ رُؤُوسَكُم عَن اَجسادِكُم كَحَبِّ الحَصيدِ بِقَواضِبَ مِن حَديدٍ وَلَقَلَعتُ مِن جَماجِمِ شُجعانِكُم ما اُقرِحُ بِهِ آماقَكُم وَاُوحِشُ بِهِ مَحالَّكُم فَاِنِّي مُنذُ عَرَفتُمُونِي مُردِي العَساكِرِ وَمُفنِي الجَحافِلِ وَمُبيدُ خَضرائِكُم وَمُخمِدُ ضَوضائِكُم وَجَزّارُ الدَّوّارِينَ اِذ اَنتُم فِي بُيُوتِكُم مُعتَكِفُونَ وَاِنِّي لَصاحِبُكُم بِالاَمسِ لَعَمرُ اَبِي لَن تُحِبُّوا اَن تَكُونَ فِينا الخِلافَةُ وَالنُّبُوَّةُ وَاَنتُم تَذكُرُونَ اَحقادَ بَدرٍ وَثاراتِ اُحُدٍ اَما وَاللهِ لَو قُلتُ ما سَبَقَ مِنَ اللهِ فِيكُم لَتَداخَلَت اَضلاعُكُم فِي اَجوافِكُم كَتَداخُلِ اَسنانِ دَوّارَةِ الرَّحى فَاِن نَطَقتُ تَقُولُونَ حَسَدَ وَاِن سَكَتُّ فَيُقالُ جَزِعَ ابنُ اَبِي طالِبٍ مِنَ المَوتِ هَيهاتَ هَيهاتَ اَنَا السّاعَةَ يُقالُ لِي هٰذا وَاَنَا المَوتُ المُمِيتُ خَوّاضُ المَنِيّاتِ فِي جَوفِ لَيلٍ خامِدٍ حامِلُ السَّيفَينِ الثَّقِيلَينِ وَالرُّمحَينِ

لہ وعن ابی سعید الخدری قال لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاءت فاطمہ علیہا السلام تطلب فدکا فقال ابو بکر انی لاعلم ان شاء اللہ انک لن تقولی الاحقا ولکن ہاتی بینتک فجاءت بعلی فشہد ثم جاءت بام ایمن فشہدت فقال امرأۃ اخرے او رجلا فکتبت لک بہا ۱۲ ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۴۴۔

marfat.com

الطویدین ومکسر الرایات فی غطامط الغمرات ومفرج الکربات عن وجه خیر البریات ایھنوا فوالله لابن ابی طالب آنس بالموت من الطفل الی محالب امه هبلتکم الهوابل لو بحت بما انزل الله فیکم فی کتابه لاضطربتم اضطراب الارشیة فی الطوی البعیدة ولاخرجتم من بیوتکم هاربین و علی وجوهکم هائمین ولکنی اهون وجدی حتی القی ربی بید جذاء صفراء من لذاتکم خلوا من طحناتکم فما مثل دنیاکم عندی الا کمثل غیم علا فاستعلی ثم استغلظ فاستوی ثم تمزق فانجلی رویدا فعن قلیل ینجلی بکم القسطل فتجدون ثمر فعلکم مرا ام تحصدون غرس ایدیکم ذعافا ممزقا وسما قاتلا وکفی بالله حکیما ورسول الله خصیما وبالقیامة موقفا ولا ابعد الله فیها سواکم ولا تعس فیها غیرکم والسلام علی من اتبع الھدی۔ یعنی پہلے تو تم فتنوں سے بچے اور فخر و غرور کو چھوڑ دیا اور نور نبوت کی روشنی میں آئے۔ لیکن بالآخر تم نے اہل بیت پاک کی میراث لوٹ لی اور رسول اللہ کا عطیہ چھین کر بار گناہ پر لیا ہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم گمراہی میں اس طرح ٹکراتے پھرتے ہو جس طرح اونٹ چکی میں پھرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھ کو اجازت ہوتی تو میں تلوار سے تمہارے سر اس طرح اڑا دیتا جس طرح کھیتی کاٹ کر ڈھیر کر دیتے ہیں۔ اور تمہارے بہادروں کو اس قدر قتل کرتا کہ تمہاری آنکھیں پھوٹ جاتیں اور تمہارے گھر وحشت ناک ہو جاتے۔ تم ابتدا سے مجھ کو جانتے ہو کہ میں نے فوجیں غارت کر دی ہیں لشکروں کو تباہ کر دیا ہے تمہاری سر سبز زمینیں تباہ کر دی ہیں تمہارے ہنگاموں کو دبا دیا ہے، تمہارے بہادروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اس وقت تم اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے تھے۔ کل تم نے مجھ کو اپنا سردار مان لیا تھا لیکن قسم ہے کہ تم نے دل سے کبھی نہیں چاہا کہ ہمارے گھر میں خلافت اور نبوت دونوں رہنے پائیں، کیونکہ تم کو بدر کے کینے اور احد کے خون بہا کبھی نہیں بھولے۔ بخدا اگر میں خدا کے فیصلے کو جو تمہارے متعلق وہ کر چکا ہے ظاہر کر دوں تو تمہاری ہڈیاں پسلیاں اس طرح آپس میں ٹکرا جائیں جس طرح چکی کے دونوں پاٹوں کے دندانے مل جاتے ہیں۔ میں کچھ کہتا ہوں تو تم کہتے ہو کہ حسد سے کہتا ہوں

marfat.com

اور چپ رہتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ ابو طالب کا بیٹا موت سے ڈر گیا۔ افسوس افسوس میں خود موت ہوں اور میری نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ میں مرگ گشندہ ہوں۔ میں اندھیری راتوں میں معرکوں میں گھس جانے والا ہوں میں تیغ و سنان کا حامل ہوں۔ میں لڑائی کے ہنگامے میں نیزوں کو ٹکرا کر توڑ دیتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ کے سامنے سے مشکلیں ہٹادی ہیں۔ ذرا ٹھہرو۔ خدا کی قسم ابو طالب کا بیٹا موت سے اس قدر مانوس ہے جتنا بچہ ماں کی چھاتی سے۔ تم پر موت آئے خدا نے جو کچھ تمہاری شان میں کہا ہے اگر میں ظاہر کردوں تو تم رسی کی طرح بل کھاؤ اور گھر چھوڑ کر بھاگو ادھر ادھر ٹکراتے پھرو۔ لیکن میں اپنے جوش کو دباتا ہوں اس وقت تک کہ اپنے خدا سے اس حال میں ملوں کہ میرے ہاتھ دنیا کی لذتوں سے (جس کو تم محبوب رکھتے ہو) خالی ہوں۔ کیونکہ تمہاری دنیا میرے نزدیک گویا ایک ابر ہے۔ جو بلند ہوا پھر دلدار ہو کر ہر طرف چھا گیا پھر پھٹ کر نکل گیا۔ ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر میں غبار صاف ہو جائے گا اور تم اپنے کئے کا پھل پاؤ گے جو تلخ ہوگا یا اپنے ہاتھوں کی بوئی ہوئی کھیتی کاٹو گے جو سم قاتل ہوگی۔ اور کافی ہے اللہ کا حاکم ہونا اور رسول اللہ کا مدعی ہونا اور میدان قیامت کا عدالت گاہ ہونا۔ خدا اس دن کسی کو تمہارے سوا اپنی رحمت سے دور نہ رکھے۔ اور تمہارے سوا کسی کو ہلاک نہ کرے اور جو ہدایت کے پیچھے چلے اس پر سلام ہو۔ انتہی۔

(۱۲) بحر الجواہر مصنفہ سید محمد باقر بن سید محمد مطبوعہ ایران صفحہ ۳۲۳ میں جابر جعفی[۱] سے یہ روایت

---

[۱] اصل عبارت یہ ہے۔ از جابر جعفی مروی ست کہ ابوبکر صدقات دہات مدینہ و فدک را کہ غصب نمودہ بود و سائر اسر و نواحی مدینہ را در عہدہ اشجع بن مزاحم ثقفی نمودہ بود و او مردی بود دلیر و با علی دشمن بعلت آنکہ برادر او در جنگ ہوازن بدست آنحضرت کشتہ شدہ بود و چوں بیرون آمد اول محلے را کہ دست تعدی براد کشود مزرعہ بود از اہل بیت مسمی بانقیا اہل مزرعہ رسولی نزد آنحضرت فرستادند و کیفیت را اعلام نمودند۔ آنحضرت عمامہ سیاہی بر سر بست و دو شمشیر بر میاں بست و بر اسپ صحاب سوار شد و اسپ دیگر را بیدک کشید و حسنین و عمار و فضل بن عباس و عبداللہ بن جعفر و عبداللہ بن عباس را ہمراہ برد و چوں باں مزرعہ رسید در مسجد فضا فرود آمد و امام حسین را بطلب اشجع فرستاد و چوں نزد او رفت فرمود اجب امیر المومنین آں ملعون گفت کیست امیر المومنین فرمود علی گفت بلکہ ابوبکر ست کہ در در مدینہ واگذاردہ او را۔ باز حضرت فرمود اجب علیا گفت من سلطانم و او رعیت و احتیاج بمن دار داو بیاید۔

باقی اگلے صفحہ پہ

marfat.com

ہے کہ ابوبکر نے اشجع بن مزاحم کو جو کہ ایک شجاع آدمی تھا اور اس کا بھائی علیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا فدک اور مدینہ کی دیگر املاک پر اپنی طرف سے متولی کیا۔ اس نے اہل بیت کی املاک کو ضبط کر لیا۔ اور اُن کی رعایا پر ظلم شروع کیا۔ ان لوگوں نے حضرت علیؓ کو خبر دی اور اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ حضرت امام حسین برگشت و کیفیت را عرض کرد فرمود عمار تو بردو او را برفق و مدارا بیار پس عمار زفت و گفت مرحبایا اخاثقیف چہ چیز ترا بران داشتہ کہ با امیر المومنین بدسلوکی کنی و چیز یکہ در تصرف اوست بگیری سمال بیا و عذر خود بگو فحش بسیار بعمار داد و عمار ہم شدید الغضب بود دست بشمشیر برد کہ بیا مدنزد آنحضرت کہ در باب عمار ا کہ الحال اور ا پارہ پارہ می کنند پس آنحضرت اہل بیتی کہ ہمراہ آوردہ بودند فرستاد و فرمود متر سید و اور اکشان کشان بنزد من آرید پس ایشان آمدند و اور اکشاں کشاں آوردند آنحضرت فرمود و اگذارید اور او تعجیل مکنید کہ بہ تیز مغری محبت خدا تمام نشود بعد ازاں فرمود وائے بدتو بچہ مستمسک اموال اہل بیت را حلال دانستہ و بچہ محبت ترا بجرئت انداختہ برایں کہ کردہ آں ملعون گفت تو نیز بچہ محبت قتل مردم را بر خود حلال کردہ۔ و من رضا صاحب خود را دوست تر دارم از موافقت با تو حضرت فرمود بلے تقصیرے بر خود سراغ ندارم مگر کشتن برادرت وآں بگفتہ رسول خدا بود چیزی نبود کہ تلافی خواہد خدا ترا ہلاک کند و صورت را تبیح گرداند۔ اشجع گفت بلکہ خدا ترا ہلاک کند و عمرت را قطع نماید کہ پیوستہ با خلفا حسدی ورزی وآں ترا ہلاکت می کشاند و مراد خود آخر نخواہی رسید پس فضل بغضب در آمد و شمشیر خود را برادر حوالہ نمود و سراو ربا دست راست او انداخت پس اصحاب او کہ سی نفر بودند و ہمہ از شجاعان بر فضل ہجوم آوردند و امیر المومنین دست بذوالفقار بردہ چوں برق ذوالفقار و برق چشم آنحضرت دیدند زہرۂ ایشاں آب شد دیراق خود را ریختند و گفتند الطاعۃ فرمود وامی برشما سر ایں صاحب کوچک خود را ببرید نزد آں صاحب بزرگ خود کہ مثل شما کسی نیستید کہ کشتن شما خواہی نخواہی داشتہ باشد پس رفتند بمدینہ و سر رفیق خود را پیش ابوبکر انداختند پس او مردم را طلبید و ترغیب نمود کہ بروند بہ سر آنحضرت و خون اشجع را بخواہند مردم سکوت کردند گفت شما چرا گنگ شدہ اید یا پر و خوف گردیدہ اید حجاج بن صخر گفت بسم اللہ تو پیشوائے مائی پیش برو ما از عقب تو بیائیم و اگر بیائے مجموع قشون را ذبح کند و نحر نماید مثل نحر کردن شتران دیگرے گفت می خواہی کہ باستراحت در خانہ بنشینی و ما را بفرستی نزد جرار اعظم کہ مردم را بشمشیر خود می رباید بخدا ملاقات عزرائیل بر ما آسان تر است از ملاقات او پس ابوبکر نفرین کرد ایشاں را و عمر شوری نمود او گفت خالد را بفرست پس خالد را گفت تو سیف اللہ ہستی جمعیت خوبی بردار و برد علی کہ تیر زندہ ما را کشتہ و می خواہد کہ تفرقہ در میان امت بیندازد و او لا او را بطریق خوش مستمال نمودہ تا بیاید و بخانۂ خود بنشیند کہ ما از تقصیر او گذشتیم و او لا او را باسیری بیار پس

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

ظلم وستم کا استغاثہ کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؑ بعجلت سوار ہوئے اور عمامہ سیاہ سر پہ رکھا اور دو تلواریں باندھیں اور امام حسینؑ اور عمار اور فضل و عبداللہ پسران حضرت عباس و عبداللہ جعفر کو ہمراہ لیا اور اس گاؤں کے پاس جو مسجد تھی وہاں ٹھہرے۔ اور امام حسینؑ کو بھیجا کہ ابوبکر کے متولی کو بلالاؤ۔ آپ گئے اور اس سے کہا کہ امیر المومنین تجھے بلاتے ہیں اس نے کہا کہ کون امیر المومنین آپ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ خالد با پانصد سوار از شجاعان مکمل و مسلح روانہ شد فضل بن عباس چو گرد لشکر را دید عرض کرد یا امیر المومنین لشکر آمد حضرت فرمود تشویش مکن و آسان بگیر اینہا را کہ اگر ہمہ بزرگان قریش و قبائل ہوازن جمع شوند وحشتے از برائے من حاصل نشود آنگاہ برخاست و جلو اسپ را گرفتہ خوابید بر پشت خود بر روئے زمین بقصد اہانت وبے اتفاقی و برخاست تا آواز سم اسپان بلند شد و ایشان رسیدند آنگاہ برخاست چوں خالد را دید فرمود یا ابا سلیمان چہ چیز ترا آوردہ است بایں سمت گفت کسی مرا فرستادہ کہ تو بہتر از من میدانی فرمود حال بگو گفت الحمد للہ خود عالمی و محتاج بتعلیم نیستی گفت ایں چہ عمل است کہ از تو صادر شدہ و ایں چہ عداوتی ست کہ از تو ظاہر گردید اگر تو ایں مرد یعنی ابوبکر را خوش نداری او با تو چنیں نیست و ترا دوست می دارد و ولایت او رنگین نباشد بہ خاطر تو کہ بعد از اسلام و ہجرت دیگر نزاعی باقی نماندہ بگذار مردم را بحال خود می خواہند گمراہ نشوند یا رستگار تو عبث باعث تفرقہ میان امت مشو آتش خاموش شدہ را مبفروز کہ اگر چنیں کردی عاقبت خوشی نخواہد داشت آنحضرت فرمود تہدیدی کنی مرا انجود پسر ابو قحافہ مگر نمی دانی کہ از سخنان تو داد با مثال من تہدیدی واقع نمی شود واگذار ایں لاف وگزاف را و مطلبی کہ داری بگو گفت بمن گفتہ اند کہ اگر برگشتی ازیں طریق ذر پیش ما عزیز و مکرم خواہی بود و اگر برنگشتی ترا با امیری ببرم نزد او حضرت فرمود ای کنیز زادہ تو می توانی حق و باطل را از یک دیگر فرق کنی و می توانی مثل منی را اسیر وار ببری لے پسر مرتد از اسلام ولٔے بر تو مرا ہم گمان مالک بن نویرہ کردہ کہ رفتی و او را کشتی و زن او را متصرف شدی لے خالد بایں عقل سبک و دل خالی از شہر م آمدہ با من معارضہ کنی بخدا قسم اگر شمشیر خود را بکشم بر تو و انیا نیکہ ہمراہ تو اند سیری کنم از گوشت بدن شما ہر چہ در صحرا از کفتار و گرگ باشد وائے بر تو من آن نیستم کہ تو در حقیقت مرا قوانید کشت و من قاتل خود را می شناسم و از خدا آرزو می کنم صبح و شام کہ مرگ مرا ازیں زحمت روزگار نجات دہد و اگر بخواہم حالا در زیر دیوار ہمیں مسجد ترا خواہم کشت خالد بغضب در آمد و گفت تہدید و عید تو مثل غریدن شیری ماند در سوراخ خود خزیدن و گریختن مثل روباہ چہ بسیار بزبان تعدی می کنی و فعلت مطابق قولت نیست حضرت گفت ہرگاہ عقیدہ تو این ست پس باید تا بفعل ہم برسی و شمشیر ذوالفقار را از غلاف کشیدہ برد حوالہ نمود خالد ہمیں کہ برق چشم آنحضرت و برق ذوالفقار را مشاہدہ نمود مرگ معاینہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

نے فرمایا علی بن ابی طالبؓ ۔ اُسے جواب دیا کہ امیر المومنین تو ابو بکرؓ ہیں جو خلیفہ ہیں اس پر امام حسینؓ نے فرمایا اچھا علی بن ابی طالبؓ بلاتے ہیں ان کے پاس چلو۔ اس پر اشجع نے کہا کہ میں سلطان ہوں اور علیؓ عوام میں سے ہیں اور ان کو مجھ سے کام ہے تو خود ان کو میرے پاس آنا چاہیئے اس پر امام حسینؓ نے جواب دیا کہ افسوس ہو تجھ پر کیا میرے والد جیسا عوام میں سے ہو اور تو سلطان ۔ اس نے کہا ہاں

باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ دید گفت یا ابا الحسن برائے این نیامدہ بودم پس آنحضرت پشت ذوالفقار را برد آورد داز اسپ در غلطید و قاعدہ آنحضرت بنود کہ شمشیر را فرود آوردی دوبارہ برگرداند مبادا کہ او را بترس و جبن عمل نمونید اصحاب خالد از کل در آنحضرت ہول غریبی وترس عجیبے بہم رسانیدند پس آنحضرت بایشان خطاب نمود کہ چرا حمایت سید و بزرگ خود رانمی کنید واللہ اگر من سردار شما بودم حال سرہائے شمارا می کندم وبرمن آسان تر بود از آنکہ دانہ گندم را از خوشہ بچینید دبایں رشادت مال خدا و رسول و مسلمانان رامی بلید پس مثنی بن الصباح کہ عاقل کاملی بود از اصحاب خالد گفت واللہ ما بعداوت و دشمنی نیامدہ ایم یا آں بنود کہ ترا نشناسیم بلکہ کوچک و بزرگ ما می دانیم کہ توئی شیر خدا در زمین وشمشیر انتقام او بر معاندین لیکن ما ماموریم و بجبر ما را فرستادہ اند ماموریم و در دست خدا تلف کند او را کہ ما را فرستاد پس آنحضرت شرم کرد از سخن آں مرد ورد را از ایشاں گردانید و با خالد شوخی و مزاح می نمود بعلت صدمہ والمیکہ با ورسیدہ از ضرب پشت شمشیر او ، ہیچ جواب نمی داد آنگاہ فرمود وائے بر تو اے خالد چہ بسیار مطیع و فرماں بردار گناہگاران و عہد شکنان گردیدہ مگر نقل روز غدیر کفایت نکرد ترا بحق آنکسی کہ دانہ را شگافتہ اگر آنچہ بخیال تو و پسر ابو قحافہ و پسر خطاب رسیدہ چیزے را اظہار می گردید از شما شمہ از آں بظہور می رسید اول کسیکہ بایں شمشیر کشتہ می شد تو و ایشاں می بود بد و آنچہ مقدر الٰہی بود بعمل می آمد و بمشیت آں بدبخت ترا فاسد می کند و تو ہم دانستہ چشم از حق می پوشی وحال آمدہ کہ بایں کثافت مرا اسیر وار ببری بعد از آنچہ بچشم خود دیدی و تجربہا کردی چناں می دانی کہ آنچہ رفیقت در دقیقہ ترا می فرستاد بتو گفت و باہم شوری و صلاح گردید برمن مخفی و پوشیدہ است و چناں گفتند و تو می گفتی کہ ایں ہماں ابوالحسن ست کہ عمرو بن عبدود را کشت و مرحب را بد و نیم گرد و در خیبر را ۔ اور جواب بتو گفت تو ہمیں نقلہائے گذشتہ او را می کنی آنہا از برکت دعائے پیغمبر بود حال پیغمبر از دنیا رفتہ و آنہا را نمی تواند کرد پس بترس اے خالد از خدا و زبن خیانت کاران مباش خالد گفت یا ابا الحسن واللہ می دانم کہ چہ می گوئی و طائفہ عرب و عامہ مردم از نور رد گرد اں نشدہ اند مگر لحمیت دین آبا و اجداد خود از قدیم و از عداوت اینکہ سرہائے ایشان را انداختہ بودی و میل با بو بکر بہم رسانیدند مگر بعلت اطمینان از پاس وسطوت او و نرمی طبیعت او و زیادہ بر حق ایشان بایشان دادن ۱۲

بحر الجواہر صفحہ ۲۲۳ ۔

بے شک تمہارے باپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی مگر بجبر و اکراہ ۔ اور ہم نے اس کی بیعت خوشی سے کی ہے ۔ یہ سن کر امام حسین واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی ، تب آپ عمار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم مثل خانہ کعبہ کے ہیں کہ اس کے پاس لوگ آتے ہیں نہ یہ کہ وہ لوگوں کے پاس جائے ۔ عمار اشجع کے پاس گئے اور اس سے سخت گفتگو کی ۔ یہاں تک کہ نوبت اس کی پہنچی کہ عمار نے اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا ۔ اس کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی ، آپ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اشجع کو جا کر پکڑ لاؤ ۔ اس پر آپ کے اہل بیت جو آپ کے ہمراہ تھے گئے اور اشجع سے کہا کہ آج تو علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے اور اسے پکڑ لائے ۔ اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ تو نے اہل بیت کا مال لے لیا اور اس پر اپنا قبضہ کیا ۔ اس نے جواب دیا کہ کیا سبب ہے کہ تو نے آدمیوں کا خون بہایا ۔ اور میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرمان و مرضی کو تمہاری موافقت اور اتباع سے بہتر جانتا ہوں ، آپ نے فرمایا کہ میں کوئی اپنا گناہ نہیں سمجھتا سوا اس کے کہ میں نے تیرے بھائی کو مارا ہے اور وہ باعث انتقام نہیں ہو سکتا ، خدا تجھے ذلیل کرے ۔ اس نے بھی ایسا ہی سخت جواب علی رضی اللہ عنہ کو دیا اور کہا کہ خلفا سے حسد میں تم ہلاک ہو گے ۔ اس پر فضل کو غصہ آیا اور اس کا سر اڑا دیا ، اس پر اشجع کے ہمراہیوں نے فضل پر حملہ کیا ۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذوالفقار میان سے نکالی ، جب کہ اشجع کے ہمراہیوں نے علی رضی اللہ عنہ کی چمکتی ہوئی آنکھیں اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور کہا کہ ہم اطاعت کرتے ہیں ۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اس اپنے چھوٹے صاحب کا سر اپنے بڑے صاحب کے پاس لے جاؤ ، چنانچہ اس کے ہمراہی اشجع کا سر لے گئے اور اس کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے ڈال دیا ۔ یہ حالت دیکھ کر تمام مہاجرین و انصار جمع ہوئے اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے بھائی ثقفی نے خدا اور اس کے رسول کے خلیفہ کی اطاعت کی اور میں نے اسے صدقات مدینہ پر متولی کیا ۔ اور اب علی رضی اللہ عنہ نے اسے اس بری طرح سے مارا اور مثلہ کیا اب چاہیئے کہ تم میں سے جو شجاع ہیں ۔ وہ جائیں اور اس کا تدارک کریں ۔ سب اسے سن کر سکتہ میں رہ گئے اور نقش بدیوار ہو گئے ۔ ابوبکر نے کہا کہ کیا تم لوگ زبان نہیں رکھتے اور کچھ بولتے نہیں ۔ اس پر ایک اعرابی نے کہا کہ اگر تم چلتے ہو تو ہم بھی چلتے ہیں ۔ اور دوسرے نے کہا کہ ملک الموت کا دیکھنا بہتر ہے علی رضی اللہ عنہ کے دیکھنے سے ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم علی رضی اللہ عنہ سے ڈرتے ہو اور مجھے ایسا جواب دیتے ہو ۔ اس پر عمر متوجہ ہوئے اور کہا کہ یہ کام سوائے

marfat.com

خالد کے کسی سے نہیں ہو سکتا تب ابوبکر نے خالد سے کہا کہ یا ابا سلیمان تم سیف اللہ ہو اور خدا کی تلوار۔ تم ایک فوج لے کر جاؤ کہ علیؓ نے ہمارے رفقا میں سے ایک ایسے شخص کو جو شجاعت میں بے نظیر ہے قتل کیا ہے۔ علی کو لے آؤ اور کہو کہ اگر تم چلتے ہو تو تمہاری خطا معاف ہو گی اور اگر وہ لڑائی پر آمادہ ہوں تو اُن کو زندہ پکڑ کر لے آؤ۔ یہ سن کر خالد پانچ سو مردان کارزار لے کر روانہ ہوئے فضل نے ان کو آتا دیکھ کر علیؓ کو خبر کی۔ آپ نے فرمایا کہ تمام صنادید قریش اور سواران ہوازن جمع ہوں تب بھی میں ان سے نہیں ڈرتا خالد وہاں پہنچے اور علیؓ سے پوچھا کہ یہ کیا سخت حرکت تھی جو تم نے کی اور کیوں بجھی ہوئی آگ کو مشتعل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اپنی شجاعت اور ابوبکرؓ سے ڈراتے ہو اور مجھے مالک نویرہ جانتے ہو کہ جس کو تم نے مارا اور اسی کی بی بی کو اپنے نکاح میں لائے۔ میں اپنے قاتل کو خود جانتا ہوں اور شہادت کی امید رکھتا ہوں اور اگر میں چاہوں تو تمہیں ابھی اس مسجد کے صحن میں مار کر گرا دوں۔ اس پر خالد غصہ میں آئے اور آپ نے ذوالفقار نکالی۔ جب خالد نے آپ کی آنکھ اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو گڑگڑانے لگے۔ حضرت نے تلوار کا قبضہ خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ یہ حالت دیکھ کر ابن صباح نے کہ ایک مرد عاقل تھا کہا کہ بخدا اے علیؓ ہم کچھ براہ عداوت نہیں آئے۔ تم شیر خدا اور شمشیر غضب الٰہی ہو ہم سب آپ کے خادم ہیں اس پر حضرت امیر المومنینؓ نرم پڑے اور خالد سے مزاح کرنے لگے خالد درد کمر سے بے خود تھے آپ نے فرمایا اے خالد تعجب ہے کہ غدیر خم کا معاملہ تمہاری یاد سے جاتا رہا اور بہت جلد تم نے ناکثین اور خائنین کی بیعت کر لی اور اب چاہتے ہو کہ مجھے قید کر کے جاؤ۔ کیا تم حالت عمرو بن عبدودّ اور مرحب اور جنگ خیبر کی بھول گئے۔ اس پر خالد نے کہا کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ میں جانتا ہوں لیکن عرب نے آپ کو آپ کی تلوار کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ اور ہم نے ابوبکر کی بیعت صرف ان کی نرمی اور زائد از استحقاق مال ملنے کی امید پر کی ہے۔

ان روایتوں میں جو تناقض اور اختلاف ہے وہ ایسا صریح اور صاف ہے کہ اس میں تاویل کی کچھ گنجائش نہیں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کل روایات متناقضہ کی صحت تسلیم کی جائے اور تسلیم صحت کے بعد دعویٰ ہبہ کا زبان پر لایا جائے ہم ان اختلافات میں سے بعض ضروری اور ظاہری اختلاف اب بیان کرتے ہیں۔

marfat.com

پہلی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کا وکیل فدک سے نکال دیا گیا تو وہ خود ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئیں اور ان سے سوال کیا کہ کیوں میرے باپ کی میراث سے مجھے محروم کرتے ہو۔ اور دوسری روایت میں جو علل الشرائع سے ہم نے لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تو حضرت علیؓ مسجد میں آئے اور ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ کیوں تم نے فاطمہؓ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا علل الشرائع کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد نکالے جانے وکیل فدک کے حضرت علیؓ ابوبکر کے پاس آئے اور احتجاج طبرسی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ ان کے پاس آئیں۔ شاید حضرت امامیہ اس کا یہ جواب دیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ آئے اور دوسری مرتبہ خود حضرت فاطمہؓ آئیں مگر چھٹی روایت سے جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی ہے جس میں حضرت فاطمہؓ کے مشہور خطبہ کا ذکر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ ابوبکرؓ کے پاس سے لوٹیں اور گھر پہنچیں تو وہاں حضرت علیؓ بیٹھے ہوئے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے پہنچتے ہی ان پر غصہ کرنا شروع کیا اور نہایت درد انگیز اور غضب آمیز الفاظ میں فرمایا کہ مانند[1] جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان یا خائفان درخانہ گریختہ و بعد از انکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی و مغلوب این نامردان گردیدہ۔ پسر ابو قحافہ معیشت فرزندانم را می گیرد و تو از جائی خود حرکت نمی کنی وغیرہ وغیرہ) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے گھر میں سے قدم بھی باہر نہ نکالا تھا۔ اور اس معاملہ میں ابوبکرؓ کے پاس جانا اور ان سے مطالبہ کرنا اور ان کو ملامت کرنا بیک طرف فاطمہؓ کی کچھ بھی مدد نہ کی تھی۔ اگر حضرت علیؓ تشریف لے گئے ہوتے اور مہاجرین و انصار کے سامنے ابوبکر صدیقؓ سے مطالبہ کیا ہوتا اور فدک سے وکیل نکال دینے پر انہیں قائل معقول کیا ہوتا تو حضرت فاطمہؓ باوجود عصمت و طہارت کے اپنے خاوند سے اور خاوند بھی کیسے جو سید الاولیا سند الاصفیا قاتل الکفرہ دافع الفجرہ تھے کیوں ایسے درشت اور سخت کلمے فرمائیں اور ان کے

---

[1] پیٹ میں کے بچہ کی طرح تم پردہ نشین ہو گئے ہو۔ اور مایوس و ڈرپوکوں کی مانند گھر میں بھاگ آئے ہو۔ باوجودیکہ دنیا کے بہادروں کو تم خاک پر سُلا چکے ہو اور اب نامردوں کے پیچھے بیٹھ گئے ہو۔ ابو قحافہ کا فرزند میرے بچوں کی معیشت روکے ہوئے ہے اور تم اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتے وغیرہ وغیرہ۔

marfat.com

گھر میں چھپ رہنے اور باہر نہ نکلنے پر ملامت کرتیں۔

چوتھی روایت جو بحوالہ کتاب الاختصاص بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے اس میں ایک ایسی بات لکھی ہے جو دونوں روایات مذکورہ بالا کی تردید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے دعویٰ کی نسبت یہ کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو اسے سن کر حضرت فاطمہؓ علیؓ کے پاس گئیں اور ان سے یہ سب حال کہا حضرت علیؓ نے ان کو صلاح دی کہ تم پھر ابوبکرؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا، حالانکہ سلیمانؑ داؤدؑ کے اور یحییٰؑ زکریاؑ کے وارث ہوئے، پھر میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے اس پر آپ نے جواب دیا کہ گو میں سکھلائی گئی ہوں مگر کس نے مجھے سکھلایا ہے میرے ابن عم علیؓ نے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰؓ خود اس معاملے میں ابوبکرؓ سے مطالبہ اور مقابلہ کرنے کے لئے تشریف نہیں لے گئے اور نہ حضرت فاطمہؓ کے خیال میں یہ حجت آئی تھی کہ سلیمان داؤدؑ کے اور یحییٰ زکریا کے وارث ہوئے اور نہ اپنی طرف سے یہ دلیل انہوں نے پیش کی بلکہ حضرت علیؓ کے فرمانے اور بتلانے اور سکھلانے سے حضرت فاطمہؓ دوبارہ دعویٰ کرنے کے لئے ابوبکر صدیق کے پاس تشریف لے گئی تھیں۔ اگر حضرت علیؓ خود تشریف لے گئے ہوتے یا حضرت فاطمہؓ نے اپنی طرف سے یہ حجت پیش کی ہوتی جیسا کہ آپ کے اس مشہور خطبہ سے پایا جاتا ہے جس کو ہم نے چوتھی روایت میں احتجاج طبرسی سے نقل کیا ہے تو حضرت فاطمہؓ کے بھیجنے اور اس حجت کے سکھانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس اختلاف کے بعد بھی حضرت علی کا جانا ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس اور ان کا اس باب میں بحث کرنا کوئی مان سکتا ہے۔

گیارھویں روایت جو ہم نے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک سے محروم کر دیا تو آپ بہت غصہ میں آئے اور ایک بہت سخت خط ابوبکرؓ کو لکھا جس کے آغاز ان الفاظ سے ہے۔ شقوا متلاطمات امواج الفتن اور جس میں کوئی دقیقہ اپنی جرأت اور شجاعت کے اظہار اور مہاجرین و انصار کی گمراہی و ضلال کا باقی نہیں رکھا اور اس عذاب سے جو ان کے لئے خدا نے مقرر کیا ہے بیان کرنے سے بھی تامل نہیں فرمایا۔ اگر درحقیقت حضرت علیؓ بذات خود ابوبکرؓ کے پاس تشریف لے

marfat.com

گئے ہوتے اور جو کہنا تھا وہ اُن سے کہہ آئے ہوتے تو پھر اس خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں شاید یہ کہا جائے کہ آپ نے اول بالمشافہ گفتگو کی پھر یہ خط لکھا تاکہ ریکارڈ یعنی دفتر میں ایک تحریری سند صحابہ کے ملامت کی موجود رہے۔ یا اول یہ خط لکھا ہوا اور بعد اس کے جا کر بالمشافہ گفتگو فرمائی ہو۔ مگر پہلی بات تو اس روایت سے ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک سے محروم کر دیا تب آپ نے یہ خط لکھا۔ اور دوسری بات کہ اس خط کے لکھنے کے بعد تشریف لے گئے ہوں۔

حضرت فاطمہؓ کے اس غصہ سے جو آپ کے گھر میں بیٹھ رہنے اور مدد نہ کرنے پر فرمایا۔ صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے کہ جب حضرت علیؓ ایسا سخت خط لکھ چکے تھے اور غاصبین فدک کو ظالم اور مفسد ٹھیرا چکے تھے، اور جو سزا خدا نے ان کے لئے رکھی ہے، اُسے بھی ایک طرح سے بیان کر دیا تھا اور اگر وصیت پیغمبر مانع نہ ہوتی تو ان کے سر اُڑا دینے کی بھی دھمکی دیدی تھی تو کیونکر ممکن تھا کہ حضرت فاطمہؓ آپ کی مدد نہ کرنے اور مثل جنین کے خانہ نشین ہو جانے پر غصہ فرمائیں اور ایسے کلمات سخت سے آپ کو خطاب کریں۔

پھر چوتھی روایت کے دیکھنے سے ایک اور تناقض اور تخالف پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ علیؓ کے فرمانے سے حضرت فاطمہ آیہ ورث سلیمان داؤد سے حجت کرنے کے لئے ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور اس پر بھی جب ابوبکرؓ نے شہادت طلب کی تو فاطمہؓ ام ایمن اور علیؓ کو لے گئیں اور گو علی کی شہادت کا کہ کیا انہوں نے دی کچھ ذکر نہیں ہے مگر ام ایمن کی شہادت رد کی گئی۔ اور عمرؓ نے ام ایمن سے یہ کہا کہ تم ایک عورت ہو اور ایک عورت کی گواہی کافی نہیں اور علیؓ اپنا فائدہ چاہتے ہیں اس پر فاطمہؓ کھڑی ہو گئیں اور خفا ہو کر ابوبکرؓ و عمرؓ کو بدعا دینے لگیں اور چلی گئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ ابوبکرؓ کے سامنے شہادت دینے کے لئے آئے تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کا سبب نہیں معلوم ہوتا کہ اسی وقت جو نہایت موقع اور وقت بحث و گفتگو کا تھا علیؓ نے ابوبکرؓ سے جو کہنا تھا کیوں نہ کہا اور فاطمہؓ کو خفا دیکھ کر بھی کچھ ہاشمی جلال نہ دکھایا۔ اور گھر جا کر خط لکھا یا دوسرے وقت آکر ابوبکر سے بحث کی۔ اتنا تو بہرحال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت پیش کرتے وقت تک حضرت علیؓ نے زبان مبارک سے کچھ نہیں

marfat.com

فرمایا تھا اور نہایت صبر و تحمل سے واقعات کے دیکھنے اور سکوت کرنے کو اختیار کیا تھا مگر اسی روایت میں پھر یہ ہے کہ حضرت علیؑ چالیس دن تک حضرت فاطمہؑ کو سوار کرائے مہاجرین و انصار کے گھر گھر لئے پھرے اور فاطمہؑ ایک ایک سے فریاد اور استغاثہ کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ معاذ بن جبلؓ سے دو بدو گفتگو ہوئی اور ان سے خفا ہو کر فاطمہؑ چلی آئیں۔ اس واقعہ کے بعد جس میں اس روایت کے موافق کم سے کم چالیس روز گذرے ہوں گے پھر حضرت علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ تم تنہا ابوبکرؓ ہی ہوتا تب بھی اس کا دینا میرے مانگنے پر تم پہ واجب ہے چنانچہ اس کے موافق فاطمہؑ آئیں اور یہی بات کہی اس پہ ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ سچ فرماتی ہیں کاغذ منگا کر رد فدک کی سند لکھ دی اور جس کو راہ میں عمر نے چھین کر چاک کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی دفعہ حضرت فاطمہؑ حضرت علیؑ کی تعلیم سے ابوبکر کے پاس نہیں گئی تھیں بلکہ دو مرتبہ پہلے وارث سلیمان داؤد کی حجت پیش کرنے کے لئے دوسرے فدک کو بہ نرمی ابوبکر سے مانگنے کے لئے اور دوسری مرتبہ جہاں تک کہ ابوبکرؓ سے تعلق اس روایت کے موافق وہ کامیاب بھی ہوئیں۔ پس یہ روایت صاف اس بات پہ دلالت کرتی ہے کہ حضرت علیؑ نے کبھی خود ابوبکرؓ کے پاس جانے اور ان سے بحث کرنے یا ان کو ملامت فرمانے کا ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ حضرت فاطمہؑ کو سکھا کر بھیج دینے ہی پہ کفایت فرمائی اور اگر شہادت کے لئے وہ فاطمہؑ کے ساتھ تشریف بھی لے گئے تو اس وقت کچھ ارشاد نہیں فرمایا اور سکوت ہی اختیار کیا۔

پھر اسی چوتھی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے رد ہونے کے بعد چالیس دن تک فاطمہؑ کو مہاجرین و انصار کے یہاں لئے لئے پھرے۔ اس زمانہ میں کوئی اور دوسری کارروائی آپ نے نہیں فرمائی۔ اور جب معاذ بن جبل سے گفتگو کر کے اور ان سے خفا ہو کر فاطمہؑ چلی آئیں تب پھر آپ نے انہیں ابوبکر کے پاس بھیجا اور وہاں فاطمہؑ کی یہ حالت ہوئی کہ عمر نے ابوبکر کی لکھی ہوئی سند چاک کر دی اور فاطمہؑ کے شکم تبارک پہ نعوذ باللہ منہ لات ماری جس سے محسن سقط ہو گئے اور اس کے بعد پچھتر دن تک فاطمہؑ بیمار رہیں اور بعد اس کے وفات فرما گئیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ بعد معاذ بن جبل کی گفتگو کے اور فاطمہؑ کے دوبارہ تعلیم پا کر ابوبکرؓ کے پاس جانے کا کوئی موقع باقی نہ رہا تھا کہ فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکالے جانے کی خبر سن کر حضرت علی ابوبکر کے پاس جانے اور

marfat.com

اُن سے سوال و جواب کرتے کیونکہ اس وقت تو حالت پہلے سے بدتر ہو گئی تھی اور ایک تازہ مصیبت پیش آگئی تھی جس کے سامنے فدک کا غصب کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا یعنی حضرت فاطمہؓ پر عمرؓ کے ہاتھ سے وہ ظلم و ستم ہونا کہ جسے دیکھ کر کسی آدمی کی غیرت و حمیت گوارا نہیں کر سکتی کہ اُسے برداشت کرے اور ایسے دردناک اور نفرت انگیز اور ذلیل کن ظلم کو دیکھتا رہے اور اس کا بدلہ نہ لے یہ وقت وہ تھا کہ شیر خدا جوش میں آتے اور ذوالفقار علی نیام سے نکالتے اور بنت رسول پر جو ظلم و ستم ہوا تھا اس کا بدلہ عمرؓ سے لیتے۔ تعجب ہے کہ ایسے سخت واقعہ پر شیر خدا صبر فرمادیں اور بنت رسول کی یہ ذلت اپنی آنکھ سے دیکھیں اور کوئی بات تک زبان سے نہ نکالیں۔ تو ان کے صبر و استقلال سے جس کا ثبوت شیعوں کے خیال کے موافق اس سے زیادہ نہ ہوگا کون امید اور خیال کر سکتا ہے کہ وہ ایک وکیل کے نکال دینے پر غصہ میں آتے اور سوال و جواب کرنے کے لئے مہاجرین و انصار کے مجمع میں جاتے اور ابو بکر سے مقابلہ کرتے یا ان کو ایسا سخت خط لکھتے اور ان کو ظالم اور غاصب بتاتے۔

اس روایت کو بارھویں روایت سے ملا کر دیکھنے سے غالباً ہر شخص کو ایک حیرت ہو گی اور سوائے اس کے کہ اماموں کے اسرار اور ان کے بھید ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر ہیں کوئی بات زبان سے نہ نکل سکے گی نہ کوئی وجہ سمجھ میں آئے گی کہ کبھی تو شیر خدا ذرا سی بات پر ایسے غضب ناک ہو جائیں کہ سر اڑانے میں بھی دریغ نہ کریں اور کبھی ایسا سکوت اختیار کریں کہ بڑے سے بڑے صدمہ پر بھی جس کا بدلہ لینا شرعاً عقلاً جائز بلکہ واجب ہو زبان تک نہ ہلائیں۔ شاید مظہر العجائب و الغرائب کی شان یہی ہے کہ ایسی عجیب باتیں سرزد ہوں جو انسانی فہم سے باہر اور طاقت بشری سے خارج ہوں۔ اس چوتھی روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے سندلے کر عمرؓ نے چاک کر دی اور طمانچہ لگائے اور لاتیں ماریں یہاں تک کہ حمل ساقط ہو گیا مگر حضرت علیؓ نے اُف تک نہ کی۔ اور بارھویں روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اطلاع ہوئی کہ ابجع بن مراثم نے جسے ابو بکر نے فدک کے انتظام کے لئے مقرر کیا تھا رعایا پر ظلم شروع کیا ہے تو آپ کو تاب نہ رہی اس خبر کے سنتے ہی عزیزو اقارب و خدام و ملازمین کو لے کر موقع پر پہنچے اور ابجع کو پکڑ بلوایا اور گھرکیاں سنائیں اور اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اس کا سر اڑا دیا اور اس وقت آپ ایسے جوش میں تھے اور آپ کی آنکھیں ایسی چمکتی اور آپ کی ذوالفقار ایسی دمکتی تھی کہ سب تھرتھرانے لگے اور ابجع کے ہمراہی سب ہتھیار پھینک کر بھاگ گئے

marfat.com

اور پھر جب اشجع کے قتل کے بعد خالد ان کے پاس آئے تو آپ نے ان سے غصہ میں فرمایا کر کیا تم مجھے بھی مالک بن نویرہ جانتے ہو اور اس پر جب خالد غصہ میں آئے تو آپ نے ذوالفقار نکالی جس کی چمک دیکھ کر وہ گڑ گڑانے لگے اور آپ نے تلوار کے قبضہ کو خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ اس روایت سے شان حیدری ثابت ہوتی ہے اور اسد اللہی کا جلوہ نظر آتا ہے اور زمین و آسمان سے آپ کی شجاعت وحمیت پر مرحبا اور تحسین کی آوازیں آتی ہیں اور لافتی الاعلی لاسیف الاذوالفقار کا غلغلہ ہر شجر و حجر کی زبان سے سنائی پڑتا ہے۔ مگر یہ تمام حالت حیرت اور تعجب سے بدل جاتی ہے جب کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اسد اللہی شان اس وقت کیوں نہ دکھائی گئی جب کہ عمر نے جو بقول شیعوں کے ایک نامرد اور ذلیل اور کم رتبہ آدمی تھے۔ بنت رسول کو صدمہ پہنچایا۔ ان کو طمانچہ لگائے ان کو لاتیں ماریں ان کا حمل گرا دیا۔ اس موقع پر کیوں ذوالفقار علی نیام میں رکھ لی گئی اور کیوں حیدری صولت اور غضنفری ہیبت پر صبر و شکیبائی غالب آگئی۔ حالانکہ شرعًا وعقلًا یہ موقع نہ صبر کا تھا نہ تحمل کا بلکہ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ کے موافق کم سے کم اس کا بدلا عمر کو دینا تھا تاکہ بنت رسول کی ذلت کا مزہ وہ چکھتے اور اس ظلم و ستم کی سزا خدا کے شیر کے ہاتھ سے پاتے۔ افسوس ہے کہ ان روایتوں سے حضرات شیعہ کا یہ مطلب تو حاصل نہ ہوا کہ جو الزام اپنے غلط خیال اور فساد عقیدت کے موافق صحابہ پر اور حضرات شیخین پر لگانا چاہتے تھے وہ ثابت ہو بلکہ ان جھوٹی اور وضعی روایتوں سے اہل بیت کرام اور خاندان نبوت پر ایسے جھوٹے داغ لگا دیئے گئے اور وہ باتیں جس سے ان کی شان ارفع واعلیٰ تھی بلکہ جن کے خدام اور نام لیوا بھی اس سے مبرا اور منزہ تھے ان کی طرف منسوب کر دی گئیں۔ اور مخالفین اسلام کے لئے ایک ایسا مجموعہ تیار کر دیا گیا کہ جس کے دیکھنے سے نہ صرف ان کو تعجب اور حیرت ہو بلکہ نفس اسلام پر وہ شک اور بانی اسلام اور اس کے خاندان کے چلن پر شبہ کرنے لگیں۔ افسوس ایسی محبت پر۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔

چوتھی روایت میں جو کتاب الاختصاص سے بیان کی گئی ہے یہ لکھا ہے کہ بعد اس کے کہ علی مرتضیٰ فاطمہؓ کو چالیس دن تک مہاجرین وانصار کے گھر گھر لے کر پھرے اور کسی نے مدد نہ کی بمعاذ بن جبل سے دد بدو فاطمہؓ سے گفتگو ہوئی وہ اُن سے خفا ہو کر چلی آئیں تو علی مرتضیٰ نے فاطمہؓ سے کہا کہ

ابوبکر نرم دل ہیں ان سے جا کر فدک مانگو کہ وہ اپنا ہی سمجھ کر دیدیں چنانچہ وہ گئیں اور ان کے اس طرح پر مانگنے سے ابوبکر نے فدک کی سند لکھ دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر کچھ سوال و جواب نہ ہوا تھا بلکہ ہنسی خوشی سے صرف حضرت فاطمہؓ کے مانگنے پر ابوبکر نے انہیں سند لکھ دی تھی۔ لیکن تیسری روایت میں جو بحوالہ مصباح الانوار بحار الانوار سے نقل کی گئی ہے اس میں فدک کے سند لکھ دینے کا بیان دوسرا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکر وَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ کی بحث پیش ہونے پر قائل ہوئے اور فاطمہؓ کے دلائل سن کر مجبور تب فدک کی سند فاطمہؓ کو لکھ دی اور اس پر علیؑ اور ام ایمن کی گواہی بھی ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند لکھنے کا سبب ابوبکر کا فاطمہؓ کی حجتوں سے قائل ہو جانا تھا۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہؓ تنہا تشریف نہ لے گئی تھیں بلکہ علی اور ام ایمن بھی ان کے ساتھ تھے ورنہ ان کی گواہی اس سند پر جو ابوبکرؓ نے لکھی کیونکر ہوتی اور پھر اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راہ میں عمر بن الخطابؓ ملے اور ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں انہوں نے کہا ابوبکر کے پاس سے آتی ہوں اور انہوں نے مجھے سند بھی فدک کی لکھ دی ہے۔ عمر نے کہا اسے ذرا مجھے تو دکھایئے آپ نے دیدی۔ عمر نے اس پر تھوکا اور اُسے مٹا دیا۔ جب آگے بڑھیں تو علیؑ ملے تو انہوں نے فاطمہؓ سے پوچھا کہ آپ اس وقت اتنی خفا کیوں ہیں تب انہوں نے بیان کیا کہ عمرؓ نے ان کے ساتھ کیا کیا اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من ھذا یعنی کہ ان لوگوں نے اس سے بڑھ کر میرے اور تمہارے باپ کے حق میں اور دوسری بات نہیں کی۔ اور پھر آپ بیمار ہو گئیں۔ اس میں ایک تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ سند لکھنے کے وقت تو علی اور ام ایمن موجود تھے پھر وہ فاطمہؓ کے ساتھ گھر تک کیوں نہیں آئے کیا وہ وہاں رہ گئے یا اور کہیں چلے گئے اور فاطمہؓ کو تنہا روانہ کر دیا۔ دوسری اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عمر نے فاطمہؓ کو طمانچہ مارے اور لاتیں لگائیں اور محسن سقط ہو گئے۔ کیونکہ علی نے صرف ان کو غصہ میں پایا اور ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من ھذا کہکر چپ ہو گئے۔ اس سے تکذیب اس ظلم و ستم کی ہوتی ہے جو فاطمہؓ کی نسبت عمر کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔

چھٹی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی وہ سب سے زیادہ اہم اور قابل غور ہے اور اس سے ہبہ فدک کے دعوی کی تکذیب ایسی ثابت ہوتی ہے کہ بغیر اس کے کہ خود اس

marfat.com

روایت کو جھوٹا کہا جائے اور یہ خطبہ وضعی قرار دیا جائے دوسرا جواب کوئی بن نہیں پڑتا اور اسی واسطے علمائے امامیہ کو اس میں بہت وقت پیش آئی ہے اور نہایت حیران و ششدر ہو کر اس کے متعلق ایسی باتیں بنائی ہیں کہ جن کو کوئی شخص مان نہیں سکتا۔ اس روایت کی تکذیب تو علمائے امامیہ کر نہیں سکتے۔ اس لئے کہ اول تو وہ نہایت صحیح روایتوں میں سے ہے۔ دوسرے اس روایت کی بنیاد پر بہت بڑی عمارت صحابہ کے ظلم وستم کی کھڑی کی ہے وہ اس روایت کے غیر معتبر کہنے سے سب ڈھے جاتی ہے۔

خطبہ کی صحت اور عظمت جو شیعوں کے نزدیک ہے وہ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ علمائے امامیہ نے اس کی صحت کی نسبت بہت بڑے دعوی کئے ہیں اور نہ صرف اپنی روایتوں سے لمبے بیان کیا ہے بلکہ سنیوں کی کتابوں سے بھی اس کے ثابت ہونے کی بہت کوشش کی ہے۔ ملا باقر مجلسی اس کی نسبت فرماتے ہیں ۲علم ان ھذہ الخطبۃ من الخطب المشہورۃ التی رونتھا الخاصۃ والعامۃ باسانید متظافرۃ۔ کہ اسے سمجھ لو یہ خطبہ مشہور ترین خطبوں میں سے ہے جس کو شیعہ اور سنی دونوں نے معتبر اسناد سے بیان کیا ہے اور کتاب لمعۃ البیضاء فی شرح خطبۃ الزہرا میں جو خاص اسی خطبہ کی شرح کے لئے لکھی گئی ہے اور ایران میں چھپی ہے اس کے صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے والاحتجاج المشہور کالنور علی الطور المسطور فی کتاب مسطور فی رق منشور المعروف بخطبۃ تظلم الزھراء التی مقصودنا من ھذا الکتاب شرحھا و کل ماذکرالی ھنا کان مقدمۃ بالنسبۃ الیھا ونحن نشرع الان فی ایراد تلک الخطبۃ الشریفۃ المشتملۃ علی الایات البینات والبراھین الساطعات والحجج الواضحات و الدلائل القاطعات الی قولہ وبالجملۃ لا اشکال ولا شبھۃ فی کون الخطبۃ من فاطمۃ الزھراء وان مشائخ ال ابی طالب کانوا یروونھا عن اباءھم ویعلمونھا ابناءھم ومشائخ الشیعۃ کانوا یتدارسونھا بینھم وبینہ اولونھا بایدیھم والسنتھم اور پھر اس کی فصاحت کی نسبت لکھتے ہیں۔ تلک الخطبۃ الغراء الساطعۃ عن سیدۃ النساء التی تحیر من العجب منھا والاعجاب بھا احلام الفصحاء والبلغاء خلاصہ اس کا یہ ہے کہ منجملہ ان حجتوں کے جو حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر سے کیں ایک وہ مشہور حجت ہے کہ گویا وہ طور کی روشنی

marfat.com

ہے اور لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ یعنی وہ خطبہ جو تظلم زہرا کے نام سے مشہور ہے اور جس کی شرح ہم اس کتاب میں لکھنا چاہتے ہیں۔ اور وہ خطبہ مشتمل ہے کھلی نشانیوں اور روشن دلیلوں اور واضح حجتوں اور قطعی برہانوں پر۔ اور جس کی صحت میں کچھ بھی شبہ نہیں ہے اور بزرگان آل ابی طالب ہمیشہ اُسے اپنے آباد اجداد سے روایت کرتے اور اپنی اولاد کو سکھلاتے چلے آئے ہیں اور مشائخ شیعہ کے درس میں وہ رہا ہے اور وہ ہمیشہ اسے اپنے ہاتھوں اور زبانوں میں رکھتے چلے آئے ہیں۔

جب کہ یہ خطبہ شیعوں کے نزدیک ایسا صحیح ہے اور کالنور علی الطور سمجھا جاتا ہے تو جو کچھ اس سے ثابت ہو کہ فاطمہؑ نے اس میں یہ بیان کیا اور فلاں چیز کا دعویٰ فرمایا اسی کو موافق شیعوں کے عقیدے کے صحیح سمجھنا اور جس کا اس میں ذکر نہ ہو اس کو غلط جاننا چاہیئے۔ اس لئے ہم اس کتاب کے ناظرین سے خصوصاً علمائے امامیہ سے اُمید کرتے ہیں کہ اس پر غور فرمائیں کہ سارے خطبہ میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا ہو کہ تم نے فدک مجھ سے چھین لیا۔ یا میرے باپ نے مجھے وہ ہبہ کیا تھا۔ یا وہ میرے قبضہ میں تھا نہ صراحتہً نہ اشارۃً ہبہ کا نام اس میں آیا ہے۔ جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے وہ صرف متعلق میراث کے ہے اور جو کچھ ظلم و ستم کا استغاثہ کیا ہے وہ اسی بات پر ہے کہ ترکہ نبوی نہیں دیا گیا۔ اور جو حجتیں اور دلیلیں اس میں حضرت سیدۃ النساء نے بیان کی ہیں مثل وَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاؤُدَ وغیرہ کے وہ سب متعلق میراث کے ہیں۔ اگر فدک درحقیقت پیغمبر خدا صلعم نے آپ کو ہبہ کیا ہوتا اور وہ آپ کے قبضہ میں ہوتا اور ابوبکر صدیقؓ نے آپ کا قبضہ اُٹھا کر اس پر اپنا قبضہ کر لیا ہوتا تو کیا ممکن تھا کہ اس میں اس کا کچھ بھی ذکر نہ کیا جاتا اور ایسی بڑی بات جو صراحتہً شرع اور عقل اور قانون اور عام برتاؤ کے خلاف تھی، یعنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے لے لینا خلیفۂ وقت سے واقع ہوتی اس کا اظہار مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کے سامنے نہ کیا جاتا۔

یہ خطبہ جو حضرت فاطمہؑ نے بیان فرمایا طول میں دو جزو سے کم نہیں ہے اور فصاحت اور بلاغت میں ہم پلہ قرآن سمجھا گیا ہے اور صحابہ کے ظلم و ستم کا گویا وہ پورا نقشہ ہے اور اس وقت یہ فرمایا گیا ہے جب کہ تمام مہاجرین و انصار اور صحاب نبوی ابوبکر کے پاس موجود تھے۔ اور ایسے

marfat.com

درد انگیز لفظوں میں بیان کیا گیا کہ سننے والے رونے اور چیخنے لگے تھے تو کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسے موقع اور محل پر حضرت فاطمہؓ اسی چیز کو بیان نہ فرمائیں جو سب سے زیادہ ضروری اور سب سے بڑھ کر ان کی مظلومیت اور خلیفہ وقت کے ظلم کو ثابت کرنے والی تھی۔

چونکہ یہ ایک بہت بڑی بات تھی کہ ایسے موقع پر اس خطبہ میں ہبہ کا ذکر نہ کیا گیا اس لئے علمائے امامیہ کی توجہ اس طرف مائل ہوئی اور انہوں نے بھی اس امر کو ضروری سمجھ کر اس کے جواب کی فکر کی اور بفحوائے الغریق یتشبث بکل حشیش جو کچھ اس کے جواب میں کہا وہ سراسر لغو اور بالکل بیہودہ ہے جسے کوئی بھی نہیں مان سکتا۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار میں اسی خطبہ کی شرح میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ اعلم انہ تعاورت الروایات المتظافرۃ کما ستعرف فی ادعاءھا فدکا کانت نحلۃ لھا من رسول اللہ فلعل عدم تعرضھا فی ھذہ الخطبۃ لتلک الدعوی لیاسھا عن قبولھم ایاھا اذ کانت الخطبۃ بعد ما رد ابوبکر شھادۃ امیر المومنین و من شھد معہ وقد کانت المنافقون الحاضرون معتقدین بصدقہ فتمسک بحدیث المیراث لکونہ من ضروریات الدین۔ یعنی روایات متسندہ جیسا کہ تم کو عنقریب معلوم ہوگا اس باب میں وارد ہوئی ہیں کہ حضرت فاطمہ نے فدک کے ہبہ ہونے کا رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعویٰ کیا تھا۔ پس آپ کا اس خطبہ میں دعوی ہبہ فدک سے تعرض نہ کرنا شاید اس خیال سے ہوگا کہ آپ اس دعوے کے قبول ہونے سے مایوس ہو گئی ہوں گی۔ اس لئے کہ یہ خطبہ بعد رد کرنے ابوبکر کی شہادت امیر المومنین کو مع اور شاہدوں کے ہوا تھا۔ اور جو منافق اس وقت موجود تھے۔ وہ ابوبکر کے صدق کے معتقد تھے۔ اس لیے حضرت فاطمہؓ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

یہ جواب جیسا کہ اس کے لفظوں سے ظاہر ہے ایسا ہے کہ خود جواب لکھنے والے اور ان کے ہم مذہب دل سے اُسے قبول نہ کرتے ہوں گے اور جو روایتیں ہم اوپر نقل کر چکے اکثر ان میں سے اس جواب کی غلطی ظاہر کرتے ہیں۔ اس جواب میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ خطبہ حضرت سیدہ نے اس وقت بیان کیا جب کہ امیر المومنین اور دیگر گواہوں کی شہادت ابوبکر نے رد کر دی تھی یہ صحیح نہیں ہے

marfat.com

اس لئے کہ اس خطبہ کی روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ بعد تردید شہادت کے یہ خطبہ بیان کیا گیا ہو۔ بلکہ جو روایت احتجاج طبرسی سے ہم نے بیان کی اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں روی عبد اللہ بن الحسن باسنادہ عن آبائہ انہ لما اجمع ابو بکر علی منع فاطمۃ فدک وبلغہا ذلک لاثت خمارھا الخ ۔ کہ جب ابو بکرؓ نے ارادہ کر لیا کہ فدک سے فاطمہؑ کو محروم کریں اور یہ خبر حضرت فاطمہؓ کو پہنچی تو انہوں نے اوڑھنی اوڑھی اور چادر لپیٹی اور اپنے نوکروں اور قوم کی عورتوں کو ساتھ لے کر ابو بکر کے پاس آئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا ابو بکرؓ کے پاس یہ تشریف لانا اول ہی مرتبہ تھا اور اس کا باعث صرف اس خبر کا پہنچنا تھا جو ان کو ابو بکرؓ کے ارادہ کی پہنچی کہ وہ فدک نہیں دینا چاہتے۔ یا اس پر تصرف رکھنے سے مانع آتے ہیں۔ اور چونکہ اس روایت میں اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ یہ خبر کیونکر پہنچی اس لئے ظاہر ہے کہ جواب میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعد تردید شہادت کے حضرت فاطمہؓ تشریف لے گئیں صرف قیاسی ہے۔ مگر یہ قیاس صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ الفاظ بلغہا ذلک یعنی "جب یہ خبر فاطمہؓ کو پہنچی" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس سے پیشتر حضرت فاطمہؓ کو کچھ خبر نہ تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شہادت علی اور ام ایمن وغیرہ کی بغیر ان کی اطلاع کے بلکہ بغیر ان کی طلب کے نہیں ہوئی۔ جیسا کہ دوسری روایت میں جو ہم نے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے بیان کیا گیا ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہؓ فدک مانگنے کے لئے ابو بکر کے پاس آئیں انہوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم سوائے سچ کے کچھ نہ کہو گی۔ لیکن گواہ لاؤ۔ اس پر وہ علیؑ کو لے گئیں اور پھر ام ایمن کو اور چوتھی روایت سے جو ہم نے کتاب الاختصاص سے بحوالہ بحار الانوار نقل کی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول حضرت فاطمہؓ ابو بکر کے پاس آئیں اور میراث کا مطالبہ کیا اور جب ابو بکر نے یہ جواب دیا کہ پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو۔ سلیمانؑ داؤد کے کیوں وارث ہوئے اور اسی کتاب الاختصاص کی روایت میں یہ بھی بیان ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کو خبر ہوئی کہ ان کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تب وہ ابو بکر کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ تم نے میرے وکیل کو نکال دیا حالانکہ اس پر میرے گواہ موجود ہیں۔ پس یہ سب روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ایک

marfat.com

مرتبہ بلکہ دو مرتبہ اس کے پہلے ہوا ہوگا۔ اور اس میں تو کچھ شبہ ہی نہیں کہ شہادت خود انہوں نے پیش کی اور ان کے سامنے ابوبکرؓ نے اسے رد کیا اور اس پر وہ خفا ہوئیں۔ تو یہی وقت تھا کہ جو کچھ حضرت فاطمہؓ کو فرمانا تھا فرماتیں اور جو کچھ ملامت کرنی تھیں وہ شیخین اور اصحاب پر کرتیں اس واقعہ کی نسبت جو ان کے سامنے ہوا ہو، کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی خبر فاطمہؓ کو پہنچی اور وہ ابوبکر کے پاس گئیں اور یہ خطبہ بیان فرمایا۔ یہ تو اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ شہادت بغیر ان کی اطلاع کے یا ان کے پیچھے ہوئی ہوتی اور ان کی غیبت میں ابوبکرؓ نے اُسے رد کیا ہوتا۔ اور پھر اس کی خبر کسی نے حضرت فاطمہؓ کو دی ہوتی اور اُسے سن کر انہیں جوش آیا ہوتا اور وہ ابوبکرؓ کے پاس تشریف لے گئی ہوتیں اور یہ خطبہ بیان کیا ہوتا۔ واذ لیس فلیس۔

علاوہ اس کے تیسری روایت جو مصباح الانوار سے ہم نے بیان کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور ان سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی حجتوں کے ابوبکرؓ نے قائل ہو کر فدک کی سند لکھ دی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اس پر گواہی بھی ہوئی۔ مگر جب حضرت فاطمہ رضؓ باہر تشریف لائیں تو عمرؓ نے لے کر چاک کر دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں تک معاملہ کا تعلق حضرت ابوبکر رضؓ سے تھا وہ حسب مرضی جناب سیدہ کے طے ہو گیا تھا اور انہوں نے سند بھی لکھ کر آپ کے حوالہ کر دی تھی جو کچھ ظلم ہوا وہ عمر رضؓ کی طرف سے ہوا۔ ایسی حالت میں قیاس مقتضی اس کا ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کو شکایت ہوتی تو وہ ابوبکر رضؓ کے پاس واپس تشریف لاتیں اور فرماتیں کہ تم نے میری حجتیں سن کر میرے دعوی کو تسلیم کیا اور مجھے سند بھی لکھ دی مگر تمہارے رفیق نے اسے چاک کر دیا۔ غرض کہ جو کچھ شکایت کرتیں وہ عمرؓ کی کرتیں اور اگر ابوبکرؓ نہ سنتے تو صحابہ سے شکایت کرتیں اور ان سے فرماتیں کہ دیکھو جن کو تم نے خلیفہ کیا ہے اور جو مسلمانوں کے سردار بنے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ ابھی مجھے سند فدک کی لکھ دی اور ان کے رفیق نے اُسے پھاڑ ڈالا اور اب یہ اس کے ساتھ ہو گئے اور اس کے کئے کو تسلیم کر لیا یہ کیسا ظلم ہے اور یہ کیسے خلیفہ ہیں۔ اگر ایسا فرماتیں تو ضرور اصحاب نبی کو جوش آتا اور ابوبکر رضؓ پر اعتراض کرتے اور عمرؓ کو بُرا بھلا کہتے۔ اور اگر سب ایسا نہ کرتے تو کم سے کم وہ لوگ جو رفقائے علیؓ میں سے تھے اور ظاہرا [illegible] اہل بیت کے طرفدار ان کو موقع ملتا اور

فاطمہؓ کی تائید میں بہت کچھ کہتے اور ابوبکر و عمر پر ملامت کرتے ۔ یہ باتیں جو قرین قیاس ہیں وہ تو چھوڑ دی گئیں اور ہوا تو یہ ہوا کہ حضرت فاطمہؓ پھر ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور ان سے حجت کی تو صرف میراث کی اور دلیل پیش کی تو صرف ترکہ کے متعلق ۔ ان واقعات میں سے کسی واقعہ کا ذکر نہ کیا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ابوبکرؓ کے پاس بعد تردید شہادت یا بعد تحریر سند یا بعد کسی قسم کی اطلاع کے جو ان کو اول سے ملی ہو نہ تھا ۔ بلکہ پہلی ہی خبر جب اُن کو ملی تو وہ غصہ میں آئیں اور نہایت غیظ و غضب کی حالت میں مع خدام اور زنان بنی ہاشم کے تشریف لے گئیں اور صرف میراث کے نہ دینے پر فرمایا جو کچھ کہ فرمایا ۔

علاوہ اس کے پانچویں روایت جو مفضل ابن عمر نے امام جعفر صادق سے بیان کی ہے اور جسے ہم بحار الانوار سے نقل کر چکے ہیں ملا باقر مجلسی کے جواب کو بالکل باطل کرتی ہے ۔ اس لئے اس میں فاطمہؓ کا ابوبکر کے پاس جانا اپنی مرضی سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ حضرت علیؑ کے فرمانے سے کیونکہ اس روایت میں لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے کہ میں اس کو ادا کروں گا اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا تو علیؑ نے فاطمہؓ سے کہا کہ ابوبکرؓ کے پاس جا کر فدک کا ذکر کرو فاطمہؓ نے ان سے فدک اور خمس اور فئے کا ذکر کیا ابوبکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ ۔ اس پر اول تو فاطمہؓ نے بہت کچھ دلیلیں پیش کیں اور قرآن کی آیتیں اپنے دعوی کی تصدیق میں بیان فرمائیں مگر جب عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتیں چھوڑو اور گواہ لاؤ ۔ اس پر آپ نے علیؓ اور حسنینؓ اور ام ایمن اور اسما کو بلوا بھیجا اور ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی جب وہ شہادتیں رد کی گئیں تو اس وقت علیؓ نے فرمایا کہ فاطمہؓ ایک جزو رسول کی ہیں جو ان کو ایذا دے گا وہ رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتا ہے اور جو ان کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ صلعم کی تکذیب کرتا ہے ۔ اس پر عمرؓ نے کہا کہ جو تم اپنی تعریف کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن ان لوگوں کی شہادت جس میں ان کا فائدہ ہو مقبول نہیں تو علیؓ نے کہا کہ جب ہم ایسے ہیں جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہیں کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لئے مقبول نہیں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور پھر اسی پر قناعت نہیں فرمائی بلکہ جناب امیر نے ان کو برا بھلا بھی کہا اور یہ فرمایا کہ تم لوگوں نے خدا اور اس کے رسول کی سلطنت پر حجت کی اور اُسے اس

marfat.com

کے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکال دیا۔ قریب ہے کہ ظالموں کو اپنے ظلم کا بدلہ معلوم ہو جائے اور یہ آیت پڑھی۔ وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ۔ پھر فاطمہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کرے گا۔ وَهُوَ خَیۡرُ الۡحَاکِمِیۡنَ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ واقعہ گذرا وہ جناب امیر اور حضرت سیدہؑ کے سامنے گذرا اور دونوں سے حجتیں ہوئیں اور دونوں نے قرآنی دلائل پیش کئے اور دونوں نے جو کچھ کہنا تھا کہا اور جب کہ ان کا دعویٰ نہ سنا گیا اور ان کی دلیلیں رد کردی گئیں اور ان کی شہادتیں جھٹلائی گئیں تو خود جناب امیرؓ نے جناب سیدہؓ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کرے گا۔ وہو خیر الحاکمین۔ تو اس کے بعد کون سا موقع باقی رہا تھا کہ حضرت فاطمہؓ دوبارہ یا سہ بارہ تشریف لائیں اور میراث کے دعوی پہ دلائل پیش کرتی اور صحابہ کو برا بھلا کہتیں۔ اور کیونکر یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ جب ان کو خبر ہوئی کہ ابو بکرؓ نے فدک سے ان کو محروم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ تب وہ تشریف لائیں اور خطبہ میں بیان کیا جو کچھ بیان کرنا تھا وہ روایت مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؓ کے مواجہہ میں حضرت علیؓ کر چکے تھے اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو ظالم اور خدا اور رسول کی سلطنت کا غصب کرنے والا علی رؤس الاشہاد کہہ چکے تھے۔ اس جلسہ میں کون سی بات تھی جو اٹھا رکھی گئی تھی جس کے لئے حضرت فاطمہؓ کو پھر تکلیف فرمانے اور ایسے طویل اور فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنے کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔

پانچویں روایت کتاب الاختصاص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تین مرتبہ حضرت فاطمہؓ ابو بکرؓ کے پاس گئیں۔ اول مرتبہ تو یہ خبر پا کر کہ ان کا وکیل فدک سے نکال دیا گیا۔ دوسری مرتبہ حضرت علیؑ کے فرمانے سے آیہ وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ کی حجت پیش کرنے کے لئے اور تیسری مرتبہ پھر حضرت امیرؓ کے کہنے پر کہ جب ابو بکر تنہا ہوں تب جاؤ کہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ نرم دل ہیں پس جو کچھ حضرت سیدہؓ کو فرمانا تھا وہ انہیں تین موقعوں میں سے کسی موقع پر فرمانا چاہیے تھا۔ مگر پہلی مرتبہ تو اس خطبہ کا ارشاد فرمانا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ابو بکر کا یہ جواب کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا سن کر خود حضرت سیدہؓ کے خیال میں نہیں آیا کہ اس کا کیا جواب دیں بلکہ وہ سیدھی جناب امیرؓ کے پاس چلی آئیں اور ان سے سارا حال کہا اور انہوں نے فرمایا کہ تم جاؤ اور وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ کی دلیل پیش کرو۔ تو یہ دلیل جس کا خطبہ میں ذکر ہے ابتدائی تقریر

marfat.com

میں بیان کیا جانا اس کا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ دلیل حضرت فاطمہؓ کے خیال مبارک میں نہ آئی تھی بلکہ حضرت علیؓ نے سکھائی تھی اور ان کی تعلیم کے موافق آپ دوبارہ تشریف لے گئی تھیں۔ دوسری دفعہ بھی اس خطبہ کا بیان فرمانا بعید از قیاس ہے۔ اس لئے کہ اسی وقت اور اسی جلسہ میں بعد وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کے پیش کرنے کے ابوبکرؓ نے شہادت مانگی۔ اور حضرت سیدہؓ نے علیؓ اور ام ایمن کو بلا کر شہادت دلائی۔ اور جو کچھ اس کے بعد ہوا وہ سب مقابلہ میں حضرت امیرؓ اور جناب سیدہؓ کے ہوا۔ اور اخیر میں حضرت فاطمہؓ عمرؓ کے اس کہنے پر کہ ایک عورت کی گواہی مقبول نہیں ہو سکتی اور شہاد شہادت سے اپنا نفع چاہتے ہیں غصہ میں آکر اٹھ کھڑی ہوئیں اور یہ کہہ کر اللهم انهما ظلما ابنة نبيك صلى الله عليه واله حقها فاشدد وطأتك عليهما ثم خرجت کہ الٰہی ان دونوں نے تیرے نبی کی بیٹی پر ظلم کیا اور اس کا حق چھین لیا تو ان پر اپنا سخت عذاب نازل کر۔ اور پھر چلی گئیں۔ اگر خطبہ فرمانے کے لئے اس کے بعد تشریف لانا بیان کیا جائے تو وہ ہو نہیں سکتا۔ اس لئے کہ اسی روایت میں یہ لکھا ہے کہ اس کے بعد حضرت علیؓ چالیس روز تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر فاطمہؓ کو لئے پھرے اور معاذ بن جبل سے گفتگو بھی ہوئی اور جب کسی نے مدد نہ کی، تب علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم ابوبکر کے پاس جاؤ جب کہ وہ تنہا ہوں، اور یہ گویا تیسرا موقع تھا جب کہ فاطمہؓ ابوبکرؓ کے پاس گئیں۔ اس میں اس فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنے کا کوئی محل ہی نہ تھا، اس لئے کہ اس موقع پر ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی کے موافق سند لکھ دی تھی۔ اور اس کے بعد چوتھا موقع جانے اور اس فصیح خطبہ کے پڑھنے کا باقی ہی نہ رہا تھا۔ اس لئے کہ جناب سیدہؓ اس ضرب شدیدہ کی وجہ سے کہ عمر نے ماری اور جس سے حمل ساقط ہو گیا ایسی بیمار ہو گئیں کہ اسی میں انتقال فرمایا۔

غرض کہ جو شخص ذرا بھی غور سے ان روایتوں کو دیکھے اور ایک کو دوسری سے ملائے اسے اس بات کے تصفیہ کرنے میں کچھ شبہ نہیں رہ سکتا کہ ہبہ کا دعویٰ چونکہ اسی خطبہ میں بیان نہیں کیا گیا اس لئے وہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ حضرات امامیہ اس خطبہ کے جھوٹا ہونے کا اقرار نہ کریں گے۔ اور جب اس خطبہ کو جھوٹا نہ مانیں تو ہبہ کے دعوی کے غلط ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

marfat.com

ملا باقر مجلسی اس اشکال کے جواب میں کہ ہبہ کا ذکر اس خطبہ میں کیوں نہیں ہوا یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو منافق حاضر تھے وہ ابوبکر کے صدق کے معتقد تھے اس لئے فاطمہؓ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے تھا۔ یہ جواب بھی حیرت انگیز ہے اس لئے کہ اگر حدیث میراث سے تمسک کرنا صرف اس لئے تھا کہ وہ ضروریات دین سے تھا اور سامعین پر اس کا اثر ہوتا تو ہبہ کا دعویٰ اس سے زیادہ اہم اور القبض دلیل الملک کی دلیل حدیث میراث سے کچھ کم ضروریات دین سے نہ تھی بلکہ میراث کے دعوی پر تو ابوبکر کو موقع بھی ملا کہ پیغمبر خدا صلعم کے قول کی سند پر میراث کے عام حکم سے ترکہ نبوی کو مستثنی کر دیا اور جو منافق حاضر تھے اور ابوبکر کے صدق کے معتقد انہوں نے اس روایت میں انہیں سچا جان کر ان کی کاروائی کو جائز قرار دیا لیکن اگر حضرت فاطمہؓ ہبہ کا دعویٰ فرماتیں اور القبض دلیل الملک کے موافق اپنے قبضہ سے فدک کی ملکیت پر دلیل پیش کرتیں تو اس کا کوئی جواب ابوبکرؓ کے پاس نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا اور سامعین ان کے ظلم وستم کے قائل ہو جاتے۔ اور حضرت سیدہ کے دعوی کی تصدیق کرتے۔ اور سب چلا اٹھتے اور پکارنے لگتے کہ القبض دلیل الملک ضروریات دین سے ہے۔ اور فاطمہؓ کا قبضہ اٹھا دینا اور ان کے وکیل کو نکال دینا صریح ظلم ہے۔ اور اگر وہ اپنے نفاق اور ابوبکرؓ کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے بظاہر ایسا نہ کرتے تو ابوبکر کے ظلم وستم کی حجت تو پوری ہو جاتی۔

وہ واقعہ جو بعد اس خطبہ کے ارشاد اور گھر میں واپس جانے کے واقع ہوا وہ ایسا عجیب اور حیرت انگیز ہے جس کا اثر نہ صرف فدک کے دعویٰ پر پڑتا ہے بلکہ اصل اصول شیعوں کے مذہب کا درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یعنی جناب امیر اور حضرت فاطمہؓ کی عصمت کے دعوی پر بہت کچھ موثر ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے حضرات شیعہ اس میں ایسے حیران ہیں کہ نہ کچھ اس کا جواب بن سکتا ہے نہ کوئی بات اپنے اصول کے قائم رکھنے کے لئے ان کے خیال میں آتی ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ یہ خطبہ ارشاد فرما کر مایوس ہوئیں تو ان پر ایسا رنج وغم طاری ہوا کہ وہ سیدھی اپنے باپ کی قبر پر تشریف لے گئیں اور وہاں جاکر بہت کچھ بین کیا اور درد انگیز اشعار پڑھے اور بہت روئیں۔ اور پھر وہاں سے گھر کو لوٹیں حضرت امیر المومنینؑ ان کے انتظار میں بیٹھے تھے آتے ہی آپ نے جناب امیر سے یہ خطاب کیا کہ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح تم پردہ نشین ہو گئے اور مثل ڈرے ہوئے تہمت زدوں کے گھر میں چھپ رہے ہو۔ اور بعد اس کے کہ زمانہ کے شجاعوں کو ہلاک کیا اور ان کے کثرت کی پروا نہ کی اور ان کی شوکت کو خاک

میں ملا یا اب ان نامردوں اور ذلیلوں سے مغلوب ہو گئے ہو۔ ابو قحافہ کا بیٹا ظلم وجبر سے میرے باپ کی بخشی ہوئی چیز اور میرے بیٹوں کی معاش مجھ سے چھینے لیتا ہے! در آواز بلند مجھ سے جھگڑا کرتا ہے انصار میری مدد نہیں کرتے اور مہاجرین نے اپنے آپکو علیحدہ کر لیا ہے! اور تمام آدمیوں نے آنکھیں بند کر لی ہیں نہ اُن کا کوئی دفع کرنے والا ہے نہ میرا مددگار خشمناک میں باہر گئی اور غمناک واپس آئی تم نے اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ بھیڑیئے پھاڑ رہے ہیں اور تم اپنی جگہ سے ہلتے نہیں کاش اس ذلت وخواری سے پہلے میں مرگئی ہوتی۔ افسوس میرے حال پر جس پر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا۔ اور میرا مددگار سست ہو گیا اس کا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہوں اور میری فریاد خدا سے ہے فقط۔

اس بیان سے آپ کے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے کچھ بھی آپ کی مدد نہیں فرمائی اور اس تمام مصیبت کے وقت میں آپ گھر میں چھپے بیٹھے رہے جو کچھ کیا وہ حضرت سیدہؑ نے خود ہی کیا وہی دعویٰ کرنے کے لئے تشریف لے گئیں انہیں نے سوال وجواب کئے، انہیں نے جو کچھ سنانا تھا سنایا اور جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اور جیسا کہ فرماتی ہیں خشمناک باہر گئی اور غمگین واپس آئی! اور جناب امیر نے اپنے آپ کو مثل جنین پردہ نشین کر لیا اور اپنے آپ کو ذلیل بنا لیا۔ بھیڑیوں نے پھاڑا اور شیر خدا اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور حضرت علیؑ کے اس طرح پر علیحدہ رہنے سے جناب سیدہ کو وہ صدمہ پہنچا کہ جس پر فرمانے لگیں کہ کاش اس ذلت وخواری سے پہلے میں مرگئی ہوتی اور اس حالت پر اپنے باپ کو یاد کرنے لگیں اور اپنا رنج اس طور پر ظاہر کیا کہ جس پر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا اور جناب امیر کی مدد نہ کرنے اور اس کارروائی میں کچھ حصہ نہ لینے پر یہ صدمہ ہوا کہ آخر ان سے نہ رہا گیا اور حضرت علیؑ کی نسبت یہ کلمہ زبان سے نکل ہی گیا کہ میرا مددگار سست ہو گیا میں اس کا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہوں۔

جناب سیدہؑ کی اس درد انگیز تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایتیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ میں ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے مباحثہ کیا اور فاطمہؓ کے وکیل کے نکال دینے پر ابوبکر صدیق کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور نہایت قوی دلیلوں سے ان کا ظلم وستم ثابت کیا وہ سب جھوٹی ہیں خصوصاً وہ روایتیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مواجہہ میں جناب امیرؓ نے شیخین رضؓ سے مباحثہ کیا اور ملامت کی۔ اور جب انہوں نے کچھ نہ سنا تو یہ کہکر کہ خدا تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور آیہ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ سنا کر رنج اور غصہ میں اٹھ کر چلے آئے جھوٹی

اور بے بنیاد ہیں۔ اس لئے کہ اگر حضرت علی نے ایسا کیا ہوتا اور ابوبکر و عمر سے حجتیں کی ہوتیں تو کیوں حضرت فاطمہؓ اور ابوبکرؓ کی مجلس سے واپس آکر حضرت علیؓ پر اپنا رنج و غصہ ظاہر کرتیں اور باوجود عصمت و طہارت کے وہ کلمات ارشاد فرماتیں جن کا معمولی آدمیوں کی زبان سے نکلنا بھی متانت اور ادب اور صبر کے خلاف ہے۔ کیا حضرت علیؓ کی ان کوششوں کا جو انہوں نے فدک کے معاملہ میں کیں اور ان تقریروں کا اور ان لاجواب مباحثوں کا جو انہوں نے ابوبکر و عمر سے کئے اگر سچ مانے جائیں یہی نتیجہ ہونا کہ حضرت سیدہ گھر میں آکر ایسے وقت میں جب کہ کوئی سوائے علیؓ کے سننے والا نہ ہو ان سے یہ فرمائیں کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان در خانہ گریختہ و بعد ازاں کہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک انگندی مغلوب این نامردان گردیدہ اینک پسر ابو قحافہ بظلم و جبر بخشیدہ پدر مرا و معیشت فرزندانم را از من می گیرد و انصار مرا یاری نمی کنند و مہاجران خود را بہ پناہ کشیدہ اند۔ نہ دافعی دارم و نہ یاوری و نہ شافعی۔ خشمناک بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ذلیل کردی۔ گرگان می درند و می برند و تو از جای خود حرکت نمی کنی کاش پیش ازیں مذلت و خواری مردہ بودم۔

اگرچہ درصورت اس کے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ میں سوال و جواب کرنے کے لئے تشریف لے گئے ہوتے یہ خطاب اور یہ ارشاد حضرت سیدہ کا تعجب انگیز ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا آپ نے غصہ اور رنج میں حضرت علی سے وہ فرمایا جو صحیح نہیں تھا یا جناب امیر کی کوششیں آپ کے نزدیک کافی نہ تھیں۔ مگر جناب امیر کا جواب اس سے بڑھ کر حیرت انگیز ہے۔ اس لئے کہ درصورت صحیح ہونے ان روایتوں کے جن میں حضرت علیؓ کے جانے کا ذکر ہے آپ کو اس طرح سے جناب سیدہ کو تسلی دینی تھی کہ تم اس وقت غصہ اور رنج میں واقعات کا خیال نہیں کرتیں اور میری کوشش کی کافی قدر نہیں کرتیں، میں نے کونسا دقیقہ اٹھا رکھا ہے اور

لہ پیٹ میں کے بچہ کی طرح تم پردہ نشین ہو گئے ہو۔ اور رہا یوسوں کی مانند گھر میں بھاگ آئے ہو۔ حالانکہ تم نے زمانہ کے بہادروں کو بر سر خاک ہلاک کیا۔ اور اب ان نامردوں سے ڈر گئے ہو۔ ابو قحافہ کا چھٹکوا ظلم و ستم کے ذریعہ میرے باپ کی بخشی ہوئی روزی میرے بچوں سے چھین رہا ہے۔ کوئی انصاری میری امداد نہیں کر رہا ہے۔ اور مہاجرین خود ہی پناہ مانگ رہے ہیں۔ اس وقت کوئی نہیں جو مدافعت کرے یا میری مدد و سفارش کرے۔ میں غصہ سے باہر گئی تھی اور وہاں سے مغموم پلٹی تم نے خود کو ذلیل کر لیا۔ ؟ بھیڑیے پھاڑ کھائیں اور تمہاری حالت یہ ہے کہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں کرتے۔ کاش اس ذلت و خواری اٹھانے سے پہلے ہی میں مرگئی ہوتی۔

marfat.com

کونسی کوشش جو مجھے کرنی تھی وہ باقی ہے۔ تمہارے وکیل کے نکال دینے کی خبر سنتے ہی میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے پاس گیا اور بین المہاجرین والانصار ان سے لڑا اور تمام حجتیں ان کے سامنے پیش کیں اور ہر طرح سے انہیں قائل کیا۔ اور پھر کیا یہ بات تم بھول گئیں کہ آپ کے سامنے شہادت دینے کے بعد میں نے اُن سے کیسی مدلل گفتگو کی اور جب انہوں نے نہ سنا تو میں نے برملا انہیں ظالم و گنہگار ٹھیرایا اور خدا کے عذاب سے بھی انہیں ڈرایا اور تمہیں اپنے ساتھ لے کر اپنے گھر چلا آیا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کر سکتا تھا مگر بجائے اسکے کہ ان واقعات کو یاد دلاتے فرمایا تو یہ فرمایا کہ صبر کرو تمہارا اور تمہاری روزی کا خدا ضامن ہے اور خداوند تعالے نے آخرت میں جو تمہارے لئے مہیا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان بدبختوں نے تم سے چھین لیا۔

اب سنئے کہ اس کا جواب حضرات شیعہ کیا دیتے ہیں اور اس مشکل سے نکلنے میں کیسے کچھ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں ملا باقر مجلسی بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں کہ اب[1] ہم اس مشکل کو دفع کرتے ہیں جو غالباً لوگوں کے دلوں میں اس سوال و جواب کے سننے سے پیدا ہوتی ہو گی اور وہ یہ ہے کہ اعتراض فرمانا حضرت فاطمہؓ کا جناب امیر المومنینؓ پر کہ انہوں نے ان کی مدد نہ کی اور حضرت سیدہؓ کا جناب امیر کو خطاوار ٹھہرانا باوجود اس بات کے جاننے کے کہ وہ امام ہیں اور واجب الاتباع اور معصوم اور باوجود اس بات کے سمجھنے کے کہ انہوں نے کوئی کام نہیں کیا الا بحکم خدا اور مطابق وصیت رسول کے جو حضرت سیدہؓ کی

---

[1] اصل عبارت یہ ہے و لندفع الاشکال الذی ربما یخطر بالبال عند سماع ہذا الجواب و السؤال و ہو ان اعتراض فاطمۃؓ علی امیر المومنینؑ فی ترک التعرض للخلافۃ و عدم نصرتہا و تخطئتہ فیہا مع علمہا بامامتہ و وجوب اتباعہ و عصمتہ و انہ لم یفعل شیئا الا بامرہ تعالٰی و وصیۃ الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ مما ینافی عصمتہا و جلالتہا۔ فاقول یمکن ان یجاب عنہ بان ہذہ الکلمات صدرت منہا لبعض المصالح و لم تکن واقعا منکرۃ لما فعلہ بل کانت راضیۃ و انما کانت غرضہا ان یتبین للناس قبح اعمالہم و شناعۃ افعالہم۔ و ان سکوتہ لیس لرضاہ بما اتوا بہ و مثل ہذا کثیرا ما یقع فی العادات و المحاورات کما ان ملکا یعاتب بعض خواصہ فی امر بعض الرعایا مع علمہ براءتہ من جنایتہم لیظہر لہم عظم جرمہم و انہ مما استوجب بہ اخص الناس بالملک منہ المعاتبۃ و نظیر ذلک ما فعلہ موسٰی لما رجع الی قومہ غضبان اسفا من القائہ الالواح و اخذہ براس اخیہ یجرہ الیہ و لم یکن غرضہ الانکار علی ہارون بل ارد بذلک ان یعرف القوم عظم جنایتہم و شدۃ جرمہم کما مر الکلام فیہ و اما حملہ علی ان شدۃ الغضب و الانف و الغیظ حملتہا علی ذلک مع علمہا بحقیقۃ ما ارتکبہ فلا ینفع فی دفع الفساد و ینافی عصمتہا و جلالتہا التی عجزت عن ادراکہا احلام العباد ۱۲۔ بحار الانوار صفحہ ۱۲۳۔

marfat.com

عصمت اور بزرگی کے خلاف ہے۔ یہ فرما کر ملا صاحب اس کا یہ جواب دیتے ہیں۔ فاقول یمکن ان یجاب عنہ کہ ممکن ہے کہ اس کا یوں جواب دیا جائے۔ جواب کے آغاز سے پہلے ہی جو الفاظ ملا صاحب نے بیان فرمائے وہ خود اس بات کو بتاتے ہیں کہ خود ملا صاحب اس جواب کو قابل تسلی و تشفی نہیں سمجھتے تھے۔ پھر اس جواب کی تشریح فرماتے ہیں۔ بان ھذہ الکلمات صدرت منہا لبعض المصالح الخ یعنی یہ باتیں جو آپ نے بیان فرمائیں وہ صرف بعض مصلحتوں کی وجہ سے تھیں، ورنہ حقیقت میں کچھ آپ جناب امیرؑ کے کاموں سے خفا نہیں بلکہ راضی تھیں اور اس کہنے سے غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور ان کے افعال کی شناعت معلوم ہو جائے اور جناب امیر کا سکوت اس لئے نہ تھا کہ آپ ان لوگوں کی باتوں کو پسند کرتے ہوں یا اس سے راضی ہوں! اور اس طرح کی باتیں مصلحتاً کہنا عادات اور محاورات میں درست ہیں جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی اپنے بعض خواص پر کسی معاملہ میں جو رعیت سے سرزد ہوا ہو عتاب کرے گو وہ جانتا ہو کہ وہ خواص اس گناہ سے بری ہے مگر اس عتاب سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ گنہگار رعیت کے جرم کی عظمت لوگوں پر معلوم ہو جائے۔ اور مثال اس کی حضرت موسیٰ کا فعل ہے کہ جب وہ اپنی قوم کی طرف غصہ میں لوٹے اور تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کی ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچی اس سے کچھ غرض اُن کی ہارُون پر عتاب ظاہر کرنا نہیں تھا بلکہ لوگوں کو بتانا کہ وہ سمجھ جائیں کہ ان کی خطا کیسی عظیم ہے۔ اور ان کا جرم کیسا شدید ہے۔ آپکا غصہ اور رنج کی شدت میں جناب امیر سے اس قسم کی باتیں کرنا باوجودیکہ آپ جناب امیرؑ کی کارروائی کی حقیقت سے خوب واقف تھیں کچھ آپ کی عصمت اور عظمت کے خلاف نہیں ہے جس کے ادراک سے بندوں کے ذہن عاجز ہیں۔

اسی جواب کو حق الیقین میں ان لفظوں سے بیان کیا ہے، مؤلف[1] گوید کہ دریں مقام تحقیق بعضی از

---

[1] مؤلف کا بیان ہے کہ یہاں چند امور کی تحقیق ضروری ہے۔ اول یہ کہ ان شکوک و شبہات کا ارتفاع کیا جائے جن کی دلوں میں پیدائش ممکن ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ حضرت فاطمہؑ نے جناب علیؑ کی عصمت کی پردہ دری کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کا ارشاد دراصل مبنی برمصلحت تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت علیؑ نے اپنی رضامندی سے منصب خلافت ترک نہیں کیا اور باغ فدک کے غصب کرنے پر راضی نہ تھے جیسا کہ قرآن کریم میں اکثر معاملات رسولؐ خدا کی بابتہ ہیں جن کی غرض دوسرے لوگوں کو تہدید و تنبیہ ہے! دراسی طرح حضرت موسیٰؑ کا واقعہ ہے کہ جب وہ اپنی قوم کے پاس لوٹے تو قوم کو ایک بچھڑے کو پوجتے دیکھا اور جو الواح انکے پاس تھیں وہ پھینک دیں اور ہارونؑ کے سر بال پکڑ کر انکو اپنی طرف گھسیٹا حالانکہ حضرت ہارون پیغمبر کی بابتہ خود انہیں علم تھا کہ اس میں ہارون کی کوئی غلطی نہیں ہے لیکن حضرت موسیٰ کا یہ کام صرف اسلئے تھا تاکہ قوم کو انکی بدعملی۔ باقی اگلے صفحہ پر

marfat.com

امور ضرورست۔ اول دفع شبہ چند کہ ممکن ست در خاطر ہا خطور کند۔ اگر کسی گوید کہ اعتراض فاطمہؑ بر حضرت امیرؑ باوجود عصمت ہر دو چہ صورت وارد جواب گوئیم کہ ایں معارضہ محمول بر مصلحت ست از برائے آنکہ مردم بدانند کہ حضرت امیرؑ ترک خلافت برضائے خود نہ کردہ و بغصب فدک راضی نبودہ و در قرآن بسیاری از معاملات بالحضرت رسول شدہ و غرض تہدید و تادیب دیگران ست و ازیں قبیل ست انچہ از حضرت موسیٰ صادر شد در وقتیکہ بسوئے قوم برگشت و ایشان عبادت گوسالہ کردہ بودند از انداختن الواح و سر وریش ہارون را گرفتند بہ پیش کشیدند باآنکہ می دانست کہ ہارون تقصیر ندارد تاآنکہ بر قوم ظاہر شود شناعت عمل ایشان۔ و مانند عتابی کہ حق تعالیٰ بہ حضرت عیسیٰ خواہد کرد کہ آیا تو گفتی بمردم کہ مرا و مادر مرا دو خدا بدانید باآنکہ می داند کہ او نگفتہ است و مثل ایں بسیارست۔''

اور صاحب لمعۃ البیضاء بھی قریب قریب اسی کی تاویل کرتے ہیں۔ کما یقول و ما فعلت بالنبیؐ علی تلک الجرأۃ والجسارۃ مع علمہا بانہ امام مفترض الطاعۃ ولا یلیق بمثلہ ھذہ المخاطبۃ من مثلہا الا لابداء شناعۃ ما فعلہ ابوبکر من تلک الفعلۃ الفظیعۃ علی الامۃ و اثبات کفر العمرین کما فعل موسیٰ باخیہ من الاخذ بلحیتہ والضراب علی راسہ حتی یعلوا لقوم شناعۃ عبادۃ العجل۔ صفحہ ۲۹۳۔

اور صاحب ناسخ التواریخ اس سوال و جواب کے متعلق یہ فرماتے ہیں یکشوف باد کہ اسرار اہل بیت[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کی برائیاں معلوم ہوجائیں۔ اور اللہ کا حضرت عیسیٰ کو عتاب کرتے ہوئے یہ کہنا کیا تم نے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا کہا جائے۔ حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے خود کو یا والدہ کو خدا نہیں کہلوایا اور اس قسم کی اکثر مثالیں ہیں۔

[1] واضح ہو کہ اہل بیت کے اسرار ہم جیسے لوگوں کی سمجھ سے پوشیدہ ہیں۔ اور مقداد، ابوذر اور سلمان فارسیؓ نے بھی حد ادب سے باہر قدم نہیں رکھا، حالانکہ سلمان کو رسول اللہ نے اہلبیت کہا ہے۔ اور ان میں سے کسی نے اہل بیت کے برابر ہونے کی تمنا نہیں کی۔ میں نے کہیں دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلمانؓ فارسی نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر غصب خلافت اور آپ کے پیچھے رہ جانے پر کدورت کا اظہار کیا۔ جس پر حضرت علیؑ نے کہا اے سلمانؓ کیا تم اہلبیت کے اسرار سے واقفیت پیدا کرنا چاہتے ہو؟ اور واقعہ یہ ہے کہ اہلبیت کے سوائے کسی دوسرے کو اس بوجھ کے اٹھانے کی قوت نہیں ہے اور احادیث کے بموجب حضرت فاطمہؑ کی کیفیت یہ ہے کہ جو کچھ عالم میں ہوا یا آئندہ ہوگا وہ سب سے واقف تھیں انہیں رسول اللہ کی نگاہوں سے پردہ پوشی اور مصائب کا نزول خلافت کے بارے میں لوگوں کا اختلاف اور باغ فدک کے سوائے حضرت علیؑ سے کوئی بات نہ کہنی تھیں ان کی بات عمل کی مانند تھی کہ فدک کے معاملہ میں کیا ہوگا۔ انہوں نے اکثر اوقات حسنینؑ کو بھوکا رکھ کر سلام اور فقیروں کے سوال پورے کئے (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

مستور ست از مدرکات امثال ما مردم۔ بلکہ مقدادؓ و ابوذرؓ و سلمانؓ با منزلت
بیرون ادب گام نزنند و در رسید اے خاطر تمنای ابن طلب نہ کنند۔ وقتی نمی دانم کجا دیدہ ام کہ سلمان در خدمت
امیر المومنینؑ از غصب خلافت و تقاعد آنحضرت اظہار ضجرتی کرد علیؑ فرمود ہاں اے سلمان نمی خواہی از اسرار اہل
بیت آگاہی بدست کنی بدیہی است کہ بیرون اہلبیت آفریدہ را توانائے حمل ایں بار گراں نیست ہمانا فاطمہؑ کہ
محدثہ بود و بحکم احادیث صحیحہ بعلم ما کان و مایکون عالم بود لاجرم از آں پیش کہ رسول خدا وداع جہاں گوید و حوادث
ہائلہ نازل گردد از مخالف امت در امر خلافت و ضبط فدک و عوالی آگاہی داشت و بحکم عصمت کہ تشریف
موہوبہ یزدانی ست جز بحکم خدا و رضائے علی مرتضیٰ سخنی نمی فرمود۔ سخن او سخن علی عمران بود و کلمۂ او و دیعۂ خداوند
رحمٰن۔ و مناعت محل او از ملکوت و ملک رفیع تر بود تا بعوالی و فدک چہ رسد و چہ بسیار وقت حسنین را گرسنہ می
خوابانید و بلغۂ یک شبۂ ایشاں را بہ سائلی می رسانید مملکت دنیا در چشم او با پر ذبابی بہ میزان نمی رفت فدک
و عوالی چیست و حاصل عوالی کدام ست۔ اگر گوئی ایں خطاب و خطبہ چہ بود و ایں ہمہ فزع و شکوہ چہ واجب می
نمود پس در حضرت امیر المومنین اظہار جسارت کردن و معذرت جستن با جلباب عصمت بینونت داشت۔ پاسخ
ایں سخن را بدیں گونہ ساختگی کنیم کہ اسرار اہل بیت مستور ست بہ شرحی کہ مسطور افتاد والا آنکہ گوئیم بحکم مدرکات
عقول ناقصہ خود آنحضرت ہمی خواست کہ ظالم را از عادل و حق را از باطل باز نماید تا آنانکہ خمیر مایۂ فطرت ایشاں
از ترشحات زلال ولایت بہرہ یافتہ از طریق ضلالت و غوایت باز شوند و بہ شاہراہ شریعت و ہدایت روند انتہی
ہم اگرچہ ان جوابات کی نسبت ضرورت کچھ بیان کرنے کی نہیں دیکھتے اسلئے کہ ہر ایک سمجھ دار آدمی خود
ان جوابات سے اس کی دقعت کا اندازہ کر سکے گا اور اسے یقین ہو جائے گا کہ بجز اس کے کہ یہ معاملات اسرار
امامت سے سمجھے جائیں انسانی فہم سے خارج ہیں مگر مختصراً کچھ کہنا مناسب سمجھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ دنیاوی مملکت ان کی نظر میں مکھی کے پر کے برابر بھی نہ تھی۔ فدک اور اس کے ملحقات اور عوالیہ وغیرہ ان کی نظروں میں وقیع نہ تھا۔ اور اگر کہو کہ یہ گفتگو وغیرہ اور گلہ شکوہ کیوں کیا اور حضرت علی سے ایسی جسارت اور انکی معذرت خواہی کیوں ہوئی تو اس بات کو اس طرح ختم کرتا ہوں کہ اہل بیت کے اسرار پس پردہ ہیں، جن میں سے بعض لکھے گئے ہیں ورنہ ہم تو بھی کہتے ہیں اور ہماری ناقص عقل میں یہی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہی یہ تھا کہ ظالم کو منصف سے اور حق کو باطل سے اس طرح جدا کریں کہ لوگوں کی فطرت، زلال ولایت سے بہرہ در ہو اور گمراہی و کجی سے نکل کر شاہراہ شریعت و ہدایت پر گامزن ہوں۔

marfat.com

بحار الانوار میں جو جواب ملا باقر مجلسی نے دیا ہے کہ مصلحتاً حضرت سیدہ نے حضرت امیر المومنین سے ایسی باتیں فرمائیں۔ اور غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور انکے افعال کی شناعت ظاہر ہو جائے۔ غالباً ہر شخص اس جواب کو تعجب اور تاسف کی نظر سے دیکھے گا۔ اور سمجھ لے گا کہ جب کچھ جواب نہ بنا تو بمجبوری بمصداق الغریق یتشبث بکل حشیش یہ سمجھ کر کہ نہ کچھ تو کہنا ہی چاہئے ملا صاحب نے جو دل میں آیا وہ لکھ دیا مگر اتنا خیال نہ فرمایا کہ یہ باتیں جو حضرت سیدہ نے جناب امیر سے فرمائیں وہ گھر میں کہی تھیں۔ جہاں سوائے آپ کے یا گھر کے لوگوں کے کوئی غیر نہ تھا جن کو سنانا منظور ہو اور غیروں کے سنانے کے لئے کوئی موقع بھی باقی نہ تھا۔ اس لئے کہ نہ جناب امیر نے کوئی دقیقہ ملامت اور الزام کا صحابہ پر اٹھا رکھا تھا۔ اور نہ بین المہاجرین والانصار ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے ظلم و ستم کی کوئی بات باقی رکھی تھی اور نہ جناب فاطمہ نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ میں ان کی نسبت جو کچھ کہنا تھا اس میں سے کچھ اٹھا رکھا تھا کافر اور مرتد اور جہنمی ہونا تک تو ان کا علی رؤس الاشہاد بیان فرما دیا تھا۔ وہ کونسی بات باقی رہ گئی تھی جسے حضرت علی پر رکھ کر سناتیں۔ ہاں ملا صاحب اگر یہ فرماتے تو ممکن تھا کہ آسمان کے فرشتہ ہمدردی کرنے اور تسلی دینے کے لئے آپ کی دولت سرا میں آئے تھے ان کو صحابہ کا کفر و نفاق اور ان کے جور و تعدی سنانی منظور ہو گی۔ اُن کے سنانے کے لئے غالباً حضرت معصومہ نے حضرت امیر کو مخاطب کر کے یہ خطاب فرمایا ہو گا اور حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کی مثال جو ملا صاحب نے دی ہے وہ بھی اپنے دل کے خوش کرنے کے لئے بیان فرمائی۔ ورنہ اس کو اس سے کیا نسبت اول تو یہ بات تسلیم نہیں کی گئی کہ حضرت ہارونؑ پر عتاب لوگوں کے دکھانے کے لئے کیا گیا تھا سو اس کے جو کچھ حضرت موسیٰؑ نے کیا وہ علی رؤس الاشہاد تھا نہ آنکہ گھر میں بیٹھ کر اور تنہائی میں جہاں کو دیکھنے والا سوائے فرشتوں کے نہ ہو۔ علاوہ بریں جناب امیر نے اس خطاب کو جو حضرت سیدہ نے کیا اپنے ہی نسبت خیال کیا تھا نہ جیسا کہ ملا صاحب سمجھتے ہیں اسی مصلحت پر مبنی خیال فرمایا تھا اس لئے کہ اس کے جواب میں جو آپ نے فرمایا اس کے الفاظ یہ ہیں۔ فقال لها امیر المؤمنین لا ویل لك بل الویل لشانئك ثم نهنهي عن وجدك یا بنت الصفوة وبقیة النبوة فما غنیت عن دینی ولا اخطأت مقدوری فان کنت تریدین البلغة فرزقك مضمون وکفیلك مامون وما اعدلك افضل مما قطع عنك فاحتسبی الله فقالت حسبی الله وامسکت۔ اس کا ترجمہ فارسی میں فاضل مجلسی حق الیقین میں اس طرح سے کرتے ہیں۔

marfat.com

کہ جناب[1] امیر در جواب ارشاد فرمودند کہ صبر کن و آتش خود را فرو نشان اے دختر برگزیدۂ عالمیاں و اے باقی ماندۂ ذریت پیغمبر۔ من سستی در امر دین خود نہ کردم و آنچہ از جانب خدا مامور بودم بعمل آوردم و آنچہ مقدور بود از طلب حق خود در ان تقصیر نہ کردم۔ و روزی ترا و اولاد ترا خدا ضامن ست) اس جواب سے کون شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس خطاب کو حضرت فاطمہؓ کے اپنی ذات پر محمول نہیں فرمایا تھا۔ اور ان کے غصہ کو اپنی نسبت نہیں خیال کیا تھا۔ ورنہ آپ کیوں یہ فرماتے کہ میں نے کچھ کوتاہی نہیں کی اور جہاں تک مجھ سے ہو سکتا تھا اس میں دریغ نہیں کیا۔ بلکہ اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً حضرت سیدہ کو اُن کی غلطی پر آگاہ کرنا منظور تھا۔ اور یہ کہنا کہ آپ غلطی پر ہیں کیوں آپ مجھ پر خفا ہوتی ہیں اور کیوں مجھے ایسی سخت سست باتیں کہتی ہیں اور کیوں مجھے مثل جنین کے پردہ نشین ٹھہراتی ہیں میں نے آپکی مدد میں کوتاہی نہیں کی میں نے آپ کے دعوی کی تائید کی آپکے سامنے صحابہ سے جھگڑا کیا۔ اور جہاں تک ممکن تھا ان کو ملامت کی۔ ان کا ظلم و ستم ثابت کیا۔ اور چونکہ یہ سب باتیں میں نے آپکے سامنے کیں پھر بھی آپ مجھ پر خفا ہوتی ہیں اور مجھے بزدل اور خائف ٹھہراتی ہیں یہ آپ کی شان سے بعید ہے۔ اور چونکہ یہ وہ باتیں ہیں جو شیعوں کی روایتوں میں بہ تفصیل منقول ہیں اس سے وہ حضرت سیدہؓ کی عصمت میں خلل پیدا کرتے اور بمقتضائے بشریت آپ کو بے جا غصہ کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ حضرات شیعہ مجبور رہیں اور بے بنیاد اور غلط بات کے ثابت کرنے میں رقص الجمل فرماتے ہیں۔ ہر موقع کے لئے انہوں نے ایک روایت بنائی۔ اور ہر اعتراض کے لئے حضرات نے اپنے نزدیک ایک جواب گڑھا اور جھوٹ کو سچ کرنا چاہا۔ کاش وہ ایک ہی روایت اور ایک بات پر قائم رہتے تو اتنی وقت پیش نہ آتی۔ اور ایسی فضیحت نہ ہوتی۔ مگر کثرت روایات اور اختلاف اقوال نے ہم کو جواب دینے کی محنت سے بچالیا اور اس تناقص اور اختلاف نے جو ان کی روایتوں اور بیانوں میں ہے ان کے دعوے کو ایسا باطل کردیا کہ نہ کسی عدالت میں ان کے دعوی کی ڈگری ہو سکتی ہے نہ غلط بیانی اور جھوٹی شہادت کے پیش کرنے سے الزام سے وہ بچ سکتے ہیں۔ تمت

---

[1] حضرت فاطمہؓ کے کہنے پر حضرت علیؓ نے یہی جواب دیا کہ صبر کرو اور غصہ کی آگ فرو کرو۔ اے دو جہاں کے برگزیدہ نبی کی بیٹی، اور اے اولاد پیغمبر کو باقی رکھنے والی ماں، سنو! میں نے مذہبی امور میں خود سستی نہیں کی، بلکہ خدا کے حکم کے موافق عمل پیرا ہوں اور میں نے حتی المقدور اپنے حق کی طلب میں کوئی کوتاہی نہیں کی تمہاری اور تمہاری اولاد کی معیشت و روزی کا اللہ ضامن و کفیل ہے۔ آیات بینات حصہ چہارم ختم ہوا۔

marfat.com

تفسیر و تاریخ قرآن پر تین اہم کتابیں

قصص القرآن

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رح

قصص قرآنی اور انبیاء علیہم السلام کے سوانح حیات اور انکی دعوت حق کی مستند ترین تاریخ و تفسیر پر نہایت محققانہ اور مشہور کتاب عکسی طباعت سفید کاغذ مجلد مع حسین پلاسٹک کور۔ قیمت ۷۶/۰۰

تاریخ ارض القرآن کامل ۲ جلد

از علامہ سید سلیمان ندوی

اپنے موضوع پر ایک محققانہ اور مستند کتاب جو عرصہ سے نایاب تھی اب تیار ہو گئی ہے۔ عکسی طباعت سفید کاغذ مجلد مع حسین پلاسٹک کور۔

قیمت ۲۴/۰۰

تفسیر معارف القرآن

مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

اردو میں اپنے طرز کی پہلی عام فہم تفسیر جو ریڈیو پاکستان سے بارہ سال تک نشر ہوتی رہی اور موجودہ زمانہ کی مستند تفسیر سمجھی گئی ہے جس کا مطالعہ آپ کو قرآن پاک کی عظمتوں سے آشنا کریگا یہ بے نظیر تفسیر آٹھ جلدوں میں مکمل چھپ چکی ہے آفسٹ کی عمدہ طباعت اور سفید کاغذ

جلد اول	سورۂ فاتحہ و بقرہ	۳۶/۰۰
" دوم	آل عمران و نساء	۳۶/۰۰
" سوم	مائدہ تا انعام	۳۶/۰۰
" چہارم	اعراف تا ہود	۳۶/۰۰
" پنجم	یوسف تا کہف	۳۶/۰۰
" ششم	مریم تا روم	۴۰/۰۰
" ہفتم	لقمان تا حجرات	۴۰/۰۰
" ہشتم	ق تا والناس	۴۰/۰۰
مکمل سیٹ آٹھ جلد		۳۰۰/۰۰

دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ۔ کراچی ۱

marfat.com

چند مطبوعات دارالاشاعت

ارض القرآن عکسی گلیز۔ مجلد مؤرخ اسلام سید سلیمان ندوی ؒ اپنے موضوع پر محققانہ کتاب جو عرصہ سے نایاب تھی اب تیار ہے۔ ۲۴/۰۰

المنجد عربی اُردو لغت اضافہ شدہ جدید عکسی ایڈیشن ساٹھ ہزار جدید و قدیم عربی الفاظ کی مستند لغت سفید کاغذ مجلد اعلیٰ ۶۴/۰۰

المعجم عربی اُردو لغت جدید عکسی اعلیٰ ایڈیشن پینتیس ہزار الفاظ کی اردو سے عربی جامع لغت سفید کاغذ مجلد ۲۲/۰۰

آیات بیّنات کامل چار حصے از محسن الملک سید محمد مہدی علی خاں تردید شیعہ میں معرکۃ الآراء اور عظیم کتاب گلیز، سفید کاغذ ۳۳/۰۰

اسلام کا نظام مساجد عکسی گلیز مجلد از مولانا محمد ظفیر الدین پورہ نوڈیہاوی اسلام کے نظام مساجد کے تمام گوشوں پر مکمل بحث ۱۲/۷۵

اسلام کا نظام عفت و عصمت عکسی گلیز مجلد مولانا ظفیر الدین پورہ نوڈیہاوی عفت و عصمت اور ان کے لوازم کے ایک ایک گوشہ پر محققانہ کتاب۔ ۱۵/۷۵

اسلام کا نظام اراضی مجلد از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ۔ ہر قسم کی زمینوں کے اور عشر و خراج کے احکام مذاہب اربعہ کی روشنی میں ۱۸/۰۰

اسلام کا نظام تقسیم دولت عکسی سفید از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ سرمایہ داری، اشتراکیت اور اسلام کا جامع تقابل ۱/۵۰

آداب زندگی عکسی سفید از مولانا اشرف علی تھانوی رح۔ آداب المعاشرت، حقوق اسلام۔ حقوق الوالدین، اغلاط العوام، چار کتب کا مجموعہ ۳/۳۰

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

marfat.com

تاریخ مذہب شیعہ

حسب ایماو پسند فرمودہ مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی رح

اس کتاب میں مذہب شیعہ کی پوری تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اور مذہب شیعہ کے بانی مشہور منافق ابن سبا یہودی کے حالات پوری تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں کہ اس منافق نے کس طرح از راہ نفاق اسلام قبول کیا اور پھر مسلمانوں میں افتراق اور انتشار ڈالنے میں اور ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ کتاب متلاشیان حق کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔ آفسٹ کی دیدہ زیب عکسی طباعت، سفید عمدہ کاغذ سائز ۳۰×۲۰/۱۶ کل صفحات ۲۵۶ قیمت مجلد ۶/۷۵

ہدایۃ الشیعہ

از حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح

جس میں مسئلہ خلافت کی تفصیلی بحث، تقیہ کا پس منظر کتاب اللہ میں صحابہ کا مقام۔ اور مشاجرات صحابہ کی بحثیں۔ باغ فدک اور وراثت انبیاء اور ایسے ہی دوسرے بے شمار موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ اور شیعوں کی طرف سے کئے گئے دس سوالوں کے شافی اور مسکت جواب۔

عکسی طباعت سفید کاغذ سائز ۲۳×۱۸ کل صفحات ۱۱۲ بکس بورڈ مجلد قیمت ۶/۰۰

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

(مکتبۂ فیض رسول بن محمد ندن یرمنیر)

marfat.com